فتاویٰ علماءِ ہند

جلد- ۳۱

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باهتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۳۱)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیرنگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت		مئی ۲۰۲۱ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی

طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے

وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب النکاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَالْـمُـحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَـغُـوا بِـأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

(سورة النساء:٢٤)

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

(سورة البقرة:٢٣٤)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ: لَا تَحِلُّ لِي، يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، هِيَ بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ.

(صحیح البخاری،باب الشهادة على الأنساب،رقم :2645)

”عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ فَقَدَتْ زَوْجَهَا فَلَمْ تَدْرِ أَيْنَ هُوَ فَإِنَّهَا تَنْتَظِرُ أَرْبَعَ سِنِينَ ثُمَّ تَعْتَدُّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ثُمَّ تَحِلُّ“.

(موطأ الإمام مالک،باب عدة التي تفقد زوجها،رقم :1219)

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

(سورة المائدة:5)

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾

(سورة البقرة:221)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۳۰)

حرمت نکاح بہ سبب رضاعت (۳۹-۲۴۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۹۷)	ضعیفہ کا جس لڑکی نے دودھ پیا ہے، اس کی شادی ضعیفہ کے پوتے سے درست ہے، یا نہیں	۹۶
(۹۸)	رضاعی پھوپھی سے حرمت نکاح	۹۷
(۹۹)	رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں	۹۷
(۱۰۰)	رضاعی چچا سے نکاح	۹۸
(۱۰۱)	رضاعی چچا اور رضاعی ماموں سے نکاح کی حرمت	۹۸
(۱۰۲)	رضاعی خالہ سے نکاح کا حکم	۹۹
(۱۰۳)	اپنی رضاعی والدہ کی اخیافی بہن (رضاعی خالہ) سے نکاح کرنا	۹۹
(۱۰۴)	رضاعی ماں کی اخیافی بہن سے نکاح کا حکم	۱۰۰
(۱۰۵)	سوتیلی نانی نے دودھ پلایا	۱۰۰
(۱۰۶)	رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں	۱۰۱
(۱۰۷)	رضاعی ماموں سے نکاح	۱۰۱
(۱۰۸)	رضاعی بھانجی کا رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں	۱۰۲
(۱۰۹)	رضاعی بھائی سے بیٹی کا نکاح	۱۰۳
(۱۱۰)	رضاعی ماں کی نواسی سے نکاح جائز نہیں	۱۰۳
(۱۱۱)	ایک بیوی نے جب دودھ پلایا تو دوسری بیوی کی اولاد سے بھی حرمت ثابت ہوگی	۱۰۴
(۱۱۲)	رضاعی بیٹی سے نکاح درست نہیں ہے	۱۰۵
(۱۱۳)	ربیبہ رضاعیہ کا حکم	۱۰۵
(۱۱۴)	رضاعی بیٹی کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے	۱۰۷
(۱۱۵)	دودھ شریک بھائی کس کو کہا جاتا ہے	۱۰۷
(۱۱۶)	رضاعی بہن کب سمجھی جائے گی	۱۰۷
(۱۱۷)	دو بچوں نے مختلف اوقات میں ایک عورت کا دودھ پیا تو دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہوگی	۱۰۸
(۱۱۸)	رضاعی رشتوں کی تفصیل	۱۰۸
(۱۱۹)	جب خالہ کا دودھ پیا تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں	۱۰۹
(۱۲۰)	عدم جواز نکاح با دختر مرضعہ کہ از شوہر ثانی پیدا شد	۱۱۰
(۱۲۱)	جس عورت کا دودھ پیا ہے، اس کی کسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں	۱۱۰
(۱۲۲)	رضاعی ماں کی کل اولاد سے نکاح جائز نہیں، چاہے دونوں کے دودھ پینے کا زمانہ مختلف ہی کیوں نہ ہو	۱۱۱
(۱۲۳)	رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں ہوا اور جو خرچ ہوا، وہ خود اس کا ہوا	۱۱۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات

حرمت نکاح بہ سبب حق غیر (۲۴۳-۴۳۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

حرمت نکاح بہ سبب اختلاف مذہب (۴۳۳-۵۲۸)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمة الشکر

نحمدہ و نصلي علی رسوله الکریم اما بعد

امت مسلمہ جن بڑے بڑے مسائل سے دو چار ہے ان میں ایک سنگین مسئلہ غیر مسلموں سے شادی کرنا ہے۔اس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ یہ فعل اگر دانستہ اور رضامندی کے ساتھ ہو تو یہ فعل ایک مسلمان کو ارتداد کی دہلیز پر لا کھڑا کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ ارتداد کسی مسلمان کا دین اسلام سے پھر جانے، احکام اسلام کو نہ ماننے یا کسی حکم شرعی کا مذاق اڑانے کو کہا جاتا ہے۔ایک سورت قرآن میں سورۂ کافرون کے نام سے موجود ہے۔اس سورت کا بنیادی مضمون ہی یہی ہے کہ کفر اور شرک پر کسی صورت میں کوئی مصلحت ہو ہی نہیں سکتی ہے۔قرآن نے اللہ تعالی کے منکروں کو دوٹوک جواب دے دیا ہے: ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ''۔تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے''۔تاہم پھر بھی کوئی بدنصیب اپنے ایمان کی ناقدری کرتے ہوئے عارضی اور وقتی دنیاوی فائدے کی خاطر ایمان کا سودا کر لے تو انتہائی گھاٹے کا سودا قرار دیا ہے۔

عزیزی مفتی محمد اسامہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا کہ فتاویٰ علماء ہند کی اکتیسویں جلد تیار ہوگئی ہے۔اس جلد میں حرمت نکاح بہ سبب رضاعت حرمت نکاح بہ سبب حق غیر حرمت نکاح بہ سبب اختلاف مذہب کے احکام مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ یہ عاجز بندہ اس عظیم مجموعہ کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق پر اپنے کریم مولا کا شکر گزار ہے۔ یہ سنت الٰہی ہیکہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔الحمدللہ سابقہ جلدیں ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہو رہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہو رہے ہیں۔ مجھے بیحد مسرت ہو رہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی و فقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب و محترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں المجلس العالمی للفقہ الاسلامی کے تحت علماء کرام و مفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہٖ تعالیٰ منظمة السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کر رہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی و فقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کر دیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصاً علماء کرام و مفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی

ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمة السلام العالمیہ

ممبئی الھند

۵؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

تاثرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، وبعد

اللہ تعالیٰ کا دین ایک مکمل نظام ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے بہترین افراد کا انتخاب فرمایا ہے اور ان کی ایسی تربیت کی ہے کہ ان کی پوری زندگی معصومیت کے ساتھ گزری ہے، خاص طور پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بارے میں قرآن نے کئی جگہوں میں فرمایا ہے کہ ان کو وحی متلو اور غیر متلو کے ساتھ رہنمائی کی جاتی ہے۔ دین اسلام ایک عالمی دین ہے اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اسے باقی رہنے کا وعدہ فرمایا ہے اور سب انسانوں کے لیے یہی دین اسلام ہدایت کا ذریعہ بتایا گیا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانوں میں انہی کے ہم زبان علماء پیدا فرمایا؛ تاکہ وہ اس دین کو اپنی قوم اور قبیلہ کی زبان میں منتقل کر کے ان کو ہدایت کا سبب بن جائیں۔ اس خطہ ارضی میں اللہ تعالیٰ مختلف ملکوں کو مختلف زبانوں میں دین کا مرکز بنایا ہے ان کے واسطے سے دین منتشر ہوا ہے۔ معاصر تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے متحدہ ہندوستان کو بھی دین کی ترقی اور رشد کے لیے انتخاب فرمایا اور اس سرزمین میں معتبر مراکز اور شخصیتیں پیدا فرمائی، جنہوں نے دین کو اپنی قومی زبان میں بڑے اہتمام اور احتیاط سے منتقل فرمایا؛ بلکہ عربی اور اردو کے علاوہ بھی انہوں نے دیگر زبانوں میں دوسرے اہل زبان کے لیے بھی حسب ضرورت کام کیا ہے۔

دین ودعوت کے اس کام کو بطور خاص حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہما اللہ نے ہندوستان اور گردونواح کے ملکوں میں پھیلایا، جہاں آج تک علم دین کا فیض جاری ہے۔

خدمت دین کے سلسلے میں مختلف جہات اور میدانوں میں کام ہوا ہے، مسلمانوں کی مشکلات کے حل کے لیے دارالافتاؤں کا قیام اور علماء حضرات کا فتویٰ نویسی میں تخصص، پھر اس میں احتیاط سے قدم رکھنا ان خدمات میں شامل ہیں، ان ہی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ فتاویٰ کی مختلف کتابیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور مسلمانوں کے عوام وخواص کو استفادہ کا موقع ملا ہے، خاص طور پر نئی نسل کے مفتی حضرات بہ آسانی انہی فتاویٰ سے مسائل نکال کر مستفتیوں کو جواب دیتے ہیں اور ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ان تمام تر فوائد کے باوجود ایک مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اتنے فتاوے مرتب ہو کر منظر عام پر آ گئے ہیں کہ ان سب کے حصول اور ان پر دسترسی ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، چنانچہ حصول ممکن ہو تو انہیں رکھنے کے لیے الماری میں جگہ کم پڑ جاتی ہیں۔ کچھ برس قبل غالبا 1436ھ کو ہندوستان کا سفر ہوا، پٹنہ میں ایک بڑے کام کے بارے میں اطلاع ملی کہ مکتب دیوبند کے ہم فکر علماء اور مفتیوں کے فتاویٰ یکجا کرنے کے لیے مولانا انیس الرحمٰن قاسمی مدظلہم، ناظم امارت شرعیہ کی سرپرستی میں کام شروع ہوا ہے، اس وقت صرف تین جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھیں، اس کا ایک سیٹ مولانا نے احقر کو بطور ہدیہ پیش فرمایا اور ساتھ ہی انہوں نے خوشخبری سنائی کہ اس پر کام جاری ہے اور مفتی حضرات کی ایک ٹیم مولانا مفتی اسامہ شمیم الندوی حفظہ اللہ کی نگرانی میں کام کر رہی ہے۔ اس کام کی نوعیت اس طرح ہے کہ فتاویٰ معتبرہ کی 16 کتابوں کو بالاستیعاب اور باقی فتاویٰ کی کتابیں جو اردو میں دستیاب ہیں، ان سے منتخب مسائل کو جمع کر کے حذف مکررات کے بعد نئی ترتیب سے پیش کیا جائے گا، جو تقریبا 60 جلدوں میں مکمل ہو جائے گا، اس مجموعہ کو ''فتاویٰ علماء

ہند" کے نام سے مرتب کیا جارہا ہے، ساتھ ہی اس کو عربی اور انگلش میں منتقل کرنے کا کام بھی جاری ہے۔ اب تک (تا سال 1442) اس کی آٹھ جلدیں زیورطبع سے آراستہ ہوکر مفتی حضرات کے ہاتھوں میں آچکی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک مژدہ کی بات یہ ہے کہ یہ مجموعہ سب دارالافتاؤں کو فری اور مفت میں ہدیہ ہوگا، چند ماہ پہلے حضرت مولانا مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی صاحب مدظلہم نے بذریعہ نیٹ پورے سیٹ کی PFD بندہ کو بھیجا ہے، اس کو دیکھ کر دل خوش ہوا اور تہہ دل سے دعا کی توفیق ہوئی۔

اس کتاب کی خصوصیات کے بارے میں بندے کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، چوں کہ "مشک آن است کہ خود ببوید، نہ آنکہ عطار بگوید" لہذا مفتی حضرات اور اہل علم خود دیکھ کر فیصلہ کرسکتے ہیں کہ یہ کتنا بڑا کام ہے اور اس میں فتویٰ دینے والوں کے لیے کتنی سہولت اور آسانی ہے، اس پر ہمارے بہت سارے اکابر کی تقاریظ بھی ہیں، جو کام کی اہمیت بتانے کے لیے کافی اور وافی ہیں، اس کا صرف مقدمہ 387 صفحات پر مشتمل ہے۔

ہم مولانا انیس الرحمٰن قاسمی اور مولانا اسامہ شمیم الندوی حفظہ اللہ کو اور جو بھی اس کام میں حصہ لیتے ہوئے اپنے لیے سعادت دارین حاصل کررہے ہیں، ان سب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کام کو بخیر وعافیت پایۂ تکمیل تک پہونچاوے اور قبولیت سے نواز کر صدقہ جاریہ اور مفید بنادے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

عبدالقادر العارفی عفااللہ عنہ

۱۴۴۲/۵/۳ھ　　یکے از خدام دارالافتاء دارالعلوم زاہدان، بلوچستان، ایران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، وبعد

ماضی قریب میں برصغیر ہندوپاک میں فقہ وفتاویٰ پر جتنا وسیع اور وقیع کام ہوا ہے، شاید عالم اسلام میں بھی کہیں اس پیمانے پر کام نہیں ہوا ہے۔ فی الحال مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب مدظلہ العالی اور مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی بعض اصحاب علم وفتاویٰ کے تعاون سے فتاویٰ علماء ہند کی ترتیب وتبویب پر بے مثال خدمت انجام دے رہے ہیں، اس سے پہلے اس وسیع پیمانے پر فقہ وفتاویٰ کو ترتیب دینے کا کام کسی نے انجام نہیں دیا کہ تمام مفتیان ہند کے دوسوسالہ عظیم اور ضخیم فتاویٰ کو جمع کرنے اور انہیں یکجا کررانے کا ایک خاص ترتیب کے ساتھ عالم اسلام کے سامنے لانے کا عزم مصمم کیا ہے، اس مجموعہ کا تخمینہ 30 ہزار صفحات اور 60 جلدوں تک ہے، منظمۃ السلام العالمیۃ نے اس عظیم کام اور منصوبہ کا بیڑا اٹھایا ہے، اس عظیم فتاویٰ کے وجود میں آنے سے ایک بہت بڑا خلا پر ہوگا اور یکجا کسی بھی موضوع سے متعلق تمام فقہی سوالات کے جوابات مع دلائل وحوالہ جات کے مل جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مہم اور مشن (جس کی شروعات ہوچکی ہے) کو تکمیل تک پہنچائے اور مرتبین اور جملہ معاونین کے ارادہ اور مقاصد کے مطابق پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے اس کو نافع بنائے، عوام وخواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) میں ایک بار پھر حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی اور مولانا اسامہ شمیم ندوی کو دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور خدائے وحدہ لاشریک سے دعا گو ہوں کہ جلد از جلد یہ عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا منظر عام پر آجائے اور اہل علم کی تشنگی دور ہوجائے۔ (آمین)

سعید الرحمٰن فیضی ندوی

رئیس مرکز الندوۃ للدراسات الإسلامیۃ، کناڈا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین، أمرنا بالتفقہ فی الدین وأکد علی ضرورۃ تحصیلہ فقال عزوجل﴿فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم إذا رجعوا إلیہم لعلہم یحذرون﴾ (التوبۃ:۱۲۲) ورغبنا اللّٰہ تعالٰی فی تحقیق صفۃ الربانیۃ فقال عزوجل﴿کونوا ربانیین﴾ (آل عمران:۷۹) وفسرہا حبر القرآن الصحابی الجلیل عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما فقال:حکماء فقہاء، کما ذکرذلک البخاری تعلیقا،وقدوصلہ ابن أبی عاصم والخطیب بسند حسن وروی مثلہ عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ بسند صحیح.

والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین ومعلم العلماء والفقہاء سیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم القائل:"من یرداللّٰہ بہ خیرا یفقہ فی الدین"وکان من أعظم أرکان بعثتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم(تعلیم الکتاب والحکمۃ)وقد فسرت الحکمۃ بأنہا السنۃ وأنہا الفقہ فی الدین ویوضح ذلک دعوات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما حین قال ابن عباس قال:ضمنی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إلی صدرہ وقال:"اللہم علمہ الحکمۃ،اللہم فقہ فی الدین،اللہم فقہ فی الدین وعلمہ التأویل.

ورضی اللّٰہ عن الصحابۃ أجمعین الذین اختارہم اللّٰہ بعلمہ وشرفہم بصحبۃ نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأکرمہم بفقہ الدین فکانوا ألین لأمۃ قلوبا، وأعمتہا علما، وأقلہا تکلفا،وأحسنہا بیانا،وأصدقہا إیمانا، وأعمہا نصیحۃ وأقربہا إلی اللّٰہ وسیلۃ وہم ما بین مکثر من الفقہ ومقل ومتوسط ولہم فضل عن الأمۃ لأنہم نقلوا لنا القرآن الکریم والسنۃ النبویۃ ورغبوا بالتفقہ فی الدین ونقلت عنہم فی ذلک کلمات کثیرۃ مؤثرۃ تستحق أن تحفظ ویتناقلہا طلاب علوم الشریعۃ لأنہا توضح مکانۃ الفقہ عندالصحابۃ رضی اللّٰہ عنہم ومن ہذہ الکلمات علی سبیل المثال:

☆ قول عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ:الموت ؤلف عابد قائم اللیل صائم النہار أہون من موت عالم بصیر بحلال اللّٰہ وحرامہ کما فی جامع البیان ومفتاح دارالسعادۃ.

☆ وقال علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ عنہ:لا خیر فی عبادۃ لیس فیہا تفقہ ولا علم لیس فیہ تفہم ولا قراءۃ لیس فیہا تدبر،کما فی سنن الدارمی وجامع بیان العلم.

☆ وقال عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ:لأن أجلس فی مجلس فقہ ساعۃ أحب إلی من صیام یوم وقیام لیلۃ،کما فی المدخل إلی السنن الکبریٰ.

☆ وقال عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما:لکل شیء عماد وعماد ہذا الدین الفقہ وما عبداللّٰہ بشیء أفضل من فقہ فی الدین ولفقیہ واحد أشد علی الشیطان من ؤلف عابد،کما فی جامع بیان العلم والفقیہ والمتفقہ.

ولذلک کانت لہم رغبۃ بمذاکرۃ الفقہ فی مجالسہم،کما روی ذلک الحاکم فی مستدرکہ عن أبی سعید قال:أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا جلسوا کان حدیثہم [یعنی الفقہ] إلا أن یقرأ رجل سورۃ أو یأمر رجلا بقراءۃ سورۃ،ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ ولہ شاہد موقوف عن أبی سعید ووافقہ الذہبی.

وعندما أنشت الصفۃ فی المسجد النبوی لتکون مأوی لفقراء المسلمین کانت کذلک أول مدرسۃ إسلامیۃ للتفقہ فی الدین،کما روی عن أن س بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال:أقبل أبوطلحۃ یوما فإذا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قائم یقریء أصحاب الصفۃ علی بطنہ فصیل من حجر یقیم بہ صلبہ من الجوع.(المعجم الکبیر للطبرانی:۱۱۴/۲۵،رقم الحدیث:۲۸۴)

وقد أثمرت جلسات الفقہ ومذاکراتہ أن ظہر فی حیاۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کوکبۃ من الصحابۃ یقومون بمہمۃ التفقہ والإفتاء،کما ذکر ذلک ابن سعد فی الطبقات حین أفرد بابا ذکر فیہ من کان یفتی علی عہد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکان فی مقدمتہم الخلفاء الأربعۃ وعبداللّٰہ بن مسعود وزید بن ثابت وعبداللّٰہ بن عباس،ومعاذ بن جبل،وعبداللّٰہ بن

عمر بن الخطاب وعائشة رضی اللّٰہ عنهم جميعا، وقد قال العلامة ابن القيم فی إعلام الموقعين بأن الذين حفظت عنهم الفتوى من الصحابة رضی اللّٰه عنهم هم قرابة مائة ونيف وثلاثين ما بين رجل وامرية وهم ما بين مكثر ومتوسط ومقل.

ثم ظهرت طبقة الفقياء والمفتين فی عهد التابعين وعرف عدد من الفقهاء فی مكة والمدينة والكوفة والبصرة والشام واليمن ومصر،قد ذكر ابن القيم مشاهير أسماء الفقهاء من التابعين فی كتابه النفيس إعلام الموقعين وكان هؤلاء الفقهاء يعتبرون الاشغال بالفقه والفتيا من أعظم العبادات كما عبر عن ذلک وُحد كبارهم وهو مسروق الهمدانی رحمه اللّٰه فقد قال:لأن أفتی يوما بحق أأحب إلى أن أغزو سنة فی سبيل اللّٰه،كما كانوا يهتمون بتفقه الناس ولذلک كان الإمام الزهری رحمه اللّٰه يخرج إلى الأعراب والبادية فيمكث مع الناس أياما ليفقههم ويقول:ما عبداللّٰه بشیء مظل الفقه،وقد كان بعض الخلفاء يرسلون الفقهاء إلى البلدان ومختلف الأمصار ليفقهوا الناس فی الدين حتى إن الخليفة عمر بن عبدالعزيز رحمه اللّٰه أرسل عشرة من الفقهاء ليفقهوا أهل أفريقيا،كما ذكر ذلک ابن القيم،وهكذا شا ع الفقه فی البلدان ومن أهم هذه الأمصار التی اشتهرت بالفقهاء مدينة الكوفة لاتی بنيت فی خلافة الفاروق عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه وذلک لأنه استوطنها كوكبة من كبار الصحابة رضی اللّٰه عنهم.

وهكذا شا ع الفقه فی الأمة وانتشر الفقهاء فی أهم البلدان وتوارث العلماء فقه الدين حتى ظهرت المذاهب الفقهية الأربعة وكان أكثر المحدثين يعرفون معانی حديث رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم حتى قدم الشافعی فبينها لهم وقال أيضا:كان الفقهاء أطباء والمحدثون صيادلة فجاء محمد بن إدريس طبيبا صيدلانيا ما مقلت العيون مثله أبداً.

ومن المواقف اللطيفة والشهادات الرائعة التی توضح مكانة الفقهاء ماجاء فی كتاب الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادی وجامع بيان العلم لابن عبدالبر عن عبداللّٰه بن عمرو قال:كنت فی مجلس الأعمش فجاء ه رجل فسأله عن مسألة فلم يجبه فيها ونظر فإذا أبوحنيفة فقال:يا نعمان قل فيها؟قال:القول فيها كذا، قال: من أين؟يعنی ما هو ذليلک فی هذا الجواب؟ فقال أبوحنيفة:من حديث كذا،أنت حدثتناه، قال:فقال الأعش: نحن الصيادلة وأنتم الأطباء،وفی لفظ:يا معشر الفقهاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة.

وقال الإمام مالک بن أنس رحمه اللّٰه تعالیٰ:ما كنا نأخذ الحديث إلا من الفقهاء،وقد نقل الخطيب البغدادی وصية فقهية غالية من إمام دار الهجرة لابنی أخته ومهد الخطيب لهذه الوصية بقوله:وليعلم أن الإكثار من كتب الحديث وروايته لا يصير به الرجل فقيها وإنما يتفقه باستنباط معانيه وإمعان التفكر فيه، ثم أيد هذا القول بهذه الوصية والنصيحة الغالية وذكر سنده فيها فقال:حدثنی محمد بن أحمد بن الأشنانی، نا أحمد بن إسحاق النهاوندی، نا الحسن بن عبدالرحمن، حدثنی أحمد بن محمد بن سهيل الفقيه،نا محمد بن إسماعيل أبو عبداللّٰه الأصبهانی بمكة، نا مصعب الزبيری، قال سمعت مالک بن أنس قال لابنی أخته أبی بكر وإسماعيل ابنی أبی أويس:أراكما تحبان هذا الشان -جمع الحديث وسماعه-وتطلبانه؟قال:نعم،قال:إن أحببتما أن تنفعا به وينفع اللّٰه بكما،فأقلا منه وتفقها.

وهذه النصيحة عمل بها ونشرها الإمام مالک فهذا تلميذ الإمام مالک وأحد رواة الموطأ الإمام المحدث عبداللّٰه بن وهب رحمه اللّٰه تعالیٰ يقول كلمة قوية صريحة فی هذا الباب وذلک لخطورة إهمال الفقه الذی هو عمدة علوم الشريعة قال ابن وهب: كل صاحب حديث ليس له إمام فی الفقه فهو ضال،ولو لا أن اللّٰه أنقذنا بمالک والليث لضللنا،كما فی الجامع لابن أبی زيد القيروانی،وقال صاحب الامام الشافعی وناصر مذهبه إسماعيل المزنی رحمهما اللّٰه تعالیٰ:اطلبوا العلم عند أهل الفقه تكونوا فقهاء.

وأذكر فی هذا المقام شهادة كبيرة وكلمة فصل فی فضل الفقهاء للإمام المحديث الفقيه محمد بن عسیٰ الترمذی رحمه اللّٰه تعالی فی جامعه قال فی كتاب الجنائز :كذلک قال الفقهاء وهم أعلم بمعانی الحديث وهذه الشهادة البليغة تستحق أن يحفظها طلاب الشريعة.وهذا الإمام ابن الجوزی رحمه اللّٰه يرفع من شأن علم الفقه ويسميه بـ عمدة العلوم فقال:الفقه عمدة العلوم وعليه مدارها فإن استع الزمان لتزيد من العلم فليكن من الفقه فإنه الأنفع.

وقال صاحب المحيط من الحنفية رحمه اللّٰہ تعالى:أفضل العلوم عندالجمهور بعد معرفة أصل الدين وعلم اليقين معرفة الفقه والأحكام الفاصلة بين الحلال والحرام.

ولا شک أن مرتبة الفتویٰ عظيمة وخطرها كبير وقد صنف الإمام النوى رحمه اللّٰہ تعالیٰ رسالته القيمة آداب الفتوى والمفتى والمستفتى فقال:اعلم أن الإفتاء عظيم الخطر،كبير الموقع، كثير الفضل لأن المفتى وارث الأنبياء صلوات اللّٰہ وسلامته عليهم،وقائم بفرض الكفاية لكنه معرض للخطأ ولهذا قالوا: المفتى موقع عن اللّٰہ تعالى وروينا عن ابن المنكدر قال:العالم بين اللّٰہ تعالى وخلقه فلينظر كيف يدخل بينهم.

وقد ورد عن الشعبى والحسن البصرى وأبى حصين بفتح الحاء التابعين رحمهم اللّٰہ تعالى،قال:إن أحدكم ليفتى فى المسألة ولو وردت على عمر بن الخطاب رضى اللّٰہ عنه لجمع لها أهل بدر،وقال سفيان بن عيينة وسحنون رحمهما اللّٰہ:أجسر الناس على الفتيا أقلهم علما، وقال الإمام أبوحنيفة رحمه اللّٰہ تعالى:لولا الفرق(الخوف)من اللّٰہ تعالى أن يضيع العلم ما أفتيت يكون لهم المهنأ وعلى الوزر.

ولهذا ذكر ابن القيم رحمه اللّٰہ بأن منهج السلف هو كراهية التسرع فى الفتوى فقال:وكان السلف من الصحابة والتابعين يكرهون التسرع فى الفتوى ويود كل واحد منهم أن يكفيه إياها غيره،فإذا رأى أنها قد تعينت عليه بذل اجتهاده فى معرفة حكمها من الكتاب والسنة أو قول الخلفاء الراشدين ثم أفتى.

ومن طالع تاريخ ومؤلفات المذاهب الفقهية وجد المذهب الحنفى من أوسع المذاهب وأكثرها مؤلفات وفتاى فى النوازل الفقهية والمستجدات فى حياة الناس ومن البلدان التى اشتهرت بدراسة وتدريس المذهب الحنفى وخدمته بالمؤلفات وكتب الفتاوى ودور القضاء للفصل بين الناس وهذه الأخيرة تجربة فريدة فى بلاد الأقليات المسلمة بلاد الهند الشاسعة الواسعة وكانت هذه الخدمات الجليلة عبر عدة قرون، ولكن بلغت ذروة العناية بها فى القرنين الأخيرين وظهرت فتاوى فقهية قيمة ولكن للأسف معظمها باللغة الأردية ولذلک فهى غير معروفة فى العالم العربى والإسلامى بل حتى قد يجهل بعض هذه الفتاوى عدد من طلاب علوم الشريعة فى شبه القارة الهندية لأنها قديمة الطبع أو لندوة توفرها فى المكتبات الخاصه أو العامة.

وإن من تيسير اللّٰہ تعالى لحفظ تراث علماء الهند الفقهى فى باب الفتاوى خاصة، أن قيض لجمع هذه الفتاوى المتنائرة كتنائر الجواهر والدرر ثم ترتيبها بحسب الأبواب الفقهية ثم نقلها إلى اللغة العربية قام بذلک نخبة علمية تحت إشراف فضيلة الشيخ الحبيب المفتى أنيس الرحمن القاسمى حفظه اللّٰہ ونفع به ولا شک أن هذه جهود علمية جبارة فى حفظ وترتب وتعريب هذه الموسوعة الفقهية الهندية وهى ذخيرة فقهية تشتمل على فتاوى علماء الهند من الترتيب الموضوعى الرائع،ثم القيام بترجمتها إلى اللغة العربية فهذا مشروع فقهى ممتاز يحتاج إلى خبرة فقهية واسعة ونفقة مالية كبيرة لكبر حجم الموسوعة وتكاليف طباعتها.

وقد أشاد بهذه الموسوعة الفقهية كبار علماء شبة القارة الهندية وفى مقدمتهم شيخنا الحبيب العلامة الفقيه المحقق بل يو بحق(درة فقهاء العصر)مولانا محمد تقى العثمانى حفظه اللّٰہ تعالى وكذلک غيره من كبار العلماء.

وقد كتبت هذه المقدمة المتواضعة تلبية لرغبة وإصرار أخى الكريم فضيلة الشيخ محمد أسامه شميم الندوى حفظه اللّٰہ المدير التنفيذى لهذه الموسوعة الفقهية وهذه المقدمة مشاركة بسيطة فى الإشادة والحب والتقدير لهذا المشروع الفقهى الكبير.

وأخيرا ندعو اللّٰہ أن يتقبل جهود العلماء الكرام الذين يقومون بترتيب وتعريب هذه الموسوعة الفقهية الهندية وأن يكلل ويتمم هذا المشروع بالنجاح والتمام على الوجه المرضى حتى يستفيد منها طلاب الجامعات وأصحاب التخصصات الفقهية كما ندعو بالبركة والتوفيق جميع الإخوة الكرام الذين يبذلون فى دعم هذه الموسوعة كل الجهود العلمية والمالية فجزاهم اللّٰہ خير الجزاء وأخلف عليهم بكل خير وبركة فى الدنيا والآخرة.واللّٰہ الموفق والمعين

د/عادل بن حسن امين اليمانى الندوى

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ

اسلام میں انسانی زندگی کیلئے مکمل رہنمائی اور ہدایت ہے، پیدا ہونے سے مرنے تک اور نکاح سے طلاق تک سبھی احکامات سے اسلام نے ہمیں روشناس کرایا ہے۔ لہٰذا اسلام نے جہاں نکاح کی شرائط اور اس کا طریقہ بتایا ہے، وہیں کس کا نکاح کس سے ہوسکتا ہے اس کو بھی واضح اور صاف طور پر سمجھا دیا ہے۔ اس وقت بعض گوشوں سے رشتہ داروں سے نکاح پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا جاتا ہے اور طرح طرح کی باتیں خلقی نقائص سے متعلق کہی جاتی ہیں، جبکہ ذخیرہ احادیث کو دیکھنے کے باوجود ہمیں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں مل سکی جس میں رشتہ داروں اور قریبی لوگوں سے شادی سے منع کیا گیا ہو، بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی پھوپھی کی لڑکی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چچا کے لڑکے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی شادیاں بیماریوں کے منتقل ہونے اور خلقی نقائص امراض کے حامل بچوں کے پیدا ہونے کا سبب نہیں ہوسکتی ہیں کہ یہ دین دین فطرت اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔

رب ذوالجلال کے لاکھوں انعامات واحسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف وکرم سے اس نااہل سراپا جہل ونابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی اکتیسویں (۳۱ویں) جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

حرمت نکاح بہ سبب رضاعت حرمت نکاح بہ سبب حق غیر حرمت نکاح بہ سبب اختلاف مذہب۔

سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات ومسائل دلائل وشواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہوسکے۔

چنانچہ فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے اقوال و آثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئ ہے۔ اس کے بعد اس علمی وفقہی مجموعے کو مزید توثیق وتائید کے لئے ملک و بیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ موثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے۔

الحمدللہ، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہورہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا وثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہو سکے۔ میں شکر گزار ہوں اپنے علماء ومفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکر گزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات ودعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں، دعا گو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی

۲؍شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمد للّٰہ الذی جعل الفقه فی الدین من أفضل القربات لعباده، وشرح صدر من أراد هدايته للإسلام، فأمده بإمداده والصلاة والسلام علی سيدنا محمد الذی أتم اللّٰه به النعمة وأكمل به الدين، وعلی آله وأصحابه الذين أوضحوا لنا الأحكام علی أحسن وجه، وأتم تبيين،أما بعد:

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے، جس کی تعلیمات وہدایات انسانی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، مرد اور عورت کا باہمی جنسی تعلق جو ایک فطری وطبعی عمل ہے، اسلام زندگی کے اس مرحلہ میں بھی انسان کو آزاد نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ جس طرح چاہے اور جس سے چاہے یہ رشتہ استوار کرلے؛ بلکہ اسلام میں اس کا ایک مکمل نظام ہے، جس میں پوری وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ زندگی کی رہ گزر میں انسانی فطرت کے مطابق کسے رفیق سفر بنایا جاسکتا ہے اور کسے نہیں۔ اس جلد میں اسی کو واضح کیا گیا ہے۔ ہماری معاشرتی زندگی گوناگوں رشتوں اور قرابتوں کے گرد گھومتی ہے اور ہر فرد بشر ان رشتوں کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے، جن کا پاس ولحاظ انسانی فطرت کا خاصہ ہے، ایک سلیم الفطرت انسان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ انھیں یکسر نظر انداز کردے، فطرت انسانی یہ بھی جانتی و مانتی ہے کہ ان رشتوں میں بعض رشتے ایسے ہیں جو اپنے اندر ایسا تقدس اور عزت واحترام کا پہلو رکھتے ہیں کہ طبع سلیم ایسے اہل قرابت اور رشتہ داروں سے ازدواجی اور جنسی تعلق کو گوارا نہیں کرتی اور اسے انسانی شرافت ہی نہیں؛ بلکہ خود انسانیت کے منافی باور کرتی ہے۔ چناں چہ اسلام نے آدمی کی اصل فطرت سے ہم آہنگ اس کے صالح جذبات کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے اس شعبہ سے متعلق ایسا قانون اور ضابطۂ عمل وضع کیا ہے کہ اگر علم و انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو اس اعتراف میں ادنیٰ تردد نہیں ہوگا کہ اس باب میں اس سے جامع اور بہتر قانون سے دنیائے انسانیت ناآشنا ہے۔ جن قرابت داروں سے ازدواجی تعلق قائم کرنا اسلام کی نظر میں ممنوع اور حرام ہے، انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) محرمات نسبیہ (۲) محرمات رضاعیہ (۳) محرمات بالمصاہرت۔

فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۳۱ رویں) میں محرماتِ رضاعت کی وجہ سے پائی جانے والی حرمت سے متعلق مسائل کو جمع کیا گیا ہے، ساتھ ہی دوسرے کی منکوحہ یا معتدہ اور غیر مسلموں سے نکاح سے متعلق مسائل کو ذکر کیا گیا ہے۔ نیز فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کردیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہوگئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ کے ارکان ومعاونین کا شکر گزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ — چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

حرمت نکاح بہ سبب رضاعت

کیا خاوند کی اجازت کے بغیر دودھ پلانا جائز ہے:

سوال: ایک عورت نے اپنے خاوند کی اجازت نہ لے کر دودھ پلایا، خاوند بہت غصہ ہوا، خاوند کی بلا اجازت دودھ پلانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

رضاعت کے لیے خاوند کی اجازت ضروری نہیں؛ کیوں کہ مرضعہ کا دودھ خاوند کی ملک نہیں اور اسی وجہ سے خاوند کو یہ حق نہیں کہ زوجہ کو اپنی اولاد کے دودھ پلانے پر مجبور کرے، سوائے خاص عورتوں کے کہ ان میں جبر کا حق ہے، پس خاوند کو ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں۔(۱) ہاں چوں کہ رضاعت کی وجہ سے نکاح وغیرہ کے احکام مختلف ہوتے ہیں؛ اس لیے عورتوں کو مناسب ہے کہ دوسرے بچوں کو دودھ پلانے کے وقت خاوند سے استمزاج کرلیں اور اس کو اطلاع کردیں؛ تاکہ تعلقات رضاعت کا خاوند کو بھی علم رہے اور نکاح کی ولایت اور اختیار چوں کہ والد کو ہے تو نکاح کرتے وقت اس کو ان تعلقات رضاعت کا معلوم ہونا مفید ہوگا۔ (کفایت المفتی: ۱۶۰/۵)

شوہر کی رضامندی کے بغیر کسی بچہ کو دودھ پلانا:

سوال: عورت اگر بلا رضامندی شوہر کے دودھ پلاوے صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت کو نہ چاہیے کہ بدون اجازت شوہر کے کسی کے بچہ کو دودھ پلاوے؛ لیکن اگر پلاوے گی، حرمت رضاعت ثابت ہوجاوے گی۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۴۳/۸)

عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر دودھ پلایا تو بھی حرمت ثابت ہوگی:

سوال: مسمی زید مسمی بکر کا ماموں زاد بھائی ہے اور ایام رضاعت میں بکر اور زید نے اکٹھا دودھ پیا ہے؛ یعنی

---

(۱) عام حالت میں خاوند کی اجازت کے بغیر مکروہ ہے، ممنوع نہیں۔ فی رد المحتار: تکره للمرأة أن ترضع صبيًا بلا إذن زوجها إلا إذا خافت. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۱۳/۳، سعيد)

(۲) يكره للمرأة أن ترضع صبياً بلا إذن زوجها إلا إذا خافت هلاكه. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفير)

رضاعی بھائی بھی ہیں۔اب بکر کے چھوٹے حقیقی بھائی مسمی عمرو کے ساتھ زید اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ کا سلسلہ مناکحت قائم کرنا چاہتا ہے،شرعی طور پر کیا یہ نکاح جائز ہوسکتا ہے؟ قریباً بیس علمائے کرام نے فیصلہ دیا ہے کہ موجودہ صورت مسئلہ میں نکاح جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔اب چند ایسے لوگوں نے جو نکاح کرنے کے حق میں ہیں، یہ وجہ جواز پیش کی ہے کہ دودھ بلا اجازت خاوند پلایا گیا ہے، حالاں کہ یہ سفید جھوٹ ہے؛ کیوں کہ دودھ پلانے کی میعاد تین، یا اڑھائی ماہ ہے۔
(المستفتی:۲۳۱۶،رسول شاہ صاحب لائل پور۔۱۴/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴/جون ۱۰۳۸ء)

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ

زید اور بکر کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو بکر کے کسی بھائی کے ساتھ زید کی لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا،(۱) خواہ دودھ خاوند کی اجازت سے پلایا ہو، یا بغیر اجازت [حرمت ثابت ہوگئی]۔فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۱۷۰/۵)

غیر مسلم کے بچہ کو دودھ پلانا:

سوال: اگر کسی مسلمہ نے اپنی مزدوری کی خاطر کسی غیر مسلم کے بچہ کو دودھ پلایا، از روئے شرع جائز ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ **وباللّٰہ التوفیق**

شوہر کی اجازت سے ضرورۃً غیر مسلم کے بچہ کو اجرت لے کر دودھ پلائے تو جائز ہے۔

”ولابأس للمسلمة بأن ترضع ولد الكافر بأجر لأن من الصحابة رضى الله عنهم من عمل للكافر بأجر“. (فتاویٰ قاضی خان: ۳۵۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۰۷/۴-۲۰۸)

رضاعت کا خرچہ عدت کے شروع سے ہے، یا پورا ہونے سے:

سوال: رضاعت کا خرچہ عدت کے شروع سے ہے یا پوری ہوجانے کے بعد سے؟ خالد کہتا ہے کہ جب عدت پوری ہوجائے، جب سے اجرت رضاعت دینی چاہیے؛ کیوں کہ ابھی تو عدت کے پورے ہونے تک زید ہی کا خرچہ ہے؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ

چوں کہ یہ عورت مطلقہ ثلاثہ ہے؛ اس لیے اگر یہ شوہر سے اولاد کی رضاعت کی اجرت مانگے تو اس کو دینا ہوگی اور یہ اجرت اس نفقہ کے علاوہ ہوگی جو ایام عدت کے زید کے ذمہ ہے۔

---

(۱) عن علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم: إن اللّٰہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب. (سنن الترمذی،أبواب الرضاع والطلاق، باب ماجاء یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب: ۲۱۷/۱،سعید/وقال الترمذی: حدیث علی صحیح)

المعتدة عن طلاق بائن أو طلقات ثلٰث فی روایة ابن زیاد تستحق أجر الرضاعة وعلیه الفتوٰی، کذا فی جواهر الأخلاطی. (الهندیة)(۱)(کفایت المفتی:۱۶۱/۵)

بچہ جتنے دن دودھ پیئے گا، اتنے دنوں کی اجرت دینا ہوگی:

سوال: کسی بچے نے ایک سال تک دودھ پیا، اس کے بعد اناج کھانے لگا؛ لیکن ماں مطلقہ کے پاس تین سال رہا تو ایک ہی سال کی اجرت رضاعت دینی ہوگی، یا تینوں سال کی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

بچہ جتنے دنوں تک دودھ پیئے گا، اتنے ہی دنوں کی اجرت رضاعت دینا ہوگی، (۲) اس کے بعد اس کے کھانے کا خرچہ باپ کے ذمہ ہوگا۔ (۳)(کفایت المفتی:۱۶۱/۵)

منکوحہ کا دودھ پلانے کی اجرت لینا:

سوال: فاطمہ کے گارجین نے بکر کے گارجین سے دودھ کی اجرت کا سوال کیا، ہمیں دودھ کی اجرت چاہیے؟ بچہ نرینہ پونے دو سال کا ہے، فاطمہ ابھی بکر کی زوجیت میں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

اگر بیوی منکوحہ ہو اور وہ اپنے بچہ کو دودھ پلائے تو اس کی اجرت اس کے باپ سے نہیں طلب کرسکتی ہے؛ اس لیے کہ ماں پر بچہ کو دودھ پلانا شرعاً و دیانۃً ضروری ہے۔

(لا) یستأجر الأب (أمه لو منکوحة). (الدر المختار)

علّله فی الهدایة بأن الإرضاع مستحق علیها دیانة بقوله تعالیٰ والوالدات یرضعن فلا یجوز أخذ الأجرة علیه. (رد المحتار: ۶۷۵/۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ فاطمہ بکر کی زوجیت میں ہے تو اس کے گارجین کا بکر کے گارجین سے دودھ پلانے کی اجرت مانگنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۱۴/۴)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات: ۵۶۱/۱، ماجدیة

(۲) المعتدة عن طلاق بائن أو طلقات ثلاث فی روایة إبن زیاد تستحق أجر الرضاعة وعلیه الفتوی. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر: ۵۶۱/۱، ماجدیة)

(۳) وبعد الفطام یفرض القاضی نفقة الصغار علٰی قدر طاقة الأب وتدفع إلی الأم حتٰی تنفق علی الأولاد فإن لم تکن الأم ثقة تدفع إلی غیرها لینفق علی الولد. (الفتاویٰ الهندیة، الباب السابع عشر، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد: ۵۶۱/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

کیا شوہر بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور کرسکتا ہے:

سوال: مرد اپنی زوجہ کو بچے کے دودھ پلانے پر مجبور کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۴۹۶، محمد انور، ضلع جالندھر، ۲۰/ربیع الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۳/جون ۱۹۳۵ء)

الجواب

مرد کو یہ حق نہیں کہ منکوحہ عورت پر بچے کو دودھ پلانے کے لیے جبر کرے، بشرط یہ کہ وہ اتنی استطاعت رکھتا ہو کہ بچے کے لیے دایہ کا انتظام کرسکے، ورنہ ماں پر بچے کو دودھ پلانا لازم ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۵/۵)

اپنے بھائی کو کوئی عورت دودھ پلاسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: عورت اپنے حقیقی بھائی کو دودھ پلاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

مدت رضاعت میں پلاسکتی ہے؛(۲) مگر یہ یادرکھے کہ آئندہ اس بھائی کی اولاد سے اس کے اولاد کی شادی جائز نہ ہوگی، وہ دودھ کے رشتہ سے رضاعی لڑکے کے حکم میں ہوگا، اپنے دودھ پلانے کا چرچا لوگوں سے کردے؛ تاکہ آئندہ کوئی غلطی نہ ہونے پائے، پھر کوئی مجبوری ہو تو دودھ پلائے، خواہ مخواہ یہ شوق نہ کرے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۳/۸)

بہن کا دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت:

سوال: زید نے مدتِ رضاعت میں اپنی بہن ہندہ کا دودھ پی لیا۔ اب زید کے لڑکے کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست نہیں؛ کیوں کہ ہندہ کی لڑکی زید کے لڑکے رضاعی پھوپھی بن گئی اور پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، حقیقی ہو یا رضاعی۔

---

(۱) الولد الصغير إذا كان رضيعًا فإن كانت الأم فى نكاح الأب والصغير يأخذ لبن غيرها لاتجبر الأم على الرضاع وإن لم يأخذ الولد لبن غيرها، قال شمس الأئمة الحلوانى رحمة الله تعالىٰ لاتجبر أيضًا وقال شمس الأئمة السرخسى تجبر ولم يذكر فيه خلافًا، وعليه الفتوى، وإن لم يكن للأب ولا للولد مال تجبر الأم على الرضاع عند النكاح. (الخانية علىٰ هامش الهندية، كتاب الرضاع: ۵۶۰/۱، ماجدية)

(۲) ولم يبح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء آدمى والإنتفاع به لغير ضرورة. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵/۲، ظفير)

(۳) والواجب على النساء أن لايرضعهن كل صبى من غير ضرورة وإذا أرضعن فاليحفظن ذلك وليشهرنه ويكتبنه احتياطاً (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۷/۲، ظفير)

مختصر قدوری میں ہے:

ويحرم من الرضاع مايحرم من النسب، انتهى. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئ اردو:۲۸۲)

حرمت رضاعت سے کن لوگوں سے نکاح حرام ہوجاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ حرمت رضاعت کن کے دودھ پلانے سے کن کن افراد کے ساتھ ثابت ہوتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مدت رضاعت میں بچے کا مرضعہ (دودھ پلانی والی عورت) کا دودھ پینے سے دودھ پلانے والی عورت اور اس کے خاوند کے اصول؛ یعنی ماں باپ دادا، دادی وغیرہ اور فروع یعنی ان دونوں کی اولاد سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی اور رضیع کا ان سے نکاح جائز نہ ہوگا، لہٰذا وہ تمام رشتے جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، رضاعت میں بھی حرام ہوں گے۔

لمافي البخاری(۷٦٤/۲):عن عمرة بنت عبد الرحمن، أن عائشة رضى الله عنها، زوج النبى صلى الله عليه وسلم، أخبرتها: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان عندها، وأنها سمعت صوت رجل يستأذن فى بيت حفصة، قالت عائشة: فقلت: يا رسول الله، هذا رجل يستأذن فى بيتک، قالت: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:أراه فلانا لعم حفصة من الرضاعة، فقالت عائشة: لو كان فلان حيا –لعمها من الرضاعة– دخل على؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم، إن الرضاعة تحرم ما يحرم من الولادة.

عن ابن عباس قال: قيل للنبى صلى الله عليه وسلم: ألا تتزوج ابنة حمزة؟ قال: إنها ابنة أخى من الرضاعة.

وفى النسائى (٦٧/٢): عن عائشة رضى الله عنهاعن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ماحرمته الولادة حرمه الرضاع.

وعن عائشة رضى الله عنهاعن النبى صلى الله عليه وسلم قال:يحرم من الرضاع مايحرم من النسب.

وفى الشامية (۲۱٥/۳):وبيان ذلک أن الحديث دل على أن كل ما يحرم من النسب يحرم نظيره من الرضاع فيقال تحرم الأم نسبا فكذا تحرم الأم رضاعا وتحرم البنت نسبا فكذا تحرم البنت رضاعا وهكذا إلى آخر المحرمات النسبية فأم أخيک الشقيق أو لأم إنما تحرم لكونها أمک لا لكونها أم أخيک ولذا تحرم عليک ولو لم يكن لک أخ منها. (نجم الفتاویٰ:۲۲۲/۴)

(۱) مختصر القدوری، کتاب الرضاع، ص:۱٥۲، دارالکتب العلمية بيروت، انيس

حرمت رضاعت اور نسب میں کن رشتوں میں فرق ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے سنا ہے کہ رضاعی اور نسبی رشتوں میں جو کہا جاتا ہے کہ رضاعت سے جو رشتے حرام ہوتے ہیں، وہ نسب سے بھی ہوتے ہیں؛ لیکن رضاعت کے چند رشتے مستثنیٰ ہیں، وہ رشتے کون سے ہیں، انہیں کیوں مستثنیٰ کیا جاتا ہے؟ کیا حدیث میں ذکر ہے؟ فقہاء کی عبارات سے مفصل ومدلل جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ایک حدیث میں آیا ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقل کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رشتے ولادت سے (یعنی نسب سے) حرام ہوتے ہیں، وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں، جیسے نسب میں خون کی وجہ سے حرمت آتی ہے، اسی طرح رضاعت میں دودھ کی وجہ سے آتی ہے، لہٰذا جہاں تک دودھ کا اثر جائے گا، وہاں تک رشتۂ رضاعت کا تعلق ہوگا اور حرمت بھی آئے گی اور جہاں اس کا اثر نہیں جاتا وہاں رشتہ رضاعت کا تعلق بھی نہیں ہوگا۔ رضاعت میں دودھ پینے اور پلانے کی نسبت سے چار لوگ ہیں:

(۱) مرضعہ (دودھ پلانے والی)

(۲) مرضع (دودھ پلانے والی کا شوہر، جس کی وجہ سے عورت میں دودھ آیا)

(۳) رضیع (دودھ پینے والا)

(۴) رضیعہ (دودھ پینے والی)

دودھ پلانے والوں میں حرمت رضاعت کا اثر اصول وفروع سب میں پھیل جاتا ہے، لہٰذا رضیع / رضیعہ کے لیے مرضع / مرضعہ کی طرف سے اصول وفروع میں سے جو لوگ نسبی رشتہ میں حرام ہیں، وہ سب رضاعی رشتہ میں بھی حرام ہیں، ان میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے، جیسے رضیع کے اوپر رضاعی رشتہ میں ماں، بہن، پھوپھی، خالہ، دادی، نانی، بھتیجی، بھانجی وغیرہ اور رضیعہ کے لیے باپ، بھائی، چاچا، ماموں، دادا، نانا، بھتیجا، بھانجا وغیرہ سب حرام ہیں۔

مگر دودھ پینے والوں (یعنی رضیع / رضیعہ) میں حرمت صرف ان کے فروع میں آئے گی، اصول میں نہیں؛ کیوں کہ دودھ کا اثر اصول تک تجاوز نہیں کرتا، لہٰذا مرضع / مرضعہ اور باقی رضاعی محرمات پر رضیع کے تمام نسبی فروع تو حرام ہیں؛ مگر اصول حرام نہیں۔ فقہاءِ کرام نے استثناء کی چند مشہور صورتیں ذکر کی ہیں، ان میں مذکورہ باتیں سامنے آتی ہیں۔

رضاعی بہن کی ماں، رضیع بیٹے کی بہن، رضیع کے چچا کی ماں، رضیع کی پھوپھی کی ماں، رضیع بیٹے کی دادی، رضیع بیٹے کی نانی، رضیع پوتے کی ماں، رضیع بیٹے کی پھوپھی وغیرہ۔ ان سب صورتوں میں مضاف ومضاف الیہ میں تذکیر وتانیث عام رکھا جائے تو ہر ایک میں چار چار صورتیں بنیں گی، جیسے (۱) رضاعی بھائی کا باپ، (۲) رضاعی بھائی کی

ماں، (۳) رضاعی بہن کا باپ، (۴) رضاعی بہن کی ماں۔ اسی طرح مضاف ومضاف الیہ میں نسبی ورضاعی کو عام رکھا جائے تو ہر ایک میں مزید تین تین صورتیں بنیں گی، جیسے (۱) رضاعی بہن کی نسبی ماں، (۲) نسبی بہن کی رضاعی ماں، (۳) رضاعی بہن کی رضاعی ماں، (مضاف ومضاف الیہ دونوں نسبی ہوں تو ان کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں)، نسبی رشتے میں ان سب کا آپس میں نکاح حرام ہے۔

ان میں سے مذکر ہو تو مؤنث کے ساتھ، مؤنث ہو تو مذکر کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ سب لوگ رضیع کے فروع میں سے نہیں ہیں، لہٰذا رشتہ رضاعت کا تعلق ان کے ساتھ نہیں ہے، محققین کے نزدیک استثنا کی مذکورہ صورتوں سے حدیث کی تخصیص نہیں ہوگی؛ کیوں کہ یہ سب لوگ حدیث کے عموم کے تحت داخل نہیں ہیں۔

لما فی تکملة فتح الملهم بشرح الصحیح لمسلم (۷/ ۴۰، باب یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة): (عن عمرة أن عائشة رضی الله عنها أخبرتها أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان عندها... فقالت عائشة رضی الله عنها یا رسول الله! لو کان فلانا حیا (لعمها من الرضاعة) دخل علی؟ قال، رسول الله صلی الله علیه وسلم: نعم ان الرضاعة تحرم ماتحرم الولادة)...
وقد اجمعت الامة لهذا الحدیث علی أن ما یحرم من قربات النسب والصهریة یحرم امثالها فی الرضاع، فیحرم من الرضاع الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات والأعمام والأخوال وجمیع الأصول والفروع وقد استثنی منه الفقهاء بعض الصور، مثل أم أخته من الرضاع وأخت ابنه من الرضاع وغیرهما، وقد بلغ ابن نجیم فی البحر إلی احدی وثمانین صورة ولکنه استثناء منقطع، لما قال ابن الهمام، قالت طائفة: هذا الاخراج تخصیص للحدیث بدلیل العقل، والمحققون علی أنه لیس تخصیصا... فالحاصل أن الأم النسبیة لأخته الرضاعیة إنما تحل للرجل إذا لم ترضعه؛ لأنه لا نسب ولارضاع بینهما... فالقول بحلتها لیس تخصیصا للنص ولا استثناء متصلا، وإنما سماه الفقهاء استثناء من جهة الصورة فحسب لما کان یتوهم فی الظاهر أنه داخل فی عموم الحدیث.

وفی البحر الرائق (۳/ ۳۸۹): قوله (إلا أم أخته وأخت ابنه) یعنی فإنهما یحلان من الرضاع دون النسب أطلق المضاف والمضاف إلیه ففی أم أخته ثلاث صور الأولٰی الأم رضاعا والأخت نسبا بأن أرضعت أجنبیة أخته نسبا ولم ترضعه الثانیة عکسه أن یکون لأخته رضاعا أم من النسب الثالثة أن یکونا رضاعا بأن أرضعت امرأة صبیا وصبیة ولهذه الصبیة أم أخری من الرضاع لم ترضع الصبی... [وبعد اسطر]: وأقول فی بیان حلها إن مسألتی الکتاب أربع وعشرون صورة لأن لأم أخیه بتذکیر الأخ وبتأنیث الأخت صورتین لجواز إضافة الأم إلی الأخ والأخت وکل منهما بالاعتبارات الثلاثة فهی ستة.

وفی الدر المختار(۲۱۴/۳):واستثنی بعضهم إحدی وعشرین صورة وجمعها فی قوله یفارق النسب الإرضاع فی صور کأم نافلة أو جدة الولد وأم أخت وأخت ابن وأم أخ وأم خال وعمة ابن اعتمد (إلا أم أخیه وأخته).... (و) قس علیه (أخت ابنه) وبنته (وجدة ابنه) وبنته (وأم عمه) وعمته وأم خاله وخالته وکذا عمة ولده وبنت عمته وبنت أخت ولده وأم أولاد أولاده فهولاء من الرضاع حلال للرجل وکذا أخو ابن المرأة لها فهذه عشر صور تصل باعتبار الذکورة والأنوثة إلی عشرین وباعتبار ما یحل له أو لها إلیٰ أربعین. (نجم الفتاویٰ:۲۲۲/۴-۲۲۴)

رضاعت کی بنیاد پرحرام عورتیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ رضاعت کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں کون کون ہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــ وباللّٰه التوفیق

رضاعی قرابت کی بنیاد پر درج ذیل عورتیں حرام قرار پاتی ہیں:

(۱) رضاعی ماں، دادی، نانی (اوپر تک)۔

(۲) رضاعی لڑکی، پوتی، نواسی (نیچے تک)۔

عن علی رضی اللّٰه عنه أنه قال: لا تنکح من أرضعته امرأة أبیک، ولا امرأة أخیک ولا امرأة ابنک. (بدائع الصنائع،کتاب الرضاع:۶۸/۵،دار الکتب العلمیة بیروت)

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً، حتی أن المرضعة لو ولدت من هٰذا الرجل أو غیره، قبل هٰذا الإرضاع، أو بعده، أو أرضعت رضیعًا أو ولدت لهٰذا الرجل من غیر هٰذه المرأة، قبل هٰذا الإرضاع أو بعده، أو أرضعت امرأة من لبنه رضیعًا، فالکل إخوة الرضیع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳۶۲/۴،رقم: ۶۴۲۲،زکریا)

ویثبت أمومیة المرضعة للرضیع، وأبوّة زوج مرضعة، إذا کان لبنها منه له، وإلا لا. (الدر المختار،باب الرضاع:۲۱۳/۳،کراچی)

(۳) رضاعی بہن، خواہ حقیقی ہو، یا علاتی (باپ شریک) ہو، یا اخیافی (ماں شریک)۔

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی بنت حمزة: لا تحل لی، یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب، هی بنت أخی من الرضاعة. (صحیح البخاری، الشهادات،باب الشهادة علی الأنساب والرضاع المستفیض: ۳۶۰/۱،رقم: ۲۵۷۱، صحیح مسلم، الرضاع،باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل: ۴۶۷/۱،رقم: ۱۴۴۵)

عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنهما سئل عن رجل کانت له امرأتان، فأرضعت إحداهما غلاماً، وأرضعت الأخری جاریة، فقیل: یتزوج الغلام الجاریة، فقال: لا، اللقاح واحد. (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاع: ۴۵۱/۱۱،رقم: ۱۶۰۴۲)

ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها. (شامی: ۲۱۷/۳، کراچی، البحر الرائق: ۲۲۸/۳، کوئٹہ)

(۴)　رضاعی بھتیجی، بھانجی (نیچے تک)۔

(۵)　رضاعی پھوپھی اور خالہ اور اپنے ماں باپ کی پھوپھی اور خالہ خواہ حقیقی ہوں، یا علاتی، یا اخیافی، اسی طرح دادا اور دادیوں کی اولادیں (اوپر تک)۔

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا یُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ. (صحیح البخاری: ۷۶۵/۲،رقم: ۴۹۰۸، الصحیح لمسلم: ۴۶۶/۱،رقم: ۳۵۴۷،سنن النسائی: ۶۷/۲، رقم: ۳۲۱۵)

کل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع وهن الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت ولأن الأمهات والأخوات منصوص علیهن و الباقیات یدخلن فی عموم لفظ سائر المحرمات ولانعلم فی هٰذا خلافاً. (المغنی لإبن قدامة: ۴۷۶/۷، إعلاء السنن: ۱۲۳/۱۱)

(۶)　اگر دودھ پینے والا بچہ ہے تو اس کی بیوی بچہ کے رضاعی باپ پر حرام ہوگی اور اگر دودھ پینے والی بچی ہے تو اس کا شوہر بچی کی رضاعی ماں پر حرام ہوگا۔

وامرأة الرضیع حرام علی الرجل. (الفتاویٰ الهندیة: ۳۴۳/۱، الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳۶۲/۴، زکریا)

(۷)　دودھ پینے والے بچہ کی اولادیں مرضعہ کے اصول وفروع پر حرام ہیں۔

(۸)　اپنی منکوحہ عورت کی رضاعی اصول سے بھی نکاح حرام ہے۔ (علم الفقہ: ۵۱/۶)

نوٹ:　بعض فقہاء نے رضاعی رشتہ داریوں کے بارے میں فارسی کا ایک نہایت جامع شعر نقل کیا ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے:

از جانب شیرده همه خویش شوند
وز جانب شیرخواره زوجان و فروع

(شرح وقایہ، کتاب الرضاع: ۶۷/۲، علم الفقہ، از امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی: ۵۰/۶، مجموعہ قوانین اسلامی: ۵۵)

(ترجمہ: دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے اس کے سب خاندان والے رشتہ دار بن جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچہ کی طرف سے وہ خود اور دونوں میاں بیوی اور ان کی اولادیں محرم رشتہ دار بنتی ہیں۔)

اب اسی اصول کے اعتبار سے فقہا نے بہت ساری صورتیں نکالی ہیں، جن میں حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی،

مثلاً: رضاعی بچے کے نسبی ماں باپ، یا رضاعی بہن کی نسبی، یا رضاعی بھائی بہن وغیرہ، اس اعتبار سے دسیوں صورتیں نکالی جاسکتی ہیں۔ (تفصیل دیکھئے: الدرالمختار مع الشامی زکریا: ۴۰۸/۴، غایۃ الاوطار: ۹۲/۲-۹۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل: ۲۵۸/۸-۲۶۱)

حرمتِ رضاعت کی علت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مدتِ رضاعت میں اگر کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس کی وجہ سے اُن کے درمیان حرمت کیوں ثابت ہوتی ہے؟ شریعت میں حرمتِ رضاعت کی کیا بنیاد اور علت ہے؟ اور اس کی کیا حکمت ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اس کی کیا کیا حکمتیں بیان فرمائی ہیں؟ اس کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس طرح نسبی رشتہ میں زوجین کے نطفہ کو اصل قرار دے کر نسبی حرمتیں جاری کی گئی ہیں، اسی طرح ایامِ رضاعت میں بچہ کو دودھ پلانے کو بھی اس کے لیے نشو ونما کا بنیادی ذریعہ قرار دے کر اس سے جزئیت ثابت کی گئی ہے اور یہ اسلام کی طرف سے رشتوں کے احترام کی اور انسانیت کی تعظیم کا بہترین نمونہ ہے؛ کیوں کہ اسلام اس کو گوارہ نہیں کرتا کہ جس بچے، یا بچی کی تعمیر اور بنیادی نشو ونما میں جس عورت، یا مرد کا جز شامل رہا ہو، اسے نظر انداز کر دیا جائے؛ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جیسے حقیقی ماں باپ کے بنیادی احسان کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح جس عورت نے ایامِ رضاعت میں اپنا دودھ (خونِ جگر) پلایا ہو اور جو مرد (مرضعہ کا شوہر) اس دودھ کے اترنے کا سبب بنا ہو، اسے بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور آئندہ رشتہ داریوں میں ان کے احترام کو تقریباً اسی طرح ملحوظ رکھا جائے گا، جیسے حقیقی ماں باپ کے رشتہ داروں میں اسے ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

والمعنی فی ذٰلک أن الماء أصل فی التکوین، واللبن أصل فی النماء والزیادۃ فجری الماء من أصل التکوین مجری الوصف من الأصل ومجری الحق من الحقیقۃ، والحرمات مما یحتاط فی اثباتھا، فالحق ألحق بالحقیقۃ والوصف بالأصل. (المحیط البرہانی: ۹۳/٤)

علاوہ ازیں اس بارے میں حضرۃ الاستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم مزید افادات کے ساتھ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اور حرمتِ رضاعت کی تین وجوہ ہیں:

پہلی وجہ: علاقہ جزئیت وبعضیت، جس عورت نے دودھ پلایا ہے، وہ ماں کے مشابہ ہے؛ کیوں کہ اس کے دودھ سے بچے کے جسم کے اخلاط اور اس کا ڈھانچہ تیار ہوا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ماں نے بچہ کو پیٹ میں رکھ کر پالا ہے اور انا

(رضاعی ماں) نے باہر بچہ پر دودھ بہایا ہے اور بچہ کی شروع زندگی میں اس کی حیات کا سامان کیا ہے، پس دونوں کے جسم کے اجزا سے بچہ کا جسم تیار ہوتا ہے، یہی علاقۂ جزئیت وبعضیت ہے اور جز سے انتفاع حرام ہے؛ اس لیے رضاعت سے حرمت پیدا ہوتی ہے۔ پس انّا بھی دوسرے درجہ کی ماں ہے اور اس کی اولاد دوسرے درجہ کے بھائی بہن ہیں اور یہی حال دوسرے رشتوں کا ہے۔

دوسری وجہ: ماں جیسی بے تکلفی، دودھ پلانے والی (ماں) بچے کی پرورش میں مشقت برداشت کرتی ہے اور بچے کے ذمہ اس کے حقوق ثابت ہوتے ہیں اور انّا بچپن میں بچہ کے جسم کا ہر جز دیکھ چکی ہے، غرض اس سے ماں جیسی بے تکلفی رہ چکی ہے، پس ایسی عورت کو نکاح میں لانا اور اس کو جورو بنانا فطرتِ سلیمہ کے خلاف ہے۔ بعض چوپایوں تک کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی ماں، یا دودھ پلانے والی کی طرف جنسی التفات نہیں رکھتے، انسان تو انسان ہے؟ پس اس کے لیے یہ بات کیسے روا ہوسکتی ہے کہ اپنی انّا، یا اس کے اصول وفروع کو اپنی جورو بنائے؟

تیسری وجہ: عربوں کے تصورات کا لحاظ، عرب اپنی اولاد کو قبائل میں دودھ پلواتے تھے، بچہ ان میں جوان ہوتا تھا اور محارم کی طرح ان کے ساتھ میل جول رکھتا تھا، چناں چہ عربوں کے تصورات میں دودھ پلانا بھی نسب ہی کی طرح کا رشتہ تصور کیا جاتا تھا؛ اس لیے ضروری ہوا کہ ان تصورات کا لحاظ کیا جائے اور رضاعت کو نسب پر محمول کیا جائے؛ یعنی اس کو بھی بحکم نسب رکھا جائے۔ حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا: دودھ پینے سے وہ سب رشتے حرام ہوتے ہیں، جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں؛ یعنی رضاعت بحکم ولادت ہے۔ (ماخوذ: رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ: ۵/۸۸-۸۹)

ومنها: الرضاعة: فإن التي أرضعت تُشبِه الأمَّ، من حيث أنها سببُ اجتماع أشاج بنيته وقيام هيكله، غير أن الأم جمعت خِلقته في بطنها، وهٰذه ردت عليه سدَّ رَمَقِه في أول نشأته، فهي أم بعد الأم، وأولادُها إخوة بعد الإخوة.

وقد قاستُ في حضانته ما قاست، وقد ثبت في ذمته من حقوقها ما ثبت، وقد رأت منه في صِغَره ما رأت، فيكون تملُّكُها والوثوبُ عليها مما تمُجُّه الفطرةُ السليمة، وكم من بهيمة عجماءَ لا تلتفت إلى أمها أو إلى مرضعتها هٰذه اللفتة، فما ظنك بالرجال؟

وأيضًا: فإن العرب كانوا يسترضعون أولادَهم في حي من الأحياء، فيَشبُّ فيهم الوليدُ، ويخالطُهم كمخالطة المحارم، ويكون عندهم للرضاعة لُحمةٌ كلحمة النسب: فوجب أن يُحمل على النسب، وهو قوله صلى الله عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (حجة الله البالغة مع رحمة الله الواسعة: ۵/۸۹، مكتبه حجاز ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۱۰/۱۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۲۵۵-۲۵۸)

حرمت رضاعت صرف اسلام کا حکم ہے:

سوال: جناب مفتی صاحب! کیا حرمت رضاعت اسلام کے علاوہ دوسرے شرائع میں بھی نازل ہوئی تھی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اسلام دیگر منفردات کے علاوہ اس مسئلہ میں بھی منفرد مذہب ہے؛ جس میں رضاعت کی وجہ سے بھی نسبی رشتہ جیسی حرمت بیان فرمائی گئی، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں یہ حکم نہ تھا۔

قال الشیخ أبوزھرہ: انفردت الشریعة الإسلامیة من بین الشرائع السماویة القائمة الان یجعل الرضاع سببًا من اسباب التحریم. (الأحوال الشخصیّة، ص:۸۳، التحریم بالرضاع) (فتاوی حقانیہ:۴/۴۰۸)

کافرہ کا دودھ دو بچوں نے پیا تو رضاعت کا حکم:

سوال: زید نے اپنی صغرسنی میں جب کہ اس کی عمر ڈھائی سال سے کم تھی، ایک کافرہ کا دودھ پیا تھا اور جب اسی کافرہ کو دوسرا بچہ پیدا ہوا تو ہندہ نامی ایک لڑکی نے بھی اپنی ڈھائی سال سے کم عمر میں دودھ پیا تو ایسی صورت میں زید کا نکاح ہندہ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زید کا نکاح ہندہ سے حرام ہے؛ اس لیے کہ زید اور ہندہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہوگئے؛ کیوں کہ دونوں کی رضاعی ماں (دودھ پلانے والی) ایک ہوئی۔ قدوری میں ہے:

کل صبیین اجتمعا علیٰ ثدی واحد لم یجز لأحدھما أن یتزوّج بالآخر. (۱)

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

طالت المدة أوقصرت تقدم رضاع أحدھما علی الاٰ خرأم لا لأن أمھما واحدة فھما أخ وأخت. (۲)

اسی طرح ہدایہ اور فتح القدیر (۳) میں بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد، ۲۲ر شوال ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۱۹۶)

منکوحہ عورت کا ولادت کے بغیر کسی بچہ کو دودھ پلانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو شادی کے بعد دودھ اُتر آیا، جب کہ اَبھی اس کے بطن سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور وہ دودھ اس نے کسی بچی کو پلا دیا تو اس بچی اور

(۱) مختصر القدوری، کتاب الرضاع، ص:۱۶۹

(۲) الجوھرۃ النیرۃ:۲/۴۲

(۳) الھدایة:۲/۳۵۰/فتح القدیر:۳/۴۳۲

عورت کے شوہر کے درمیان حرمتِ رضاعت ہوجائے گی اور کیا اُس کا شوہر بچی کا رضاعی باپ بن جائے گا؟ اور رضاعت کی بنیاد پرحرام ہونے والے رشتوں کی حرمت اس سے ثابت ہوجائے گی؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگرعورت منکوحہ تھی؛ لیکن اتفاقاًولادت کے بغیراس کا دودھ اتر آیااوراس نے کسی بچے، یا بچی کودودھ پلا دیا تو ایسی صورت میں اس عورت کا شوہراس دودھ پینے والے بچہ کا رضاعی باپ نہ بنے گا اورشوہر کے اصول وفروع بچہ پرحرام نہ ہوں گے؛ لیکن ماں سے حرمتِ رضاعت کا رشتہ حسبِ قاعدہ ثابت ہوگا۔

وكذٰلك إذا تزوج امرأة ولم تلد منه قط ثم نزل لها اللبن، فإن هٰذا اللبن من هٰذه المرأة دون زوجها حتى لو أرضعت صبياً لا يحرم على ولد هٰذا الزوج من غير هٰذه المرأة. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳٦۳/٤،رقم:٦٤٢٦،زكريا، الفتاویٰ الهندية: ۳٤۳/۱،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۲٦۲/۸-۲٦۳)

بن بیاہی عورت کا دودھ بھی موجبِ حرمت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی کنواری لڑکی کی پستانوں میں شادی سے پہلے ہی دودھ اُتر آیا اور وہ دودھ اُس نے کسی بچے کو پلا دیا تو کیا اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی؟ اگر اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے تو اس کی حرمت کہاں ظاہر ہوگی؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر باکرہ (بن بیاہی) عورت کا دودھ اُتر آئے، بشرطیکہ اس کی عمر ۹ ر سال سے زیادہ ہواوروہ کسی بچے، یا بچی کوایامِ رضاعت میں دودھ پلا دے تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

پس اگر مذکورہ باکرہ عورت کا بعد میں کسی مرد سے نکاح ہو تو اگر وہ تنہائی سے قبل اُسے طلاق دے دے تو اس مرد کے لیے مذکورہ عورت سے دودھ پینے والی بچی سے نکاح حرام نہ ہوگا؛ لیکن اگر اس عورت سے دخول ہوجائے تو اب وہ بچی اس مرد کے لیے حرام ہوگی؛ کیوں کہ یہ اس کی ربیبہ بن جائے گی۔

والبكر إذا نزل لها لبن تعلق به من الحرمة ما يتعلق بلبن الثيب. (المحيط البرهاني: ۹۷/٤، الفتاویٰ تاتارخانية: ۳٦۸/٤، رقم: ٦٤۳۹،زكريا، الفتاویٰ الهندية: ۳٤٤/۱،البحر الرائق ۲۲۱/۳)

قال في الأجناس: وفائدته لو تزوج بزوج وطلقها قبل أن يدخل بها له أن يتزوج بهٰذه الصبية، ولو دخل بها والمسئلة بحالها لا يجوز له أن يتزوج بهٰذه الصبية؛ لأنها الربيبة المدخولة. (المحيط البرهاني: ۹۷/٤، الفتاویٰ التاتارخانية: ۳٦۸/٤،رقم:٦٤۳۹،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۲٦۳/۸-۲٦٤)

سات سالہ لڑکی کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر سات سال ہے، اس کو سینہ سے دودھ اتُر آیا، اس کو ایک لڑکے نے مدت رضاعت میں پی لیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نو سال سے کم عمر کی لڑکی کا دودھ پی لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے؛ اس لیے کہ وہ دودھ ہے ہی نہیں۔

(ولبن بكر بنت تسع سنين) فأكثر (محرم) وإلالا.(الدر المختار)

(قوله: وإلالا) أي إن لم تبلغ تسع سنين فنزل لها لبن لايحرم، جوهرة ،لأنهم نصّوا على أن اللبن لا يتصور إلا ممن تتصور منه الولادة فيحكم بأنه ليس لبناً.(ردالمحتار: ۴۰۸/۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۴/۵/۱۴۲۲ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۴/۴۔۱۹۵)

مردہ عورت کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت:

سوال: ایک عورت کے انتقال کر جانے کے بعد ایک ڈیڑھ سال کے بچہ نے اس کا دودھ پی لیا تو اس کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت ہوئی، یا نہیں؟ اس بچہ کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مردہ عورت کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے؛ اس لیے کہ حرمت رضاعت کی علت تغذی ہے، جو مردہ عورت کے دودھ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

يحرم (لبن ميتة) ... بخلاف وطئها وفرق بوجود التغذى لااللذة.(الدرالمختار)

(قوله: وفرق بوجود التغذى لا اللذة) لأن المقصود من اللبن التغذى والموت لايمنع منه. (رد المحتار، باب الرضاع: ۴۰۹/۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ مذکورہ لڑکے نے مدت رضاعت میں مذکورہ مردہ عورت کا دودھ پی لیا تو حرمت رضاعت ثابت ہوگئی، اس لڑکے کا نکاح مذکورہ عورت کی کسی بھی لڑکی سے نہیں ہو سکتا ہے، شرعاً جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۲/۴۔۲۰۳)

تھوڑا دودھ بھی باعث حرمت رضاعت ہے:

سوال: زینب کہتی ہے کہ میری بہن حلیمہ اپنے زمانۂ حمل میں بیمار تھی اور اس ہی بیماری کے زمانہ میں اس کے

لڑکی سلیمہ پیدا ہوئی، چوں کہ وہ نہایت کمزور تھی، دودھ نہ کھینچ سکتی تھی، میری لڑکی اس سے کئی ماہ قبل پیدا ہو چکی تھی تو اس لیے کہ دودھ اتر آئے، میں نے اپنی لڑکی ہندہ سے دو مرتبہ دودھ کھچوا دیا؛ تا کہ دودھ اُتر آنے کے بعد سلیمہ جو نہایت کمزور تھی، دودھ پی سکے، دو ہی مرتبہ سلیمہ سے دودھ کھچوایا گیا، یہ نہیں معلوم کہ دودھ جو دیا گیا ہے، رضاعت کی غرض سے نہیں دیا گیا، جو اسم رضاعت کا اطلاق ہو سکے، کیا اس طرح دو مرتبہ دودھ کھینچنے سے ہندہ سلیمہ کی رضاعی بہن ہوئی، یا نہیں؟ یہ قول صرف زینب کا ہے اور اس کی والدہ بھی اس امر کی شہادت دیتی ہے اور کوئی گواہ اس رضاعت کا نہیں ہے، زینب کا شوہر کہتا ہے کہ میں صرف سماعی شہادت اپنی زوجہ سے سن کر دیتا ہوں۔ آیا دو عورتوں کی شہادت اس بارے میں کافی ہو سکتی ہے اور کسی امام کے نزدیک چوسنے کی کوئی حد بھی مقرر ہے، یا نہیں؟ اور وقت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کی اجازت ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب

أقول وبالله التوفيق: حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مدت رضاعت میں اگر قلیل؛ یعنی دودھ کسی عورت کا بھی شکم رضیع میں چلا جاوے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور بظن غالب اگر بچہ کا دودھ پینا معلوم ہو جاوے تو حرمت رضاعت ثابت ہے، پس صورت مسئولہ میں جب کہ دودھ حلیمہ کا ہندہ سے کھچوا دیا اور دو مرتبہ پستان حلیمہ کی ہندہ شیر خوار بچی کے منھ میں دی گئی، گو غرض اس سے دودھ پلانا نہ تھا، صرف کھچورا کر پستان حلیمہ کا ہلکا کرنا تھا کہ سلیمہ جو ضعیف ہے، دودھ پی سکے؛ لیکن ظاہر ہے کہ ہندہ نے دودھ کو کھینچ کر کلی تو نہیں کر دی؛ بلکہ وہ دودھ ہندہ کے پیٹ ہی میں گیا اور جب کہ حلیمہ کی پستان میں دودھ اترا ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ ہندو جو چند ماہ کی بچی تھی، بظن غالب اس نے دودھ پیا اور ظن غالب کا ہی اعتبار ان امور میں ہے، لہٰذا مذہب حنفیہ کے موافق حرمت رضاعت ثابت ہے۔

ويثبت به وإن قل إن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لاغير فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقة أم لالم يحرم. (الدر المختار)

قال العلامة الشامي: قوله فلو التقم إلخ تفريع على التقييد بقوله إن علم وفي القنية: إمرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي ولم يعلم ذلك إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهٰذه الصبية. (۱)

شامی کی اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اگر مرضعہ کے پستان میں دودھ نہ ہو تو اس وقت پستان منہ میں لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور دودھ پستان میں بھرا ہوا ہو، جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے اور بچہ دودھ کھینچنے والا قوی ہو تو دودھ پیٹ میں جانے میں کچھ شبہ نہیں معلوم ہوتا، البتہ اگر یہ واقعہ اس طرح دودھ پلانے کا مسلم نہ ہو تو پھر صرف دو عورتوں میں شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

---

(۱) رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵٦/۲، ظفیر

کما فی الدرالمختار: والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلين أوعدل وعدلتين إلخ قوله حجته أی دليل إثباته وهٰذا عند الإنكار؛ لأنه يثبت بالاقرارمع الإصرار كما مر. (۱)

وفی الشامی: (وإن قل) أشار به إلٰی نفی قول الشافعی، إلخ، وروی عن إبن عمر أنه قيل له أن ابن الزبير يقول: لابأس بالرضاعة والرضعتين فقال: قضاء اللّٰه خيراً من قضاءه، قال تعالٰی: ﴿وأمهاتكم اللاتی أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة﴾. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۹/۸-۴۳۱)

جس لڑکی کے منہ میں عورت نے اپنا دودھ ڈالا، اس سے اس کے لڑکے کی شادی جائز نہیں:

سوال: ہندہ کا زید ایک لڑکا ہے اور خالدہ ایک لڑکی ہے، ہندہ نے اپنی دختر خالدہ کی رضاعت کے زمانہ کا دودھ زینب نامی مرضعہ کے منہ میں ڈالا، جب کہ زینب کی عمر دو برس کی تھی، زینب و زید کا نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ زینب کے منہ میں ہندہ نے اپنے پستان کا دودھ ڈالا اور وہ دودھ اگر چہ قطرہ دو قطرہ ہو، زینب کے حلق اور شکم میں گیا تو زینب ہندہ کی دختر رضاعی ہوگئی اور زید کی بہن رضاعی ہوئی، لہٰذا زید کا نکاح زینب سے درست نہیں ہے۔

لأنه يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (رواه الشيخان) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳۴/۸-۴۳۵)

دو تین قطرہ دودھ حلق سے نیچے اُتر جائے تو حرمت ثابت ہوگی، ورنہ نہیں:

سوال: بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر کسی عورت کا دو تین قطرے دودھ لے کر اس کے منہ و حلق میں لگا دیا جاوے تو اس سے رضاعت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ولولم يدر أ دخل اللبن فی حلقه أم لا ؟ لم يحرم؛ لأن فی المانع شكاً.

فی رد المحتار: وفی الفتح: لودخلت الحلمة فی فیّ الصبی وشكت فی الإرتضاع لاتثبت الحرمة بالشک. (رد المحتار: ٦٤/٤)

---

(۱) ردالمحتار، باب الرضاع: ٥٦٨/٢، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ٥٥٦/٢، انيس

والحديث موقوف حسن، أخرجه البيهقی: ٤٥٨/٧، عن ابن عمر بإسنادحسن رجاله ثقات، انظر: ذخيرة العقبٰی فی شرح المجتبیٰ لعلی بن آدم شرح سنن النسائی: ٣٠٦/٢٧، كتاب البيوع، انيس)

(۳) ويثبت به ... وإن قل إن علم وصوله لجوفه من فمه أوأنفه ... فيحرم منه أی بسببه ما يحرم من النسب. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ٥٥٦/٢-٥٥٧، ظفير)/والحديث رواه البخاری فی الصحيح، فی الشهادات، باب الشهادة علی الأنساب والإرضاع برقم: ٢٦٤٥، انيس)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ثبوت حرمت کے لیے شرط یہ ہے کہ جوف تک پہنچنا متیقن ہو، پس اگر صورت مسئولہ میں یہ وصول یقینی ہو، اگر چہ قلیل ہی کا ہو تو حرمت ثابت ہوگی، ورنہ شک میں حرمت نہ ہوگا۔

یکم جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۳۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۸/۲)

اثبات حرمت کے لیے دودھ کی مقدار:

سوال: حکم رضاعت کے ثبوت کے لیے دودھ کتنی مقدار بچہ کے پیٹ میں داخل ہونا ضروری ہے؟

الجواب

کوئی مقدار متعین نہیں، قلیل وکثیر ثبوت رضاعت کے لیے برابر ہے۔

مختصر قدوری میں ہے: "**قليل الرضاع وكثيره سواء حصل في مدة الرضاع تعلق به التحريم، انتهٰى.** (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۸۱، ۲۸۲)

خمس رضاعات کا ناسخ:

سوال: آپ ناسخ حدیث خمس رضاعت کا کس حدیث، یا آیت کو مقرر کریں گے اور علامہ نووی جو کہ قول عائشہ رضی اللہ عنہ کو نسخ بخمس معلومات کو آیت منسوخ تلاوت قرار دیتے ہیں، علامہ کے پاس اس کی ناسخ کون آیت، یا حدیث ہے، یا صرف بقول عائشہ "**وهي فيما يقرأ من القرآن**"(۲) کے ساتھ حجت پکڑتے ہیں؟

الجواب

خمس معلومات کا موافق عشر معلومات کے منسوخ ہونا خود اس سے ظاہر ہے کہ مصاحف میں نہیں ہیں اور اگر وہ آیات قرآن شریف میں سے ہوتی تو لامحالہ مابین الدفتین مکتوب ہوتی؛ اسی لئے علی قاری "**وهي فيما يقرأ**" پر لکھتے ہیں:

يعني أن بعض من لم يبلغه النسخ كان يقرء على الرسم الأول.

اس سے معلوم ہوا کہ جن کو نسخ معلوم نہ تھا وہ پڑھتے تھے اور نسخ اس کا معلوم ومشہور ومتواتر ہے۔

وإلا لكان مكتوباً في المصاحف ومن إدعى أنه كان من قبيل منسوخ التلاوة لامنسوخ الحكم، فعليه البيان وكيف يدعى بقاء الحكم والحال أن قوله تعالىٰ: ﴿وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم﴾ يدل بإطلاقه علىٰ أن المحرم مطلق مسمى الإرضاع لا خصوص الرضعات. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۴/۸-۴۲۵)

---

(۱) مختصر القدوری، کتاب الرضاع: ۱۵۲، دارالكتب العلمية بيروت/فتح القدير: ۴۳۸/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) أخرجه أبوداؤد عن عمرة بنت عبد الرحمن عن عائشه أنها قالت: كان فيما أنزل الله من القرآن عشر رضعات يحرمن، ثم نسخن بخمس معلومات يحرمن، فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهن مما يقرأ من القرآن. (أبوداؤد، باب هل يحرم ما دون خمس رضعات التحريم بخمس رضعات. النسائي: رقم الحديث: ۳۳۰۷، بذل المجهود، كتاب الرضاع: ۴۳۴/۱۰، الصحيح لمسلم: رقم الحديث: ۱۴۵۲، كتاب الرضاع، انيس

(۳) دیکھئے: بذل المجهود للشيخ خليل أحمد سهارنفوري: ۴۳/۱۰-۴۴، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

دو برس سے زیادہ کے بچہ کو دودھ پلانا کیسا ہے:

سوال: بچہ بہت لاغر ہے بجز عورت کے دودھ کے اور کوئی غذا اس کے ہضم نہیں ہوتی اور اس کی عمر دو برس سے زیادہ ہے تو اس کو عورت کا دودھ پلانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست نہیں۔ (درمختار) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: دیوبند: ۴۲۵/۸)

حولین کاملین اور ﴿وحمله وفصاله ثلٰثون شهراً﴾ میں تطبیق:

سوال: قرآن شریف میں حولین کاملین مدت رضاعت کے بارے میں آیا ہے، جس سے دو سال مدت رضاعت معلوم ہوتی ہے اور دوسری جگہ ﴿وحمله وفصاله ثلٰثون شهرا﴾ وارد ہوا ہے، جس سے اڑھائی سال معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں میں وجہ تطبیق کیا ہے؟ اور کس پر عمل کیا جاوے؟

الجواب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اڑھائی برس کا ہے اور صاحبین کا مذہب دو برس کا ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے اور دلائل فریقین کی مطولات میں ہیں اور وجہ تطبیق بھی کتب میں مذکور ہے، اس تحریر مختصر میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۲۵/۸)

---

(۱) ولم يبح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء آدمي. (الدر المختار)

لو استغنى في حولين حل الإرضاع بعدهما إلٰى نصف فلا تأثم عند العامة خلافاً لخلف بن أيوب، إلخ، مستحب إلٰى حولين وجائزإلٰى حولين ونصف. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵/۲، ظفير)

(۲) هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما هو الأصح، فتح وبه يفتي، كمافي تصحيح القدوري عن العون؛ لٰكن في الجوهرة: أنه في الحولين ونصف ولوبعد الفطام محرم وعليه الفتوىٰ واستدلوا لقول الإمام بقوله تعالٰى: ﴿وحمله وفصاله ثلٰثون شهراً﴾ أى مدة كل منها ثلٰثون غيرأن النقص في الأول قام بقول عائشة لا يبقى الولد أكثر من سنتين ومثله لايعرف إلا سماعاً والآية مؤولة لتوريعهم الأجل على الأقل والأكثر فلم تكن دلالتها قطعية. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۴/۲، ظفير)

☆ مدتِ رضاعت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت کتنی ہے؟ جس میں دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور حضراتِ صاحبین اور امام شافعی کا اس میں کیا اختلاف ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وباللّٰه التوفيق

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچہ کو دودھ پلانے کی مدت ڈھائی سال ہے، جب کہ حضراتِ صاحبینؒ ==

صحیح مدت رضاعت کیا ہے:

سوال: عموماً لڑکی کو پونے دو برس اور لڑکے کو سوا دو برس تک دودھ پلایا جاتا ہے؛ مگر شرعاً صحیح کیا ہے؟ کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنے دن تک مولود کو عورت کا دودھ پلایا جاسکتا ہے؟ بعض عورتیں بچہ کی طاقت، یا اور کسی وجہ سے پانچ چھ برس تک بھی اپنا دودھ پلاتی ہیں۔ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مدت رضاع مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے دو برس ہے، اس سے زیادہ مدت تک بچہ کو دودھ پلانا درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

وحولان فقط عندهما وهو الأصح، فتح وبه يفتى، كما فى تصحيح القدورى عن العون، إلخ، ولم يبح الإرضاع بعدمدته لأنه جزء آدمى والإنتفاع به بغيرضرورة حرام. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴۳۱/۸)

== و دیگر ائمہ کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال ہے، دونوں قول مفتی بہ ہیں؛ لیکن قوتِ دلیل اور احتیاط کے اعتبار سے اس مسئلہ میں صاحبین کا قول مختار ہے، لہٰذا قانونی طور پر اسی بچہ سے حرمت رضاعت کا تعلق ہوگا، جس نے دو سال کے اندر اندر دودھ پیا ہو؛ تاہم اگر دو سال کے بعد اور ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسی رضاعی رشتہ داروں میں باہم مناکحت نہ ہو؛ لیکن اگر رشتہ ہوگیا تو اسے ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (مسائل بہشتی زیور وغیرہ) اسی طرح اگر کوئی بچہ کمزور ہو تو امام صاحبؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے ضرورۃً ڈھائی سال تک دودھ پلایا جاسکتا ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (البقرة: ۲۳۳)

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا رضاع إلا ما كان فى الحولين. (سنن الدار قطنى: ۱۰۳/۴، رقم: ۴۳۱۸، السنن الكبرىٰ للبيهقى: ۷۶۰/۷ رقم: ۱۵۶۶۳)

عن ابن عباس رضى الله عنهما يقول: ما كان فى حولين وإن كانت مصةً واحدةً تحرم. (الموطأ للإمام محمد: ۲۷۶)

وكان أبوحنيفة يحتاط بستة أشهر بعد الحولين فيقول: يحرم ما كان فى الحولين وبعدها إلى تمام ستة أشهر، وذٰلك ثلاثون شهرًا، ولا يحرم ما كان بعد ذٰلك، ونحن لا نرىٰ أنه يحرم، ونرىٰ أنه لا يحرم ما كان بعد الحولين. (المؤطا لإمام محمد، باب الرضاعة، ص: ۲۷۶)

لو استغنى فى حولين حل الإرضاع بعدها إلى نصف ولا تأثم ... ومستحب إلى حولين وجائز إلى حولين ونصف. (شامی: ۲۱۱/۳، کراچی)

وحولان فقط عندهما وهو الأصح، فتح، وبهٖ يفتىٰ، كما فى تيسير القدورى عن العون. (الدرالمختار مع الشامى: ۲۹۲/۴، بيروت، ۳۹۳/۴-۳۹۴، زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۳۴۲/۱، الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۶۶/۴، رقم: ۶۴۳۵، زكريا)

وفى الشامى قال فى البحر: لا يخفى قوة دليلهما، فإن قوله تعالىٰ: ﴿وَالْوٰلِدٰتُ يُرْضِعْنَ﴾ (البقرة: ۲۳۳) **يدل على أنه لا رضاع بعد التمام.** (شامى: ۲۹۴/۴، دار إحياء التراث العربى بيروت، ۲۰۹/۳، كراچى: ۳۹۷/۴، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۵۴/۸-۲۵۵)

(۱) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۵/۲، ظفير

مدت رضاعت کیا ہے اور اس میں کمی زیادتی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: صحیح مدت رضاعت کیا ہے؟ کسی صورت میں کمی وبیشی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

مدت رضاعت کہ جس مدت میں بچہ کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اور اس مدت میں بچے کو دودھ پلانا مباح ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اڑھائی برس ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو برس ہے اور فتویٰ اکثر علماء کا دو برس پر ہے؛ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ الغرض دونوں قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ اگر اڑھائی برس کی عمر کی اندر بچہ کو دودھ پلایا جاوے گا، تب بھی حرمت رضاعت ثابت ہوجاوے گی اور اڑھائی برس کی عمر تک دودھ پلانا موافق قول امام اعظمؒ درست اور جائز ہے؛ لیکن احتیاط یہ ہے کہ دو برس کے بعد بند کردیا جائے۔ (۱) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۲/۸)

غیر کا بچہ ہونے کی صورت میں مدت رضاعت دوسال ہے، یا زیادہ:

سوال: اگر کسی غیر دودھ پلانے والی کو بچہ سپرد کیا جاوے، ویسے ہی اس بچہ کے دودھ پلانے سے دودھ اُتر آیا تو اس کے لیے بھی دوسال دودھ پلانے کی قید ہے، یا کچھ وسعت ہے؟

الجواب

اس کے لیے بھی دودھ پلانے میں دوسال کی قید ہے، اس سے زیادہ تک موافق روایت مفتی بہا کے دودھ پلانا اس کو جائز نہیں ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابوحنیفہؒ اڑھائی سال تک دودھ پلانے کی اجازت دیتے ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۳/۸)

امام شافعی کے یہاں مدت رضاعت:

سوال: مدت رضاعت مذہب شافعیہ میں کتنی ہے؟

---

(۱) هوحولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصح،فتح وبه يفتي،كمافي تصحيح القدوري.(الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار: ۳۹۳/٤-۳۹٤،ط:الرياض)(واستدل محمد وأبويوسف بقوله تعالىٰ:﴿والوالدات يرضعين أولادهن حولين كاملين من أراد أن يتم الرضاعة﴾(البقرة:۲۳۳)واستدل أيضاً بالرواية التي أخرجها الترمذي وحسنها عن أم سلمة قالت:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لا يحرم من الرضاعة إلا ما فتق الأمعاء في الثدي وكان قبل الفطام.(جامع الترمذي،رقم الحديث:۱۱۵۲،باب ما جاء ما ذكر أن الرضاعة لا تحرم إلا في الصغر دون الحولين.انيس)

(۲) هوحولان ونصف عنده وحولان فقط وهو الأصح فتح وبه يفتي (الدر المختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الرضاع: ٥٥٤/۲،ظفير)

الجواب

رضاعت کی مدت دو برس، یا ڈھائی برس علی اختلاف القولین ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۴/۸)

جس نیت سے بھی مدت رضاعت میں دودھ پلایا، حرمت ثابت ہوگی:

سوال: کلثوم وزینب حقیقی بہنیں ہیں، کلثوم کو لڑکا پیدا ہوا اور نو ماہ بعد مرگیا، زینب کی لڑکی نے جس کی عمر ایک سال تین ماہ کی تھی، صرف تین بار کلثوم کا دودھ کھچوایا گیا، تین دن تک روز ایک بار، اس دودھ کھچوانے سے یہ منشا تھی کہ تکلیف رفع ہوجائے، دودھ پلانے کی نیت نہیں تھی، یہ بیان صرف زینب کا ہے اور کلثوم کا انتقال ہوگیا۔ آیا کلثوم کے پسر واحد سے زینب کی لڑکی کا عقد جس نے زینب کا دودھ پیا ہے، ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے بھائی بہن ہوجاتی ہیں اور سب حرام ہوجاتی ہیں، (۲) جیسا کہ شعر مشہور ہے:
از جانب شیر ہمہ خویش شوند، الخ۔ (۳)

پس اگر یہ ثابت ہوجاوے اور معلوم و معروف ہو کہ زینب کی دختر نے کلثوم کا دودھ پیا ہے، اگرچہ ایک دفعہ ہی پیا ہو اور اگرچہ قصد دودھ پلانے کا نہ ہو تو کلثوم کے کسی پسر سے زینب کی دختر کا نکاح نہیں ہوسکتا، نہ واحد کے ساتھ نہ اس کے کسی دوسرے بھائی کے ساتھ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۸/۷-۴۲۹)

بھول سے ایک مرتبہ دودھ پلانے سے بھی رضاعت ثابت ہوجاتی ہے:

سوال: عورت نے بھول سے ایک مرتبہ ایک لڑکے کو دودھ پلایا ہے۔ اب وہ عورت، مذکور لڑکے کا اپنی دختر سے نکاح کردینا چاہتی ہے۔ اس پر شرع کا حکم کیا ہے؟

الجواب

ھو المصوب: کسی بچہ نے اڑھائی سال [دو سال مفتی بہ قول کے مطابق] کے عمر کے اندر کسی عورت کا دودھ پیا ہے، (خواہ اس نے بھول پر پلایا ہو، یا جان بوجھ کر) اس بچے کے حق میں وہ عورت اور اس کا وہ خاوند، جس سے دودھ پیدا

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک مدت رضاعت صرف دو سال ہے۔ (ثم مدة الرضاع ثلثون شهراً عند أبي حنيفة وقال سنتان وهوقول الشافعي. [أنظر: المجموع: ۲۱۷/۱۸-۲۱۸، انیس]). (الهداية، كتاب الرضاع: ۳۲۹/۲، ظفير)

(۲) ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها أي التي أرضعتها وولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۶۱/۲، ظفير)

(۳) از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند☆ وز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع۔ (شرح الوقایۃ، کتاب الرضاع: ۶۷/۲، علم الفقہ، از امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ: ۵۰/۶، مجموعہ قوانین اسلامی: ۵۵، انیس)

ہوا ہے، حقیقی ماں باپ کے مانند اور ان کی اولاد سب حقیقی بھائی بہن کے مانند ہو جاتے ہیں، جتنے رشتے نسب سے حرام ہیں، وہ سب رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ جس طرح حقیقی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بہن سے نکاح کرنا بھی جائز نہیں، جیسا کہ شرح وقایہ میں لکھا ہے:

يثبت بمصة فی حولين و نصف لا بعده أمومية المرضعة للرضيع و أبوة زوج مرضعة لبنها منه له فيحرم منه مايحرم من النسب، انتهٰی. (۱)

پس صورت مسئولہ میں مذکور لڑکے کے لیے عورت مذکورہ رضاعی ماں اور اس کی لڑکی (خواہ اس دودھ کے وقت کی ہو، یا آگے پیچھے کی) رضاعی بہن ہوئی؛ اس لیے ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہیں؛ بلکہ حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۹۹، ۲۰۰)

جس نے دودھ پیا، اگر اس کی عمر دو سال ہے، یا ڈھائی سال تو کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کا بچہ دو سال کا ہو گیا اور اس نے دودھ چھوڑ دیا، ہندہ نے دوسرے کے بچہ کو دودھ پلایا، ان دونوں میں رشتہ رضاعت قائم ہو گیا، یا نہیں؟ اگر بچہ ڈھائی سال کا ہو گیا، اس کے بعد ہندہ نے دوسرے بچہ کو دودھ پلایا، رشتہ رضاعت قائم ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ نے جس بچہ کو دودھ پلایا، اگر اس کی عمر دو ڈھائی سال سے زیادہ نہیں ہے تو وہ بچہ ہندہ کا بیٹا رضاعی ہو جاوے گا اور ہندہ کی اولاد اس بچہ کی بہن بھائی رضاعی ہو جاویں گے اور حرمت رضاعت ثابت ہو جاوے گی۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۱۳)

دو ڈھائی سال کی عمر کے درمیان دودھ پیا تو کیا حکم ہے:

سوال: مدت رضاعت میں امام صاحبؒ کا قول ڈھائی سال ہے اور صاحبینؒ پورے دو سال فرماتے ہیں، جس بچہ نے دو اور اڑھائی سال کے درمیان دودھ پیا ہے، امام صاحب ان کا نکاح باہم حرام قرار دیتے ہیں۔ شرعی فیصلہ مفتی بہ کیا ہے؟

الجواب

فقہاء رحمہم اللہ دو قول را مفتی بہ فرمودہ اند صاحب، درمختار در بارہ قول صاحبینؒ فرمودہ و بہ یفتی و در بارہ قول امام اعظمؒ

---

(۱) شرح الوقاية مع عمدة الحواشی، کتاب الرضاع: ۲/۳-۲۰۳، ط: بیروت، انیس

(۲) ويثبت فی المدة فقط وهو حولان و نصف عنده و حولان فقط عندهما و هو الأصح. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۴-۵۵۵، ظفیر)

فرمودہ وعلیہ الفتویٰ ودر شامی گفتہ ”وحاصله أنهما قولان أفتٰى بكل منهما“، پس در ہر موضع احوط را اختیار کنند مثلاً در فطام بر قول صاحبین عمل کنند ودر حرمت رضاعت بر قول امام اعظم عمل کند؛ یعنی درصورت مسئولہ حرمت رضاعت خواہد شد۔(۱) فقط

(خلاصہ یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں نکاح حرام ہوگا۔[ظفیر]) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۳۴)

دوسال چار ماہ کی لڑکی نے کسی کا دودھ پیا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی:

سوال: رابعہ خاتون اور محمد ابوبکر کی ماں دونوں ایک چار پائی پر سورہی تھیں، اس وقت رابعہ خاتون کی عمر دوسال چار ماہ کی تھی، اس نے محمد ابوبکر کی ماں کا دودھ پی لیا۔ اب محمد ابوبکر اور رابعہ خاتون کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

صاحبینؒ کے نزدیک مدت رضاع دو برس ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک ڈھائی برس، صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔ پس اگر رابعہ کا نکاح ابوبکر سے نہ کیا جائے تو احوط ہے اور کردیا جائے تو حرمت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔(۲)

محمد کفایت اللہ لہ (کفایت المفتی: ۵/۱۷۵)

مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: رضاع الکبیر قرآن وحدیث واقوال ائمہ سے ثابت ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۶۸۴، مولوی رحمت اللہ، اجمیری دروازہ دہلی، ۱۲/رمضان ۱۳۵۴ھ، مطابق ۹/دسمبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

ہو الموفق، حرمت رضاعت دوسال کی عمر سے مخصوص ہے، دوسال کی عمر کے بعد کی رضاعت محرم نہیں ہے اور عمر رضاعت قرآن مجید سے ثابت ہے،(۱) اور حرمت کا عمر رضاعت کے ساتھ مخصوص ہونا حدیث ”إنما الرضاعة من

---

(۱) ترجمہ جواب: فقہاء نے دونوں قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے، صاحب درمختار نے صاحبین کے قول کو مفتی بہ کہا ہے اور امام صاحب کے قول کو بھی مفتی بہ قرار دیا ہے، علامہ شامی کہتے ہیں کہ اس کا حاصل ہے کہ دونوں قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے؛ لیکن بہتر ہے کہ ہر جگہ احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے فتویٰ دیا جائے، مثلاً دودھ تو دوسال ہی میں چھڑا دیا جائے، صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام صاحب کے قول پر عمل کیا جائے۔ انیس

(حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصح، فتح، وبه يفتي، كما في تصحيح القدوري عن العون؛ لكن في الجوهرة: أنه في الحولين ونصف ولو بعد إنفطام محرم وعليه الفتوىٰ. (الدر المختار)

(قوله: لٰكن، إلخ) استدراک علٰى قوله: به يفتي وحاصله أنهما قولان أفتٰى بكل منهما. (رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵٤، ظفير)

(۲) في وقت مخصوص هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما، وهو الأصح، وبه يفتىٰ كما في تصحيح القدوري. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۰۹، سعيد)

(۳) ﴿والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة﴾. (البقرة: ۲۳۳)

المجاعة ‘‘ (۱) وغیرہ سے ثابت ہے، سالم کا واقعہ مخصوص ہے؛ کیوں کہ وہ مخصوص صریحہ کلیہ کے خلاف ہے؛(۲) اس لیے مورد پر مخصوص رکھا جائے گا، جمہور علمائے سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۶/۵)

مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: زید کی عمر تخمیناً دو سال چار ماہ کی تھی اور زید کچھ کھانے پینے بھی لگا تھا؛ مگر دودھ ضرور پیتا تھا، دفعتہً والدہ زید بیمار پڑ گئی، بدیں وجہ زید کو ہمشیرہ حقیقی ہندہ نے چند دن وقتاً فوقتاً اپنا دودھ پلایا ہے۔ دریں صورت زید اپنی دختر کا نکاح ہندہ کے لڑکے کے ساتھ کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۷۰۸، حاجی محمد سلیمان صاحب دہلی۔ ۲۲/صفر ۱۳۶۱ھ ۱۱/ مارچ ۱۹۴۲ء)

الجواب

دو سال کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاع قول راجح کے موافق ثابت نہیں ہوتی، (۳) لہٰذا زید کا رشتہ رضاعت بہن کے ساتھ قائم نہیں ہوا، پس زید کی لڑکی کا نکاح ہندہ کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۷۱/۵)

مدت رضاعت:

سوال: ایک شخص نے کسی عورت غیر محرم کا سوائے اس مدت کے کہ جو بچوں کے لیے دودھ پینے کی شرع میں مقرر ہے، دودھ پیا تو اس شخص کا اس عورت دودھ پلانے والی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور سوائے اس عورت کے اس کی بہن، یا دختر وغیرہ سے جو نسباً حرام ہیں، نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر بعد دو (۲) برس تمام ہونے کے دودھ پیا ہے تو اس دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوئی کہ مدت ثبوت حکم رضاعت کی دو سال ہے، پس اب اس پسر کو اس عورت سے اور اس کے اقارب سے کوئی علاقہ بسبب شیر کے پیدا نہیں ہوا، اس کا نکاح اس عورت سے اس کی اولاد وغیرہ سے سب سے درست ہے۔ (کذا فی عامة کتب الفقه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۷)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من قال لارضاع بعد الحولین: ۷٦٤/۲، قدیمی

(۲) وأجابوا عن قصة سالم بأجوبة منها أنه حكم منسوخ ... ومنها دعویٰ الخصوصية بسالم ... والأصل فيه قول أم سلمة زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ما نری هٰذا إلا رخصة أرخصها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خاصة. (فتح الباری، کتاب النکاح: ۱٤۹/۹، دارالفکر، بیروت)

(۳) ویثبت التحریم فی المدة فقط أما بعدها فإنه لایوجب التحریم. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲۱۱/۳، سعید)

دوڈھائی سال کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: اگر کسی شخص نے کسی عورت کا دودھ بطور دوا کے، یا یوں ہی پیا ہوتو اس عورت سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اس کی اولاد سے اس کی شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور دودھ کی مدت کتنے رہی ہے؟

الجواب

مدت رضاع دو برس، یا اڑھائی برس ہے، علی اختلاف القولین، پس اگر اس مدت کے بعد کوئی لڑکا کسی عورت کا دودھ پیوے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۸/۴۲۳-۴۲۴)

کیا دوسال کے بعد دودھ کا رشتہ ثابت ہوتا ہے:

سوال: زید کا رشتہ اس کی خالہ کی لڑکی سے طے ہوا؛ مگر اس کے خاندان کے تمام افراد کی متفقہ گواہی ہے کہ زید کی خالہ نے زید کی والدہ کا دودھ پیا ہے؛ مگر اس وقت زید کی خالہ کی عمر نہیں بتا پا رہے ہیں، صرف ایک خاتون جو زید کی والدہ کی سگی چچی ہیں، وہ پختہ گواہی دے رہی ہیں کہ اس وقت اس کی عمر ڈھائی سال تھی، زید حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہے اور احناف کے نزدیک ڈھائی برس کے بعد دودھ پینے سے رضاعت قائم نہیں ہوتی تو سوال یہ ہے کہ کیا:

(۱) اسلام میں صرف ایک خاتون کی گواہی کافی ہے؟

(۲) کیا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی برس کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

(ڈاکٹر عبدالقادر، بیگن پلی)

الجواب

تمام لوگ گواہی دے رہے ہیں کہ زید کی خالہ نے زید کی والدہ کا دودھ پیا ہے، اس لحاظ سے زید کے لیے وہ لڑکی رضاعی بھانجی قرار پاتی ہے، البتہ عمر کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں ہے، صرف ایک خاتون کا کہنا ہے کہ اس وقت زید کی خالہ ڈھائی سال کی ہو چکی تھی؛ لیکن عمر کے اندازہ میں عام طور پر غلطی رہتی ہے؛ اس لیے اس صورت میں زید کا نکاح اس کی خالہ کی لڑکی سے نہیں کیا جائے؛ کیوں کہ جب حلال وحرام دونوں کا احتمال ہوتو حرمت کے پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے، (۲) اس لیے اس رشتہ کو ترک کر دینا چاہیے، دین کا مزاج یہ ہے کہ حرام سے ہی نہیں؛ بلکہ مشکوک ومشتبہ چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچایا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۴۶۵-۴۶۶)

---

(۱) ویثبت التحریم فی المدة فقط وعلیه الفتویٰ.(الدر المختار)أما بعدها فإنه لایوجب التحریم.(ردالمحتار، باب الرضاع:۲/۵۵۵،ظفیر)/لا یثبت التحریم بعد الحولین، لأن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:یا عائشة ! انظرن من أخوانکن فإنما الرضاعة من المجاعة.(صحیح البخاری،رقم الحدیث: ۲۴۵۳،باب من قال:لا رضاع بعد الحولین/ الصحیح لمسلم،رقم الحدیث:۱۴۵۵،عن عائشة،انیس)

(۲) ”إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام “.(الأشباه والنظائر للسیوطی:۱۰۵،الأشباه والنظائر لإبن نجیم:۱۰۹)

جس لڑکی نے دوسال دس ماہ کی عمر میں دودھ پیا، اس سے شادی جائز ہے:

سوال: زید نے چھ مہینہ کی عمر میں ہندہ کا دودھ پیا تھا اور ایک لڑکی مسماۃ کریمہ نے بھی دو برس دس مہینہ کی عمر میں ہندہ کا دودھ پیا تھا تو زید کا کریمہ سے عقد تزویج درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مدت رضاعت اڑھائی برس، یا دو برس ہے، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب اولیٰ ہے، (۱) اور صاحبین اور دیگر ائمہ کا مذہب دوسرا ہے، بہرحال اڑھائی برس سے زیادہ عمر میں کسی بچہ نے کسی عورت کا دودھ پیا تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ (۲) لہٰذا اس صورت میں زید کا نکاح کریمہ سے صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۶/۸)

ڈھائی سال سے زیادہ عمر والے کا کسی عورت کے دودھ پی لینے سے رضاعی رشتہ ثابت نہیں ہوتا:

سوال: شوہر کا اپنی ہی عورت کا دودھ پینا کسی حالت میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ھو الموفق للصواب: ڈھائی سال سے زیادہ عمر والے آدمی کا کسی عورت کا دودھ پینا خواہ وہ اس کی بیوی، یا غیر، حرام ہے؛ مگر بضرورت دوا جائز ہے، اس سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوتا، چناں چہ کتب فقہ مثل شرح وقایہ ودرمختار وغیرہ میں لکھا ہے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے:

ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علیٰ ظاھر المذھب وعلیه الفتویٰ، فتح وغیرہ، ولم یبح الإرضاع بعد مدته ؛لأنه جزء آدمی والإنتفاع لغیر ضرورۃ حرام، انتھیٰ ملخصاً. (۳) فقط واللّٰه أعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۲۰۰)

تین سال کی عمر دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: چھوٹی ہمشیرہ کو بڑی ہمشیرہ نے دودھ پلایا، بڑی ہمشیرہ کہتی ہے کہ دودھ پلانے کے وقت چھوٹی ہمشیرہ کی عمر تین برس کی تھی، اس کے سوا اور کوئی شہادت کسی قسم کی نہیں ہے تو اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی، یا نہیں، والدہ نے یہ کہا تھا کہ تم ہر دو ہمشیرہ نے باہم ایک دوسرے کو دودھ پلایا ہے، آپس میں ناطہ نہ کرنا۔

---

(۱) ھو حولان ونصف عندہ، وحولان فقط عندھما، ھو الأصح. (الدر المختار علیٰ ھامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۴/۲، ظفیر)

(۲) ویثبت التحریم فی المدۃ فقط. (الدر المختار) أما بعدھا فإنه لایوجب التحریم. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۵/۲، ظفیر)

(۳) دیکھئے: الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار: ۳۹۷/٤، ط: الریاض، انیس

الجواب

دودھ پلانے والی جب کہ عمر چھوٹی ہمشیرہ کی بوقت دودھ پلانے کے تین برس کی بتلاتی ہے اور کوئی دوسری شہادت رضاعت اور عمر کے بارے میں موجود نہیں ہے تو اس صورت میں حرمت رضاعت کا حکم نہ کیا جاوے گا اور چھوٹی بہن بڑی بہن کی دختر رضائی متصور نہ ہوگی۔

كما فى الدر المختار: يثبت التحريم فى المدة فقط. وفى الشامى: أما بعدها فإنه لايوجب التحريم. (۱)

اوران کی والدہ کا بیان مبہم ہے اوراس کے سوا وہ شہادت کافی بھی نہیں ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳۹۷-۳۹۸)

دودھ پینا ثابت ہوا؛ مگر اسے مدت رضاعت کے بعد ثابت کیا گیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے عائشہ سے نکاح کیا، بعد از نکاح عائشہ نے دعویٰ دائر کیا کہ یہ زید میرا رضاعی بھائی ہے اور چاروں گواہوں نے بچشم خود دودھ پیتے دیکھنے کی گواہی دی اور دو نے بیان کیا کہ زید نے ہمارے روبرو اقرار رضاعت کیا ہے اور زید نے جواب دعویٰ میں کہا ہے کہ میں اس وقت مدت رضاع سے خارج تھا اور اس پر چار گواہ گزارے، اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوتی، یا نہیں؟

الجواب

ردالمحتار میں بعد نقل اقوال وعبارت کے فرمایا:

قلت: وجه ذلک أن الرضاع لما كان مما يخفى؛ لأنه لايعلمه إلا بالسماع من غيره لم يمنع التناقض فيه لاحتمال أنه لما أقر به بناء علىٰ ما أخبر به غيره تبين له كذبه فرجع عن إقراره. (۳)

پس اقرار برضاعت میں اول تو یہ نہیں تھا کہ مدت رضاعت میں دودھ پیا ہے، اسی طرح دودھ پیتے دیکھنے کی شہادت میں بھی مدت رضاعت میں دودھ پینا بیان نہیں ہوا، لہٰذا شہادت مرد کی اس امر پر کہ دودھ پینا بعد مدت رضاعت کے ہوا منافی اور معارض شہادت سابقہ واقرار سابق کے نہیں ہے، لہٰذا شہادت زوج معتبر ہوگی اور نکاح باطل نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۲۹-۴۳۰)

مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد دودھ پینا:

سوال: مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، یا نہیں؟

(۱) دیکھئے: ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۵، ظفیر

(۲) **(حجته حجة المال): وهى شهادة عدلين أو عدل وعدلتين. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۸، ظفير)**

(۳) **رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۷، ظفير**

الجواب

نہیں۔ مختصر قدوری میں ہے:

”ومدة للرضاع عند أبی حنیفة ثلثون شهراً وقال أبویوسف ومحمد: سنتان، فإذا مضت مدة الرضاع لم یتعلق بالرضاع التحریم، انتهٰی. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۳۸۲)

چارسالہ لڑکے کے دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: ایک عورت نے اپنا دودھ نکال کر پیالہ میں رکھا تھا، اس کا بھتیجہ جس کی عمر چار سال کی تھی، آ کر وہ دودھ پی لیا، اس کا نکاح اپنی چچی کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی؛ کیوں کہ مدت رضاعت دو، یا اڑھائی سال ہے، اس سے زیادہ عمر میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ (کذا فی الدرالمختار وغیرہ) (۲) پس نکاح مذکور صحیح ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۴/۸)

مدت رضاعت کے بعد دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: زید نے ہندہ کا دودھ بعد عمر شیرخوارگی پستان سے چوس کر نکالا اور باہر ڈال دیا، اس وجہ سے کہ ہندہ کا بچہ مرگیا تھا اور دودھ چڑھا ہوا تھا، پھر زید نے ہندہ سے نکاح کرلیا، یہ نکاح ناجائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بصورت مذکورہ دودھ پستان سے چوس کر نکال دینے اور باہر ڈال دینے سے کچھ حرج نہیں ہے اور اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی؛ (۳) مگر پینا دودھ کا ایسے وقت حرام ہے، (۴) اور نکاح اس سے درست ہے؛ یعنی زید کا نکاح اس صورت میں ہندہ سے صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۶/۸-۴۲۷)

---

(۱) مختصر القدوری، کتاب الرضاع: ۱۵۲، دارالکتب العلمیة بیروت/الهدایة: ۲۱۷/۱، کتاب الرضاع، انیس

(۲) وهو حولان ونصف عنده وعندهما حولان فقط عندهما ... ویثبت التحریم فی المدة فقط. (الدرالمختار) أما بعد فإنه لایوجب التحریم. (رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵/۲، ظفیر)

(۳) وإذا مضت مدة الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم، لقوله علیه السلام: "لارضاع بعد الفصال". (الهدایة، کتاب الرضاع: ۳۲۹/۲، ظفیر)/(والحدیث أخرجه الطبرانی فی معجمه الصغیر عن علی والبیهقی فی السنن الکبریٰ: ۵۲۴/۷، ۵۵۹/والزیلعی فی نصب الرأیة، کتاب الرضاع: ۲۸۷/۳، طبع دارالکتب العلمیة بیروت/وأخرجه المالک فی الموطأ موقوفاً عن ابن عباس ولفظه أنه کان یقول: ماکان فی الحولین وإن کان مضة واحدة فهو یحرم. (الموطأ: ۶۳/۲، رقم الحدیث: ٤، کتاب الرضاع/وأخرجه ابن أبی شیبة موقوفاً علی ابن مسعود وعلی بن أبی طالب وأخرجه الدارقطنی موقوفاً علی عمر قال: لا رضاع إلا فی حولین فی الصغیر. (سنن الدارقطنی: ۱۷٤/٤، رقم الحدیث: ۱۱، انیس)

(۴) وهل یباح الإرضاع بعد مدة قدقیل لایباح؛ لأن الإباحة ضروریة لکونه جزء الآدمی. (الهدایة: ۳۳۰/۲، ظفیر)

مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت:

(۱) جہاں آرا ومفید النساء پھپیری ممیری بہنیں ہیں، مفید النساء کی گود میں نور الزماں لڑکا تھا، اس وقت جہاں آرا کی عمر دس سال کی تھی، مفید النساء کے سینہ میں تھنیلہ ہوا، یا کسی سبب سے دودھ جمع ہو گیا، اس دودھ کو مفید النساء نے ایک برتن میں نکال کر رکھ دیا اور اس دودھ کو مفید النساء کی ماں نے جہاں آرا کو پلا دیا۔ اب اس حالت میں جہاں آرا ونور الزماں کیا رضاعی بھائی بہن ہو گئے؟ کیا نور الزماں کی شادی جہاں آرا کی لڑکی سے ہو سکتی ہے؟

(۲) بکر نے ۲۲؍سال کی عمر میں ٹی بی ہو جانے کی وجہ سے ڈاکٹروں کے مشورہ سے اپنی بھاوج کا دودھ پیا ہے، اب وہ بیوہ ہو گئی ہے تو بکر کا نکاح اس بیوہ بھاوج سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱) صورت مسئولہ میں نور الزماں وجہاں آرا کے درمیان رشتۂ رضاعت قائم نہیں ہوا، چوں کہ ثبوت رضاعت کے لیے ضروری ہے کہ مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہو اور جہاں آرا نے تو مفید النساء کا دودھ دس سال کی عمر میں پیا ہے، (۱) البتہ مدت رضاعت کے بعد دودھ پینا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور آدمی کے جز سے انتفاع بلا ضرورت حرام ہے۔ (۲) لہٰذا نور الزماں کا نکاح جہاں آرا کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری

(۲) بکر نے جب بائیس سال کی عمر میں اپنی بھاوج کا دودھ پیا ہے تو رضاعت ثابت نہیں ہوئی، رضاعت ڈھائی سال کی عمر میں دودھ پینے سے ہوتی ہے؛ (۳) اس لیے بکر کا نکاح اس بھاوج سے جائز ودرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۵؍۱۰؍۶۹؍۱۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴؍۲۰۱-۲۰۲)

بلوغ کے بعد پستان منہ میں لینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: عمر ہندہ سے زنا کرتا تھا اور ایک دفعہ اس کی پستان منہ میں لی تو عمر کا نکاح ہندہ سے ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

عمر کا نکاح اس صورت میں صحیح ہے؛ کیوں کہ حرمت رضاعت اس صورت میں ثابت نہیں ہوتی۔ (کذا فی عامة کتب الفقه) (۴) فقط دو ڈھائی سال کی عمر کے بعد دودھ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ [ظفیر] (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷؍۴۳۵)

---

(۱) (ویثبت التحریم فی المدة) فقط ولو (بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی) ظاهر المذهب وعلیه الفتویٰ. (الدر المختار) (قوله فی المدة فقط) أما بعدها فإنه لا یوجب التحریم. (ردالمحتار: ۲؍۴۰۴)

(۲) (ولم یبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمی والانتفاع به بغیر ضرورة حرام علی الصحیح. (الدر المختار: ۲؍۴۰۴)

(۳) (ویثبت التحریم فی المدة) فقط ولو (بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی) ظاهر المذهب وعلیه الفتویٰ. (الدر المختار) (قوله فی المدة فقط) أما بعدها فإنه لا یوجب التحریم. (ردالمحتار: ۲؍۴۰۴)

(۴) وقید بالثلاثین شهراً، لأن الرضاع بعدها لایوجب التحریم. (البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳؍۲۳۹، ظفیر)

دودھ پینے والی کی لڑکی کا نکاح دودھ پلانے والی کے کسی لڑکے سے صحیح نہیں:

سوال: ہندہ نے اپنے بچے شیر خوار کے زمانے میں جمیلہ کی بچی کو جس کی عمر ڈھائی سال سے کم تھی، دودھ پلایا تو کیا ہندہ اور جمیلہ کی اولاد رضاعت میں کیا اگلی پچھلی بھی شمار ہوگی، یا انہیں دونوں میں باہم شادی حرام ہے؟

(المستفتی:۲۸۰۹، ۲۵/صفر ۱۳۶۶ھ)

الجواب

ہندہ نے جمیلہ کی بچی کو جب کہ بچی کی عمر دو سال سے زیادہ تھی، دودھ پلایا تو جمیلہ کے بچے کی رضاعت قول مفتی بہ کے موافق ثابت نہیں ہوئی؛ لیکن چوں کہ امام صاحب ڈھائی سال تک مدت رضاعت کے قائل ہیں، (۱) تو اگر جمیلہ کی بچی ابھی تک دودھ پیتی تھی اور اس کا دودھ اس کی کمزوری، یا بیماری کی وجہ سے دو برس میں چھڑایا نہیں گیا تھا تو احتیاطاً ثبوت رضاعت کا حکم دیا جائے گا اور اس بچی کا نکاح ہندہ کے کسی لڑکے سے جائز نہ ہوگا اور اگر دو برس میں دودھ چھڑا دیا گیا اور پھر اتفاقاً ہندہ نے اسے دودھ پلا دیا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۵/۱۷۲)

صرف چھاتی منہ میں لینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: اگر محض چھاتی سے بچہ کا منہ کسی طرح پر لگایا گیا ہو، ارادۃً یا سہواً، خواہ کسی طور پر ہو، جس کا اثر بھی مطلق نہ ہوا ہو، دودھ پلانا مان لیا جاوے گا، اگر شرعاً عقد ممنوع ہو، یا بصورت ادائے کفارہ وغیرہ جائز ہوسکتا ہو تو کس طرح پر ادا کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر دودھ منہ میں دینے والی یقین کے ساتھ کہتی ہو کہ بچہ نے بالکل دودھ نہیں پیا اور ایک قطرہ دودھ بھی اس نے نہیں پیا تو محض چھاتی منہ میں لینے سے حکم رضاعت ثابت نہیں ہوتا۔

فی الدر المختار: (ويثبت به) ... (وإن قل) إن علم وصوله بجوفه من فمه أو أنفه لا غير، فلو التقم الحلمة ولم لويدر أ دخل اللبن فى حلقه أم لا، لم يحرم؛ لأن فى المانع شكاً، ولوالجية.

فی ردالمحتار: وفى الفتح: لو أدخلت الحلمة فى فىّ الصبى وشكت فى الإرتضاع لاتثبت الحرمة بالشک. (ص:٦٦٤)(۲)

۱۲/رمضان ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ، ص:۹۳) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۳۷)

---

(۱) هو حولان ونصف عنده. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع:۳/۲۰۹، سعيد)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، باب الرضاع:۳/۲۱۲، دار الفكر بيروت، انيس

بچی نے صرف منہ لگایا تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی:

سوال: ہندہ لیٹی ہوئی تھی، احمدی دختر ہندہ اپنی ماں ہندہ کا دودھ پی رہی تھی، احمدی نے تو اپنی چھاتی کو چھوڑا اور ہندہ کسی عورت سے منہ موڑ کر بات کرنے لگی کہ اچانک بے خبری میں حمیدہ نے جو ہندہ کی ہمشیرہ کی بیٹی ہے، ہندہ کی چھاتی منہ میں لے لی، ہندہ نے اسی وقت فوراً اپنی چھاتی حمیدہ کے منہ سے نکال لی اور حمیدہ کا منہ کھولا تو کچھ دودھ نظر نہیں آیا اور احتیاطاً حمیدہ کے ہونٹوں کو کپڑے سے پونچھ دیا۔ کیا اتنی سے بات پر رشتہ رضاعت ثابت ہوگیا اور کیا نکاح زید پسر ہندہ کا حمیدہ سے حرام و ناجائز ہے؟

الجواب

اگر گمان غالب ہندہ کا یہ ہے کہ حمیدہ کے منہ میں کچھ دودھ نہیں گیا تو حرمت رضاعت اس صورت میں ثابت نہیں اور نکاح زید پسر ہندہ کا حمیدہ سے درست ہے اور اگر بظن غالب حمیدہ کے حلق میں کوئی قطرہ دودھ کا گیا ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور زید پسر ہندہ کا نکاح حمیدہ سے درست نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ محض شک سے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور گمان غالب اور دودھ پینے کا ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور حرمت رضاعت ایک قطرہ دودھ کا رضیع کے حلق میں جانے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَيَثْبُتُ بِهِ) وَلَوْ بَيْنَ الْحَرْبِيِّينَ، بَزَّازِيَّةٌ (وَإِنْ قَلَّ) إنْ عُلِمَ وُصُولُهُ لِجَوْفِهِ مِنْ فَمِهِ أَوْ أَنْفِهِ لَا غَيْرُ، فَلَوْ الْتَقَمَ الْحَلَمَةَ وَلَمْ يُدْرَ أَدَخَلَ اللَّبَنُ فِي حَلْقِهِ أَمْ لَا، لَمْ يَحْرُمْ، لِأَنَّ فِي الْمَانِعِ شَكًّا، وَلْوَالِجِيَّةٌ. (۱)

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ اگر رضیع کے حلق میں دودھ جانے میں شک ہوا اور دودھ حلق میں جانا معلوم نہ ہو، تو حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اگر قرائن سے یہ معلوم ہو اور گمان غالب ہو کہ کوئی قطرہ پیٹ میں حمیدہ کے گیا ہے تو حمیدہ دختر رضاعی ہندہ کی ہوگئی اور نکاح زید کا اس سے درست نہیں ہے اور قرائن میں سے یہ بھی ہے کہ جب ہندہ کی دختر ہندہ کا دودھ پی رہی تھی اور اسی وقت اس کے علاحدہ ہوتے ہی حمیدہ نے ہندہ کی چھاتی منھ میں لی تو ظاہر حال اس پر دال ہے کہ حمیدہ کے حلق میں دودھ گیا ہے اور ایسے قرائن کا فقہاء نے اعتبار کیا ہے۔ (کما نقله الشامي عن الطحطاوي)(۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۳۹۴-۳۹۵)

صرف پستان منہ میں دیا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی:

سوال: ہندہ کا دودھ خشک ہو چکا تھا؛ یعنی اس کی لڑکی دو سال گیارہ ماہ کی ہو چکی تھی، تب اس نے اپنے حقیقی

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۶-۵۵۷. ظفير

(۲) (قوله: إن لم تظهر علامة) لم أر من فسرها ويمكن أن تمثل بتردد المرأة ذات اللبن على المحل الذي فيه الصبية أو كونها ساكنته فيه فإنه إمارة قوية على الارضاع ط. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷)

بھائی شش ماہ کے منہ میں چھاتی دے دی اور اس وقت ہندہ حاملہ بھی تھی، ایسی صورت میں اگر ہندہ اپنے لڑکے کا نکاح اپنے بھائی مذکور کی لڑکی سے کرے تو جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر واقعی دودھ خشک ہو چکا تھا اور لڑکے کے حلق میں کچھ بھی فرو نہ ہوا تو رضاعت نہیں ہوئی اور شادی ایک کے لڑکے کی دوسرے کی لڑکی سے ہوسکتی ہے، جائز ہوگی، کتب فقہ حنفی میں ایسا ہی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۴۶/۹/۲۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۹/۴)

صرف چھاتی منہ میں لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی:

سوال: ہندہ لیٹی ہوئی تھی اور احمد بی (ہندہ کی دختر) ہندہ کا دودھ پی رہی تھی، احمد بی نے دودھ چھوڑا، اتنے میں ہندہ منہ موڑ کر کسی عورت سے باتیں کرنے لگی کہ اچانک حمیدہ نے (جو ہندہ کا منہ کھولا اور دیکھا تو کچھ دودھ نظر نہ آیا اور ہونٹوں کو کپڑے سے پونچھ دیا۔ کیا ایسی حالت میں رضاعت ثابت ہوگئی اور حمیدہ کا نکاح پسر ہندہ سے جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

محض چھاتی منہ میں لے لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، جب تک کہ دودھ حلق سے اُترنے کا یقین، یا گمان غالب نہ ہو جائے۔

فلو إلتقم الحلمة ولم یدرأ دخل اللبن فی حلقه أم لا، لم یحرم. (الدر المختار)(۲) (کفایت المفتی: ۱۶۱/۵)

محض پستان بچے کے منہ میں ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت جو شادی شدہ ہے، اس کو آخری بچہ کی ولادت ۱۹۷۰ء میں ہوئی، اس وقت اس عورت کی عمر ۳۹ رسال تھی، اس کے بعد ۱۹۸۳ء میں اس نے اپنے شوہر کے پوتے کو مدتِ رضاعت میں ڈیڑھ سال دودھ پلانے کے لیے اپنے پستان سے اس کو بار بار لگایا، اب وہ مرضعہ ۲۰۰۷ء میں ایسا کہتی ہے کہ ''میں نے اس بچہ کو اپنا پستان منہ میں دیا کرتی تھی؛ مگر اس وقت میرا دودھ خشک اور بند ہو چکا تھا؛ اس لیے بچہ اگرچہ میرا پستان منہ میں لیا کرتا تھا؛ مگر میرا دودھ بند اور خشک ہو جانے کی وجہ سے اس نے پیا نہیں ہے''۔ مذکورہ صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی، یا نہیں؟ اور یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں شمار ہوگی، یا نہیں؟

---

(۱) لو أدخلت الحلمة فی فی الصبی وشکت فی الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشک. (ردالمحتار: ۴۰۵/۲)

(۲) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۲۱۲/۳، سعید

نوٹ: مذکورہ بچہ کا رشتہ نکاح اس کے نسبی چچا کی لڑکی سے کرنے کی گفتگو جاری ہے، لہٰذا اُمید ہے کہ زحمت فرما کر حوالہ کتب کے ساتھ جلد از جلد جواب ارسال فرمائیں گے۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

کسی دودھ پیتے بچے کے منہ میں کسی عورت کا اپنا پستان ڈال دینا حرمتِ رضاعت کو ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؛ بلکہ یہ تحقیق ضروری ہے کہ بچے کے پیٹ میں اس عورت کا دودھ داخل ہوا ہے، یا نہیں؟ اور مسئولہ صورت میں چوں کہ خود عورت اس بات کی مدعی ہے کہ جب میں بچے کے منہ میں اپنا پستان ڈالتی تھی، اس وقت میرا دودھ بند ہو چکا تھا اور بظاہر اس کے دعوی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے یہاں آخری بچہ کی ولادت اس واقعہ سے تیرہ سال پہلے ہوئی ہے؛ اس لیے اس عورت کے دعوی کو قبول کیا جائے گا اور یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں شمار نہیں ہوگی اور اس بچے کا اپنی نسبی چچا کی لڑکی سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

امرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذٰلک بينهم، ثم تقول: لم يكن في ثديي لبن حين ألقمتها ثديي، ولم يعلم ذٰلک إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية. (شامی: ۴۰۱/۴، زکریا، کذا فی البحر الرائق: ۲۲۲/۳، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲/۲/۱۴۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۶۷/۸-۲۶۸)

حرمت رضاعت، صرف دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جس روز پیدا ہوا، ہندہ نے اسی روز گود میں لے کر اپنی چھاتی منہ میں دے دی اور ہندہ اس روز شیر دار نہ تھی؛ بلکہ اس کو وضع (حمل) کئے ہوئے چار برس گزرے تھے اور یہ ہی بیان ہندہ کا ہے اور یہی بیان دوسری دو مرضعہ اور ہیں، وہ بھی بیان کرتی ہیں اور بعد گزرنے عرصہ دس سال ہندہ کی لڑکی پیدا ہوئی، اس کے ساتھ اس نے سعیدہ کو دودھ پلایا، پس اب سعیدہ اور زید میں اخوت رضاعی ثابت ہوئی، یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

حرمت رضاعت شیر لینے سے ثابت ہوتی ہے، فقط پستان منہ میں لینے سے ثابت نہیں ہوتی۔ پس جس صورت میں کہ ہندہ کے دودھ نہیں تو زید کی حرمت رضاعیہ ثابت نہیں ہوگی اور نکاح زید کا سعیدہ سے شرعاً جائز ہووے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص: ۱۱۱-۱۱۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۸۹)

بچی کے منہ میں چھاتی دی؛ مگر دودھ نہیں نکلا، کیا حکم ہے:

سوال: زید کی ماں نے زید کی چچا زاد بہن کے منہ میں اپنی چھاتی دی؛ مگر اس میں دودھ نہیں نکلا تو زید اور زینب

کی شادی آپس میں ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۵۱۴، محمد عبدالسلام صاحب (الہ آباد) ۱۱/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱/جون ۱۹۳۷ء)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اگر یہ بات یقینی ہے کہ دودھ نہیں نکلا اور زینب نے زید کی ماں کا دودھ نہیں پیا تو ان دونوں کا باہم نکاح جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۵/۱۶۹)

پستان بچی کے منہ میں دیا؛ لیکن دودھ نہیں نکلا، کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا؛ لیکن کوشش کے باوجود دودھ نہیں نکلا اور وہی عورت اپنے لڑکے کے لیے اس لڑکی سے رشتہ چاہتی ہے، عمر کہتا ہے کہ رشتہ ہوجائے گا اور بکر کہتا ہے کہ اس صورت میں رشتہ نہیں ہوگا، لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ مسئلہ کا حل فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسئولہ صورت میں اگر بچہ کے پیٹ میں واقعۃً دودھ نہیں پہنچا تو اس عورت کے لیے اپنے لڑکے سے اُس لڑکی کا نکاح کر لینا درست ہے؛ کیوں کہ دونوں کے درمیان رضاعت کا تعلق قائم نہیں ہوا۔

وفي القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذٰلک بينهم ثم تقول: لم يكن في ثديها لبن حين ألقمتها ثدى، ولم يعلم ذٰلک إلا من جهتها، جاز لابنها أن يتزوج بهٰذه الصبية. (شامي: ۲/۴۰۲، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۱۱/۱۴۲۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۲۷۴-۲۷۵)

صرف چھاتی سے لگانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی والدہ کا انتقال مدت رضاعت میں ہوگیا تھا، زینب نے اپنی چھاتی زید کے منہ میں دی؛ لیکن دودھ بالکل نہ اُترا، اس صورت میں زید کا نکاح زینب کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اگر یہ یقین ہے کہ زینب کے دودھ نہیں اُترا اور زید کے حلق میں کوئی قطرہ نہیں گیا تو زید کا نکاح زینب کی دختر سے درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۲۸)

---

(۱) لو أدخلت الحلمة في الصبي وشكت في الإرضاع لا تثبت الحرمة بالشک. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۳/۲۱۲، سعيد)

(۲) وفي القنية: إمرأة كانت تعطي ثديها صبية وإشتهر ذلک بينهم ثم تقول لم يكن في ثدى لبن حين القمتها ولم يعلم ذلک إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوجها بهٰذه الصبية (الدر المختار، باب الرضاع: ۲/۵۶ ۰، ظفير)

صرف سینہ منہ میں لینے سے حرمت رضاعت:

سوال: زبیدہ خاتون کولڑکی پیدا ہوئی، تین دن کے بعدلڑکی وماں کونہلا دھلا کرلڑکی کو ماں دودھ پلانے لگی؛ لیکن نظر بد یا بدھوا کی وجہ سے ماں کا دودھ پیلا معلوم ہوتا تھا اور معصوم بچی پینے سے انکار کرتی رہی اور روتی رہی اس بلاء ناگہانی کو دیکھ کر ماں کی گود سے زبیدہ خاتون کی بہن بی بی بتولن نے دودھ پلانے کے لیے بچی کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا؛ مگر بچی بدستور ماں کی گود جیسی روتی رہی، قریب دوتین مرتبہ بچی کو سینہ سے لگایا؛ مگر دودھ پیا نہیں، بی بی بتولن کہتی ہے کہ مجھے کوئی احساس نہیں ہے، اب ایسی حالت میں بی بی بتولن کےلڑکے کی بی بی زبیدہ کی اس لڑکی سے، یا اس کی دوسری لڑکی سے نسبت ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں رضاعت ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا بی بی بتولن کےلڑکے سے زبیدہ کی اس لڑکی کا نکاح اسی طرح اس کی دوسری لڑکیوں کا نکاح جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

التقم الحلمة ولم يدر أ دخل اللبن فی حلقه أم لا، لم يحرم. (۵۵۶/۲) (الدرالمختار علی هامش رد المحتار کتاب الرضاع: ۴۰۵/۲، طبع بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۲۷/۶/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۳/۴-۲۰۴)

ایک لڑکی نے منہ میں چھاتی لے لی؛ مگر دودھ جانے کا یقین نہیں ہے، کیا حکم ہے:

سوال: مسماۃ زینب نے مسماۃ عظیمہ کی دختر کوسہوا اپنی چھاتی منہ میں دے دی، قریب ایک منٹ کئے منہ میں رہی؛ مگر دودھ نہیں اُترا، لڑکی روتی رہی، چھاتی اچھی طرح نہیں دبائی، جس وقت زینب نے دیکھا کہ میری لڑکی نہیں ہے، اسی وقت چھاتی چھوڑا لی، جب تک زینب کا بچہ ایک سال سے کم ہوتا ہے، اس وقت تک دودھ زیادہ رہتا ہے، پھر کم ہوجاتا ہے، اس وقت زینب کی لڑکی بعمر پونے دوسال تھی، یہاں تک کہ بعد سال کے زینب کا بچہ چھاتی منہ میں لے کر عرصہ تک دباتا ہے، جب دودھ برآمد ہوتا ہے، بعد چار سال کے زینب کے لڑکا پیدا ہوا، اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے ہوا کیا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

شک سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، پس اگر دودھ پیٹ میں جانا عظیمہ کی دختر کے مشکوک ومشتبہ ہے اور قرائن سے یہ معلوم ہوتا کہ زینب کے پستان میں اتنی دیر میں دودھ نہیں اترا تو وہ لڑکی زینب کی دختر رضاعی نہیں ہوئی اور نکاح زینب کے پسر کا اس لڑکی سے درست ہے۔ (هکذا فی الدرالمختار والشامی) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳۵/۸)

---

(۱) فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن فی حلقه أم لا لم يحرم؛ لأن فی المائع شكا. (الدرالمختار) ==

رضاعت کا مشکوک ہونا:

سوال: اگر کسی عورت نے بچہ کے منہ میں اپنی چھاتی دے دی اور بچہ کا چوسنا اور کھینچنا بھی معلوم ہو گیا؛ مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ حلق سے نیچے اُترا، یا نہیں؟ اور اترا تو شکم سیر ہونے کی مقدار میں تھا، یا کم تو ایسی صورت میں رضاعت کا حکم ثابت ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

ثابت نہیں ہوگا۔ برز جندی مختصر وقایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"یثبت بمصة واحدة ولو قطرة بشرط أن یصل إلی الجوف وإلیه ذهب إبن عمر وإبن عباس من الصحابة،انتهیٰ". (۱)

اور البحر الرائق میں ہے:

"وخرج بالوصول ما لوأدخلت إمرأة حلمة ثدیها فی فم رضیع و لایدریٰ أدخل اللبن فی حلقه أم لایحرم النکاح؛لأن فی المانع شکا،کذا فی الولوالجیة، انتهیٰ". (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۸۱)

شک کی صورت میں حرمت ثابت ہوگی، یا نہیں:

سوال: اگر رضاعت مشکوک ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

اگر رضاعت میں شک ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ (کذا فی الدر المختار) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۴۴۴)

حکم نکاح درصورت شبہ رضاعت:

سوال: ایک لڑکی کا صغرسنی میں بولایت اپنے چچا کے؛ کیوں کہ اس کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے حقیقی ماموں زاد لڑکے سے نکاح کر دیا، نکاح کے وقت بھی خود لڑکے کے والدین؛ یعنی دختر کے ماموں نے یہ کہا کہ اس لڑکی

== وفی القنیة:إمرأة کانت تعطی ثدیها صبیة واشتهرذلک بینهم ثم تقول لم یکن فی ثدی لبن حین ألقمتها ثدی ولم یعلم ذلک إلامن جهتها أجازلإبنها أن یتزوج بهٰذه الصبیة،إلخ.(ردالمحتار،باب الرضاع:۲/۵۵۶_۵۵۷،ظفیر)

(۱) لاَ خِلاَفَ بَیْنَ الْفُقَهَاءِ فِی أَنَّ خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَصَاعِدًا یُحَرِّمْنَ،وَاخْتَلَفُوا فِیمَا دُونَهَا، فَذَهَبَ الْجُمْهُورُ (الْحَنَفِیَّةُ وَالْمَالِکِیَّةُ وَأَحْمَدُ فِی رِوَایَةٍ عَنْهُ) وَکَثِیرٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِینَ إِلَی أَنَّ قَلِیل الرَّضَاعِ وَکَثِیرَهُ یُحَرِّمُ وَإِنْ کَانَ مَصَّةً وَاحِدَةً،فَالشَّرْطُ فِی التَّحْرِیمِ أَنْ یَصِل اللَّبَنُ إِلَی جَوْفِ الطِّفْل مَهْمَا کَانَ قَدْرُهُ.(الموسوعة الفقهیة الکویتیة:۲۲/۲۴۴، طبع الوزارة،انیس)

(۲) البحر الرائق:۳/۲۳۸،دارالکتاب الإسلامی بیروت،انیس

(۳) فلوالتقم الحلمة ولم یدر أ دخل اللبن فی حلقه أم لا، لم یحرم.(الدرالمختار)/لوأدخلت الحلمة فیی فی الصبی وشکت فی الإرتضاع لاتثبت الحرمة بالشک.(ردالمحتار،باب الرضاع:۲/۵۵۶_۵۵۷،ظفیر)

نے اپنی ممانی کا دودھ پیا ہے، نکاح میں تعویق کی گئی؛ لیکن پھر مشکوک ہوکر پختہ طریقہ پر یہ کہا کہ اگر لڑکے کی ماں زندہ ہوتی تو تحقیق ہوجاتی، شاہد نہ پیا ہو، خیر نکاح اس کے ایمان پر چھوڑ کر کردیا گیا، ازاں بعد کنبہ کی ایک عورت نے یہ کہا کہ واقعی میں نے بچشم خود لڑکی کو دودھ پیتے ہوئے اپنی ممانی کا دیکھا ہے؛ کیوں کہ لڑکی اور لڑکا دونوں صغرسن تھے، لڑکی کو اس کے چچا نے اس وجہ سے کہ دودھ کا قصہ ہے، رخصت نہیں کیا، لڑکی اب جوان ہے اور لڑکا بھی، لڑکے کا باپ متقاضی ہے کہ رخصت کردو اور اپنے پہلے قول سے منکر ہے کہ دودھ نہیں پیا، جنہوں نے بچشم خود دیکھا تھا، ان عورتوں کا انتقال ہوگیا، سماعی مشکوک کہنے والے موجود ہیں، ایسی صورت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ رخصت لڑکی کو کردیا جاوے، یا نہیں؟ جلد جواب باصواب مرحمت فرما کر مطمئن فرمائیے کہ کیا جاوے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ماموں کا جب اپنے قول پر اصرار نہ رہا، وہ قول تو کالعدم ہوگا۔

فی الخانية: إذا أقر رجل أن إمرأته أخته من الرضاع ولم يصرعلٰى إقراره كان له أن يتزوجها. (كذا فی البحر الرائق: ۲۳۳/۳)(۱)

قلت: إذا كان الحكم فی عدم اصرار الزوج هذا ففی عدم اصرار غير الزوج بالأولٰى.

باقی اس کے بعد جو کنبہ کی ایک عورت نے اپنا مشاہدہ بیان کیا تو صرف اس کا قول تو حجت نہیں۔

فی البحر الرائق: والحاصل أن الرواية قد اختلفت فی أخبار الواحدة قبل النكاح وظاهر المتون أنه لايعمل به وكذا الإخبار برضاع طار فليكن هو المعتمد فی المذهب. (۲۳۳/۲)(۲)

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ زوجین یعنی یہ لڑکا اور لڑکی اس عورت کی تصدیق کرتے ہیں، یا دونوں تکذیب کرتے ہیں، یا لڑکا تکذیب کرتا ہے اور لڑکی تصدیق، یا اس کا عکس، یہ چار صورتیں ہیں۔ صورت اولیٰ میں نکاح مرتفع ہوجائے گا اور صورت ثانیہ میں نکاح رہے گا؛ لیکن اگر زیادہ دل کو اس کا صدق لگتا ہو تو احتیاطاً اس کو چھوڑ دے اور تیسری صورت میں نکاح باقی ہے؛ لیکن عورت مرد سے قسم لے سکتی ہے کہ بخدا مجھے خبر نہیں کہ تو میری رضاعی بہن ہے اور چوتھی صورت میں بھی نکاح مرتفع ہوجائے گا۔ (كذا فی البحر الرائق عن خزانة الفقه: ۲۳۳/۲)(۳)

(۱-۲) كتاب الرضاع: ۲۵۰/۳، دارالكتاب الإسلامی بيروت، انيس

(۳) وَفِی خِزَانَةِ الْفِقْهِ رَجُلٌ تَزَوَّجَ بِامْرَأَةٍ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ أَنَا أَرْضَعْتهمَا فَهِيَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ إنْ صَدَّقَهَا الزَّوْجَانِ أَوْ كَذَّبَاهَا أَوْ كَذَّبَهَا الزَّوْجُ وَصَدَّقَتْهَا الْمَرْأَةُ أَوْ صَدَّقَهَا الزَّوْجُ وَكَذَّبَتْهَا الْمَرْأَةُ أَمَّا إذَا صَدَّقَاهَا ارْتَفَعَ النِّكَاحُ بَيْنَهُمَا وَلَا مَهْرَ إنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَإِنْ كَانَ قَدْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ، وَإِنْ كَذَّبَاهَا لَا يَرْتَفِعُ النِّكَاحُ وَلَكِنْ يُنْظَرُ إنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهَا صَادِقَةٌ يُفَارِقُهَا احْتِيَاطًا، وَإِنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهَا كَاذِبَةٌ يُمْسِكُهَا، وَإِنْ كَذَّبَهَا الزَّوْجُ وَصَدَّقَتْهَا الْمَرْأَةُ بَقِيَ النِّكَاحُ وَلَكِنْ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَسْتَحْلِفَ الزَّوْجَ بِاَللَّهِ مَا تَعْلَمُ أَنِّی أُخْتُك مِنْ الرَّضَاعِ فَإِنْ نَكَلَ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا، وَإِنْ حَلَفَ فَهِيَ امْرَأَتُهُ، وَإِنْ صَدَّقَهَا الزَّوْجُ وَكَذَّبَتْهَا الْمَرْأَةُ يَرْتَفِعُ النِّكَاحُ وَلَكِنْ لَا يُصَدَّقُ الزَّوْجُ فِی حَقِّ الْمَهْرِ إنْ كَانَتْ مَدْخُولًا بِهَا يَلْزَمُهُ مَهْرٌ كَامِلٌ وَإِلَّا فَنِصْفُ مَهْرٍ، آه. (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۲۵۰/۳، دارالكتاب الإسلامی بيروت، انيس)

خلاصہ یہ کہ خود اس عورت کے قول سے تو کچھ ثابت نہ ہوگا، اسی طرح منکوحہ کی تصدیق سے بھی کچھ نہ ہوگا۔ ہاں مرد سے قسم لے سکتی ہے۔ باقی اگر مرد نے تصدیق کرلی، یا مرد کے جی کو لگ گیا تو طلاق دے دینا چاہیے۔ **وھو الاحتیاط فی العمل بقوله یرتفع النکاح.**

۱۱/ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ (تتمہ خامسہ، ص:۱۶۴) (امداد الفتاویٰ جدید:۳۳۹/۲)

دودھ پینے میں شک ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: زید سالی سے نکاح کرنا چاہتا ہے؛ مگر شبہ یہ ہے کہ شاید مرحومہ بیوی (یعنی سالی کی بہن) نے اس کو دودھ پلایا ہو، اس بات کا نہ کوئی گواہ ہے، نہ مدعی، کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ کوئی گواہ نہیں ہے تو محض شبہ وگمان کی بنا پر نکاح حرام نہیں ہوسکتا۔

سراجیہ، صفحہ:۱۵۹ میں ہے:

"أمراة دخلت حلمة ثديها فی فم رضيع ولايدری أ دخل اللبن فی حلقه أم لا، لم يحرم النكاح، لأن فی المائع شكاً".

لیکن جب رضاعت کا شبہ ہے تو منشاء احتیاط یہ ہے کہ نکاح نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۵/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۰۲/۴)

پستان سے پانی منہ میں جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: بکر کی ماں نے زید کو جب وہ ایک سال کا تھا، اپنا پستان زید کے منہ میں دیا، جب زید نے پستان چوسا تو بکر کی ماں کے پستان میں جلن معلوم ہوئی، اس نے زید کو علاحدہ کر کے پستان کو دبایا تو اندر سے پانی نکلا، اس پانی کا زید کے حلق میں جانے نہ جانے کا بکر کی ماں کو کچھ علم نہیں ہے، اس صورت میں بکر کی ماں زید کی رضاعی ماں ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ زید کی لڑکی کا نکاح بکر سے جائز ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

باب الرضاع درمختار میں ہے: **هو مص من ثدی آدمية ولوبكراً أو ميتة أو آيسة.** (۱)

اور عالمگیریہ میں ہے:

دخل فی فم الصبی من الثدی مائع لونه أصفر تثبت حرمة الرضاع؛ لأنه لبن تغير لونه. (۲)

(۱) الدرالمختار، کتاب الرضاع: ۵۵۶/۱، ظفیر

(۲) الفتاویٰ الهندية مصری، کتاب الرضاع: ۳۲۲/۱، ظفیر

اور شامی میں ہے:

وفي القنية: إمرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن في ثدى لبن حين ألقمتها ثديي ولم يعلم ذلك إلا من جهتها جاز لإبنها أن يتزوج بهٰذه الصبية. (۱)

وفي الفتح: لو أدخلت الحلمة في في الصبي وشكت في الإرتضاع لاتثبت الحرمة بالشك. (۲)

روایت قنیہ اور فتح القدیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت یہ کہے کہ میری پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا اور بچہ کے حلق میں دودھ کا جانا محقق نہ ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس صورت میں زید کی دختر کا نکاح بکر سے درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۰/۸-۴۴۱)

بہن کے لڑکے کے منہ میں چھاتی دے دی تو کیا حکم ہے:

سوال: دو بہن حقیقی ایک مکان میں سورہی تھی، ایک بہن کسی ضرورت سے گئی اور اپنے لڑکے کو اپنی بہن کے پاس لٹا گئی، وہ سورہی تھی، لڑکا بھی سورہا تھا، یہ لڑکا خود، یا اس نے اپنا لڑکا سمجھ کر اپنا دودھ اس کے منہ میں دے دیا، یہ بھی تحقیق نہیں ہوا کہ کتنا دودھ اس کے منہ میں پہنچا، اس کی ماں نے آکر اپنی بہن کے پاس سے اٹھالیا، جس نے لڑکے کے منہ میں دے دیا تھا، اس کی لڑکی سے اس لڑکے کا نکاح ہوگیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور کوئی گواہ دودھ پلانے کا نہیں ہے تو نکاح ان کا قائم ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا ہونا چاہیے؟

الجواب ——————————

اس صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کے ثبوت کے لیے دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت شرط ہے، صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ کنز میں ہے:

ولايثبت الرضاع بما يثبت به المال. (۳)

اور اس پر البحر الرائق میں لکھا ہے:

وهو شهادة رجلين عدلين أو رجل وإمرأتين فلايثبت بشهود امرأة واحدة. (۴)

لہٰذا نکاح زوجین کا بدستور قائم اور صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱۰/۷)

رات میں بچہ نے پستان میں منہ میں لے لیا:

سوال: ہندہ سوئی ہوئی تھی، اس کے برابر ہندہ کا دیور کے بیٹا، جس کی عمر دو سال سے کم تھی، سورہا تھا، جب یہ لڑکا

(۱،۲) ردالمحتار المعروف بالشامي: ۵۵٦/۲، باب الرضاع، ظفير

(۳) كنز الدقائق على هامش البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۲٤٩/۳، ظفير

(۴) البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۲٤٩/۳، ظفير

بیدار ہوا تو اس نے ہندہ کی پستان منہ میں لے لیا؛ مگر یہ معلوم نہیں کی پستان کتنی دیر منہ میں رہا، جب ہندہ بیدار ہوئی تو پستان بچہ کے منہ سے نکال لیا، یہ بھی معلوم نہیں کہ بچہ نے دودھ پیا، یا نہیں؟ اس صورت میں رضاعت ثابت ہوئی، یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ صورت شک کی ہے اور حالت شک میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی؛ مگر بطریق تنزہ اور احتیاط کے حرمت رضاعت ثابت ہے۔ اب دونوں قولوں میں سے کس قول میں احتیاط اور تنزہ ہے؟

الجواب

اس صورت میں زید کا قول صحیح ہے، شک سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

درمختار میں ہے:

فلو ألتقم الحملة ولم يدرأ دخل اللبن فی حلقه أم لا لم يحرم؛ لأن فی المانع شكاً، ولوالجية. (۱)

وفی الفتح: لو أدخلت الحملة فی فیّ الصبی، وشكت فی الإرتضاع، لایثبت الحرمة بالشک. (الدر المختار) (۲)

وفيه أيضاً: حجته حجة المال وهی شهادة عدلين أوعدل وعدلتين. (۳)

اور احتیاط اور تنزہ بے شک یہ ہے کہ اس بچہ کا نکاح اس عورت کی اولاد سے نہ کیا جاوے، اگر کیا جاوے گا تو فتویٰ جواز کا ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۳۵-۴۳۶)

نکاح سے پہلے رضاعت میں شک آجائے تو نکاح نہ کرنا احتیاط کا متقاضی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اقرار کرتی ہے کہ اس نے اپنی سوکن کی لڑکی کو دودھ پلایا ہے۔ اس عورت کا خاوند جو اس لڑکی کا باپ ہے، وہ بھی اقرار کرتا ہے؛ لیکن اس لڑکی کی حقیقی ماں دودھ پینے کو انکار کرتی ہے۔ پس اس لڑکی سے دودھ پہلانے والی عورت کے حقیقی بھائی کا نکاح کرنا جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

ھو المصوب: شرح وقایہ میں لکھا ہے:

حجته رجلان أورجل وأمرأتان. (۴)

یعنی دودھ پینے کا دعویٰ کریں تو اس کی دلیل؛ یعنی گواہی دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں؛ اس لیے مذکورہ لڑکی کے

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۶، ظفير

(۲) رد المحتار ۲/۵۵۶، ظفير

(۳) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۶۸، ظفير

(۴) شرح الوقاية مع عمدة الرعاية: ۳/۲۱۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

باپ اوراس کی سوتیلی ماں کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس لڑکی نے اپنی سوتیلی ماں کا دودھ پیا ہے۔اس سے اس کا دودھ پینا ثابت نہیں ہوتا؛ لیکن نکاح سے پہلے رضاعت میں شک آجائے تو حرام سے بچنے کے لیے نکاح نہ کرنا احتیاط کا متقاضی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے جب یہ کہا کہ میں خاوند سے فرمایا کہ تم اپنی عورت کو چھوڑ دو، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نکاح کے ایسا فرمایا ہے تو نکاح سے قبل تو ترک کرنا بطریق اولیٰ ہوگا۔حدیث شریف یہ ہے:

عن عقبة إبن الحارث قال تزوجت إمرأة فجاء تنا إمرأة سوداء فقالت إنی قد أرضعتكما فأتيت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقلت:تزوجت فلانة بنت فلان فجائتنا إمرأة سوداء فقالت لی إنی قد أرضعتكما وهی كاذبة.قال فأعرض قال فأتيته من قبل وجه فقلت أنها كاذبة قال: و كيف بها وقد زعمت أنها قد أرضعتكما دعها عنی.(۱)فقط واللہ أعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۹۳،۱۹۴)

چمچہ میں نکال کر دودھ پلایا رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں:

سوال: والدہ مریم نے زید کو اپنی پستان سے لگالیا؛ مگر زید نے پستان سے دودھ نہیں پیا؛ مگر جب مریم کی والدہ نے علاحدہ چمچہ میں نکال کر پلایا تو پی لیا،ایسی صورت میں کیا زید مریم سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ زید نے مریم کی والدہ کا دودھ پیا،خواہ پستان سے، یا چمچہ سے نکال کر زید کے حلق میں ڈالا گیا تو زید والدہ مریم کا بیٹا رضاعی اور مریم کا بھائی رضاعی ہوگیا، پس بموجب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "**يحرم من الرضاع مايحرم من النسب**". (۲) زید اور مریم کا باہم نکاح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالی:﴿وأخواتكم من الرضاعة﴾(۳)

وفی الدرالمختار:وألحق بالمص الوجور والسعوط.(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۴۲۳-۴۲۴)

بذریعہ چمچہ دودھ پلانے سے حرمت رضاعت:

سوال: زید کی والدہ کی طبیعت خراب تھی، دوسری عورت ہندہ نے زید کو اپنی پستان سے لگایا، زید کی عمر ایک سال

---

(۱) أخرجه البخاری فی باب شهادة المرضعة من كتاب النكاح عن عقبة بن الحارث برقم: ۱٤۱٦،(فتح الباری:۵٦/۹،والترمذی برقم: ۱۱۵۱،باب ماجاء فی شهادة المرأة الواحدة فی للرضاع واللفظ للبخاری،انیس

(۲) الدرالمختار علی هامش رد المحتار،باب الرضاع : ۵۵۷/۲،ظفیر/والحديث رواه الترمذی فی الجامع،رقم الحديث:۱٤٤٦،انیس

(۳) سورة النسا: ۲٤،ظفیر

(۴) رد المحتار: ۳۹۲/٤،انیس

ہے؛ لیکن زید نے پستان سے دودھ نہیں پیا تو ہندہ نے دودھ چمچہ میں نکال کر پلایا اور زید نے پی لیا تو ایسی صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت میں دودھ کا حلق میں جانا شرط ہے، خواہ دودھ پستان کے چوسنے سے جائے، یا چمچہ وغیرہ سے پلایا جائے، لہٰذا صورت مسئولہ میں حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور ہندہ زید کی رضاعی ماں ہوگئی، گرچہ زید نے دودھ چمچہ سے پیا۔

(مص ثدی آدمية)... وألحق بالمص الوجور والسعوط فی وقت مخصوص. (الدرالمختار على هامش رد المحتار باب الرضاع: ٤٠٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۱/۴)

بچہ کے منہ میں نلکی، یا چمچہ سے عورت کا دودھ ڈالنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر بچہ، یا مرضعہ کی بیماری، یا فطری طریقہ پر بچہ کے دودھ پینے سے عاجز ہونے کی وجہ سے کسی عورت کا دودھ برتن میں نکال کر، یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ بچہ کے منہ میں ڈالا جائے تو اُس سے اُن دونوں کے درمیان حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی؛ یعنی اگر کئی بچوں کو یہ دودھ پلایا جائے تو کیا سب ایک دوسرے کے رضاعی بہن بھائی ہوکر حرام ہوجائیں گے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر کسی عورت کا دودھ برتن میں نکال کر بچہ کو (شیشی وغیرہ کے ذریعہ) پلایا گیا تو بھی حرمت ثابت ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر عورت کا دودھ نکال کر بچہ کی ناک میں نلکی کے ذریعہ ٹپکایا گیا تو اس سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

عن الشعبی قال: ما كان من رضاع أو سعوط فی السنتين فهو رضاع، وما كان بعد فليس برضاع. (المصنف لابن أبی شيبة، كتاب النكاح، باب من قال لا يحرم من الرضاع إلا ما كان فی الحولين: ٢٩٧/٩، رقم: ١٧٣٤٧، سنن سعيد بن منصور، كتاب الرضاع، باب ما جاء فی ابنة الأخ من الرضاعة: ٢٤١/١، رقم: ٩٧٣)

وتثبت حرمة الرضاع بالسعوط والوجور؛ لأنه مما يتغذى الصبی فالسعوط يصل إلى الدماغ فيتقوى به والوجور يصل إلى الجوف، فيحصل به النشوء. (المحيط البرهانی: ٩٧/٤، الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣٦٨/٤، رقم: ٦٤٤١، زكريا، الفتاوىٰ الهندية: ٣٤٤/١، زكريا، البحر الرائق: ٢٢٩/٣، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۶۴/۸-۲۶۵)

عدم اعتبار رضاعت باستعمال شیر زن در مغز یا گوش یا بینی:

سوال: ایک لڑکا جس کی عمر پورے ڈھائی برس کا ہے، وہ بیمار ہوا اور محلّہ میں سے کسی عورت کا دودھ اس کے ناک کان میں ڈالا گیا، یا مغز میں لگایا گیا تو اس کے استعمال سے شرعاً وہ عورت اس کی رضاعی ماں قرار دی جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار: ولا الاحتقان والأقطار فی أذن وإحليل وجايفة وآمّة. (الدر المختار: ۲۱۹/۳، باب الرضاع، دار الفکر، بیروت)

اس روایت [فقہی] سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں وہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں نہ ہوگی۔(۱)

۵/ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۹۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۶/۲)

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر کی اجازت سے اپنا دودھ اپنے چچازاد بھائی کو بطور دوا ناک میں ڈالنے کو دیا، اس بھائی نے اس دودھ کو خالصاً، یا دوسری ادویات میں شامل کر کے ناک میں سعوط کیا، اس وقت ایک لڑکی حالت رضاعت میں تھی، جو کچھ عرصہ بعد فوت ہوگئی، استعمال دودھ کے کچھ بعد اس عورت کے اولاد ہوئی اور اس کے چچازاد بھائی مذکور کے بھی اولاد ہوئی۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ آیا اس عورت کے لڑکوں کا عقد نکاح اس کے چچازاد بھائی مذکور کی لڑکیوں کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

چوں کہ یہ شخص رضیع نہیں؛ اس لیے حرمت نہ ہوئی۔(۲)

(تتمہ خامسہ، ص: ۱۵۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۶/۲)

سوال: الامداد بابت جمادی الاولیٰ، صفحہ: ۳ میں رضاعت کے متعلق سوال ہے۔ سوال سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بعد مدت رضاعت خود اس کے بھائی نے سعوط کیا ہے تو کیا بعد مدت رضاعت بھی سعوط سے حرمت ثابت ہوگی، جیسا کہ جواب سے معلوم ہوتا ہے، یا کیا؟

---

(۱) ناک میں دودھ ڈالنا موجب حرمت ہے؛ مگر صورت مسئولہ میں دودھ مدت رضاعت کے بعد ڈالا گیا؛ اس لیے حرمت ثابت نہ ہوگی۔ رشید احمد عفی عنہ

(۲) رسالہ الامداد ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ میں جو جواب درج ہے، اس میں یہ غلطی ہوگئی تھی کہ ذہن میں اس شخص کے رضیع ہونے کا خیال رہا، لہٰذا یہاں صحیح جواب درج کیا گیا ہے۔ شبیر علی عفی عنہ

اصل جواب یہ ہے: نہیں؛ لأنهن بنات الأخ لهم رضاعاً، فی الدر المختار، باب الرضاع، والحق بالمص الوجور والسعوط، إلخ. (الدر المختار: ۳۹۲/٤)

کتبہ اشرف علی، ۵/ رجب ۱۳۳۸ھ۔

الجواب

واقعی سوال ہی کے سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی، سائل کی عبارت میں میری نظر سعوط پر رہی اور ذہن میں یہ رہا کہ سعوط میں سائل کو شبہ ہے کہ یہ حکم رضاع میں ہے، یا نہیں؟ بس اس بنا پر جواب دے دیا، اس طرف مطلق التفات نہ ہوا کہ سعوط کرنے والا رضیع ہے۔ اب سوال کا مفہوم معلوم ہوا؛ اس لیے اب رجوع کرتا ہوں اور جواب کی تصحیح اس طرح کرتا ہوں کہ گو سعوط بحکم رضاع ہے؛ مگر اس صورت میں خود رضاع ہی موجب حرمت نہ ہوتا کہ مدت رضاع کے بعد ہے؛ اس لیے نکاح مسئول عنہ جائز ہے۔ فقط

(ترجیح: ۱۱۵/۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۶/۲)

دھوکہ سے دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے:

سوال: ایک عورت بیان کرتی ہے کہ ایک دفعہ میرے بھائی کی لڑکی بے خبری میں میری گود میں آکر میرا دودھ پینے لگی، جب مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے اور میرا لڑکا نہیں ہے تو میں نے اس کو اپنی گود سے نکال دیا۔ کیا اس لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے ہوسکتا ہے شرعاً، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ اس عورت کے بھائی کی دختر نے بحالت شیر خوارگی اس کا دودھ پیا ہے تو وہ لڑکی اس عورت کی دختر رضاعی ہوگئی اور اس کی پسر کی بہن رضاعی ہوگئی اور نکاح ان دونوں کا باہم حرام ہے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رشتہ نسب سے حرام ہے، وہ رضاع سے بھی حرام ہے۔

یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب. (۱)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وأخوتکم من الرضاعة﴾ (۲)

البتہ یہ ضروری ہے کہ ثبوت رضاعت کا بصورت انکار فریق ثانی صرف عورت کے بیان سے نہ ہوگا؛ بلکہ اس کے ثبوت کے لیے شہادت دو رجل عادل یا ایک رجل اور دو عورتوں کی ضروری ہے۔

کما فی الدر المختار: وحجته حجة المال وهی شهادة عدلین أو عدل وعدلتین. (۳)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۲۰/۷)

دس سالہ بیوہ کی چھاتی بچہ نے منہ میں لے لیا اور اس کو پانی آتا ہے کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو مدت رضاع میں ہندہ کے لیے ایک غیر عورت دودھ پلانے والی مقرر کی

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر / جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۴۶، انیس

(۲) سورة النساء: ۲۴، ظفیر

(۳) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۶۸/۲، ظفیر

گئی؛ مگر ہندہ کو اس کی دادی لے کر سوتی ہے، جو دس سال سے بیوہ ہے رات کو جب ہندہ روتی ہے تو دادی اس کے منہ میں چھاتی دے دتی ہے، ہفتہ کے بعد دادی کے چھاتی کو دبا کر دیکھا تو اس میں سے سفید پانی نکلا تو کیا حرمت رضاعت ثابت ہو جاوے گی اور ہندہ کا نکاح اس کی پھوپی کے بیٹے سے جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں جب کہ دودھ کے اترنے اور ہندہ کے حلق میں دودھ کے جانے میں شبہ ہے، لہٰذا حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی اور ہندہ کا نکاح اس کی پھوپی کے پسر سے جائز اور صحیح ہے۔

ردالمحتار المعروف بہ شامی میں ہے قنیہ سے:

إمرأة كانت تعطى ثديها صبية و اشتهر ذالك بينهم ثم تقول لم يكن فى ثدى لبن القمتها ثدى ولم يعلم ذالك إلا من جهتها جاز لإبنها أن يتزوج بهٰذه الصبية.

وفى الفتح: لو أدخلت الحملة فى الصبى وشكت فى الإرتفاع لاتثبت الحرمة بالشك. (رد المحتار: ٤٠٥/٢)(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱۳/۷-۴۱۴)

ساٹھ سالہ ضعیفہ نے بچہ کو چھاتی میں لگایا اور پانی نکلا کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت دو سال اپنے بچہ کو دودھ پلا کر چھوڑ ادیا وہ خود تو کاروبار میں مصروف ہو جاتی اور بچہ کی دادی ضعیفہ ساٹھ سالہ جس کے پندرہ سولہ سال سے بچہ نہیں ہوا، اس بچہ کو روتے وقت بہلانے کی خاطر خالی پستان جن میں سالہ سالی سے دودھ خشک تھا، لڑکے کے منہ میں دے دیا کرتی، اس طرح دو تین ماہ کرتی رہی، تین چار ماہ کے بعد ایک دن اس کو معلوم ہوا کہ میرے پستان سے کوئی چیز خارج ہوتی ہے، دوھ کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ لیس دار پانی نکلتا ہے؛ اس لیے اس نے بچہ کو پلانا بند کر دیا، کیا ایک دو قطرہ لڑکے کے پیٹ میں جانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

عالمگیریہ میں ہے:

دخل فى فم الصبى من الثدى مائع لونه أصفر تثبت حرمة الرضاعة؛ لأنه لبن تغير. (۲)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لبن متغیر بھی ہو جاوے تو حرمت رضاعت اس سے ثابت ہو جاتی ہے۔(۳)

---

(۱) دیکھئے: ردالمحتار، باب الرضاع: ٥٥٦/٢-٥٥٧، ظفیر

(۲) الفتاویٰ الهندية مصرى، كتاب الرضاع: ٣٢٢/٢، ظفير

(۳) صورت مسئولہ میں حرمت ثابت ہونے میں خاکسار کو تردد ہے، اس وجہ سے کہ ساٹھ سالہ عورت جس کو پندرہ سولہ سال سے بچہ ہونا بند ہو گیا ہے، اس کے پستان میں دودھ متغیر کہاں سے آئے گا، یہ تو دراصل پانی ہے، جس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ باکرہ کے سلسلہ میں فقہاء صراحت کرتے ہیں: ==

اور ایک دو قطرہ بھی بچہ کے پیٹ میں جانے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

ویثبت به وإن قل إن علم وصوله بجوفه من فمه أو أنفه. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۰۴-۴۰۵)

بوڑھی عورت نے بچہ کو چھاتی میں لگایا اور اسے پانی آیا تو حرمت ہوگی، یا نہیں:

سوال: ہندہ جدہ حقیقیہ نے اپنے پوتے زید کو مدت شیر خوارگی میں اپنی پستان سے لگایا اور اس سے باوجود آئسہ ہونے کے دو چار قطرہ آب کی مانند آجاتے تھے اور بچہ کو آرام ہو جاتا تھا، اب اس لڑکے زید کا نکاح اس کی جدہ حقیقیہ ہندہ کے فرزند حقیقی کی دختر سے ہو سکتا ہے، یا نہیں، جو کہ اس کے بھائی رضائی کی لڑکی ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح اس دودھ پینے والے لڑکے کا مرضعہ کی دوسری پوتی سے درست نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ پوتا جس نے اپنی دادی کا دودھ پیا، اگرچہ قلیل قطرات اس کے حلق میں جاتے ہوں، بیٹا رضاعی ہو گیا اور وہ دوسرے پسر کی دختر اس بھتیجی رضاعی ہوگئی، و **بحكم من الرضاع ما يحرم من النسب** نکاح اس میں درست نہیں ہے؛ بلکہ حرام ہے اور درمختار میں ہے:

ویثبت به وإن قل إن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه. (۲)

وفیه أیضاً: ولاحل بین الرضیعة وولد مرضعتها ... وولد ولدها ... لأنه ولد الأخ. (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۲۳)

اسی سو سال کی بڑھیا نے اپنا پستان بچے کے منہ میں لگایا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام وفقہائے عظام اس بارے میں کہ ایک عورت کے دس بچے ہیں اور سب میں سے جو آخر کا بچہ ہے، اس کے چھ بچے پیدا ہوئے، ان چھ بچوں میں سے بھی جو آخری لڑکا پیدا ہوا، اس کی ماں فوت ہوگئی اور اس کی بڑھیا دادی نے، یعنی وہ پہلی عورت جس کی یہ سب اولاد ہوئی، اس لڑکے کو اپنی پستانوں پر لگایا، مندرجہ بالا تفصیل اولاد اور نیز مزید معلومات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بڑھیا کی عمر اس وقت تقریباً ۱۰۰/ برس کو پہنچ چکی ہوگی، ورنہ ۸۰/ برس سے کم ہرگز نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ اس کی پستانوں میں کوئی دودھ پیدا ہوا ہو اور نہ ایسا امکان ہی

== بكر لم تتزوج لو نزل لها لبن فأرضعت صبياً صارت أما وتثبت جميع أحكام الرضاع.

آگے مذکور ہے:

وكذا لو نزل للبكر ماء أصفر لايثبت من إرضاعه تحريم، هكذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية مصری، کتاب الرضاع: ۱/۳۲۲، ظفیر مفتاحی)

(۱-۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۶، ظفیر

(۳) الدرالمختار: ۲/۵۶۱، ظفیر

ہے؛ تاہم لوگ اس لڑکے کو رضاعی بچہ تصور کر کے اس بڑھیا کی ساری اولاد سے شادی کرنا شرعاً جائز نہیں سمجھتے، ہم نے جن بعض چھوٹے چھوٹے ملاؤں سے استفسار کیا ہے تو وہ سب نفی میں جواب دیتے ہیں، حالاں کہ ازروئے قانون طبیہ جب یہ عمر دودھ پیدا ہونے سے خارج معلوم ہوتی ہے اور معلومات سے بھی یوں ہی ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پیدا نہ ہوا تھا تو پھر رضاعی بچہ شمار کرنا کیسا؟ للہ مصرح جواب سے آگاہ فرما کر مشکور فرماویں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الدرالمختار: فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن فی حلقه أم لا، لم يحرم؛ لأن فی المانع شكاً، ولوالجية.

فی ردالمحتار: (قوله: فلو التقم، إلخ) تفريع علی التقييد بقوله وإن علم.

وفی القنية: إمرأة كانت تعطی ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی ثديی لبن حين القمتها فی ثدی ولم يعلم ذلك إلا من جهتها جاز لإبنها أن يتزوج بهٰذه الصبية، آه.

وفی الفتح: لو أدخلت الحلمة فی فّی الصبی وشكت فی الإرتضاع لاتثبت الحرمة بالشك. (٦٦٤/٢)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر دودھ اُترنا اور حلق میں جانا اس دودھ پلانے والی کے قول سے، یا دوسری کسی دلیل سے ثابت ہو، تب تو رضاع مع اپنے احکام کے ثابت ہوگا اور جو کوئی ثبوت نہ ہو تو صرف پستان منہ میں دینے سے رضاع ثابت نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ دودھ پینے کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے، دودھ نہ پینے کے لیے ثبوت کی ضرورت نہیں۔

۱۶/ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ (تتمہ خامسہ: ۱۶۷) (امدادالفتاویٰ جدید: ۳۳۷/۲-۳۳۸)

آئسہ عورت پستانوں سے بجائے دودھ اگر سفید پانی نکلے تو اس سے حرمت رضاع ثابت ہوگی:

سوال: ایک عورت ہے کہ اس کی اولاد ۱۹/ یا ۲۰/ برس کی ہے، اس زمانہ میں کوئی اولاد، یا حمل قرار نہیں پکڑا ہے، اس عورت کی لڑکی ایک بچہ تین ماہ، ۱۴/ یوم کا چھوڑ کر قضا کی، بچہ اپنی نانی؛ یعنی اس عورت کی گود میں پرورش پانے لگا، اس کی نانی جب یہ لڑکا روتا تھا تو پستان لڑکے کے منہ سے لگا دیا کرتی تھی، ایک روز پستان دبانے سے سفید پانی مثل دودھ کے دکھائی دیا، کیا یہ سفید پانی دودھ سمجھا جائے گا، یا کیا اور عورت کے بچہ جننے پر کس قدر زمانہ تک دودھ کا حکم ہے، آخر کوئی زمانہ اس کے لیے ہے، یا تمام عمر جب سفیدی ظاہر ہو اور بچہ کوئی گود میں ہو، یا نہ ہو؟ براہ مہربانی جو حکم شرع شریف ہو، تحریر فرمادیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: هو [أی الرضاع] مص من ثدی آدمية ولو بكراً أو ميتة أو آئسةً، آه.

فی ردالمحتار تحت (قوله: ولبن بكر بنت تسع سنين فأكثر محرم وإلا لا) مانصه: أی وإن لم

تبلغ تسع سنين فنزل بها لبن لايحرم (إلیٰ قوله) كما لونزل للبكر ماء أصفر لايثبت من إرضاعه تحريم، كمافی شرح الوهبانية. (۲/۶۷۰)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ سفید پانی دودھ سمجھا جاوے گا۔

۳/ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۲۰۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۷۷-۳۷۸)

بوڑھی عورت کے پستانوں سے اگر سفید پانی نکلے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی:

سوال: ایک عورت جس کی عمر ساٹھ برس کی ہو اور اس کے پستان سے بجائے دودھ خالص پانی نکلتا ہو، اگر کوئی بچہ مدت رضاعت کے اندر پی لے تو رضاعت ثابت ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اس عورت کی چھاتی کے پانی سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی، بشرط یہ کہ بچہ نے دو برس کی عمر کے اندر پیا ہو۔

وهو مص من ثديي آدمية ولوبكراً أوميتة أو آئسة فی وقت مخصوص. (الدرالمختار)(۱) (کفایت المفتی: ۵/۱۶۲)

دودھ کی بجائے پانی نکلنے سے حرمت ثابت نہ ہوگی:

سوال: کیا کسی عورت کے حقیقی دودھ نہ ہو اور پانی جیسا ہو تو اس سے حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے، یا نہ؟

الجواب

فی الدرالمختار، باب الرضاع: ولبن بكربنت تسع سنين فأكثرمحرم وإلا لا. (۲)

فی رد المحتار: (قوله وإلا لا) أی وإن لم تبلغ ستع سنين فنزل لها لبن لايحرم، جوهرة؛ لأنهم نصوا علیٰ أن اللبن لاتتصور إلاممّن تتصورمنه ولادة فيحكم بأنه ليس لبناً كما لونزل للبكر ماء أصفرلايثبت من إرضاعه تحريم، كما فی شرح الوهبانية، آه. (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حرمت مخصوص ہے دودھ کے ساتھ، پس پانی سے حرمت نہ ہوگی۔

۳/جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۷۸)

دودھ سفید پانی کی طرح ہو تو بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

سوال: کسی لڑکی نے اپنی دادی کا دودھ کچھ مدت تک پیا ہو اور دودھ بھی کمی کے ساتھ اُترا ہو اور لڑکی کی عمر اس

---

(۱) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۲، سعید

(۲) الدرالمختار علی ردالمحتار: ۴/۴۱۱، ط: الرياض، انيس

(۳) رد المحتار: ۴/۴۱۱، ط: الرياض، انيس

وقت ڈیڑھ سال سے زائد ہوا اور دودھ کیا؛ بلکہ ایک قسم کا پسینہ سا ہو تو اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا کے لڑکے، یا پھوپھی کے لڑکے کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس لڑکی نے اپنی دادی کا دودھ دو سال کی عمر کے اندر پیا ہے، اس کا نکاح اپنے چچا کے لڑکے، یا پھوپھی کے لڑکے سے ناجائز ہے۔(۱) دودھ کتنا ہی کم اور کسی کیفیت وصورت کا ہو، حکم یہی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۷۲/۵)

بچہ جیسے دودھ پیتا تھا قے کر دیتا تھا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید وعمر بحیثیت بھائی ہونے کے صاحب اولاد ہیں، زید کے لڑکے کو جس کی عمر چار پانچ ماہ کی تھی، بسبب نہ ہونے شیر زوجہ زید کے، اس امر کی کوشش کی گئی کہ اس کی پرورش بکر کی عورت کے دودھ سے کی جائے، جس کے ایک لڑکی ہم عمر زید کے لڑکے کے تھی، زید کے لڑکے نے قدرتا اس طرف ارادہ نہیں کیا؛ بلکہ متنفر رہا، جب کہ زید کے لڑکے کا منہ کا بکر کی زوجہ کے پستان سے لگادیا اور چند قطرہ بارادہ اس کے منہ میں ڈالے گئے، اس لڑکے نے استفراغ کیا اور دودھ ڈال دیا، اسی طرح چند مرتبہ ہوا، جب اس کو زبردستی دودھ پلاتے تھے تو وہ دودھ ڈال دیتا تھا، اب بکر کی دوسری لڑکی پیدا ہوئی ہے، آیا زید کے لڑکے مذکور کا عقد بکر کی اس دوسری لڑکی سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور زید کا لڑکا بکر کی زوجہ کا پسر رضاعی ہوگیا، لہٰذا زوجہ بکر کی کسی دختر سے نکاح زید کے اس پسر کا درست نہیں ہے، جیسا کہ عبارات کتب فقہ ذیل سے مستفاد ہے۔

ويثبت به وإن قل إن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه. (الدر المختار)

وأيضا فيه: هو مص من ثدى آدمية ... والحق بالمص الوجور والسعوط.

وفى ردالمحتار: ثم أجاب بأن المراد بالمص الوصول إلى الجوف من المنفذين ... وفى المصباح: الوجور بفتح الواو والدواء يصب فى الحلق ... والسعوط كرسول دواء يصب فى اللأنف. (۲)

وفى الدرالمختار: ولا حل بين رضعيى إمرأة لكونهما أخوين وإن اختلف الزمن والأب ولا حل بين الرضعية وولد مرضعتها أى اللتى أرضعتها. (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۳۶/۸)

---

(۱) عن عائشة زوج النبى صلى الله عليه وسلم: أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاعة مايحرم من الولادة. (سنن ابى داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة: ۲۸۰/۱، سعيد)

(۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۶/۲، ظفير

(۳) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۶/۲، ظفير

رضاعی دادا اور نانا کی بیوی کیوں حرام ہے اور شرح وقایہ کی عبارت کا کیا مطلب ہے:

سوال: آں جناب کی طرف سے میرا سوال جو دادا رضاعی اور نانا رضاعی کی زوجہ کو رضیع کے لیے نکاح جائز ہونے کے بارے میں تھا، اس کا جواب ملنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جیسا نانا کی زوجہ اور دادا نسبی کی زوجہ سے نکاح حرام ہے، اسی طرح نانا و دادا رضاعی کی زوجہ سے بھی نکاح حرام ہے؛ مگر شرح وقایہ، کتاب الرضاع میں مستثنیٰ کے آخر میں جو یہ عبارت ''وأم عمه وعمته وأم خاله وخالته'' میں ہے، اس مین تین صورتیں نکلنے پر شارح نے اشارہ فرمایا، جیسا کہ اوپر أم أخیه وأخته کی تین تین صورتیں بنتی تھیں، اسی طرح اگر یہاں بھی نکلیں تو ان صورتوں میں سے ایک صورت ایسی نکلتی ہے، جس سے رضاعی دادا، یا نانا کی زوجہ؛ یعنی رضاعی باپ یا ماں کی سوتیلی ماں کو نکاح کرنا جائز ثابت ہوتا ہے، پہلی صورت چچا، یا ماموں نسبی کی رضاعی ماں، دوسری صورت چچا، یا ماموں رضاعی کی ماں رضاعی، خیر ان دونوں کے جواز میں کچھ شبہ نہیں رہا؛ لیکن تیسری صورت میں شبہ ہے، ماں یا باپ رضاعی کی سوتیلی ماں جائز ہونا چاہیے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں آیا ہے:

''یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب''.(۱)

اس سے متعلق حرمت ان عورتوں رضاعی کی ثابت ہوتی ہے، جن کی حرمت نسب سے ثابت ہے اور اس میں دادا رضاعی اور نانا رضاعی کی زوجہ بھی داخل ہے۔

کما فی الدر المختار: (وَزَوْجَةَ أَصْلِهِ وَفَرْعِهِ مُطْلَقًا) وَلَوْ بَعِيدًا دَخَلَ بِهَا أَوْ لَا، وَأَمَّا بِنْتُ زَوْجَةِ أَبِيهِ أَوْ ابْنُهُ فَحَلَالٌ (وَ)حَرُمَ (الْكُلُّ) مِمَّا مَرَّ تَحْرِيمُهُ نَسَبًا، وَمُصَاهَرَةً (رَضَاعًا).(۲)

اور رد المحتار میں ہے:

يَعْنِي يَحْرُمُ مِنْ الرَّضَاعِ أُصُولُهُ وَفُرُوعُهُ وَفُرُوعُ أَبَوَيْهِ وَفُرُوعُهُمْ، وَكَذَا فُرُوعُ أَجْدَادِهِ وَجَدَّاتِهِ الصُّلْبِيُّونَ، وَفُرُوعُ زَوْجَتِهِ وَأُصُولُهَا وَفُرُوعُ زَوْجِهَا وَأُصُولُهُ وَحَلَائِلُ أُصُولِهِ وَفُرُوعِهِ.(۳)

اور مسوی شرح مؤطا میں شاہ ولی اللہ صاحب باتفاق علما تحریر فرماتے ہیں:

کل من عقد النکاح علیٰ إمرأة یحرم المنکوحة علیٰ آباء الناکح وإن علوا وعلیٰ أبنائه وأبناء أولاده من النسب والرضاع جمیعا وإن سفلوا تحریماً مؤیداً بمجرد العقد.

---

(۱) مشکاۃ، باب المحرمات، ص: ۲۷۲، ظفیر

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات، ص: ۳۸۳، ظفیر

(۳) رد المحتار، فصل أیضاً: ۳/۳۸۳، ظفیر

اور عالمگیری میں محرمات صہریہ کے بیان میں لکھا ہے:

والرابعة نساء الآباء و الأجداد من جهة الأب أوالأم وإن علوا فهولاء محرمات على التأبيد نكاحاً ووطئاً، كذا فى الحاوى القدسى. (۱)

اور پھر اسی میں محرمات رضاع کے بیان میں لکھا ہے:

كل من تحرم بالقرابة والصهرية تحرم الرضاع علىٰ ما عرف فى كتاب الرضاع. (۲)

اور کتاب الرضاع میں اگرچہ لکھا ہے:

وتحل أم أخيه وأم عمه وعمته وأم خاله وخالته من الرضاعة، هٰكذا فى شرح الوقاية. (۳)

لیکن تیسری صورت میں مسئولہ کا اس میں ذکر نہیں، پس مقتضیٰ احتیاط اسی میں ہے کہ تمام صورتوں مسئولہ میں بمقابلہ ان عبارات معتبرہ کے اس کے خلاف پر عمل کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۹/۷-۴۰۱)

رضاعی ماں باپ کی سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے:

سوال: رضاعی ماں، یاباپ کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: **وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولوبعيداً دخل بها أولا.** (۴)

اور باب الرضاع میں ہے: **فيحرم منه ما يحرم من النسب.** (۴)

جیسے کہ نانا کی نسبی کی زوجہ اور دادا نسبی کی زوجہ سے نکاح حرام ہے، اسی طرح نانا رضاعی اور دادا رضاعی کی زوجہ سے بھی نکاح حرام ہے اور رضاعی ماں اور رضاعی باپ کی سوتیلی ماں کا یہی مطلب ہے کہ وہ نانا رضاعی کی زوجہ ہے، یا دادا رضاعی کی زوجہ ہے اور یہ صورت ان صورتوں میں سے بھی نہیں ہے، جو کہ مستثنیٰ کی گئی ہے۔

قاعدہ: **فيحرم منه ما يحرم من النسب، كمالايخفى.** فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱۶/۷)

بیوی کی رضاعی، یاسوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کا حکم:

سوال: اپنی بیوی کی سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اسی طرح بیوی کی رضاعی ماں کا کیا حکم ہے، اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، مصرى، باب أقسام المحرمات: ۲۵٦/۲، ظفير

(۲) الفتاویٰ الهندية، مصرى، الباب الثالث فى بيان المحر مات: ۲۵۹/۲، ظفير

(۳) الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۳٤۳/۱، دارالفكر بيروت، انيس

(۴) الدرالمختار على ردالمحتار، فصل فى المحرمات: ۳۸۳/۲، ظفير

(۵) الدرالمختار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفير

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اپنی بیوی کی سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ اسباب حرمت میں سے کوئی سبب موجود نہیں اور بیوی کی رضاعی ماں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اسباب حرمت میں سے ایک سبب رضاعت موجود ہے۔

لما في الدر المختار (۳۸/۳):(و) حرم (الجمع) بين المحارم (نكاحا) أى عقدا صحيحا (وعدة ولو من طلاق بائن و) حرم الجمع (وطأ بملك يمين بين امرأتين أيتهما فرضت ذكرا لم تحل للأخرى)... فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها أو أمة ثم سيدتها لأنه لو فرضت المرأة أو امرأة الابن أو السيدة ذكرا لم يحرم بخلاف عكسه.

وفي الرد تحته: (قوله:لم يحرم) أى التزوج في الصور الثلاث لأن الذكر المفروض في الأولى يصير متزوجا بنت الزوج وهي بنت رجل أجنبي. (نجم الفتاویٰ:۲۲۶،۲۲۵/۴)

رضاعی باپ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مدتِ رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے مرضعہ اور رضیع کا رضاعی ماں اور بیٹا بن کر اِسی طرح دودھ پینے والوں کا آپس میں رضاعی بہن بھائی بن کر حرام ہونا سمجھ میں آتا ہے کہ اُن میں مرضعہ اور رضیع، یا ایک مرضعہ کے دو رضاعی اولاد کی طرح ہو کر حرمت ہے؛ لیکن مرضعہ کے شوہر سے شریعت میں رضیع کی حرمت کیوں ہے؟ جب کہ مرضعہ کی دوسری اولاد جو رضیع کے ساتھ رضاعت میں شریک نہ ہوں کے درمیان حرمت نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جو شوہر عورت کے دودھ اترنے کا سبب بنے، مثلاً اس کے جماع سے اس کی بیوی کے یہاں بچہ کی پیدائش ہوئی ہو تو اگر یہ عورت ایامِ رضاعت میں کسی دوسرے بچے، یا بچی کو دودھ پلادے گی تو اس عورت کا مذکورہ شوہر اس دودھ پینے والے بچے، یا بچی کا رضاعی باپ قرار پائے گا اور اس سے اور اس کے اصول وفروع سے نکاح حلال نہ ہوگا۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: استأذن على أفلح فلم آذن له، فقال: أتحتجين منّي وأنا عمّک؟ فقلت كيف ذٰلک؟ فقال: أرضعتک امرأة أخي بلبن أخي، فقالت: سألت ذٰلک رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: صدق أفلح ائذني له. (صحيح البخاري، الشهادات،باب الشهادة على الأنساب والرضاع المستفيض: ۳۶۰/۱،رقم: ۲۵۷۰)

زوج مرضعةٍ لبنا منه أبٌ للرضيع، وابنه أخ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرىٰ، وبنته أخت وأخوه عم له، وأخته عمة له. (فتح المعين ,كتاب الرضاع: ۹۸/۲، كراچی، بحوالہ:تعلیقاتِ فتاویٰ محمودیہ:۳۴۸/۱۱،ڈابھیل)

والتحريم بالرضاع كما يثبت من جانب المرأة يثبت من جانب الرجل، وهو الزوج الذى نزل لبنها بوطءه وتسميه الفقهاء لبن الفحل، وبيانه أن المرأة إذا أرضعت بلبن حدث من حمل رجل فذٰلك الرجل أب الرضيع، لا يحل لذٰلك الرجل نكاحها إن كانت أنثى. (المحيط البرهانی: ٩٤/٤، الفتاوىٰ التارتاخانية: ٣٦٢/٤ ،رقم: ٦٤٢٤،زكريا، الفتاوىٰ الهندية: ٣٤٣/١، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۶۱/۸-۲۶۲)

رضاعی باپ کی موطوءہ حرام ہے، یا حلال:

سوال: موطوءۂ اب رضاعی حلال است، یا حرام؟ فتویٰ علماء احناف چہ طور است؟ (۱)

الجواب

قال فی رد المحتار: (قوله: ما يحرم من النسب) معناه أن الحرمة بسبب الرضاع معتبرة كما بحرمة النسب فيشمل زوجة الإبن والأب من الرضاع؛ لأنها حرام بسبب النسب وكذا بسبب الرضاع وهوقول أكثرأهل العلم كذا فى المبسوط،بحر. (٢)

وفى الهداية: وإمرأة إبنه من الرضاع لايجوز أن يتزوجها كما لا يجوز ذلك من النسب لما روينا، وذكرالأصلاب فى النص لإسقاط اعتبارالمتبنىٰ علىٰ ما بنياه،إلخ. (٣) وهٰكذا فى أكثرالكتب.

پس معلوم شد کہ موطوءۂ اب رضاعی نکاح بادحرام است وکتب فقہیہ معتبرہ بر حرمتش شاہد اند وہرگاہ قول اکثر فقہاء ہمین است ومقتضائے نص قطعی ﴿ولاتنكحوا ما نكح اٰبائكم﴾. (۴)

(رضاعی باپ کی موطوءہ سے نکاح حرام ہے۔ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۱۹/۷-۴۲۰)

رضاعی باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا:

سوال: ایک لڑکے نے کسی شخص کی بیوی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا تھا، اب وہ بالغ ہو چکا ہے اور اس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا یہ لڑکا اس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ شخص اس لڑکے کا رضاعی باپ ہے تو جس طرح اپنے نسبی باپ کی موطوءہ سے نکاح کرنا جائز نہیں تو اسی طرح رضاعی باپ کی موطوءہ سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

---

(۱) رضاعی باپ کی موطوءہ سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ ظفیر

(۲) رد المحتار، باب الرضاع: ٥٥٧/٢، ظفير

(۳) الهداية، كتاب الرضاع: ٣٣٠/٢، ظفير

(۴) سورة النساء: ٢٣، ظفیر / تو معلوم ہوا کہ رضاعی باپ کے موطوءہ سے ایسے ہی نکاح حرام ہے، جیسا کہ نسبی باپ کے موطوءہ سے نکاح حرام ہے؛ کیوں کہ اللہ کا ارشاد ہے، ''ان عورتوں سے نکاح نہ کرو، جس سے تمہارے آباء نے نکاح کیا ہے۔ انیس

قال ابن عابدين: (تحت قوله ما يحرم من النسب) معناه أن الحرمة بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب فشمل زوجة الابن والإب من الرضاع لأنها حرام بسبب النسب فكذا بسبب الرضاع وهو قول أكثر أهل العلم كذا فى المبسوط، بحر. (ردالمحتار: ۵۵۷/۲، باب الرضاع)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۴۰۳/۴)

رضاعی باپ اور رضاعی بیٹے کی بیوی کے متعلق ابن الہمام کا قول:

سوال: حلیلہ اب وابن رضاعی کو فقہاء حرام تحریر فرماتے ہیں، جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے اور صاحب فتح القدیر اس کے خلاف تحریر فرماتے ہیں، چناں چہ فتح القدیر میں ہے:

''ومقتضى الحديث أن ماكانت أما من الرضاعة أوبنتا أوأختا أوبنت أخ إلخ تحرم فإثبات كل حليلة من الأب والإبن من الرضاعة قول بلادليل بل الدليل يفيد حلها وهو قيد الأصلاب فى الآية''. (۲)

الجواب

(قوله: ما يحرم من النسب) معناه أن الحرمة بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب فشمل زوجة الإبن والأب من الرضاع؛ لأنها حرام بسبب فكذا بسبب الرضاع وهوقول أكثرأهل العلم كذا فى المبسوط، بحر، وقد استشكل فى الفتح الاستدلال علىٰ تحريمها بالحديث؛ لأن حرمها بسبب الصهر به لا النسب. (شامی)(۳)

اس عبارت، نیز تمام کتب فقہ کی عبارات سے حرمت حلیلہ (بیوی) اب وابن رضاعی کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور مقتضائے نص قرآنی ﴿ولاتنكحوا مانكح آباوكم﴾ (الآية) بھی یہی ہے، باقی امام ابن الہمام کا استدلال بالحدیث میں استشکال فرمانا از قبیل ابحاث محققین ہے، جو بعض دلائل میں وہ فرماتے ہیں، اس سے اصل مسئلہ کا ابطال لازم نہیں آتا، علاوہ بریں جب کہ قول اکثر اہل علم کا یہی ہے اور فقہاء نے عموماً محرمات نسبیہ وصہریہ کو رضاعاً حرام فرمایا ہے تو اس صورت میں احوط وارجح باب حرمت میں قول اکثر فقہاء ہے۔

قال فى الدرالمختار: (و)حرم (الكل) مما مرتحريمه نسباً ومصاهرةً و (رضاعاً) إلا ما استثنىٰ فى بابه. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ۴۴۶/۸-۴۴۷)

---

(۱) قال المرغيناني: وامرأة أبيه وامرأة ابنه من الرضاع لايجوز أن يتزوجها كما لايجوز ذٰلک من النسب. (الهداية: ۳۱۰/۲، كتاب الرضاع)/ومثلهٗ فى البحرالرائق: ۲۲۲/۳، كتاب الرضاع

(۲) فتح القدير، كتاب الرضاع: ۴۴۷/۳، دارالفكربيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفير

(۴) الدرالمختار، فصل فى المحرمات: ۳۱/۳، دارالفكربيروت، انيس

رضاعی باپ اور بیٹے کی بیوی حرام ہے:

خیر المدارس ملتان سے ایسی تحریر موصول ہوئی تھی، اس میں فتح القدیر، کتاب الرضاع کی بحث منقول تھی، اس وقت اصل کتاب میرے پاس نہیں تھی؛ اس لیے تحریر مذکور دیکھ کر میں نے حلت کا فتویٰ دے دیا، بعد میں ایک عزیز کے متوجہ کرنے پر اصل کتاب میں مقام مذکور ودیگر متعلقہ مقامات کے ملاحظہ سے ثابت ہوا کہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی حرمت ہی قائل ہیں اور انہوں نے کتاب الرضاع میں حرمت پر اشکال محض بحثاً ذکر فرمایا ہے، نقل مذہب نہیں۔ فصل محرمات میں بیان مذہب پر ان کی صریح عبارت یہ ہے:

وَكَمَا تَحْرُمُ حَلِيلَةُ الِابْنِ مِنَ النَّسَبِ تَحْرُمُ حَلِيلَةُ الِابْنِ مِنَ الرَّضَاعِ،وَذَكَرَ الْأَصْلَابَ فِي الْآيَةِ لِإِسْقَاطِ حَلِيلَةِ الْمُتَبَنَّى، وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِيهِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، وَالْمَنْقُولُ عَنْهُمْ أَنَّ ذِكْرَ الْأَصْلَابِ لِإِحْلَالِ حَلِيلَةِ الْمُتَبَنَّى لَا لِإِحْلَالِ حَلِيلَةِ الِابْنِ مِنَ الرَّضَاعِ كَمَذْهَبِنَا فَلَا خِلَافَ. (فتح القدير: ۳۶۰/۲)(۱)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب" کے تحت فرماتے ہیں:

فَشَمِلَ زَوْجَةَ الِابْنِ وَالْأَبِ مِنَ الرَّضَاعِ لِأَنَّهَا حَرَامٌ بِسَبَبِ النَّسَبِ فَكَذَا بِسَبَبِ الرَّضَاعِ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَذَا فِي الْمَبْسُوطِ بَحْرٌ،وَقَدْ اسْتَشْكَلَ فِي الْفَتْحِ الِاسْتِدْلَالَ عَلَى تَحْرِيمِهَا بِالْحَدِيثِ،الخ. (ردالمحتار: ۴۳۹/۲)(۲)

حرمت کا فتویٰ تحریر کرنے کے بعد ابن ہمام نے صرف اشکال ذکر کیا ہے؛ یعنی شامی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ نہیں سمجھتے، صرف اشکال سمجھتے ہیں، اس شکال کے جواب میں حضرت [انور] شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقد سها فيه الشيخ؛ ومنشؤه أنهم ذكروا الصورةَ المذكورة في باب المصاهرة، فظنَّ أن الحرمةَ فيها من قِبَل الصِّهر فقط، مع أن النَّسب أيضًا دخلٌ فيها، كماتدل في باب المصاهرة، فظنَّ أن الحرمةَ فيها من قِبَلَ الصِّهر فقط، مع أن النَّسب أيضًا دخيلٌ فيها، كما تدل عليه إضافة المرأة إلى الابن، فحرمةُ زوجةِ الأبِ على الابن، لكونها امرأةً لأبيه أيضًا، ففي إضافةِ المرأةِ إلى الابن والأَب إشعارٌ بأن النَّسب أيضًا مراعىً في هاتين الحُرمتين، فانحل الإشكالُ بلا قيلٍ وقال. (فيض الباري: ۳۸۵/۳)(۳)

غالباً اسی بنا پر علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ صہر کو بھی نسب میں داخل فرما رہے ہیں:

ونصه أي حرم بسبب الرضاع ما حرم بسبب النسب قرابة وصهرية. (البحرالرائق: ۲۲۲/۲)

(۱) فتح القدير، فصل في بيان المحرمات: ۲۱۲/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ۲۱۳/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) فيض الباري، باب الشهادة على الأنساب: ۷۷/٤، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

حاصل یہ ہے کہ اب وابن رجاعی کی بیوی بالاتفاق حرام ہے؛ بلکہ تفسیر قرطبی (۱۱۶/۵) اور تفسیر مظہری (۶۲/۲) میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: وهو قول الجمهور ومن الناس من يحكيه إجماعاً. (تفسير بن كثير: ٤٧٢/١) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ (احسن الفتاویٰ: ۸۳/۵-۸۴)

رضاعی بھائی کی ماں سے نکاح کا مسئلہ:

سوال: زید نے بکر کی ماں کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے، اب بکر زید کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں بکر کی ماں زید کی رضاعی والدہ ہے اور اس کی اولاد زید کے رضاعی بھائی بہن ہیں، جن سے زید کا نکاح جائز نہیں، البتہ زید کی ماں کا اگر بکر کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ نہ ہو، جس سے حرمت نکاح ثابت ہو جائے؛ اس لیے بکر کا نکاح زید کی حقیقی ماں سے جائز ہے۔

قال ابن نجيم المصرى: تحت قوله (وحرم به وإن قل فى ثلاثين شهرا ما حرم منه النسب الاَم أخته وأخت ابنه) يعنى فإنها يحلان من الرضاع دون النسب) أطلق المضاف والمضاف إليه ففى أم أخته ثلاث صور الأولىٰ الأم رضاعًا والأخت نسبًا بأن أرضعت أجنبيه أخته نسبًا ولم ترضعه الثانية عكسه أن يكون لأخته رضاعًا أم من النسب. (البحر الرائق: ۲۲۳/۳، كتاب الرضاع) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۹۵/۴)

والد کی رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: زید نے خالدہ سے نکاح کیا اور خالدہ کے دو بچے زید سے نوازش علی اور زینب پیدا ہوئے، اس کے بعد خالدہ کا انتقال ہو گیا تو زید نے ہندہ سے نکاح کر لیا، ہندہ کے دو بچے ایک نصیب علی اور طاہر پیدا ہوئے، اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زید کے انتقال کے تقریباً دس بارہ سال بعد نوازش علی کے ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئی۔ نوازش علی کی بیوی زبیدہ کے پیدا ہونے کے دس بارہ دن کے بعد انتقال کر گئی، اس کے بعد زبیدہ کو ہندہ نے (جو کہ زبیدہ کی سوتیلی دادی ہے) اپنا دودھ پلا کر پرورش کی، قدرتی طور پر ہندہ کو دودھ اُتر آیا۔ اب زبیدہ کی شادی زینب کے لڑکے صغیر احمد سے کرنا درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) **قال ابن عابدين: (وأم أخت، صادق بأن يكون كل منهما من الرضاع كأن يكون لك أخت من الرضاع لها أم أخرىٰ من الرضاع أرضعتها وحدها وبأن تكون الأخت فقط من الرضاء لها أم نسبية.** (ردالمختار: ۲۱٤/۳، كتاب الرضاع)/ **ومثلهٔ فى الهندية: ۳٤۳/۱، كتاب الرضاع**

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زبیدہ نے جب اپنے دادا کی بیوی کا دودھ ایامِ رضاعت میں پیا تو ہندہ رضاعی والدہ ہوگئی اور ہندہ کا شوہر یعنی زبیدہ کا دادا رضاعی والد ہوگیا، جس طرح نسبی والد کی اولا د دراولا د سب سے نکاح حرام ہوتا ہے، اسی طرح رضاعی والد کی بھی اولا د دراولا د سب سے نکاح حرام ہو جاتا ہے، لہٰذا اس صورت میں نسبی نمبر: ۲ کے اعتبار سے تو صغیر احمد نمبر: ۱، نسبی پھوپھی زاد بھائی ہے۔

زبیدہ کا اتنا ہی رشتہ ہوتا تو نکاح جائز ہوتا؛ لیکن رضاعت کے اعتبار سے زبیدہ اپنے والد کی رضاعی بہن ہوگئی اور اپنی پھوپھی کی بھی رضاعی بہن ہوگئی اور صغیر احمد اس کا بھانجہ ہوگیا اور وہ صغیر احمد کی خالہ ہوگئی، جس طرح کہ نسبی خالہ سے نکاح ناجائز ہے، اسی طرح رضاعی خالہ سے بھی ناجائز ہے۔

”ولایحل بین رضیع وولد مرضعته وإن سفل، وولد زوج لبنها منه ... فهو أب للرضیع، وإبنه أخ وبنته أخت وإن كانت من إمرأة أخریٰ“. (مجمع الأنهر: ۳۷۷/۱)(۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۳۸)

رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز ہے یا نہیں:

سوال: زید کی دو بیویاں ہیں، ایک کا بکر نے دودھ پیا اور ایک کا زبیدہ نے، ایسی حالت میں بکر کے لڑکے کا عقد زبیدہ کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں زید، بکر اور زبیدہ دونوں کا رضاعی باپ ہے اور دونوں بھائی بہن رضاعی از جانب پدر ہیں، پس

---

(۱) مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۳۷۷/۱، دار إحياء التراث العربی

”قال: زوج مرضعة لبنها منه أب للرضيع، وإبنه أخ، وبنته أخت، وأخوه عم، وأخته عمة، الخ“ (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/ ۶۳۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

”عن عروة عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: أنها أخبرته أنه عمها من الرضاعة يسمی أفلح استأذن عليها، فحجبته، فأخبرت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقال لها: ”لا تحتجبی منه، فإنه يحرم من الرضاعة مايحرم من النسب“. (الصحيح لمسلم، كتاب الرضاع، باب تحريم للرضاء من ماء الفحل: ۴۶۷/۱، قديمی/ وأخرجه البخاری فی صحيحه فی باب: ﴿وأمهاتكم اللاتی أرضعنكم﴾ (۷۶۴/۲، قديمی)

”يحرم علی الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما ... وأخوالرجل عمه، وأخته عمته، وأخو المرضعة خاله، وأختها خالته، وكذا فی الجد والجدة“ (الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، رشيدية)

”ثم بلغنا قوله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ”يحرم من الرضاعة مايحرم من النسب“، فحكمنا فيه بحرمة جميع ما حرم من النسب من الأمهات، والبنات، والخالات، والعمات“ (التفسيرات الأحمدية، والمحصنٰت، ص: ۲۵۴، حقانية پشاور)

زبیدہ بکر کے لڑکے کی رضاعی پھوپھی ہوئی، لہٰذا نکاح ان دونوں میں درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

”ویثبت أبوة زوج مرضعة إذا کان لبنها منه له“. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۱/۸-۴۴۲)

رضاعی پھوپھی سے نکاح حرام ہے:

سوال: زید نے ایام رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے۔ اب زید کا اس عورت کے شوہر کی بہن یعنی رضاعی پھوپھی سے نکاح کرنا حرام ہے، یا جائز؟ اگر ایسا عقد ہوگیا تو کیا کیا جانا چاہیے؟

الجواب ______________

ھو المصوب: محرمات نسبی اور رضاعی سے نکاح کرنا حرام اور ایسا نکاح فاسد ہے، چوں کہ ایسا نکاح ہوگیا ہے، لہٰذا اب مسئلہ معلوم ہونے کے بعد مرد اور عورت ہر ایک پر واجب ہے کہ نکاح توڑ لے؛ یعنی لوگوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے نکاح کو توڑ لیا، اگرچہ دوسرے کی حاضری میں نہ ہو۔ اگر وطی کر لی ہے تو مہر مثل (یعنی اس کے اقربا میں اس جیسی عورتوں کا جو مہر ہوگا وہ) دینا واجب ہوگا، بشرطیکہ وہ مہر مثل مسمیٰ (یعنی مقرر شدہ) سے زائد نہ ہو۔ اگر حاملہ ہو، یا اس سے پیشتر اسے بچہ پیدا ہوا ہو تو اس بچہ کا نسب اس خاوند سے ثابت ہوگا، چناں چہ شرح الوقایہ میں ہے:

”وحرم على المرأة أصله وفرعه وأخته وإبنتها وبنت أخيه وعمته وخالته وبنت زوجته إن وطئت وأم زوجته وإن لم توطأ وزوجة أصله وفرعه وكل هذا رضاعاً“. (۲)

اور درمختار میں ہے:

”ویجب مهر المثل فی نكاح فاسد بالوطء ولم یزد علی المسمی ویثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه خروجاً عن المعصیة فلاینا فی وجوبه وتجب العدة بعد الوطی للطلاق من وقت التفریق ویثبت النسب“. (۳) فقط واللّٰه أعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۹۷، ۱۹۸)

ضعیفہ کا جس لڑکی نے دودھ پیا ہے، اس کی شادی ضعیفہ کے پوتے سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی بیوی زمانہ پیری میں جب کہ اس کے قریب میں سال سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی، ایک غیر لڑکی کو محض پیار میں اپنی ثدیین منہ میں دے دیا کرتی تھی، بعد چند ایام کے اس کی ثدیین میں دودھ اُتر آیا اور اس لڑکی نے عرصہ تک اس دودھ سے پرورش پائی، کیا اس لڑکی کا عقد مرضعہ کے پوتے سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر

(۲) شرح الوقایة مع عمدة الرعایة: ۳۱/۳-۳۲، انیس

(۳) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار: ۲۷۵/٤، انیس

الجواب

مرضعہ کے پوتے کا نکاح رضعیہ؛ یعنی دودھ پینے والی سے درست نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ رضیعہ مرضعہ کے پوتے کی پھوپی؛ یعنی باپ کی بہن رضاعی ہوئی اور مسئلہ یہ ہے کہ "**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب**".(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۶/۷)

رضاعی پھوپھی سے حرمت نکاح:

سوال: زید کی زوجہ اولیٰ کا دودھ بکر نے پیا اور بکر کی حقیقی بہن کی لڑکی ہندہ نے زید کی زوجہ ثانیہ کا دودھ پیا تو آیا بکر کے لڑکے عمرو کے ساتھ ہندہ کا عقد شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور رضاعت کا تعلق ایسی صورت میں مانع عقد ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں عمرو اور ہندہ رضاع کے علاقہ سے باہم پھوپی بھتیجے ہوئے اور یہ رشتہ جس طرح نسب سے حرام ہے، اسی طرح رضاع سے بھی حرام ہے،(۲) پس ان دونوں میں نکاح حرام ہے۔

۲۴/ربیع الاول ۳۴ھ (تتمہ رابعہ، ص: ۲۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۲۶/۲)

رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: زید کی ماں محمودہ کا دودھ خالد نے پیا، پھر تقریباً سولہ سال بعد خالد کی بیوی کا دودھ ظفر نے پیا، اب ظفر کا نکاح زید کی حقیقی بہن صاعقہ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں صاعقہ ظفر کے رضاعی باپ کی رضاعی بہن ہوئی؛ اس لیے ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ وہ رضاعی رشتے سے ظفر کی پھوپھی ہے۔

"**یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب**".(۳) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفی عنہ، ۱۳۸۸/۶/۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۴۷/۲)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر/جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۴۶، انیس

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی بِنْتِ حَمْزَةَ: لَا تَحِلُّ لِی، یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، هِیَ بِنْتُ أَخِی مِنَ الرَّضَاعَةِ. (صحیح البخاری، باب الشهادة علی الأنساب والرضاع، رقم الحدیث: ۲۶۴۵، انیس)

(۳) سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب ما یحرم من الرضاعة، ج: ۱، ص: ۲۸۰، (طبع سعید) وجامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۲۱۷. (طبع سیعد)

رضاعی چچا سے نکاح:

سوال: زید کی اہلیہ کا ایک لڑکا خالد ہوا، خالد کے ہوتے ہی زید کی اہلیہ مرگئی تو زید کی بڑی لڑکی سلمیٰ نے اپنا دودھ پلا کر اپنے بھائی خالد کی پرورش کی، اب خالد کے پاس ایک لڑکی شادی کے لائق موجود ہے تو خالد اپنی بڑی بہن سلمیٰ کے سب سے چھوٹے لڑکے کے ساتھ اس کا عقد کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس صورت میں سلمیٰ کے لڑکے کا نکاح خالد کی لڑکی سے جائز نہیں؛ اس لیے کہ جب خالد نے سلمی کا دودھ پی لیا تو سلمیٰ اس کی رضاعی ماں ہوگئی اور سلمیٰ کا لڑکا خالد کا رضاعی بھائی ہوکر خالد کی لڑکی کا رضاعی چچا ہوا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۸/۱۱)

رضاعی چچا اور رضاعی ماموں سے نکاح کی حرمت:

سوال: زید نے اپنی حقیقی بہن ہندہ کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے، اب زید چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا عقد ہندہ کے لڑکے کے ساتھ کرے اور یہ لڑکا ہندہ کا جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا زید عقد کرنا چاہتا ہے، ہندہ کی وہ لڑکا نہیں ہے، جس کے ساتھ زید نے مل کر ہندہ کا دودھ پیا ہے؛ بلکہ ہندہ کا یہ دوسرا لڑکا ہے تو یہ نکاح شرعاً کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

ہندہ کا یہ لڑکا اس زید کی لڑکی کا رضاعی چچا ہے، مثل حقیقی چچا کے حرام ہے، لہٰذا یہ نکاح حرام ہے اور زید کے ساتھ دودھ پینے نہ پینے کو اس میں کچھ دخل نہیں۔

۱۵/شوال ۱۳۲۱ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۱۴/۲)

سوال (۱) میرے چچا کی لڑکی ہے، اس لڑکی نے دو چار روز بحالت مجبوری میری بیوی کا دودھ پیا ہے تو وہ لڑکی میرے چھوٹے بھائی کے عقد میں آسکتی، یا نہیں؛ یعنی شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اور وہ لڑکی میرے حقیقی سالے منسوب ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(۳) میرے ماموں صاحب نے میری والدہ کا، یعنی اپنی ہمشیرہ کا دودھ پیا ہے تو اس ماموں کی لڑکی سے ہمارا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (الهداية، كتاب الرضاع: ۳۵۱/۲، شركة علمية ملتان)

"زوج مرضعة لبنها منه، أب للرضيع، وإبنه أخ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرى، وبنته أخت وأخوه عم له، وأخته عمة له". (فتح المعين، كتاب الرضاع: ۹۸/۲، سعيد)

الجواب

(۱) نہیں؛ کیوں کہ وہ چھوٹا بھائی اس لڑکی کا عمِ رضاعی ہے۔

(۲) نہیں؛ کیوں کہ وہ سالا اس لڑکی کا خال رضاعی ہے۔

(۳) نہیں؛ کیوں کہ آپ اس لڑکی کے عم رضاعی ہیں۔

۹/ربیع الاول ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۹۶) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۱۴)

رضاعی خالہ سے نکاح کا حکم:

سوال: جناب مفتی صاحب! ایک لڑکے نے صغرسنی میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے، اب اس کے والدین اس عورت کی چھوٹی بہن سے اس لڑکے کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا شرعا ان دونوں کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

قانون شریعت کی رو سے جس عورت سے نکاح نسبی رشتے کے حوالے سے حرام ہے تو رضاعی رشتے کے حوالے سے بھی اس عورت سے نکاح جائز نہیں۔ صورت مسئولہ کے مطابق یہ لڑکی چوں کہ اس لڑکے کی رضاعی خالہ ہے، اس لیے نسبی خالہ کی طرح رضاعی خالہ سے بھی نکاح ناجائز وحرام ہے، لڑکے کے والدین کو چاہیے کہ وہ بھی اس ارادے کو ترک کردیں۔

لما قال العلامة المرغيناني: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب للحديث الذى روينا. (الهداية: ۲/ ۳۳۰، كتاب الرضاع)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۴/ ۴۰۹)

اپنی رضاعی والدہ کی اخیافی بہن (رضاعی خالہ) سے نکاح کرنا:

سوال: ایک بچہ نے مدت رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پیا، اب وہ بچہ بعد البلوغ اپنی رضاعی ماں کی اخیافی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔

ويحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (الهداية أولين، ص: ۳۳۱، كتاب الرضاع)

اور اپنی نسبی والدہ کی بہن حقیقی ہو، یا علاتی، یا اخیافی، وہ اس کی خالہ ہے اور ہر ایک سے نکاح حرام ہے۔

وتدخل فيها العمات المتفرقات والخالات المتفرقات أى من الأبوين أو من الأب أو من الأم. (الهداية أولين، ص: ۲۸۷، كتاب الرضاع)

---

(۱) **قال العلامة الحصكفي: ويحرم منه أى بسببه ما يحرم من النسب.** (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲/ ۲۰۵، باب الرضاع)/ ومثلهٗ فى البحر الرائق: ۳/ ۲۲۲، كتاب الرضاع

اسی طرح رضاعی والدہ کی بہن بھی (حقیقی ہو، یا علاتی، یا اخیافی) رضاعی خالہ ہے اور اس سے نکاح حرام ہے۔

"وأخو المرضعة خاله وأختها خالته". (الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۱/۳٤۳، دار الفكر)

(دودھ پلانے والی عورت کا بھائی اس بچہ کا ماموں ہے اور اس عورت کی بہن اس بچہ کی خالہ ہے۔)

لہٰذا صورت مسئولہ میں وہ بچہ اپنی رضاعی والدہ کی اخیافی بہن (جو اس کی رضاعی خالہ ہے) سے نکاح نہیں کرسکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

رضاعی ماں کی اخیافی بہن سے نکاح کا حکم:

سوال: ایک بچہ نے مدت رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پیا، اب وہ بچہ بعد از بلوغ اپنی رضاعی ماں کی اخیافی بہن سے نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

یہ بچہ اور اس کی رضاعی ماں کی اخیافی بہن رضاعت کے رشتے سے آپس میں خالہ اور بھانجا ہوئے اور جس طرح حقیقی اخیافی خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی اخیافی خالہ کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے؛ اس لیے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوجاتے ہیں، لہٰذا یہ لڑکا اپنی رضاعی ماں کی اخیافی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔

لـمافي بدائع الصنائع (۳/٤۲): وأخوات الـمـرضعة يحرمن على المرضع لأنهن خالاته من الرضاعة واخوانها أخوال المرضع فيحرم عليهم كما في النسب.

وفي الهندية (۱/۲۷۳): وأما الخالات فخالته لأب وأم وخالته لأب وخالته لأم. (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۲۵)

سوتیلی نانی نے دودھ پلایا:

سوال: عمر کا ایک نواسہ ہے، اس کی عمر کی دوسری بیوی نے جو اس لڑکے کی سوتیلی نانی ہوتی ہے، دودھ پلایا تو اس لڑکے کا نکاح اپنے چچا؛ یعنی بکر کی لڑکی سے ہوسکتا ہے، یا نہ؟ کیوں کہ وہ اس کی حقیقی خالہ کی لڑکی ہے اور اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــ

اگر ڈھائی برس سے کم کی عمر میں دودھ پیا ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہے اور نکاح درست نہیں۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۴۲۷)

---

(۱) فيحرم منه أى بسببه ما يحرم من النسب. (الدر المختار: ۱/۲۱۳)

وهو حولان فقط عندهما. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الرضاع: ۳/٤٥٥، ظفير)

رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں:

سوال: نواسی کا نکاح رضاعی ماموں سے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہوگیا ہے، بعد میں اس کے رضاعی ماموں ہونے کا علم ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نکاح ہونے کے بعد جب عورت حاملہ ہوچکی ہے، اس کی نانی نے دورانِ گفتگو اس بات کا اقرار کیا کہ بچپن میں جب شوہر کی والدہ شدید بیمار تھیں تو میں نے اس وقت لڑکے کو دودھ پلایا تھا، اس بنا پر شوہر اپنی منکوحہ کا رضاعی ماموں ہوتا ہے۔ اس کا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور عنقریب جو بچہ پیدا ہونے والا ہے، وہ حلالی ہے، یا حرامی؟ نکاح کے جواز اور عدمِ جواز کو اور بچہ کے حلال اور عدمِ حلال کو واضح کر کے مسئلہ مذکورہ کا جواب وضاحت کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ عدمِ جواز کی صورت میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے؛ اس لیے عورت کے ساتھ کیا معاملہ برتا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر شوہر کے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ اس کی زوجہ اس کی رضاعی بھانجی ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، فوراً اس کو علاحدہ کر دے، بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے متعلق کچھ نہ دریافت کیا جائے، اگر شوہر کے نزدیک یہ بات غلط ہے تو اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۴۷)

رضاعی ماموں سے نکاح:

سوال: میری ایک لڑکی ہے اور میں اس کی شادی اپنی اہلیہ کی بڑی بہن کے لڑکے سے کرنا چاہتا ہوں، اس لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے، لڑکے اور لڑکی کی نانی ایک ہیں، لڑکے نے دودھ پیا ہے؛ مگر لڑکی نے نہیں۔ نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند واز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع۔

لڑکا لڑکی کا رضاعی ماموں ہوگیا اور لڑکی اس کی رضاعی بھانجی ہوگئی۔

"یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب". (۲)

جس طرح نسب کے رشتہ میں بھانجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح دودھ کے رشتہ میں بھی حرام ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں دونوں کا نکاح آپس میں جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد، ۲۳/رجب ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۹۴)

---

(۱) "ولو تزوج إمرأة فقالت إمرأة أرضعتكما، فهو علىٰ أربعة أوجه: إن صدقاها النكاح ولامهر لها إن لم يدخل بها، وإن كذباها، فالنكاح بحاله ... وإن صدقها الرجل وكذبتها المرأة، فسد النكاح، والمهر بحاله، وإن صدقتها وكذبها الرجل، فالنكاح بحاله". (الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۱/۳٤۷، رشيديه)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب الرضاع: ۱/٤٦۷)

رضاعی بھانجی کا رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مثلاً رشیدہ کی دولڑکیاں ہیں: (۱) حمیدہ (۲) ہاجرہ۔ حمیدہ کی ایک لڑکی ہے اور ہاجرہ کا ایک لڑکا ہے۔ ہاجرہ کے لڑکے قاسم نے اپنی نانی رشیدہ کا دودھ پیا ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حمیدہ کی لڑکی کا نکاح ہاجرہ کے لڑکے قاسم سے درست ہے یا نہیں؟ کیا قاسم حمیدہ کی لڑکی کا رضاعی ماموں ہوتا ہے؟ اگر رضاعی ماموں ہوتو اس سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر قاسم نے مدت رضاعت میں (دوڈھائی برس کے اندر) اپنی نانی رشیدہ کا دودھ پیا ہے تو نانی اس کی رضاعی ماں اور اس کی خالہ حمیدہ اس کی رضاعی بہن اور اس کی لڑکی قاسم کی رضاعی بھانجی اور قاسم اس لڑکی کا رضاعی ماموں ہوتا ہے، لہٰذا ان دونوں میں نکاح درست نہیں ہے۔ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

تحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً. (كتاب الرضاع: ۴۸/۲)

یعنی شیر خوار پر خواہ لڑکی ہو، یا لڑکا اس کی رضاعی ماں اور باپ اور ان دونوں کے اصول (ماں باپ اوپر تک) اور فروع (بیٹا بیٹی نیچے تک) حرام ہوجاتے ہیں، یہ اصول وفروع نسبی ہوں، یا رضاعی۔

وإذا رضعت المرأة صبية حرمت علىٰ زوجها وآبائه وأبنائه. (المختار) **فتكون المرضعة أم الرضيع وأولادها أخوته وأخواته من تقدم ومن تأخر فلا يجز أن يتزوج شيئاً من ولدها وولد ولدها وإن سفل، إلخ.** (الإختيار شرح المختار: ۱۱۸/۳، كتاب الرضاع) **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب** (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۔۔۔۔۔۔) ☆

☆ **رضاعی ماموں سے نکاح:**

سوال: رحمت النساء بیگم کو غوثیہ خانم نے دودھ پلایا ہے، کیا رحمت النساء کی لڑکی کا عقد نکاح غوثیہ خانم کے لڑکے سے ہوسکتا ہے؟ (محمد شمشیر علی، سعید آباد)

الجواب

مذکورہ صورت میں غوثیہ خانم رحمت النساء کے بچوں کی رضاعی نانی ہوگئی اور غوثیہ خانم کا لڑکا رحمت النساء بیگم کی لڑکی کا رضاعی ماموں ہوگیا، لہٰذا ان دونوں کے درمیان نکاح حرام ہوگا؛ کیوں کہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام قرار پاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"يحرم من الرضاع مايحرم من النسب". (صحيح البخاري: ۷٦٤/۲، الصحيح لمسلم، رقم الحديث: ۳۵۵۸، سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۱۰۵۵، سنن نسائي: ٦۷/۲، سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۱۹٤٤) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴٦۲، ۴٦۳)

رضاعی ماموں سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاطمہ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی خالدہ کا ==

رضاعی بھائی سے بیٹی کا نکاح:

سوال: میرا رشتہ ایک ایسے شخص سے طے پایا ہے، جن کی والدہ کا دودھ میری والدہ نے پیا ہے، البتہ ان کا جھوٹا نہیں، بلکہ ان کے بڑے بھائی کا جھوٹا، میں نے اپنی والدہ کو اس طرف توجہ دلائی؛ لیکن وہ کہتی ہیں کہ یہ رشتہ حرام نہیں ہے۔ براہِ کرام وضاحت کریں کہ کیا یہ رشتہ ہوسکتا ہے؟ (عظمت النساء بیگم، عنبر پیٹ)

الجواب ___

آپ کا خیال درست ہے، جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں وہ لڑکا آپ کا رضاعی ماموں قرار پاتا ہے اور جیسے نسبی ماموں سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی ماموں سے بھی نکاح حرام ہے،(۱) آپ اپنی والدہ صاحبہ کو ضرور مسئلہ کی نوعیت سے آگاہ کردیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۴۶۲)

رضاعی ماں کی نواسی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ رضاعی ماں کی نواسی سے نکاح

== دودھ ایام رضاعت میں پیا ہے، اس فاطمہ کا نکاح مذکورہ پھوپھی (جس کی لڑکی کا فاطمہ نے دودھ پیا ہے) کے لڑکے زید سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ___

جب کہ فاطمہ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی (یعنی پھوپھی زاد بہن) خالدہ کا دودھ ایام رضاعت میں پیا ہے تو خالدہ اس کی رضاعی ماں بن گی اور خالدہ کا بھائی زید اس کا رضاعی ماموں ہوگیا؛ اس لیے فاطمہ کا نکاح زید سے نہیں ہوسکتا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وأخو المرضعة خاله وأختها خالته".

یعنی مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) کا بھائی رَضیع کا (یعنی دودھ پینے والے بچہ کا) ماموں بن گیا اور مرضعہ کی بہن رضیع کی خالہ بن گئی؛ اس لیے ان دونوں میں نکاح درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۔۔۔۔۔)

رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اسلم کی ماں نے صابرہ کو دودھ پلایا؛ یعنی صابرہ اسلم کی رضاعی بہن ہے اور اسلم کا ایک رضاعی ماموں ہے، جس کا نام ذاکر ہے تو کیا صابرہ کا نکاح اسلم کے رضاعی ماموں ذاکر کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ___ بعون الملك الوهاب

اسلم کے رضاعی ماموں ذاکر (یعنی جس نے اسلم کی نانی کا دودھ پیا ہے) کا نکاح اسلم کی رضاعی بہن صابرہ کے ساتھ جائز نہیں؛ اس لیے کہ ذاکر جس طرح اسلم کا رضاعی ماموں ہے، اسی طرح صابرہ کا بھی رضاعی ماموں ہے۔

لمافي الدرالمختار(۳/۳۱):(و) حرم (الكل) مما مر تحريمه نسبا ومصاهرة (رضاعا) إلا ما استثنى في بابه.

و في الرد تحته:وقوله رضاعا تمييز عن نسبة تحريم إلى الكل يعني يحرم من الرضاع أصوله وفروعه وفروع أبويه وفروعهم. (نجم الفتاویٰ:۴/۲۲۴،۲۲۵)

(۱) الصحيح لمسلم:۲/۳۵۵۸

درست ہے، یانہیں؟ صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے ایک عورت عائشہ کا دودھ پیا اور عائشہ کی ایک حقیقی بیٹی تھی، جس کا نام ناصرہ تھا، اب ناصرہ کی شادی ہوگئی اور اس کی بیٹیاں ہیں ایک بیٹی کا نام ہاجرہ ہے اب زید اس ہاجرہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا شرعاً یہ نکاح درست ہوگا؟ نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ ناصرہ نے بھی عائشہ ہی کا دودھ پیا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

حدیث شریف میں آتا ہے:

"الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة". (صحيح البخاري: ٧٦٤/٢)

(یعنی جو رشتے ولادت (نسب) کی وجہ سے حرام ہیں، وہی رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوں گے۔)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا اپنی رضاعی ماں کی نواسی سے نکاح جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ زید کی رضاعی بہن کی بیٹی ہے؛ یعنی آپس میں رشتہ ماموں، بھانجی والا ہے تو جیسے نسبی بھانجی سے نکاح جائز نہیں، ایسے ہی رضاعی بھانجی سے بھی جائز نہیں۔

لمافی الخانية على هامش الهندية (٤١٦/١): الرضاع فی إثبات حرمة المناكحة بمنزلة النسب والصهرية كما أن الحرمة بالنسب إذا ثبتت فی الأمهات والبنات تتعدى إلى الجدات والنوافل فكذا إذا ثبتت بالرضاع تتعدى إلى أصول المرضعة وفروعها واخوتها وأخواتهاو هذه الحرمة كما تثبت فی جانب الأم تثبت فی جانب الأب.

وفی الشامية (٢١٥/٣): وبيان ذلک أن الحديث دل على أن كل ما يحرم من النسب يحرم نظيره من الرضاع فيقال تحرم الأم نسبا فكذا تحرم الأم رضاعا وتحرم البنت نسبا فكذا تحرم البنت رضاعا وهٰكذا إلىٰ آخر المحرمات النسبية. (نجم الفتاویٰ: ۲۲۶/۴)

ایک بیوی نے جب دودھ پلایا تو دوسری بیوی کی اولاد سے بھی حرمت ثابت ہوگی:

سوال: ہدایت خاں وعنایت خاں دو بھائی ہیں، عنایت خاں کی دو زوجہ ہیں، ایک موضع امنہور والی، دوسری موضع اٹکا والی، دونوں بیوی سے ایک ایک لڑکی ہوئی اور ہدایت خاں کے ایک لڑکا ہے، ہدایت خاں کے لڑکے نے عنایت کی بیوی امنہور والی کا دودھ پیا ہے تو ہدایت خاں کے لڑکے کا نکاح عنایت خاں کی لڑکی سے جو موضع اٹکا والی زوجہ کے بطن سے ہے، جائز ہے، یا نہ؟

الجوابــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے: **(ويثبت به) ... (وإن قل) ... (أمومية المرضعة للرضيع و) يثبت (أبوة زوج مرضعة) إذا كان (لبنها منه له).** (۱)

(۱)　**الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ٥٥٧/٢، ظفير**

اس عبارت سے واضح ہوا کہ مرضعہ کا شوہر؛ یعنی عنایت خاں ہدایت خاں کے پسر کا رضاعی باپ ہوا تو بقاعدہ: "**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب**"(۱) عنایت خان کی دوسری زوجہ کی دختر بھی ہدایت خاں کے پسر کے لیے حرام ہوگئی اور نکاح ہدایت خاں کے پسر کا عنایت خان کی دختر از بطن زوجہ اٹکاوالی سے حرام ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۳۴۴)

رضاعی بیٹی سے نکاح درست نہیں ہے:

سوال: ہندہ زید کی رضاعی بہن ہے، زید کی والدہ فوت ہوگئی، اب زید کا باپ بکر ہندہ سے عقد شرعی کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ اور زید کی بہن بھائی ہونے کی اگر یہ صورت ہوئی ہے کہ ہندہ نے زید کی والدہ "منکوحہ بکر کا دودھ پیا ہے" تو اس صورت میں ہندہ بکر کی بھی دختر رضاعی ہوگئی، پس نکاح بکر کا ہندہ سے اس صورت میں حرام ہے،(۲) اور اگر یہ صورت ہوئی کہ زید نے ہندہ کی والدہ کا دودھ پیا ہے، یا دونوں نے کسی تیسری عورت کا دودھ پیا ہے، اس وجہ سے وہ دونوں بہن بھائی رضاعی ہیں تو اس صورت میں زید کے باپ بکر کا نکاح ہندہ سے جائز ہے۔

كما في الدر المختار: وتحل أخت أخيه رضاعاً. (۳) **وقس عليه أخت إبنه. فقط** (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۴۰۲)

ربیبہ رضاعیہ کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص نے عورت ذات لبن کو طلاق دی، اس عورت نے کسی دوسری لڑکی کو دودھ پلایا، پھر اس مرضعہ نے زوج ثانی سے نکاح کیا تو یہ رضیعہ زوج ثانی کے لیے حلال ہوگی، یا نہیں؟ قیاس تو حرمت کو چاہتا ہے؛ کیوں کہ لبن اگرچہ زوج ثانی سے نہیں؛ مگر یہ رضیعہ زوج ثانی کے لیے ربیبہ کے حکم میں ہے۔ شامیہ ج:۲، ص:۴۲۲ پر درمختار کی یہ عبارت "**طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت بآخر فحبلت وارضعت فحكمه من الأول؛ لأنه منه باليقين فلا يزول بالشك ويكون ربيبا للثاني**" بھی اسی پر دال ہے؛ مگر شامیہ میں اسی موقع پر (**قوله: فتح**) کے تحت صورت مسئولہ میں حلت تحریر فرمائی ہے: "**ونصها: وَأَنَّ مَا فِي الْخُلاصَةِ مِنْ أَنَّهَا لَوْ رَضَعَتْ لا بِلَبَنِ الزَّانِي تَحْرُمُ عَلَى الزَّانِي، مَرْدُودٌ لِأَنَّ الْمَسْطُورَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ أَنَّ**

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفير (رواه صحيح البخاري في الشهادات، باب الشهادة على الأنساب والإرضاع برقم: ۲٦٤٥، انيس)

(۲) (ويثبت به) ... (وإن قل) ... (أمومية المرضعة للرضيع و) يثبت (أبوة زوج مرضعة) إذا كان (لبنها منه له وإلالا، ... (فيحرم منه) أي بسببه (ما يحرم من النسب). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفير)

(۳) الدالمختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲/۵٦۱، ظفير

الـرَّضِيـعَةَ بِـلَبَـنِ غَيْـرِ الـزَّوْجِ لَا تَـحْرُمُ عَلَى الزَّوْجِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي قَوْلِهِ طَلَّقَ ذَاتَ لَبَنٍ،إلخ،وَكَلَامُ الْـخُلَاصَةِ يَقْتَضِي تَحْرِيمَهَا بِالْأَوْلَى". نیز شامی میں "طلق ذات لبن،الخ" سے حلت ثابت کی ہے،حالاں کہ اسی عبارت سے حرمت ثابت ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس عبارت میں زوج ثانی کے لیے ربیب ہونے کی تصریح ہے؟ بینوا بیاناً شافعاً تو جروا أجراً وافیاً۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

یہ لڑکی زوج ثانی کی ربیبہ ہے؛اس لیے بیوی سے وطی کے بعد اس پر حرام ہوجائے گی،قبل الدخول حرام نہیں۔أَنَّ الْـمَسْطُورَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ میں حرمت لبن فحل کی نفی مقصود ہے،ربیبہ ہونے کی وجہ سے بعد الدخول حرمت ثابت ہوجائے گی۔

قال ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ تحت(إِلَّا أُمَّ أُخْتِهِ مِنَ الرَّضَاعِ)...فَالْأَوَّلُ لَهُ ابْنٌ مِنَ النَّسَبِ لَهُ أُخْـتٌ مِـنَ الرَّضَاعَةِ بِأَنْ ارْتَضَعَ مَعَ أَجْنَبِيَّةٍ مَنْ لَمْ تَكُنْ امْرَأَةَ أَبِيهِ حَلَّتْ لِأَبِيهِ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِنْتَهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَلَا رَبِيبَتَهُ.(فتح القدير:۸/۳)(۱)

وفـي رضاع الشامية تحت(قَوْلُهُ وَلَبَنُ بِكْرٍ)...وَالْحُرْمَةُ لَا تَتَعَدَّى إلَى زَوْجِهَا، حَتَّى لَوْ طَلَّقَهَا قَبْـلَ الـدُّخُـولِ لَـهُ التَّـزَوُّجُ بِـرَضِيعَتِهَا لِأَنَّ اللَّبَنَ لَيْسَ مِنْهُ قُهُسْتَانِيٌّ ط؛ أَمَّا لَوْ طَلَّقَهَا بَعْدَ الدُّخُولِ فَـلَيْـسَ لَـهُ التَّـزَوُّجُ بِـالـرَّضِيـعَةِ لِأَنَّـهَـا صَـارَتْ مِنَ الرَّبَائِبِ الَّتِي دَخَلَ بِأُمِّهَا بَحْرٌ عَنْ الْخَانِيَّةِ. (رد المحتار:۴۴۳/۲)(۲)

وفـي مـحـرمـات الـعـلائية:(وَ) حَرَّمَ الْمُصَاهَرَةُ (بِنْتَ زَوْجَتِهِ الْمَوْطُوئَةِ وَأُمَّ زَوْجَتِهِ) وَجَدَّاتِهَا مُـطْـلَـقًـا بِـمُجَرَّدِ الْعَقْدِ الصَّحِيحِ (وَإِنْ لَمْ تُوطَأْ) الزَّوْجَةُ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ وَطْءَ الْأُمَّهَاتِ يُحَرِّمُ الْبَنَاتِ وَنِـكَـاحَ الْبَـنَاتِ يُحَرِّمُ الْأُمَّهَاتِ، وَيَدْخُلُ بَنَاتُ الرَّبِيبَةِ وَالرَّبِيبِ، وَفِي الْكَشَّافِ وَاللَّمْسُ وَنَحْوُهُ كَالدُّخُولِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ (وَزَوْجَةَ أَصْلِهِ وَفَرْعِهِ مُطْلَقًا) وَلَوْ بَعِيدًا دَخَلَ بِهَا أَوْ لَا، وَأَمَّا بِنْتُ زَوْجَةِ أَبِيهِ أَوْ ابْنُهُ فَحَلَالٌ (وَ)حَرُمَ (الْكُلُّ) مِمَّا مَرَّ تَحْرِيمُهُ نَسَبًا، وَمُصَاهَرَةً (رَضَاعًا).

وفـي الشـامية:يَـعْـنِي يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ أُصُولُهُ وَفُرُوعُهُ وَفُرُوعُ أَبَوَيْهِ وَفُرُوعُهُمْ، وَكَذَا فُرُوعُ أَجْـدَادِهِ وَجَـدَّاتِـهِ الـصُّـلْبِيُّـونَ، وَفُـرُوعُ زَوْجَتِهِ وَأُصُولُهَا وَفُرُوعُ زَوْجِهَا وَأُصُولُهُ وَحَلَائِلُ أُصُولِهِ وَفُرُوعِهِ.(ردالمحتار:۳۰۳/۲)(۳)فقط والله تعالىٰ أعلم

۲۲/جمادی الاولیٰ (احسن الفتاویٰ:۷۸/۵-۷۹)

---

(۱) فتح القدير،كتاب الرضاع:۴۴۶/۳،دارالفكر بيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،باب الرضاع:۲۱۷/۳-۲۱۸،دارالفكر بيروت،انيس

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار،فصل فى المحرمات:۳۰/۳-۳۱،دارالفكر بيروت،انيس

رضاعی بیٹی کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا رضیعہ کی نسبی بہن سے مرضعہ کا شوہر نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

حرمت رضاعت میں رضیعہ کی طرف سے مرضعہ اور اس کے شوہر پر صرف رضیعہ اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد حرام ہوتی ہے، باقی کے ساتھ مرضعہ اور اس کے شوہر کا کوئی حرمت والا رشتہ نہیں؛ اس لیے مرضعہ کا شوہر رضیعہ کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

قال العلامة المرغيناني: وتجوز تزوج أخت ابنه من الرضاع ولايجوز ذٰلک من النسب. (الهداية: ۱/ ۳۳۰، كتاب الرضاع)(۱)(فتاوی حقانیہ:۴/ ۳۹۸)

دودھ شریک بھائی کس کو کہا جاتا ہے:

سوال: دودھ شریک بھائی کس کو کہا جاتا ہے؟

الجواب

جس عورت کا دودھ کوئی بچہ پی لے، اس عورت کی تمام اولاد خواہ پہلے کی ہو، یا دودھ پلانے کے بعد کی، اس بچہ کے ساتھ دودھ شریک بھائی بہن ہوجاتی ہیں اور اس دودھ پینے والے بچے کی شادی اس عورت کی کسی اولاد سے جائز نہیں ہوتی۔ (۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۵/ ۱۷۴)

رضاعی بہن کب سمجھی جائے گی:

سوال: ایک مرد اس وقت بیس ۲۰/ برس کی عمر کا ہے اور ایک عورت بارہ برس کی ہے، جب اس کی عمر آٹھ برس کی تھی عورت کی عمر چھ مہینے کی تھی، اس عورت نے اس مرد کی ماں کا دودھ پیا ہے، ان کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ جس وقت یہ عورت چھ مہینے کی دودھ پیتی تھی، وہ مرد جس کی عمر آٹھ برس کی تھی، اس کی ماں کے اور لڑکا پیدا ہوا تھا، جس کا دودھ اس عورت نے پیا ہے۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: ويحرم منه ما يحرم من النسب. .إلا أم أخيه وأخته ... وقس عليه أخت ابنه وبنته.

قال ابن عابدين: تحت (قوله أخت ابنه) إنما حرمت عليه أخت ابنه وبنته نسبًا لكونه بنته أوبنت امرأته وهٰذا المعنى مفقود في الرضاع. (ردالمحتار: ۲/ ٤٠٦، باب الرضاع)/ ومثلهٗ في البحرالرائق: ۳/ ۲۲۳، كتاب الرضاع)

(۲) (ويثبت به) ... (وإن قل) ... (أمومية المرضعة للرضيع و) يثبت (أبوة زوج مرضعة) إذا كان (لبنها منه له وإلالا، ... (فيحرم منه) أي بسببه (ما يحرم من النسب). (الدرالمختار على ها مش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/ ۲۱۲، سعيد)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

جس مرد کی والدہ کا دودھ کسی لڑکی نے پیا، وہ اس کی بہن ہوگئی، اس کا نکاح کسی حال میں جائز نہیں، برابر کی عمر کی بہن بھی حرام ہے اور چھوٹی عمر کی بہن بھی حرام ہے، آٹھ سال کی بڑی چھوٹی ہونے سے بہن کس طرح حلال ہو جاوے گی، تمام اولاد شیر پلانے والے کی پہلی اور پچھلی پر یہ دختر حرام ہے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۷)

دو بچوں نے مختلف اوقات میں ایک عورت کا دودھ پیا تو دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہوگی:

سوال: دو چچازاد بھائی بہن نے جن کی عمر میں قریب قریب سات برس کا فرق ہے، متفرق وقتوں میں ایک ہی دایہ کا دودھ پیا ہے، ان دونوں میں رضاعت ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زمانۂ رضاعت میں جب دو بچے کسی ایک عورت کا دودھ پئیں، خواہ اس میں کتنی ہی مدت کا تفاوت ہو، ان میں رضاعت ہوگی۔

(ولا حل بين رضيعي امرأة) لكونهما أخوين وإن اختلف الزمن. (الدرالمختار) كأن أرضعت ولد الثاني بعد الأول بعشرين سنة مثلا وكان كل منهما في مدة الرضاع. (رد المحتار)(۱)

اس لئے ان دونوں میں رضاعت ہوئی۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/ ۱۹۷-۱۹۸)

رضاعی رشتوں کی تفصیل:

سوال: ہندہ کا بڑا لڑکا زید ہندہ کے بیمار ہونے کی وجہ سے مطلق ہندہ کا دودھ نہ پی سکا؛ بلکہ دیگر عورتوں کے دودھ سے پرورش پائی۔ زید ان عورتوں کی اولاد سے نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟ نیز عزیز النساء کی لڑکی مہر النساء جو پانچ چھ روز ہی میں اپنی والدہ عزیز النساء کے انتقال سے یسیر ہوگئی۔ اس نے بھی کئی مستورات کا دودھ پیا تو مہر النساء نے جن عورتوں کا دودھ پیا ہے، ان عورتوں کی اولاد سے اور خود ہندہ کے بڑے لڑکے زید سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

هو المصوب: زید نے جن عورتوں کا دودھ پیا ہے، ان کی اولاد سے خواہ دودھ کے وقت کے ہوں، یا آگے پیچھے کے، زید کا نکاح کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح مہر النساء نے جن عورتوں کا دودھ پیا ہے، ان کی کسی اولاد سے مہر النساء کا نکاح کرنا جائز نہیں۔ معلوم ہوا کہ کوئی بچہ جس نے ڈھائی سال کے اندر کسی عورت کا دودھ پیا ہو تو وہ عورت اس کی

---

(۱) ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/ ۴۰۸

حقیقی ماں کی مانند اور اس کا خاوند جس سے دودھ پیدا ہوا ہے، اس کے حقیقی باپ کے مانند اور ان دونوں کے جتنے قرابت دار ہیں، سب اس بچے کے حقیقی قرابت دار کے مانند ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دودھ پینے والا بچہ اگر لڑکا ہے تو اس کی عورت رضائی باپ کے حق میں حقیقی بہو کی مانند اور اگر لڑکی ہے تو اس کا خاوند رضاعی ماں کے حق میں حقیقی داماد کے مانند اور ان کی اولاد حقیقی نواسے اور پوتے کے مانند ہو جاتے ہیں۔ جس طرح حقیقی باپ، ماں اور بھائی بہن سے اور اپنے بہو، داماد اور نواسے پوتے سے نکاح کرنا جائز نہیں، اسی طرح دودھ کے رشتہ میں ان میں سے کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے:

ویحرم منه(أی من الرضاع) ما یحرم من النسب.(۱)

اور اسی میں ہے:

از جانب شیرده همه خویش شوند
و از جانب شیر خواره زوجان وفروغ(۲)

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۹۶، ۱۹۷)

جب خالہ کا دودھ پیا تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: دو چچازاد بہنیں ہیں، ایک کے محض شیر خوار لڑکا ہے اور دوسری کے ایک لڑکی، شیر خوار بچہ کا رشتہ اس لڑکی سے قرار پایا گیا، یہ شیر خوار بچہ اکثر اوقات اپنی خالہ؛ یعنی آئندہ ہونے والی ساس کے پاس رہنے لگا، یہ خالہ اس شیر خوار لڑکے کو راضی اور خوش رکھنے کے لیے اپنے پستان دیتی تھی تو کچھ دودھ مثل پانی نکل کر لڑکے کی تسلی کر دیتا تھا، گو پیٹ بھر کر وہ اپنی اصلی والدہ کا دودھ پیتا تھا؛ مگر قدرے قلیل پانی سا دودھ آئندہ ساس کے پستان سے بھی پیتا رہا۔ اب وہ دونوں قابل شادی ہو گئے ہیں، اس صورت میں اس لڑکے کا نکاح اس دختر سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں وہ لڑکا اپنی خالہ کا رضاعی پسر ہو گیا؛ کیوں کہ ایک قطرہ دودھ سے بھی جو بحالت شیر خوارگی کسی بچے کو پلایا جاوے، حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ پس وہ لڑکی خالہ کی اور یہ لڑکا جس نے کوئی قطرہ دودھ کا پیا، بہن بھائی رضائی ہو گئے، ان دونوں کا باہم نکاح درست نہیں ہے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۶/۷-۳۹۷)

(۱) شرح الوقاية مع عمدة الحواشی، کتاب الرضاع: ۲۰۲/۳، ۲۰۳، ط: بیروت، انیس

(۲) شرح الوقاية، کتاب الرضاع: ۶۷/۲، علم الفقہ، از امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ: ۵۰/۶، مجموعہ قوانین اسلامی: ۵۵، از آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نئی دہلی، انیس

(۳) قلیل الرضاع وکثیره سواء إذا حصل فی مدة الرضاع تعلق به التحریم. (الهداية) ==

عدم جواز نکاح بادختر مرضعہ کہ از شوہر ثانی پیدا شد:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وحارث حقیقی بھائی ہیں، دونوں کی شادی ہوئی اور ایک ہی وقت میں بفضل خدا صاحب اولاد ہوئے، زید کا لڑکا زندہ رہا اور حارث کا لڑکا بعد کئی مہینے فوت ہوا، زوجہ حارث کے جس وقت دودھ اترا جوڑی بجاراا عضاء شکنی پیدا ہوئی، قیامت کا سامنا ہوا، سبھوں نے رائے دی کہ دودھ زید کے لڑکے کو برائے دفع گرانی پلا دیا جاوے، لہٰذا بچہ مذکور کو دودھ پلایا گیا؛ مگر تھوڑا کسی قدر تکان دفع ہوا دو چار بار ایسا کیا گیا، اتفاق سے حارث کا انتقال ہوگیا، زوجہ حارث نے بعد عدت دوسرا نکاح کرلیا، شوہر دیگر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، زید کے لڑکے کا اس لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ یہ خیال رہے کہ یہ کام جو کیا گیا ہے، بطور دوا، جس طرح سے کسی کو تین [دن سے] فاقہ ہوں، کچھ کھانے کو میسر نہ ہو تو کتا، بلّی، بندر جو ملے کھالیوے؛ مگر شکم پُر نہ کرے، ایسی حالت میں وہ اسلام سے خارج نہیں ہوسکتا، یا مسلمان اس سے تعرض وتحرز کریں گے، مثال اسی کی ہے، جواب باصواب جلد عنایت کیجئے گا، تکلیف اُترنے دودھ تحقیقات کرلیجئے گا، اس وقت مستوراتوں کو کیسا معلوم ہوتا ہے اور نہ اس ارادہ سے کیا گیا محض دفع تکلیف؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نکاح جائز نہیں، رضاعت کے احکام ہر حالت میں دودھ پینے سے ثابت ہوجاتے ہیں، گو وہ دودھ پینا کسی طور پر ہو۔

في الدر المختار: ومخلوط بماء أو دواء ولبن أخرىٰ.(۱)

۴/رجب ۱۳۳۶ھ (تتمہ خامسہ، ص:۶۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۳۱۵/۲)

جس عورت کا دودھ پیا ہے، اس کی کسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک لڑکے نے اپنی باپ کی حقیقی چچی کا دودھ پیا، جس کے بہت فرزند ہیں، جس لڑکی کے ساتھ اس نے دودھ نہیں پیا، اس سے اس لڑکے رضیع کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

== أما لو شک بأن أدخلت الحلمة في فم الصغير وشكت في الارتضاع لاتثبت الحرمة بالشک إلخ والواجب على النساء أن لايرضعن كل صبي من غير ضرورة.(فتح القدير لإبن الهمام، كتاب الرضاع:۳۰۴/۳-۳۰۵، ظفير)

دودھ ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو، حلق سے اترا ہو، اس سے احناف اور مالکیہ کے یہاں رضاعت ثابت ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''یحرم من الرضاع ما يحرم من النسب''، اور یہ عام ہے، صحابہ میں اسی کے قائل ہیں حضرت علیؓ، عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن مسعود وغیرہ، جب کہ حضرت عائشہؓ، امام شافعی وغیرہ کے نزدیک حرمت کے لیے کم از کم پانچ گھونٹ شرط ہے اور ان حضرات کی دلیل حضرت عائشہ، عبداللہ بن زبیر وغیرہ کی روایتیں ہیں، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔(دیکھئے: معرفۃ السنن والآثار:۱۵۱/۱۱-۱۵۲، باب ما يحرم من الرضاع، أوجز المسالک مؤطاً امام مالک:۲۸/۱۱-۳۰)

(۱) الدر المختار، باب الرضاع:۲۱۸/۳، ط، دار الفکر، بیروت، انیس

الجواب

مرضعہ کی تمام اولاد رضیع پر حرام ہوجاتی ہے، خواہ اس کے ساتھ دودھ پیا ہو، یا نہ پیا ہو؛ یعنی اگلی پچھلی اولاد مرضعہ کے سب بچے شیر خوار پر حرام ہیں، پس کسی کے ساتھ ان میں سے نکاح درست نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۰۱)

رضاعی ماں کی کل اولاد سے نکاح جائز نہیں، چاہے دونوں کے دودھ پینے کا زمانہ مختلف ہی کیوں نہ ہو:

سوال: زینب نے اپنے چھوٹے فرزند کا دودھ اپنی بھتیجی فاطمہ کو مدت رضاعت میں پلایا تھا، اس صورت میں زینب کے بڑے فرزند عبدالرحیم کا نکاح فاطمہ کے ساتھ جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

ھو الموفق للصواب: زینب نے اپنا دودھ اپنی بھتیجی فاطمہ کو جو پلایا، اس سے زینب فاطمہ کی رضاعی ماں ہوئی اور اس کی تمام اولاد فاطمہ کے لیے رضاعی بھائی بہن ہوئے، جس طرح بھائی بہن کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح رضاعی بھائی بہن کے مابین نکاح جائز نہیں حرام ہے، چناں چہ شرح وقایہ میں ہے:

ویحرم منه ما یحرم من النسب. (۲)

اور اسی میں تحریر ہے:

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند (۳)

پس زینب کے بڑے فرزند عبدالرحیم کا فاطمہ سے نکاح کرنا، اگر چہ دونوں کے دودھ پینے کا زمانہ علیحدہ تھا، جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

ولایحل بین رضیعی إمرأة لکونهما أخوین وإن اختلف الزمن، انتهٰی. (۴) **واللّٰه أعلم بالصواب**

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۲۰۲، ۲۰۳)

رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں ہوا اور جو خرچ ہوا، وہ خود اس کا ہوا:

سوال: امداد خاں نے شیخ جہانگیر کی زوجہ کا دودھ پیا، پھر شیخ جہانگیر کی اس زوجہ کا انتقال ہوگیا اور شیخ جہانگیر نے مسماۃ نفیساً سے نکاح کیا، اس کے بطن سے مسماۃ حمید النساء دختر پیدا ہوئی، امداد خاں کا نکاح حمید النساء سے جائز ہے، یا

---

(۱) یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً. (الفتاویٰ الهندیة، مصری، کتاب الرضاع: ۳۲۱/۲، ظفیر)

(۲) شرح الوقایة مع عمدة الحواشی، کتاب الرضاع: ۲۰۲/۳، ۲۰۳، ط: بیروت، انیس

(۳) شرح الوقایة، کتاب الرضاع: ۶۷/۲، انیس

(۴) الدرالمختار: ۴۱۰/۴، ط: الریاض، انیس

نہیں؟ اگر جائز نہیں تو امداد خاں کے والد کا چوں کہ شادی میں بہت خرچ ہوا تھا، وہ کون دے گا اور شیخ جہانگیر بھی خرچ وصول کرنے کے درپے ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ امداد خاں نے شیخ جہانگیر کی زوجہ کا دودھ پیا تو امداد خاں شیخ جہاں گیر کا بیٹا رضاعی ہوگیا، پس حمید النساء سے نکاح باطل ہے،(۱) اور خرچ کسی کا کوئی نہ دے گا، جو کچھ جس نے خرچ کیا وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۰۵)

رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: محمد یحییٰ نے آمنہ کا دودھ پیا ہے، اس صورت میں آمنہ کی لڑکی مجیب النساء سے محمد یحییٰ کا نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ بعض لوگ اس نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ محمد یحییٰ نے آمنہ کا دودھ مجیب النساء کے ساتھ نہیں پیا ہے؛ بلکہ اس کے چھوٹے بھائی کے ساتھ پیا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب محمد یحییٰ نے آمنہ کا دودھ پیا ہے تو آمنہ کے سب لڑکے لڑکیاں اس کے رضاعی بھائی بہن ہوئے، جس نے ایک ساتھ پیا ہے وہ بھی اور جس نے پہلے، یا بعد پیا ہے وہ بھی؛ اس لیے مجیب النساء بھی محمد یحییٰ کی رضاعی بہن ہوئی اور اس سے محمد یحییٰ کا نکاح حرام ہے،(۲) جس شخص نے مجیب النساء سے محمد یحییٰ کے نکاح کو جائز کہا ہے، وہ جاہل گمراہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱/۱۱/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۹۱)

دودھ پلانے والی کی تمام اولاد دودھ پینے والے کی رضاعی بھائی بہن ہیں:

سوال: زید نے ہندہ کا دودھ ایام شیر خوار میں پیا تو سب اولاد ہندہ کی زید کے بہن بھائی ہوجاویں گے، یا صرف وہ لڑکی، یا لڑکا جس کا دودھ زید نے پیا ہے، زید کے بھائی بہن ہوں گے؟ کیوں کہ زید کا نکاح ہندہ کی نواسی سے ہوا ہے، خلوت ہنوز نہیں ہوئی۔ زید کہتا ہے کہ یہ ہندہ کی نواسی ہندہ کی اس لڑکی سے ہے کہ جس کا دودھ پیا ہے، اگر یہ لڑکی ہندہ کی پوتی ہوتی؛ یعنی بکر کی لڑکی تو میری بھتیجی ہوتی، اس واسطے یہ مجھ پر حرام نہیں ہے، چوں کہ بکر سب اولاد ہندہ سے چھوٹا ہے، ہندہ کی نواسی پہلی لڑکی سے ہے، ہندہ کے چھ اولاد ہیں؟

---

(۱) ویثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه له وإلا لا. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفیر)

(۲) لقوله عليه الصلاة والسلام: يحرم من الرضاعة مايحرم من النسب. (الصحيح لمسلم، كتاب الرضاع: ۱/۴۶۷)

الجواب

اس صورت میں سب اولاد ہندہ کی زید کے بہن بھائی رضاعی ہیں، پس ہندہ کی نواسی کے ساتھ نکاح زید کا حرام ہے اور عذر زید کا غلط ہے اور بسبب جہالت کے لیے کہ وہ مسئلہ شرعیہ ے واقف نہیں۔ درمختار میں صریح موجود ہے:

ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها أى التى أرضعتها وولد ولدها؛لأنه ولد الآخر. (باب الرضاع)(۱)

اور شامی میں ہے:

وإن اختلف الزمن كان ارضعت الولد الثانى بعد الاول بعشر ين سنة مثلا وكان كل منهما فى مدة الرضاع. (۲)

وفيه أيضاً:فى البحرعن آخرالمبسوط:لوكانت أم البنات أرضعت أحد البنين وأم البنين أرضعت إحدى البنات لم يكن للإبن المر تضع من أم البنات أن يتزوج واحدة منهن. (۳)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۲۸/۸-۴۲۹)

جس بچی نے کسی عورت کا دودھ پیا، اس کے کسی لڑکے سے اس کا نکاح:

سوال: میرا نام معین الدین ہے، میرے دولڑکے کے بعد تیسری لڑکی ہے، اس لڑکی کے ساتھ مدت رضاعت کے اندر میری اہلیہ نے میری بھانجی کو دودھ پلا دیا ہے، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس بھانجی کے ساتھ میرے لڑکے کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں جب آپ کی اہلیہ نے آپ کی بھانجی کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہے تو ایسی صورت میں اس بھانجی کا نکاح آپ کے کسی بھی لڑکے سے نہیں ہوسکتا ہے۔ آپ کے تمام بچے اور بچیاں اس کے رضاعی بھائی بہن ہو گئے اور جس طرح حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔

قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب(الحديث)(الصحيح لمسلم كتاب الرضاع:٤٦٧/١) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۹۵/۴)

زید نے جب پھوپھی کا دودھ پیا تو اس کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا:

سوال: زید وبکر دونوں برادر پھوپھی کا دودھ پیا ہے تو زید کا اس لڑکی سے کہ جس کے ساتھ زید نے دودھ

(۱،۲) الدرالمختا رعلٰى هامش ردالمحتار،باب الرضاع:٥٦١/٢،ظفير

(۳) ردالمحتار:٥٦١/٢،ظفير

پیا ہے، نکاح جائز ہے کہ نہیں اور اگر اس لڑکی سے جائز نہیں تو ان دونوں لڑکیوں سے کہ جو اور ہیں کہ جن کے ساتھ زید نے دودھ نہیں پیا نکاح جائز ہے کہ نہیں اور بکر سے تو نکاح ہوسکتا ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

زید نے جس عورت کا دودھ پیا ہے، اس عورت کی تمام لڑکیاں زید پر حرام ہیں، خواہ اس لڑکی نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہو، یا نہ پیا ہو اور البتہ بکر کا نکاح ان تینوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کے ساتھ درست ہے؛ لیکن جس ایک کے ساتھ نکاح کرلے گا، پھر اس کی موجودگی میں اس کی کسی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳۲/۸۔۴۳۳)

پھوپھی کا دودھ پیا تو اس کی لڑکی سے نکاح:

سوال: زید نے مدت رضاعت میں اپنی پھوپھی عائشہ کا دودھ پیا ہے تو زید کا نکاح پھوپھی عائشہ کی لڑکی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زید نے عائشہ کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے؛ اس لیے عائشہ اس کی رضاعی ماں ہے اور اس کی اولاد زید کی رضاعی بہن بھائی ہیں، لہٰذا زید کا نکاح عائشہ کی کسی لڑکی سے نہیں ہوسکتا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/۲/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۸/۴)

رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح حرام ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں:

سوال: حمیدہ خاتون کے پاس چھ لڑکے ہیں، محمد توقیر، حفظ الرحمٰن، محمد رضوان، محمد غفران، اور محمد ذیشان حمیدہ خاتون نے اپنی نند ریحانہ خاتون کے لڑکا برکت اللہ کو محمد توقیر جب دودھ پی رہا تھا، اس وقت ایک دن دودھ پلایا تھا، اب حمیدہ خاتون اپنے بڑے لڑکے محمد توقیر کی شادی ریحانہ خاتون کی لڑکی سے جو برکت اللہ سے چھوٹی ہے، کرنا چاہتی ہے، یہ رشتہ جائز ہے، یا ناجائز؟ نیز یہ کہ برکت اللہ کی شادی توقیر کی کسی بہن سے ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

رضاعت کے سلسلہ میں بنیادی طور پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کوئی بچہ مدت رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پیتا ہے تو وہ بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا، یا بیٹی اور وہ عورت رضاعی ماں ہوجاتی ہے اور اس عورت کی تمام اولاد دودھ

(۱) لقوله علیه الصلاة والسلام: یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب. (الصحیح لمسلم کتاب الرضاع: ٤٦٧/١)

پینے والے بچے کے رضاعی بھائی بہن ہو جاتے ہیں؛ اس لیے اس بچہ کی شادی دودھ شریک بھائی بہن کا رشتہ قائم ہونے کی وجہ سے، دودھ پلانے والی عورت کسی بھی اولاد سے خواہ بڑی ہو، یا چھوٹی، ایک ہی شوہر سے ہو، یا دوسرے سے، شرعاً حرام ہوتی ہے، چناں چہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (سورة النساء: ۲۳)

اور حدیث شریف میں ہے:

ويحرم من الرضاعة مايحرم من النسب. (الصحيح للبخاري: ۱۲٤/٦، رقم الباب: ۲۰، طبع استنبول، الصحيح لمسلم: ۱۰٦٨/۲، طبع استنبول)

نیز فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ويحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً حتىٰ أن المرضعة لوولدت من هٰذا الرجل أو بعده ... فالكل إخوة الرضيع وأخواته". (الفتاوى الهندية: ۳٤۳/۱)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

"والأصل في ذلك أن كل إثنين اجتمعا علىٰ ثدي واحد صارا أخوين أو أختين أو أخ أو أختا من الرضاعة فلا يجوز لأحدهما أن يتزوج بالآخر ولا بولده كما في النسب". (بدائع الصنائع: ٤/۳)

لہٰذا مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں صورت مسئلہ میں برکت اللہ نے چوں کہ محمد توقیر کی والدہ کا دودھ پیا ہے؛ اس لیے برکت اللہ کی شادی محمد توقیر کی کسی بہن سے خواہ بڑی ہو، یا چھوٹی شرعاً نہیں ہو سکتی، البتہ محمد توقیر کی شادی برکت اللہ کی کسی بھی بہن سے خواہ بڑی ہو، یا چھوٹی ہو سکتی ہے، جائز ہے۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲٤)

"وتحل أخت أخيه رضاعاً كما تحل نسباً مثل الأخ لأب إذا كانت له أخت من أمه يحل لأخيه من أبيه أن يتزوجها كذا في الكافي". (الفتاوى الهندية: ۳٤۳/۱)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

ويجوز للرجل أن يتزوج أخت أخته من الرضاع وهٰذا ظاهر. (بدائع الصنائع للكاساني: ٤/٦) فقط واللہ تعالی اعلم (فتاوی قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، ص: ۱۱۹)

جس نے پھوپی کا دودھ پیا، اس کا اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک شخص کی شادی اس کی پھوپی کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی؛ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ لڑکے نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے، اس پر لوگوں اس کے ماں باپ کو سمجھایا؛ مگر انھوں نے نہ مانا اور ناصح کو برا بھلا کہا اور نکاح پر آمادہ ہو گئے اور طرفین سے رضامندی ہو گئی۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر درحقیقت اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے تو اس کی دختر سے نکاح اس کا صحیح نہیں ہے؛(۱) لیکن بصورت انکار دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، اگر گواہ نہ ہوں تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱۶/۷)

پھوپھی کا دودھ پینے کے بعد اُس کی لڑکی سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے پانچویں نمبر کی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی پھوپھی کا دودھ پیا، اب زید اپنی پھوپھی رضاعی ماں کی نویں لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً دونوں کے مابین یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

پھوپھی کا دودھ پینے کی وجہ سے زید کی پھوپھی اس کی رضاعی ماں بن گئی ہے اور پھوپھی کی سب لڑکیاں اس کی رضاعی بہنیں قرار پائی ہیں، لہٰذا زید کا اپنی پھوپھی کی کسی بھی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً حلال نہیں ہے۔

ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها أى التى أرضعتها (الدر المختار) لم يكن للإبن المرتضع من أم البنات أن يتزوج واحدة منهن. (شامی: ۳۰۱/٤، بیروت)

ولا حل بين رضيع وولد زوج لبنها: أى لبن المرضعة منه: أى من الزوج بأن نزل بوطئه فهو: أى ذٰلک الزوج أبٌ للرضيع، وابنه: أى ابن زوج المرضعة أخٌ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرىٰ وبنته أختٌ للرضيع وإن كانت من امرأة أخرىٰ. (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع ۳۷۷/۱-۳۷۸، دار إحياء التراث العربى بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۳/۷/۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۱/۸-۲۷۲)

اپنی مرضعہ کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک شخص نے ایک عورت کا دودھ مدت رضاعت میں ایک دفعہ پیا ہے تو جس لڑکی کے ساتھ میں دودھ پیا ہے، اس کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور نکاح کو چھ ماہ ہوچکے ہیں، امام شافعیؒ کا اس میں کیا مذہب ہے؟ اگر حنفیہ کی مخالفت ہے تو ان کے دلائل کا کیا جواب ہے؟

---

(۱) (ويثبت به) ... (وإن قل) ... (أمومية المرضعة للرضيع و) يثبت (أبوة زوج مرضعة) إذا كان (لبنها منه له وإلالا، ... (فيحرم منه) أى بسببه (ما يحرم من النسب). (الدر المختار علىٰ ها مش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۵۵٦/۲، ظفير)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں حرمت رضاعت عند الحنفیہ ثابت ہے اور نکاح ما بین رضیع وولد مرضعہ حرام اور نا جائز ہے۔

واستدلال الحنفية بالآية ﴿وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم﴾ الآية معروف. (۱)

قال فى الشامى بعد نقل مذهب الشافعي والجواب أن التقدير منسوخ صرح بنسخه إبن عباس وابن مسعود وروى عن ابن عمر أنه قيل له إن ابن الزبير يقول: لابأس بالرضعة والرضعتين، فقال: قضاء الله خير من قضائه، قال تعالىٰ: ﴿وأمهاتكم اللا تى أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة﴾ فهٰذا أما أن يكون رداً للرواية بنسخها أو لعدم صحتها أو لعدم إجازة تقيدا طلاق الكتاب بخبر الواحد، وهٰذا معنى قوله فى الهداية: أنه مردود بالكتاب أو منسوخ به. (شامی، باب الرضاع: ٢/٤٠٥) (۲)

اور جو نکاح مابین مرضع وولد مرضعہ ہو چکا ہے، وہ باطل ہے، ان میں تفریق اور علاحدگی کرادینی چاہیے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۱۸)

رضاعی بہن سے نکاح کا حکم:

سوال: مسماۃ ساجدہ اور مسماۃ صابی دونوں ایک مکان میں رہتی تھیں۔ ساجدہ کے یہاں عبد الرشید اور صابی کے یہاں محمد شریف پیدا ہوئے، دونوں لڑکوں کی ولدیت علاحدہ علاحدہ ہے۔ عبد الرشید نے صابی کا دودھ پیا ہے اور محمد شریف نے ساجدہ کا دودھ پیا۔ اس وقت یہ دونوں جوان ہیں اور دونوں کی بالترتیب چھوٹی بہنیں بھی جوان ہیں تو عبد الرشید کا نکاح محمد شریف کی بہن سے اور محمد شریف کا نکاح عبد الرشید کی بہن سے ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مسمی عبد الرشید کا نکاح مسماۃ صابی کی کسی لڑکی سے جائز نہیں اور محمد شریف کا نکاح مسماۃ ساجدہ کی کسی لڑکی سے جائز نہیں، ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۱۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۲۲)

---

(۱) دیکھئے: الفقه علىٰ مذاهب الأربعة للجزرى: ١/٢٥٠، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ٢/٥٥٦، ظفير

(۳) "عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة"، (مشكاة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ٢/٢٧٣، قديمى)/ وسنن ابن ماجة، باب ما يحرم من الرضاع مايحرم من النسب، ص: ١٣٩، قديمى)

"فيحرم منه، أى بسببه ما يحرم من النسب" (رد المحتار، باب الرضاعة: ٣/٢١٣، سعيد)

عورت جس شخص کو اپنا دودھ پلائے، اس سے اپنی لڑکی کا نکاح:

سوال: جس عورت نے عوام میں زید کو دودھ پلانے کا اقرار کیا اور کرتی رہی اور اب وہ اپنی لڑکی کا نکاح زید کو دینے پر آمادہ ہوگئی۔ اس کے اقرار عندالعوام سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی، یا نہیں؟ بلکہ زید کا باپ بھی اس کا مقر ہے کہ میرے لڑکے نے اس کا دودھ پیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب لڑکی کی والدہ اور لڑکے کے والد صاحب کا اقرار ہے تو ان کو اپنی اولاد کا اس طرح کا نکاح کرنا حرام ہے۔ (۱)
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۲۳)

رضاعی بھائی کے درمیان نکاح:

سوال (۱) طاہرہ کی دو لڑکیاں عائشہ وزینب عمر ایک سال اور منیرہ کے دو لڑکے عبد الغنی اور حسام الدین۔ کیا عبد الغنی اور زینب کا نکاح جائز ہے؟ ایسے ہی عبد الغنی اور عائشہ کا نکاح جائز ہے؟ اور حسام الدین وزینب اور حسام الدین وعائشہ میں نکاح ہوسکتا ہے؟

(۲) جب کہ حسام الدین بعمر ۲/سال، چھ ماہ ہونے کے بعد زینب نے حسام الدین کی والدہ منیرہ کا دودھ پیا تھا اور زینب کی عمر چار ماہ کی تھی تو کیا حسام الدین وزینب میں نکاح ہوسکتا ہے؟ ایسے ہی حسام الدین و عائشہ میں، یا عبد الغنی وزینب میں، یا عبد الغنی وعائشہ میں، وضاحت سے تحریر فرمائیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱،۲) زینب نے مدتِ رضاعت میں منیرہ کا دودھ پیا ہے، لہذا عبد الغنی اور حسام الدین دونوں زینب کے دودھ شریک بھائی ہوگئے، ان دونوں میں سے عائشہ کسی کی رضاعی بہن نہیں، لہذا عائشہ کا نکاح ان میں سے جس کے ساتھ مناسب ہو، کردیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وأخواتکم من الرضاعة﴾ (الآیة) (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۲۳)

---

(۱) عن عقبة بن الحارث. قال: وقد سمعته من عقبة ولکني لحدیث عبید أحفظ قال: تزوجت إمرإة، فجائتنا إمرأة سوداء، فقالت: إني قد أرضعتکما، فأتیت النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، فأخبرته، فقلت: إني تزوجت فلانة بنت فلان، فجاء تني إمرأة سوداء، فقالت: إني قد أرضعتکما فأعرض عني، فأتیته من قبل وجهه، فقلت: إنها کاذبة، قال: وکیف بها وقد زعمت أنها قد أرضعتکما، دعها عنک. (سنن النسائي، باب الشهادة في الرضاع: ۸٤/۲، قدیمي)

(۲) سورة النساء: ۲۳

مرضعہ کا رضاعی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سرمدی اور انوری دوسگی بہنیں ہیں، بارہ سال قبل سرمدی کے لڑکے سے انوری کی لڑکی کی شادی ہوگئی، جب کہ انوری سرمدی کے لڑکے کو چار یا پانچ ماہ کی عمر میں دودھ پلا چکی تھی، ایک بچہ ہوچکا، جس کی عمر تین سال ہے، اُن لوگوں کو یعنی عورتوں کو دودھ پلانے کا علم تھا، مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے دونوں بہنوں نے شادی کے وقت ظاہر نہیں کیا، سرمدی کے شوہر نے جب مسئلۂ رضاعت کو علماء کرام سے سنا تو اپنی سالی انوری سے تحقیق کی تو اُس نے کہا کہ میں نے دودھ پلایا ہے، میں قسم بھی کھا سکتی ہوں؛ لیکن میں رشتہ نہیں توڑوں گی، جب کہ لڑکا اور اس کی ماں سرمدی اور اس کا باپ سبھی چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ نہ چلے تو:

(۱) لڑکا لڑکی کا رضاعی بھائی ہوگا۔

(۲) اگر بھائی ہے تو کیا دونوں کا میاں بیوی بن کر رہنا جائز ہے؟

(۳) انوری کا کہنا ہے کہ میں اپنی لڑکی کو جدا نہیں کروں گی، کہاں تک درست ہے؟

(۴) اگر دونوں جدا نہیں ہوتے تو سرمدی اور ان کے شوہر لیاقت اپنے لڑکے سے کیا برتاؤ کریں؟

(۵) نیز تین سال کا بچہ دونوں کے بیچ ہے وہ ثابت النسب ہے، یا نہیں؟

(۶) اور نسب کس سے ثابت ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

(۱،۲) جب یہ بات ثابت ہے کہ انوری نے سرمدی کے لڑکے کو بچپن میں دودھ پلایا ہے تو اس لڑکے سے انوری کی لڑکی کا نکاح حلال نہیں؛ کیوں کہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں، لہٰذا دونوں میں فوری طور پر جدائی لازم ہے۔

ولا حل بين رضيعي امرأة لكونها أخوين، وإن اختلف الزمن والأب. (الدرالمختار مع الشامی: ۳۰۱/۴، بیروت)

(۳) مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود انوری کا رضاعی بھائی بہن کے نکاح کو باقی رکھنے پر اصرار کرنا بڑی جسارت کی بات ہے، اسے اس بات سے توبہ کرنی چاہیے اور دونوں پر فوری طور پر تفریق کرا دینی چاہیے۔

والواجب على النساء أن لا يرضعن كل صبي من غير ضرورة، وإذا أرضعن فليحفظن ذٰلك ويشهرنه ويكتبنه احتياطا. (الدر المختار مع الشامی: ۴۹۶/۴، بیروت)

(۴-۶) حرمتِ رضاعت کی بنا پر یہ نکاح فاسد ہوا ہے، دونوں میں جدائی لازم ہے، جس وقت سے جدائی ہوگی، اس وقت سے عورت عدت گزارے گی اور جو بچہ نکاح فاسد کے دوران ہوا ہے، احتیاطاً اُس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔

وتجب العدة بعد الوطء من وقت التفريق ويثبت النسب احتياطاً بلا دعوة. (الدرالمختار)
أما الإرث فلا يثبت فيه. (شامی: ۲۰۵/۴، بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۱۰/۱۴۳۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۸۰/۸-۲۸۱)

رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں:

سوال: مسماۃ حلیمہ کا دودھ محمد عمر اور محمد ہارون نے اکھٹے پیا، مسماۃ حلیمہ، محمد عمر کی پھوپھی ہے اور محمد ہارون کی حقیقی ماں ہے، اس کے بعد مسماۃ حلیمہ کے ہاں ایک لڑکی رشیدہ پیدا ہوئی، کیا رشیدہ کا نکاح محمد عمر کے ساتھ ہوسکتا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں مسماۃ رشیدہ محمد عمر کی رضاعی بہن ہے، لہٰذا اس کے ساتھ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

۲۲/۱/۷ ۱۳۹ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۶)

رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت نے اپنی بہن کی بیٹی کو اپنا

(۱) ﴿حرمت عليكم أمهاتكم ... وأخواتكم من الرضاعة﴾ (الآية) (سورة النساء: ٢٣)

☆ **رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں:**

سوال: زبیر احمد نے شیر خواری کے عالم میں اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا، یہ دودھ صرف دو دن کے لیے پلایا گیا تھا، اب زبیر احمد جوان ہوگیا ہے اور اس کی منگنی پھوپھی کی لڑکی (ہمشیرہ حمیدہ) سے ہوگئی ہے، اب یہ شادی شرعاً جائز ہوگی، یا نہیں؟ اس کے علاوہ حمید کی منگنی زبیر کی بہن سے ہوئی ہے، کیا حمید کی شادی زبیر کی بہن سے جائز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں زبیر احمد ہمشیرہ حمید کا رضاعی بھائی ہے، لہٰذا ہمشیرہ حمید کا نکاح اس سے نہیں ہوسکتا، (﴿حرمت عليكم أمهاتكم ... وأخواتكم من الرضاعة﴾ (الآية) (سورة النساء: ٢٣) البتہ زبیر کی بہن نے اگر والدہ حمید کا دودھ نہیں پیا تو اس کا نکاح حمید سے ہوسکتا ہے۔ (﴿وأحل لكم ما وراء ذٰلكم﴾ (الآية) (سورة النساء: ٢٥) واللہ سبحانہ اعلم

۱۴/۲/۷ ۱۳۹ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۶)

مرضعہ کی کسی بیٹی سے دودھ پینے والے کا نکاح نہیں ہوسکتا:

سوال: زید نے بنت عدی کا دودھ پیا، بنت عدی کے بطن سے بہت سی بیٹیاں ہیں، کیا زید شرعاً عدی کی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی سے شادی کرسکتا ہے؟

الجواب

اگر زید نے ڈھائی سال سے کم عمر کے اندر عدی کا دودھ پیا ہے تو بنت عدی کی کسی بیٹی سے زید کا نکاح جائز نہیں۔

لقوله عليه السلام: "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (سنن الترمذی، ج: ۱، ص: ۲۱۷ (طبع سعيد) وكذا في سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب يحرم من الرضاعة ج: ۱، ص: ۲۸۰ (طبع سعيد) / وفي الهندية، كتاب الرضاع، ج: ۱، ص: ۳۴۳ (طبع ماجدية) يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما و فرعهما من النسب والرضاع جميعا، الخ.) واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۸/۶/۳۰ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۷)

دودھ پلایا ہے اور اب وہ عورت اپنی بہن کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتی ہے، جس لڑکی کو اس نے دودھ پلایا ہے تو اس طریقے سے شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ آپ اس کا جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں تفصیل سے دیں۔

نوٹ: ایک سال سے کم عمر تھی جس بچی کو دودھ پلایا تھا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ہر وہ عورت جو کسی بچہ، یا بچی کو دودھ پلائے تو وہ عورت اس کی رضاعی ماں کہلاتی ہے اور اس عورت کی اولاد اس بچہ، یا بچی کے رضاعی بھائی و بہن ہوتے ہیں، جس طرح حقیقی بہن بھائی سے نکاح کرنا حرام ہے، اسی طرح رضاعی بہن بھائی سے بھی نکاح کرنا حرام ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ عورت اپنی بہن کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح نہیں کرسکتی۔

لمافي القرآن الكريم (النساء: ٢٣): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ وَبَنَاتُ الاُخْتِ وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (الآية)

وفي مشكاة المصابيح (ص:٢٧٣، باب المحرمات): عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحرم من الرضاعة مايحرم من الولادة. (رواه البخاري)

وفي الهندية (٣٤٣/١، كتاب الرضاع): يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا.

وفي الدرالمختار (٢١٧/٣، باب الرضاع): (ولا) حل (بين الرضيعة وولد مرضعتها) أي التي أرضعتها (وولد ولدها) لأنه ولد الأخ. (نجم الفتاویٰ: ۲۲۴/۴)

رضیع کے لیے مرضعہ کی سب لڑکیاں حرام ہیں:

سوال: حقیقی دو بہنیں ہیں اور ان دونوں کے پاس لڑکے ہیں، دودھ پیتے ہوئے۔ ایک موقع پر دونوں بہنیں شادی میں گئیں اور وہاں فرش پر سوگئیں؛ لیکن بھول سے ایک بہن نے دوسری بہن کے لڑکے کو دودھ پلا دیا، جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے تو اس نے اپنی بہن سے کہا کہ میں نے تیرے لڑکے کو بھول سے دودھ پلا دیا ہے، جس نے دودھ پلایا تھا، اس کے دو تین حمل کے بعد لڑکی پیدا ہوئی تو اب اس لڑکے کا جس نے دودھ پیا تھا، اس لڑکی کے ساتھ نکاح ہوگیا ہے۔ آیا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں جس لڑکے نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے، وہ اپنی خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا، خالہ کی تمام اولاد اس کے رضاعی بہن بھائی ہیں، جس طرح کہ حقیقی بھائی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بہن بھائی سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔

یحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا، حتى أن المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غيره قبل هذا الإرضاع أو بعده أو ارضعت رضيعا أو ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الإرضاع أو بعده،الخ. (الفتاویٰ الهندية) (۱) (کفایت المفتی: ۱۶۰/۵)

زید کی مرضعہ کی سب لڑکیاں زید پر حرام ہیں:

سوال: زید نے ہندہ کے ہمراہ ہندہ کی حقیقی والدہ کا دودھ پیا، اب صرف ہندہ ہی کا زید سے نکاح ازروئے شرع شریف ناجائز اور حرام ہے، یا اس کی کل بہنوں کا بھی؟ فقط

الجواب

فی الدرالمختار: (ولا حل بين رضيعى إمرأة) لكونها أخوين وإن اختلف الزمن و الأب (ولا حل (بين الرضيعة وولد مرضعتها)،إلخ، مع ما يتعلق به من رد المحتار. (۲۷۰/۲) (۲)

بناء بر روایت مذکورہ جواب یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں ہندہ کی والدہ کی تمام لڑکیاں زید پر حرام ہیں۔ فقط

۹/ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۹۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۵/۲)

دودھ پلانے والی کی تمام اولاد پینے والے پر حرام ہے:

سوال: ہندہ کے چھ لڑکے مسمیان اکبر، احمد، حسین، یعقوب، انور، غوث ہیں۔ ہندہ کے بھائی مسمی زید کی دو لڑکیاں مسماۃ سلمٰی، زینب ہیں۔ غوث اور سلمہ نے ہندہ کا دودھ پیا ہے تو ہندہ کے اول الذکر پانچ لڑکوں میں سے کوئی ایک لڑکا مسماۃ سلمہ سے عقد شرعی کرسکتا ہے؟

(المستفتی: ۱۲۶، احمد علی خاں، کاچیکوڑہ حیدرآباد دکن، یکم شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۰/نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

مسماۃ سلمہ ہندہ کی رضاعی بیٹی ہوگئی اور ہندہ کی تمام اولاد سلمہ کی رضاعی اخوات میں شامل ہوگئی؛ اس لیے ہندہ کے کسی لڑکے سے سلمہ کا نکاح جائز نہیں ہوگا۔ (۳) ہاں ہندہ کے لڑکوں کو نکاح زینب سے جائز ہے۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۴/۵)

---

(۱) **الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۳٤۳/۱، ماجدية**

(۲) **الدرالمختار، كتاب الرضاع: ۲۱۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس**

(۳) **يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا،إلخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۳٤۳/۱، ماجدية)**

(۴) **وتحل أخت أخيه رضاعًا يصح إتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبى له أخت رضاعية،وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعًا أخت نسبًا وبهما وهو ظاهر. (الدرالمختار، كتاب النكاح،باب الرضاع: ۲۱۷/۳،سعيد)**

پینے والے کے لیے مرضعہ کی لڑکی سے نکاح حرام ہے:

سوال: اگر کسی نے ایک عورت کا دودھ پیا تو پینے والے کے لیے اس کی لڑکی حرام ہوگی، یا پینے والے کے اور بھائی بہن کے لیے بھی حرام ہوگی؟

(المستفتی: ۶۴۶، عبدالاحد (ضلع دربھنگہ) ۱۴/رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۳/اکتوبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

پینے والے کے لیے اس کی لڑکی حرام ہوگی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۵/۵)

دودھ پینے والے کے لیے دودھ پلانے والی کی سب لڑکیاں حرام ہیں:

سوال: زید کی کئی حقیقی خالہ زاد بہنیں ہیں، ان بہنوں میں سے صرف ایک بہن کے ساتھ زید نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے۔ ایک اس بہن کو چھوڑ کر باقی بہنوں میں سے کسی ایک کے ساتھ زید نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۶۷۱، محمد حسین بی اے۔ بی۔ ٹی علیگ (دہلی) شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۹/نومبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

جس خالہ کا دودھ زید نے پیا ہے، اس کی تمام لڑکیاں زید کی رضاعی بہنیں ہوگئیں، ان میں سے کسی کے ساتھ زید کا نکاح جائز نہیں۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۶/۵)

دادی کا دودھ پینے والے کا پھوپھی اور چچا کی اولاد سے نکاح حرام ہے:

سوال: ایک لڑکا ہے، جس نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے اور اس کی پھوپھی کی لڑکی ہے؛ مگر وہ پھوپھی اس سے بڑی ہے اور چچا کی بھی لڑکی ہے۔ وہ بھی اس سے بڑا ہے تو وہ ان کی لڑکیوں سے شادی کرسکتا ہے، یا کہ نہیں؟ جس پھوپھی کے ساتھ اس نے دودھ پیا ہے، اس سے اس کا چچا اور پھوپھی بڑے ہیں، ان کی لڑکیوں سے شادی کرسکتا ہے؟

(المستفتی: ۱۳۹۹، عبدالستار صاحب انصاری (سندھ) ۲۷/محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۰/اپریل ۱۹۳۷ء)

---

(۱) ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم من الرضاعة﴾ (النساء: ۲۳)
اضافہ: رضاعی بھائی کے حقیقی بہن بھائیوں کا مرضعہ کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ انیس

(۲) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاعة مايحرم من الولادة. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب مايحرم من الرضاعة: ۲۸۰/۱، سعيد/موطأ الإمام مالك، ت: عبدالباقي، باب رضاعة الصغير، رقم الحديث: ۲، موطأ الإمام محمد، باب الرضاع، رقم الحديث: ۶۱۷، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جس لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے، وہ اپنی کسی پھوپھی اور کسی چچا کی لڑکیوں سے شادی نہیں کرسکتا؛(۱) کیوں کہ تمام پھوپھیاں اور تمام چچا اس کے بھائی بہن ہو گئے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۹/۵)

دودھ پینے والے کے لیے دودھ پلانے والی کی سب لڑکیاں حرام ہیں:

سوال: ہندہ کی گود میں ایک لڑکا تھا جو فوت ہوگیا، ہندہ نے اپنی بہن خالدہ کے لڑکے زید کو اپنا دودھ صرف ایک دن پلایا، اس کے بعد ہندہ کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، جواب بالغ ہے۔ اس لڑکی کا عقد خالدہ کے بڑے لڑکے یعنی زید جس کو دودھ پلایا تھا، اس کے بڑے بھائی مسمی بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بہن کے جس لڑکے کو ہندہ نے دودھ پلایا ہے وہ ہندہ کا رضاعی بیٹا ہوگیا، اس کا نکاح ہندہ کی کسی لڑکی سے درست نہیں، (۲) اس لڑکے کے دوسرے بھائی سے جس کو دودھ نہیں پلایا ہے، ہندہ کی لڑکی کا نکاح درست ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۳/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۳/۳۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۱/۱۱)

دودھ پلانے والی کی تمام اولاد سے نکاح حرام ہے:

سوال: ایک آدمی بالفرض زید اس کے دو بیٹے اور پہلے لڑکے کے سے ایک لڑکی ہے اور دوسرے سے ایک لڑکا، دوسرے لڑکے کے لڑکے نے اپنی دادی کی چھاتی سے دودھ پیا ہے اور پہلے لڑکے کی لڑکی نے دودھ نہیں پیا ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ کیا دونوں لڑکوں کی لڑکی ولڑکوں سے شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ جب کہ دوسرے لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے، کیا ان پر حکم رضاعت کی وجہ سے شادی ممنوع ہوسکتی ہے، یا حکم رضاعی کا اطلاق نہیں ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس لڑکے نے مدتِ رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے وہ دادی اس کی رضاعی ماں ہوگئی ہے، اب اس دادی

---

(۱) عن عائشة زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: إن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة. (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب مایحرم من الرضاعة: ۲۸۰/۱، سعید)

(۲،۳) "عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة" (مشکاة المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲۷۳/۲، قدیمی)

"فیحرم منه، أی بسببه مایحرم من النسب" (رد المحتار، باب الرضاعة: ۲۱۳/۳، سعید)

کی اولاد کی اولاد کسی سے بھی اس لڑکے کی شادی شرعاً درست نہیں، چاہے کسی نے اس دادی کا دودھ پیا ہو، یا نہ پیا ہو۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۳۳۲)

ایضاً:

سوال: خالد کی ماں کی جانکنی کی حالت میں تھی، رشیدہ کی ماں نے خالد کو دودھ پلایا اور رشیدہ کی ماں کی قریب المرگ حالت میں خالد کی ماں نے رشید کو دودھ پلایا، آگے چل کر رشیدہ کی شادی افسر سے ہوگئی اور ایک نرینہ اولاد بھی ۴/سالہ موجود ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ خالد کی شادی جمیلہ سے عنقریب ہونے والی ہے۔ صورتِ مسئولہ میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ مطلع فرمائیں؛ تاکہ اظہار حق ہو۔

نوٹ: رحیمہ بی بی کے دوشوہر ہوئے اور دونوں وفات پاگئے، ہر ایک سے ایک ایک بچی موجود ہے: رشیدہ وجمیلہ۔ نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

زید			
رحیمہ زوج اولیٰ حامد صاحب مرحوم		اختری بیگم زوجہ سید محمد صاحب	
زوج ثانی فرید صاحب مرحوم			
رشیدہ بنت حامد صاحب	جمیلہ بنت فرید صاحب	افسر صاحب	خالد صاحب
زوج ثانی	زوج ثانی		

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خالد نے جس عورت کا دودھ پیا، وہ اس کی رضاعی ماں ہوگئی، اس کی کسی اولاد سے خالد کا نکاح درست نہیں۔

"**ویحرم من الرضاع مایحرم من النسب**". (شامی: ۲/۳۰ ۳)(۲)

ایسے ہی اگر رشیدہ نے خالد کی ماں کا دودھ پیا، جیسا کہ سوال کی ابتدائی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے تو وہ اس کی

---

(۱) عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة". (مشكاة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قديمی)

"فيحرم منه، أی بسببه مايحرم من النسب" (رد المحتار، باب الرضاعة: ۳/ ۲۱۳، سعيد)

(۲) المصدر السابق

أيضا: "كل إمرأة حرمت من النسب، حرم مثلها من الرضاع، وهن الأمهات . . . وبنات الأخ وبنات الأخت". (إعلاء السنن، كتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن، كراچی)

ماں ہوگئی، اس کی کسی اولاد سے رشیدہ کا نکاح درست نہیں ہوا، اگر افسر کا نکاح رشیدہ سے درست نہیں ہوا، ان دونوں میں تفریق کرادینا ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ: صورتِ سوال بہت عمیق ہے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۳/۱۱)

رضاعی بہن بھائی کے سگے بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ دو بہنوں میں سے ایک کے چار بیٹے ہیں، جب کہ دوسری کی پانچ بیٹیاں ہیں۔ ایک بہن نے اپنے سب سے بڑے بھانجے کو دودھ پلایا اور اس کے علاوہ کسی کو نہیں پلایا۔ اسی طرح دوسری بہن نے بڑی سے چھوٹی بھانجی کو دودھ پلایا۔ اب ان میں سے کس کس کا نکاح آپس میں حرام ہے؟ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

خالہ نے جس بھانجے کو دودھ پلایا ہے، اس پر خالہ کی تمام بیٹیاں حرام ہیں اور اسی طرح دوسری خالہ نے جس بھانجی کو دودھ پلایا، اس پر اس کے تمام یعنی چاروں بیٹے حرام ہیں اور دیگر اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے۔

لما في التاتارخانية (۲۳۱/۳): ولو أرضعت أم البنات واحدا من البنين وأرضعت التي لها البنون واحدة من البنات لايجوز لذلك الابن أن يتزوج بتلك المرأة ولا باحدى بناتها وجاز لاخوته أن يتزوجوا بنات تلك المرأة الا البنت التي أرضعتها أمهم.

وفي الدرالمختار (۲۱۷/۳): (وتحل أخت أخيه رضاعا) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعا أخت نسبا وبهما وهو ظاهر.

(نجم الفتاویٰ: ۲۲۶/۴)

دودھ کی حرمت کا ایک مسئلہ:

سوال: جس لڑکی نے کسی عورت کا دودھ پیا ہو، کیا اس لڑکی کی شادی اس عورت کے اس بیٹے سے ہوسکتی ہے، جس کا جوٹھا دودھ لڑکی نے نہیں پیا ہو؟ (حسن بن صالح چاؤش، گرمٹکال)

الجواب ــــــــــــ

لڑکی، یا لڑکا جس عورت کا دودھ پیے، دودھ پلانے والی عورت کے تمام بچے اس پر حرام ہوتے ہیں، ایسا نہیں کہ جس

---

(۱) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما ... أومتاركة الزوج". (الدرالمختار)

"(قوله: أومتاركة الزوج) في البزازية: المتاركة في الفاسد بعد الدخول لاتكون إلا بالقول كخليت سبيلك أو تركتك، إلخ" (رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

بچہ کی پیدائش پر عورت کو دودھ آیا ہو، صرف اس سے دودھ پینے والے کا نکاح حرام ہو۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۵۹، ۴۶۰)

رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: کسی لڑکے نے کسی عورت کا دودھ پیا، جس عورت کا دودھ پیا گیا، اس عورت کے لڑکے کے ساتھ دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: ۲۲۷۹، اے سی منصوری، ممبئی، ۲/ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

الجواب

دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح دودھ پلانے والی عورت کے لڑکے سے ناجائز ہے؛(۲) کیوں کہ یہ لڑکی اور لڑکا آپس میں رضاعی بھائی اور بہن ہیں۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ)

جواب دیگر:

جس لڑکی نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے، اس لڑکی کی شادی دودھ پلانے والی کے بیٹے، یا پوتے سے جائز نہیں ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۱۷۰)

دودھ پینے والا دودھ پلانے والی کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۸/ جنوری ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک ممانی ہے، اس نے اپنے بھانجے کو اس کی والدہ کی وفات ہونے سے اپنے شوہر کی اجازت سے دودھ پلایا ہے؛ لیکن ممانی کا بھانجہ حقیقی نہیں۔ اب وہ ممانی کی لڑکی ہے، جس کی عمر بھانجے سے ایک سال کم ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ لڑکے اور لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس عورت نے جس لڑکے کو دودھ پلایا ہے، اس لڑکے کی شادی اس عورت کی کسی لڑکی سے خواہ وہ لڑکی اس لڑکے سے پہلے کی ہو، یا بعد کی جائز نہیں؛(۴) کیوں کہ جو بچہ کسی عورت کا دودھ پی لیتا ہے، اس عورت کی تمام اولاد اس بچے کے رضاعی بھائی بہن ہوجاتے ہیں۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۵/۱۷۲)

---

(۱) الصحیح لمسلم: ۴۶۸/۱ ۳۵۵۸/۲

(۲) عن عائشة زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة. (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب ما یحرم من الرضاعة: ۲۸۰/۱، سعید)

(۳) عن علی قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إن اللّٰه حرم من الرضاع ماحرم من النسب. (جامع الترمذی، أبواب الرضاع والطلاق، باب ماجاء یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب: ۲۱۷/۱، سعید)

(۴) ولا حل بین رضیعی إمرأة لکونهما أخوین وإن اختلف الزمن. (الدرالمختار، باب الرضاع: ۲۱۷/۱، سعید)

رضاعی بہن بھائی سے نکاح:

سوال: مہتاب بیگم نے اپنے خالہ زاد بھائی صغیر کا جھوٹا دودھ صغیر کی والدہ خیراتی بیگم سے پیا ہے۔اب صغیر کے بھائی اکبر سے مہتاب بیگم کا نکاح جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــ

مہتاب بیگم کا نکاح اپنی رضاعی والدہ خیراتی بیگم کے کسی لڑکے کے ساتھ جائز نہیں؛(۱) کیوں کہ خیراتی بیگم کی تمام اولاد مہتاب بیگم کے بہن بھائی ہوگئے ہیں۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی:۵/۴/۱۷)

لڑکا اورلڑکی نے ایک عورت کا دودھ پیا تو ان دونوں کا آپس میں نکاح:

سوال: دو حقیقی خالہ زاد بھائی بہنوں نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو کیا ان کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ان دونوں کا نکاح ایک دوسرے سے نہیں ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں؛ بلکہ ان دونوں میں سے کسی کا نکاح کسی خالہ، یاماموں کے لڑکے یالڑکی سے جائز نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی،۳۰/۱۱/۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۰۸-۱۰۹)

رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: رحیم اورکریم دو بھائی ہیں، کریم کی دودھ شریک بہن ہے، اس بہن کی شادی رحیم کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو کیا یہ درست ہوگا؟ ''بہشتی زیور'' میں لکھا ہے کہ ''قادراور ذاکر دو بھائی ہیں، ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے؛ لیکن ذاکر کے ساتھ نہیں ہوسکتا''۔(۳)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جس عورت (کریم کی والدہ) کا دودھ اس لڑکی نے پیا ہے، اس کی تمام اولاد سے اس لڑکی کے حق میں حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی، کریم ورحیم کسی سے بھی اس کی شادی درست نہ ہوگی۔ بہشتی زیور کے مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ایک

---

(۱) عن علی قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :إن اللہ حرم من الرضاعة ما حرم من النسب.(جامع الترمذی،أبواب الرضاع،باب ماجاء مایحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب: ۱/۲۱۷، سعید)

(۲) لقوله علیه الصلاة والسلام: یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب.(الصحیح لمسلم کتاب الرضاع: ۱/٤٦٧)

(۳) بہشتی زیور، حصہ چہارم، دودھ پینے اور پلانے کا بیان: ۲۸۸، دارالإشاعت کراچی

بھائی نے کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہے، اس کے لیے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی؛ (۱) لیکن جس بھائی نے اس کا دودھ نہیں پیا، اس کے حق میں ثابت نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۸/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۳۰)

رضاعی بھائی بہن کا نکاح:

سوال: ایک عورت ہندہ نے ایک لڑکے کبیرہ کے بطن سے جو تھا، اس کو دودھ پلایا۔ اب کبیرہ کی لڑکی کا جو اس کے بطن سے ہے، ہندہ کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ دونوں آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں، ان کا نکاح شرعاً درست نہیں ہے۔

"ولا حل بين رضيع وولد مرضعته، آه". (ملتقى الأبحر: ۳۷۷) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ شعبان ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۳۴)

رضاعی بھائی بہن کا نکاح آپس میں کردیا گیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکے لڑکی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے، کئی مہینے متواتر، اب جاہل ماں باپ نے ان کا نکاح کردیا؛ لیکن لڑکی اس مسئلہ سے واقف ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میرا اس کا شرعاً نکاح نہیں ہوسکتا، اس کے گھر رہ کر اولاد حرام کی نہیں جنتی اور دوزخی نہیں بنتی۔ عرصہ تیرہ سال سے کھانے پینے کو کچھ نہیں دیا۔ عورت سائلہ اپنا گزارہ مصیبت بھر کر کرتی رہی، اب کیا کیا جائے؟

(المستفتی: ۸۴، مولوی عبد اللہ ریاست فرید کوٹ، ۵/ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲۶/ اکتوبر ۳۳ء)

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة مايحرم من الولادة". (مشكاة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قديمي)

"فيحرم منه، أي بسببه مايحرم من النسب " (رد المحتار، باب الرضاعة: ۳/ ۲۱۳، سعيد

(۲) بہشتی زیور میں ہے: "وضابطة ما في هذا البيت الفارسي، بيت:

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند — واز جانب شیر خوار زوجان وفروع

(حصہ چہارم، باب دودھ پینے اور پلانے کا بیان، ص: ۲۸۸، دارالاشاعت کراچی)

"وتحل أخت أخيه رضاعاً". (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۳۹۶، رشيديه)

(۳) ملتقى الأبحر علىٰ هامش مجمع الأنهر، باب الرضاع: ۱/ ۳۷۷، دار إحياء التراث العربي، بيروت

ولاحل بين الرضيعة وولد مرضعتها، وولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ. (الدر المختار، باب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعيد)

الجواب ـــــــــــــــــــ

اگر زوجین نے حالت شیر خوارگی میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے تو ان دونوں کا آپس میں نکاح حرام ہے۔

﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم من الرضاعة﴾ (النساء: ٢٣)

اگر نکاح ہو چکا ہے تو دونوں میں تفریق کرانی لازم ہے اور تفریق کے بعد عدت گزار کر عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۶۴/۵) ☆

چچی کا دودھ پیا تو اس کی لڑکی سے نکاح:

سوال: زید نے اپنی چچی کا دودھ پیا ہے، اس کی کسی لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زید نے جس چچی کا دودھ پیا ہے، اس کی کسی لڑکی سے زید کا نکاح جائز نہیں ہے، سب اس کی رضاعی بہنیں ہیں اور رضاعی بہنوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۱۰/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۸/۴)

☆ رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شہناز اور گلناز دو بہنیں ہیں، شہناز نے گلناز کی لڑکی خنسا خاتون کو دودھ پلایا تھا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شہناز کے بڑے لڑکے توقیر عالم سے خنسا کا نکاح ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ چھوٹے لڑکے توصیف عالم کو مدت شیر خوارگی میں دودھ پلایا گیا ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسئولہ صورت میں توقیر عالم کا نکاح اپنی رضاعی بہن خنسا کے ساتھ جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ خنساء شہناز کی سگی بیٹی کے درجہ میں ہے اور شہناز کے کسی لڑکے کا اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔

ولاحل بين رضيعي امرأة لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن (الدر المختار) حتى لو كان أحدهما أنثى لايحل النكاح بينهما، كما ذكره مسكين. (شامی: ٤١٠/٤، زکریا)

كل صبيين اجتمعا على ثدى امرأة واحدة، لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى. (الهداية، كتاب الرضاع: ٣٥١/٢، شركة علمية، كذا في الرد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع ٣١٧/٣، كراچی، وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب الرضاع: ٥٥٤/١، کوئٹہ)

وكل صبيين (يريد صبيًا وصبية فغلب المذكر في التشبة كالقمرين...اجتمعا على ثدى امرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى. (فتح القدير، كتاب الرضاع: ٤٥٠/٣، بيروت، الدرالمختارمع الشامي، كتاب الرضاع: ٢١٧/٣، دار الفكر بيروت، الهداية ٣٥١/٢، مجمع الأنهر: ٥٥٤/١، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱/۲/۱۴۲۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۶۸/۸-۲۶۹)

(۱) لقوله عليه الصلاة والسلام يحرم من الرضاعة مايحرم من النسب. (الصحيح لمسلم كتاب الرضاع: ٤٦٧/١)

رضاعی رشتہ:

سوال: اگر میری کسی پڑوسی نے بچپن میں میری ماں کا دودھ پیا ہو تو اب اس کا ہمارا کیا رشتہ ہوگا؟ (نظیر سہروردی، ناندیر)

الجواب

وہ آپ کی رضاعی بہن ہوگی، آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہوں گے، پردہ کے احکام بھی وہی ہوں گے، جو محرم کے ساتھ ہیں۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۴/۴۶۴)

دودھ پینے والے لڑکے پر مرضعہ کی لڑکی حرام ہے، چاہے وہ کئی سالوں کے بعد پیدا ہوئی ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ساجدہ اور ماجدہ دو حقیقی بہنیں ہیں، ساجدہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام سالم ہے، ماجدہ نے اپنے بھانجے سالم کو دودھ پلایا، کئی سالوں کے بعد ماجدہ کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نام زینب ہے، سالم اور زینب دونوں نکاح کے قابل ہو گئے ہیں، ماجدہ اپنی لڑکی زینب کا نکاح سالم سے کرنا چاہتی ہے، ہمارے یہاں اس بارے میں دو رائے ہیں، بعض لوگ اس نکاح کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ زینب کی ولادت بہت سالوں کے بعد ہوئی ہے۔ آپ مفصل مدلل جواب عنایت فرمائیں، اجمال سے کام نہ لیں اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں سالم نے مدت رضاعت (دو سال کی عمر کے اندر) میں ماجدہ کا دودھ پیا ہو تو ماجدہ سالم کی رضاعی ماں ہوگئی اور ماجدہ کا شوہر اس کا رضاعی باپ، اور ماجدہ کی تمام اولاد چاہے سالم کو دودھ پلانے کے زمانہ کی ہو، یا اس سے پہلے، یا اس کے کئی سالوں کے بعد کی ہو، وہ سب سالم کے رضاعی بھائی بہن ہیں، چاہے ماجدہ نے ان کو دودھ پلایا ہو، یا نہ پلایا ہو اور ان سب کے درمیان نکاح حرام ہے، لہذا سالم کا زینب سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

الإختيار لتعليل المختار میں ہے:

(وإذا أرضعت المرأة صبية حرمت علىٰ زوجها و آبائه وبنائه)فتكون المرضعة أم الرضيع وأولادها إخوته وأخواته من تقدم ومن تأخر فلا يجوزأن يتزوج شيئاً من ولد ها وولدولدها وإن سفلوا،الخ. (الأختيار لتعليل المختار:۱۱۸/۳، كتاب الرضاع)

الدر المنتقى في شرح الملتقى میں ہے:

(ولا)حل (بين رضيع وولد مرضعته) سواء أرضعت ولدها اولا ... إلىٰ قوله ... (وإن سفل) لأنه ولد الأخ. (الدرا لمنتقى علىٰ هامش مجمع الأنهر: ۳۷۷/۱، كتاب الرضاع)

---

(۱)　الصحيح لمسلم:۳۵۵/۲

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً“. (الفتاویٰ الهندیة: ۳۴۸/۲، کتاب الرضاع)

یعنی شیر خوار پر خواہ لڑکی ہو، یا لڑکا، اس کی رضاعی ماں اور باپ اور ان دونوں کے اصول (ان کے ماں باپ اوپر تک) اور فروع (بیٹا بیٹی آخر تک) حرام ہو جاتے ہیں، یہ اصول وفروع نسبی ہوں، یا رضاعی۔

درمختار میں ہے:

”(ولا) حل (بین الرضیعة وولد مرضعتها) أی التی أرضعتها (وولد ولدها) لأنه ولد الأخ“.

شامی میں ہے:

وأطلقه فأفادا التحریم وإن لم ترضع ولدها النسبی. إلیٰ قوله. وشامی أیضاً ما لو ولدته قبل أرضاعها للرضیعة أوبعده ولو بسنین، شمنی. (الدرالمختار: ۵۶۱/۲، باب الرضاع)

القول الجازم میں ہے:

قاعدہ اول: ”شیر خوار پر اس کے رضاعی ماں اور باپ اور ان دونوں کے جملہ اصول وفروع نسبیہ ورضاعیہ حرام ہوں گے“۔ **فی الهندیة: یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا.** (القول الجازم، ص: ۶)

ایک اور موقع پر تحریر فرمایا ہے:

”رضیع پر رضاعی ماں باپ اور ان دونوں کے اصول وفروع نسبیہ ورضاعیہ حرام ہوں گے، یہاں تک کہ مرضعہ کی نسبی اولاد خواہ رضیعہ کے رضاعی باپ سے ہو، یا کسی دوسرے مرد سے ارضاع سے قبل کی ہو، یا بعد کی، رضیع پر حرام ہوگی“۔ (القول الجازم فی بیان المحارم، ص: ۱۱، از حضرت العلامہ مولانا سعید احمد صاحب لکھنویؒ)

مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئلہ میں سالم اور زینب کے درمیان نکاح بالکل حرام ہے، دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں اور ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/.........)

جس لڑکی کو ایک بیوی نے دودھ پلایا، اس سے اس لڑکی کی شادی جائز ہے، یا نہیں، جو دوسری بیوی سے ہے:

سوال: ایک شخص کے دو بیوی نصیباً ومراداً، نصیبن نے ایک غیر لڑکی کو دودھ پلایا ہے تو مراداً کے لڑکے کے ساتھ اس لڑکی رضیعہ کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس غیر لڑکی نے جب کہ اس مرد کی ایک زوجہ کا دودھ پیا تو وہ لڑکی جیسا کہ دودھ پلانے والی کی دختر رضاعی ہوئی،

اس طرح اس کے شوہر کی بھی دختر رضاعی ہوئی اور دوسری زوجہ سے جو اس مرد کا لڑکا ہے، وہ بھائی رضاعی اس لڑکی کا ہوا، پس نکاح دونوں میں درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳۳/۷)

بھول سے رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: ایک شخص کی شادی ہوگئی تھی، چندسال گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دونوں رضاعی بھائی ہیں؛ یعنی داماد نے اپنی ساس کا دودھ پیا تھا، اس وقت دو تین بچے ہیں، اب کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں اور بے خبری میں نکاح کرلیا گیا تھا تو فوراً اس کو طلاق دے کر تعلق نکاح ختم کردے اور وہ مطلقہ بعد عدت دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے۔(۲) رضاعی بھائی بہن میں پردہ نہیں ہے، بعد میں اس سے بہن کی حیثیت سے ملنا درست ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۵/۱۱)

لاعلمی میں رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: بی بی پھچو عرف عم سپارہ عرف انجم آرا دختر شیخ شرف الدین عرف سرفی کی شادی بچپن میں مرشد عالم پسر یونس سے ہوئی تھی۔ بالغ ہونے کے بعد دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے ازدواجی زندگی گزارے، جس سے دو اولاد ہوئی، بی بی پھچو کی ماں مرشد عالم کی خاص پھوپھی ہے بعدہ یہ ظاہر ہوا کہ بی بی پھچو کی ماں جمیلہ خاتون نے مرشد عالم کو بچپن میں دودھ پلایا تھا اور جمیلہ خاتون نے بھی لوگوں کے سامنے قبول کیا کہ اس نے مرشد عالم کو اپنا دودھ پلایا ہے، اس کو لے کر ۵/۶/۱۹۹۵ء کو ایک سماجی پنچایت ہوئی، ان لوگوں نے بھی تحقیق کیا کہ دودھ پلانے والی بات بالکل صحیح ہے، اس طرح بی بی پھچو مرشد عالم کی رضاعی بہن ہوئی، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے:

(الف) بی بی پھچو مرشد عالم کی رضاعی بہن ثابت ہے تو یہ شادی شریعت کے مطابق صحیح ہوئی، یا غلط؟

---

(۱) ویثبت بہ إلخ أمومیة المرضعة للرضیع ویثبت أبوة زوج مرضعة إذا کان لبنها منه له وإلا لا فیحرم منه مایحرم من النسب. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وأمهاتکم التی أرضعنکم وأخواتکم من الرضاعة﴾ (سورة النساء: ۲۳)

"یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة". (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب: یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب: ۲۸۷/۱، إمدادیه ملتان)

"وبثبوت حرمة المصاهرة الرضاع، لا یرتفع بهما النکاح، حتیٰ لا تملک المرأة التزویج بزوج آخر إلا بعد المتارکة، وإن مضی علیه سنون" (البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۴۰۰/۳، رشیدیة)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولا یبدین زینتهن إلا لبعولتهن ... أوبنی إخوانهن أوبنی أخواتهن﴾ (سورة النور: ۳۱)

(ب)　بی بی پھچو کی ماں نے اس بات کو چھپائے رکھا کہ اس نے مرشد عالم کو دودھ پلایا ہے، اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس طرح حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔

لقوله عليه السلام: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (الحديث)(۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ بی بی پھچو کی ماں جمیلہ خاتون نے مرشد عالم کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا تھا تو ایسی صورت میں پھچو مرشد عالم کی رضاعی بہن ہوئی اور اس کا نکاح مرشد عالم سے شرعاً صحیح ومنعقد نہیں ہوا، پنچایت والوں کا ان دونوں کو علاحدہ کر دینا شرعاً صحیح ودرست ہے اور مرشد عالم کو چاہئے کہ پھچو سے کہے کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا؛ تاکہ وہ عدت گزار کر دوسرے سے نکاح کر سکے، (۲) پھچو کی ماں جمیلہ خاتون نے جو اس معاملے کو چھپائے رکھا تو اس کی وجہ سے وہ گنہگار ہوئی، اس پر پوری ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار لازم وضروری ہے، البتہ چوں کہ بوقت نکاح حرمت کا علم نہیں تھا، جس کی وجہ سے یہ نکاح، نکاح فاسد ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۳۰/۲/۱۴۱۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۵۱/۴-۱۵۲)

لاعلمی میں رضاعی بہن سے نکاح کا حکم:

سوال:　اگر کہیں لاعلمی اور غلطی سے رضاعی بہن بھائی کا نکاح غلطی سے ہوجائے تو دونوں میں جدائی ہوجائے گی، یا دونوں کا نکاح برقرار رہے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

صورت مرقومہ کے مطابق اگرچہ رضاعی بہن سے نکاح شرعاً حرام ہے؛ مگر جب نکاح فاسد سے دونوں کا ملاپ ہوجائے تو مہر واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ عورت شوہر سے مہر لینے کی حق دار ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء لا بغيره. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۴۸۱/۲-۴۸۲، باب المهر) / **وفي الهندية: ولو تزوج إمرأة فقالت إمرأة أرضعتكما... وإذا فارقها... وإن كان بعد الدخول بها فالأفضل للزوج أن يعطيها كمال المهر والنفقة والسكنىٰ.** (الفتاوىٰ الهندية: ۳۴۷/۱، كتاب الرضاع) (فتاوی حقانیہ: ۳۴۴/۴)

خودکشی کرنے کی دھمکی دے کر رضاعی بہن سے نکاح کرنے پر اصرار کرنا:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو

---

(۱)　السنن للنسائي باب مايحرم من الرضاع: ۸۱/۲

(۲)　والتفريق في النكاح الفاسد إما بتفريق القاضي أو بمتاركة الزوج ولا يتحقق الطلاق في النكاح الفاسد بل هو متاركة فيه. (البحر الرائق، باب المهر: ۳۰۰/۳)

بہت دل و جان سے چاہتے ہیں اوران کے بیچ خاندانی تعلقات درج ذیل ہیں:

کچھ حالات کے تحت دومیاں بیوی میں لڑائی ہوگئی اورلڑکے کے والدلڑکے کو ماں سے الگ لے گیا، جب کہ لڑکا صرف چاردن کا تھا؛ مگرلڑکے کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اوراسے دوسری عورت کا دودھ پلایا گیا؛ مگر بچہ کی طبیعت اور خراب ہوگئی، جس کی گود میں لڑکی تھی، اوپر جس لڑکی کا ذکر ہے، وہ اس کے بعد تیسرے نمبر پر پیدا ہوئی، جس سے شادی کی بات مذکورہ لڑکے سے چلی تھی، ایک سال بعد انکار ہوگیا؛ مگر انکار کے بعد لڑکے نے خودکشی کرنے کی کوشش کی اور مرتے مرتے بچا ہے، اب بھی لڑکا اسی لڑکی نمبر۳ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور نہ ہونے پر خودکشی کر لینے کا اندیشہ ہے اور لڑکی بھی خودکشی کرے گی۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں مذکورہ لڑکا اورلڑکی دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں، لہٰذا ان دونوں کا آپس میں نکاح قطعاً حرام ہے، خودکشی کی دھمکی دینے سے شریعت کا حکم نہیں بدلا جاسکتا۔

وبين مرضعة وولد رضعتها؛ لأنهما أخوان من الرضاعة أيضًا. (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ٦٣٧/٢، دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق: ٣٩٧/٣، زكريا)

قال العلامة ابن نجيم: يحرم أى أخته، وبنتها وبنت أخيه، وعمته وخالته للنص الصريح، و دخل فيه الأخوات المتفرقات، وبناتهن وبنات الإخوة المتفرقين. (البحرالرائق، كتاب النكاح: ١٦٤/٣، زكريا)

ولا حل بين رضيعى امرأة لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن والأب. (الدر المختار مع الشامي: ٤١٠/٤)

وفى الخلاصة: ويحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الرضاع: ٣٦٢/٤، زكريا)

قال: الزوج مرضعة لبنها منه أبٌ للرضيع، وابنه أخ، وبنته أخت، وأخوه عم، وأخته عمة، الخ. (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ٦٣٦/٢، دار الكتب العلمية بيروت، وكذا فى الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ٣٤٣/١، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۱۰/۲۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۳/۸-۲۷۴)

رضاعی اورسوتیلی بہن سے نکاح:

سوال: زید نے سوتیلی بہن سے نکاح کیا، اس لڑکی کی ماں کا انتقال ہوگیا تھا، جب کہ وہ پندرہ روز کی تھی، جب وہ تین ماہ کی ہوگئی تو اس نے زید کی ماں کا دودھ پستان سے پیا، تقریباً ایک سال تک دودھ پیا اور تقریباً پندرہ بیس آدمی گواہ ہیں، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ جس نے نکاح پڑھایا، اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث سے حوالہ فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ نکاح حرام ہے، ہر دو میں تفریق واجب ہے،(۱) زید اور اس کی بہن اور نکاح پڑھنے والا اور نکاح میں شریک ہونے والے اور اس سے نکاح سے راضی ہونے والے اور باوجودِ قدرت کے اس نکاح سے نہ روکنے والے سب گناہ گار ہو گئے، سب کو علی الاعلان توبہ ضروری ہے۔(۲) نیز کوشش کر کے زید کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی رضاعی بہن کو چھوڑ دے اور طلاق دے دے، جو شخص توبہ نہ کرے، اس سے تعلق نہ رکھا جائے، اگر نکاح پڑھانے والا توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے۔(۳) یہ اس وقت ہے کہ زید کی رضاعی بہن ہونا معلوم ہوا، اگر معلوم نہ ہو تو پھر جس کو معلوم نہیں، اس کو گناہ نہیں ہے، توبہ پھر بھی ضروری ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ ... وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾(الآیة)(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۷/۱۳۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۳۶)

دودھ شریک بہن کی بہن سے نکاح:

سوال: زید اور عمر دو حقیقی بھائی ہیں اور ہندہ ایک اجنبی لڑکی تھی، اس نے زید کے ساتھ دودھ پیا تو دودھ شریک

(۱) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(۲) "واتفقوا أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، سواء کانت المعصیة صغیرةً کبیرةً". (شرح النووی علیٰ الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(۳) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علیٰ أخیه ثلاث لیال لقلته، ولایجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللّٰه تعالیٰ: فیجوز فوق ذلک ... ما لم یظهر منه التوبة، إلخ". (مرقاة المفاتیح شرح المصابیح، باب من ینهی عنه من التهاجر، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشیدیة)

(۴) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة النساء: ۲۳)

"عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة". (مشکاة المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قدیمی/ و ابن ماجة، باب ما یحرم من الرضاع وما یحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قدیمی)

"فیحرم منه: أی بسببه مایحرم من النسب". (رد المحتار، باب الرضاعة: ۳/۲۱۳، سعید)

بھائی ٹھہرا، اب اس لڑکی کا نکاح عمر سے ہوسکتا ہے، یانہیں؟ اور ہندہ کی بہن سے زید کا نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ عمر کا نکاح ہندہ کی بہن سے جائز ہے، یانہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ہندہ کا نکاح نہ زید کے ساتھ درست نہ عمر کے ساتھ، کیوں کہ یہ دونوں کی رضاعی بہن ہیں؛ لیکن ہندہ کی بہن سے (جس نے کہ زید وعمر کی والدہ کا دودھ نہیں پیا) زید کا نکاح بھی درست ہے اور عمر کا نکاح بھی درست ہے۔

"ولاحل بين رضيعي إمرأة، لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن والأب، وتحل أخت أخيه رضاعاً ونسباً، آه". (ردالمحتار: ۴۰۸/۲)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۶/۱۱)

باپ شریک رضاعی بہن سے نکاح کرنا:

سوال: مسماۃ مردان دختر اللہ دتہ (زوجہ تاجہ) نے اپنے حقیقی مسمی محمد ولد اللہ دتہ کو اپنا دودھ پلایا اور مسماۃ سرداران کے فوت ہوجانے کے بعد اس کے خاوند مسمی تاجہ نے ایک دوسری عورت مسماۃ بانو کے ساتھ نکاح کیا، مسماۃ بانو کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ سرداران بنت تاجہ پیدا ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ سرداران بنت تاجہ کا نکاح مسمی محمد ولد اللہ دتہ کے ساتھ جائز ہے، یانہیں؟ بینوا وتوجروا۔

نوٹ: ان کے پاس سرداران بنت تاجہ اور محمد ولد اللہ دتہ کے جواز نکاح کے لیے ذیل کی دلیل ہے:

"فأخرج الشافعي عن زينب بنت أبي سلمة أنها قالت: كان الزبير يدخل علّي، وأنا أمتشط، أرى أنه أبي وأن ولده إخوتي؛ لأن إمرأته أسماء أرضعتني، فلما كان الحرة، أرسل إلىٰ عبد الله بن الزبير يخطب إبنتي أم كلثوم علىٰ أخيه حمزة بن الزبير.

وكان للكلبية، وهل تحل له؟ فقال: إنه ليس لک بأخ، إنما إخوتک من ولدت أسماء دون من ولد الزبير من غيرها، قالت: فأرسلت فسألت، والصحابة متوافرون، وأمهات المؤمنين، فقالوا: إن الرضاع لايحرم شيئاً من قبل الرجل فأنكحتها إياه". (نيل الأوطار للشوكاني: ۱۲۴-۱۲۵، مطبع منيرية مصر)(۲)

---

(۱) الدرالمختار، باب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعيد

(وكل صبيتين اجتمعا على ثدي واحد) بأن رضعا منه وإن اختلف الزمن والأب (لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالآخر)، لأنهما أخوان. (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الرضاع: ۳۳/۳، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) نيل الأوطار للشوكاني، باب: يحرم من الرضاعة مايحرم من النسب: ۱۲۴/۷، ۱۲۵، دارالجيل، بيروت/ إعلاء السنن: ۸۲۲/۱۱، باب أن لبن الفضحل يحرم، كتاب المسند للإمام الشافعي، ص: ۲۳۱، انيس

نقشہ نمبر:۱

زبیر

بیوی	بیوی
اسماء	کلبیہ
زینب بنت ابی سلمہ　　عبداللہ بن زبیر	حمزہ
زینب سے صرف دودھ پیا	
ام کلثوم	

نقشہ نمبر:۲

تاجہ

زوجہ اولیٰ	زوجہ ثانی
مردان	بانو
محمد بن اللہ دتہ	سرداران
[محمد] نے صرف مردان کا دودھ پیا	

(۱)　ام کلثوم بنت زینب حمزہ پر حلال؛ لیکن عبداللہ پر حرام ہے، اسی طرح عبداللہ پر حرام اور حمزہ پر حلال ہے۔

(۲)　اوپر کی شکل کے مطابق محمد کا نکاح سردارن کے ساتھ بلا شبہ ہوسکتا ہے اور مردان کا دودھ اپنی سوت کی اولاد کے لیے حرمت کا سبب نہیں۔

مسمی تاجہ مسمی محمد ولد اللہ دتہ کا رضاعی باپ ہے اور مسماۃ سردارن کا نسبی باپ ہے، پس محمد اور مسماۃ سردارن دونوں بھائی بہن ہوئے، حنفیہ کے نزدیک ان کا آپس میں نکاح ناجائز ہے، بشرطیکہ مسماۃ مردان دختر اللہ دتہ زوجہ تاجہ نے جو دودھ مسمی محمد کو پلایا ہے، وہ مسمی تاجہ کی وطی سے اُترا ہوا۔

”ولا حل بين رضيع وولد زوج ولبنها: أی لبن المرضعة منه: أی من الزوج، بأن نزل بوطئه، فهو: أی ذلک الزوج أب الرضيع، وإبنه: أی ابن زوج المرضعة أخ للرضيع وإن كان من إمرأة أخرى، وبنته أخت للرضيع، وإن كانت من امرأة أخرى، آه“. (مجمع الأنهر: ۳۳۷/۱)(۱)

”نیل الاوطار“ میں جس جگہ یہ روایت نقل کی ہے، اسی جگہ اس کا جواب بھی ہے ملاحظہ فرمایئے:

”وأجيب بأن الاجتهاد من بعض الصحابة والتابعين لا يعارض النص، ولا يصح دعوى الإجماع لسكوت الباقين، لأنا نقول، إلخ“. (۲)

---

(۱)　مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۳۷۷/۱، دار إحياء التراث العربی، بيروت

(۲)　نيل الأوطار للشوكانی، باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۱۲۵/۷، دار الجيل، بيروت

نیز اس سے چند سطر پہلے لکھا ہے:

" وقد ذهب الأئمة الأربعة،إلٰى أنه يحرم نظير المصاهرة بالرضاع". (۱)

اور شروعِ باب میں روایت ہے، جو اس کی دلیل ہے:

"عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالٰى عنهما:أن النبى صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم أريد علٰى إبنة حمزة رضى اللّٰه عنه فقال:"إنها لا تحل لى،إنها إبنة أخى من الرضاعة،ويحرم من الرضاعة ما يحرم الرحم " وفى لفظ:"من النسب". [متفق عليه](ميزان الشعرانى:۱۴۳/۲)(۲)

شعرانی میں لکھا ہے:

" إتفق الأمة علٰى أنه يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب،آه". (۳)

فتح الباری (۱۳۰/۹، باب لبن الفحل) میں ہے:

"وفى الحديث أن لبن الفحل يحرم فتنتشر الحرمة لمن ارتضع الصغير بلبنه، فلاتحل له بنت زوج المرأة التى أرضعة من غيرهامثلاً".

اس کے بعد جن صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین کا اختلاف ہے، ان کے نام اور نقلِ استدلال ذکر کر کے لکھا ہے:

"واحتج بعضهم من حيث النظر،بأن اللبن لاينفصل من الرجل،وإنما ينفصل من المرأة، فكيف تنتشر الحرمة إلى الرجل؟والجواب:أنه قياس مقابلة النص،فلا يلتفت إليه،وأيضاً فإن سبب اللبن هوماء الرجل والمرأة معاً،فوجب أن يكون الرضاع منهما،كالجد لما كان سبب الولد أوجب تحريم ولد الولد به،لتعلقه بولده،إلٰى هٰذا أشارإبن عباس رضى اللّٰه تعالٰى عنهما لقوله فى هٰذه المسئلة:"اللقاح واحد"،أخرجه ابن شيبة،وأيضاً فإن الوطى يد راللبن،فللفحل فيه نصيب.

وذهب الجمهورمن الصحابة رضى اللّٰه تعالٰى عنهم،والتابعين،وفقهاء الأمصاركا لأ وزاعى فى أهل الشام،والثورى وأبى حنيفة وصاحبيه فى أهل الكوفة،وابن جريج فى أهل مكة، و مالك فى أهل المدينة،والشافعى وأحمد وإسحاق،وأبى ثور،وأتباعهم.رحمه اللّٰه تعالٰى أجمعين.إلٰى أن لبن الفحل يحرم،وحجتهم هٰذا الحديث الصحيح ... قال القاضى عبد الوهاب

---

(۱) نيل الأوطار،المصدرالسابق:۱۲٤/۷

(۲) نيل الأوطار،المصدرالسابق : ۱۲۳/۷،دیکھئے:شرح النووى علٰى مسلم:۱۹/۱۰،رقم الحديث:۱٤٤٦،عن على

(۳) ميزان الشعرانى،كتاب الرضاع:۱۳۸/۲،مصطفیٰ البابى الحلبى بمصر

"وهٰذه الحرمة كما تثبت فى جانب الأم،تثبت فى جانب الأب،وهوالفحل الذى نزل اللبن بوطئه،كذا فى الظهيرية،يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب،والرضاع جميعاً". (الفتاوىٰ الهندية،باب الرضاع : ۳٤۳/۱،رشيدية)

:يتصور تجريد لبن الفحل برجل له إمرأتان ترضع أحدهما صبياً، والأخرىٰ صبية، فالجمهور قالوا: يحرم على الصبى تزويج الصبية، آه". (۱)

یہ سب بحث استیذان أفلح على عائشة میں ہے، اس سے معلوم ہو گیا جمہور صحابہ وتابعین وفقہاء وائمہ اربعہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذہب اور دلیل کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۲۸)

رضاعی ماں کی اولاد سے نکاح:

سوال: حکم شرع اس بارے میں کیا ہے؟ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(الف)	(ب)
۱۔ لڑکی انتقال کم عمری میں	۱۔ لڑکی مرحوم
۲۔ لڑکا	۲۔ لڑکی مرحوم
۳۔ لڑکا	۳۔ لڑکا
۴۔ لڑکی شادی شدہ	۴۔ لڑکا
۵۔ لڑکا	۵۔ لڑکی شادی شدہ
۶۔ لڑکی مرحوم	۶۔ لڑکا
۷۔ لڑکا	
۸۔ لڑکا	
۹۔ لڑکی	
۱۰۔ لڑکی	

''الف'' اور ''ب'' آپس میں رشتہ دار، ''الف'' بھاوج اور ''ب'' نند ہے اور ایک ہی جگہ رہتے تھے۔

''ب'' کو ہمیشہ دودھ کی کمی رہتی تھی، ''الف'' نے باجازتِ شوہر ''ب'' کے بچوں کو حسب ضرورت وموقع دودھ پلایا ہے اور اب ''ب'' کے چوتھے لڑکے کا خیال ''الف'' کی دسویں لڑکی سے شادی کی نسبت طے کرنا ٹھہرا ہے اور ''الف'' کی دسویں لڑکی کا دودھ ''ب'' کے چوتھے لڑکے نے نہیں پیا ہے، البتہ ''ب'' کے چوتھے لڑکے نے ''الف'' کے آٹھویں لڑکے کا دودھ پیا ہے، یہاں پر اختلاف واعتراض دودھ بھائی کا پیدا ہوتا ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

(۱) فتح الباری، باب لبن الفحل: ۹/۱۵۰، دار الفکر بیروت

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ ''ب'' کے چوتھے لڑکے نے ''الف'' کا دودھ پیا ہے تو ''الف'' اس کی رضاعی والدہ ہوگئی اور ''الف'' کی سب اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن بن گئے، اس کی شادی ''الف'' کی کسی بھی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں، بالکل حرام ہے، اس نے دودھ ''الف'' کے کسی لڑکے، یا لڑکی کے زمانۂ شیرخوارگی میں پیا ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح چوتھے لڑکے کے علاوہ جس نے بھی ''الف'' کا دودھ پیا ہے، اس کی شادی ''الف'' کی کسی بھی لڑکی سے درست نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۱/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۶/۱۱)

ثبوت حرمت رضاعت کی ایک صورت:

سوال: کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ رحیمہ کے دولڑکیاں مسماۃ کریماً وفہیماً، کریماً کے ایک لڑکا مسمیٰ خالد [تھا]۔ پانچ، چھ مہینہ اس کو دودھ پلا کر بقضاء الٰہی انتقال کیا۔ مسماۃ رحیماً، خالد کی نانی سے اس وقت کوئی لڑکا شیرخوار اس کی گود میں نہ تھا اور دودھ اس کا بالکل تو دس برس سے خشک ہوگیا تھا، ہرگاہ ہے کہ خالد کو دودھ پلانا شروع کیا، خدا کی قدرت سے دودھ اس کے اُتر آیا، اچھی طرح سے دو برس تک پلایا اور مسماۃ رحیماً خالد کی نانی یہ چاہتی ہے کہ نکاح خالد کا فہیم کی لڑکی کے ساتھ کردوں۔ پس از روئے شرع شریف کے نکاح خالد کا، فہیم کی لڑکی کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ

نکاح خالد اولاد فہیم سے ہرگز نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ خالد بھائی رضاعی فہیم کا ہوگیا تو سب اولاد فہیم کی اولاد اخت خالد

---

(۱) ''يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب، والرضاع جميعاً، حتىٰ أن المرضعة لو ولدت من هٰذا الرجل أوغيره، قبل هٰذا الإرضاع، أوبعده، أوأرضعت رضيعاً، أوولد لهٰذا الرجل من غيره هٰذا المرأة، قبل هذه الإرضاع أوبعده، أوأرضعت إمرأة من لبنه رضيعاً، فالكل إخوة الرضيع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته''. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، رشيدية)

''ويثبت أمومية المرضعة للرضيع، وأبوه زوج مرضعة، إذا كان لبنها منه له، وإلا لا''. (الدرالمختار، باب الرضاع: ۲۱۳/۳، سعيد)

''وعن علي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أنه قال: ''لا تنكح من أرضعته امرأة أبيک، ولا إمراة أخيک، ولا إمرأة إبنک'' (بدائع الصنائع، كتاب الرضاع: ۶۸/۵، فصل في المحرمات بالرضاع، دارالكتب العلمية، بيروت)

''والأصل في هٰذه الجملة، قول النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: ''يحرم من الرضاع مايحرم من النسب''. (بدائع الصنائع، كتاب الرضاع: ۶۵/۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

کی ہوئی اورنسب رضاعی حرام ہے۔(كـذا في عامة كتب الفقه) اورشیر میں کوئی قیدولادت کی نہیں،جس طرح شیر عورت کے نازل ہوجائے گا،اس پر مدارحرمت کا ہووے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشیداحمد گنگوہی

الجواب وإلٰى الله حرره محمد رحمت علٰى غفرله الله الوافى

صحيح جواب وهو الحق والصواب الله سبحانه أعلم

حرره أبو القاسم تجاوزه الله عن سيئاته (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ،ص:۲۸۹)☆

رضاعی بھائی سے نکاح:

سوال: زید کی دو بیویاں (ہندہ اورزینب) ہیں،عمرنے ہندہ کا دودھ پیا اورزید کی ایک لڑکی خالدہ جوبطنِ زینب سے ہے۔دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمراورخالدہ کے درمیان رضاعت ازروئے شرع ثابت ہوگی،یانہیں؟بینواتوجروا۔

الجوابــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

صورتِ مسئولہ میں لبن ہندہ زید سے ہے،لہٰذا عمر زید کا رضاعی بیٹا ہوااورخالدہ زید کی نسبی بیٹی ہے(اگرچہ بطنِ زینب سے ہے)پس عمراورخالدہ دونوں بہن بھائی ہوئے ان کا نکاح آپس میں درست نہیں۔

”(و) لا حل بين رضيع (وولد زوج لبنها):أى لبن المرضعة(منه):أى من الزوج بأن نزل بوطئه(فهو)أى ذلك الزوج (أب للرضيع،وإبنه) أى ابن زوج المرضعة) (أخ) للرضيع، وإن كان من إمرأة أخرىٰ(وبنته أخت) للرضيع وإن كانت إمرأة أخرى“.(۱)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی غفرلہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعیداحمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،۱۳؍جمادی الاولیٰ/۱۳۵۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۳۳۹)

رضاعی بھائی سے نکاح حرام ہے:

سوال: ایک لڑکی نے چھ ماہ کی عمر سے قبل عمرو کی والدہ کا دودھ عمرو کے ساتھ پیا تواس لڑکی کا عمرو کے بڑے بھائی سے نکاح کرنا جائز ہے،یانہیں؟کسی کتاب کے حوالہ سے مطلع فرمائیں۔

☆ یہ اصل سوال وجواب،مرقع کاغذات خاندانی حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی لکھنؤ میں محفوظ ہیں۔

(۱) **مجمع الأنهر،كتاب الرضاع:۳۷۷/۱-۳۷۸،دارإحياء التراث العربى،بيروت**

”وفي الخلاصة:ويحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً“.(الفتاوىٰ التاتارخانية،كتاب الرضاع:۳۲۹/۳،إدارة القرآن كراتشى)

”قال:زوج مرضعة لبنها منه أب للرضيع،وأبنه أخ،وبنته أخت،وأخوه عم،وأخته عمه،إلخ“ (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع:۶۳۶/۲،دارالكتب العلمية،بيروت)

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً: مذکورہ لڑکی نے جس عورت کا دودھ پیا ہے، وہ عورت اس لڑکی کی حقیقی ماں کے مانند ہے۔ اس عورت کے لڑکے لڑکیاں اس لڑکی کے بھائی بہن کے مانند ہیں اور اس عورت کے اصول وفروغ؛ یعنی اوپر کے قرابتدار اور نیچے کے قرابتدار سب کے سب اس لڑکی کے حقیقی قرابتدار کے مانند ہو گئے؛ کیوں کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رشتے رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن وحدیث وفقہ میں ہے۔

"یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب". (۱)

پس مذکورہ لڑکی کا عمرو کے بھائی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۹۴) ☆

رضاعی بھائی کی حرمت پر تفصیلی دلیل:

سوال: بندہ کا ایک استفتاء مضمون تھا کہ ہندہ کا لڑکا بکر نے اور رملہ کی لڑکی حسینہ نے باہم ہندہ کا دودھ پیا ہے۔ ہندہ کا بڑا لڑکا زید رملہ کی لڑکی حسینہ سے عقد کر سکتا ہے، یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہندہ حسینہ کی حقیقی ماں جیسی ہو گئی اور اس کی کل اولاد اس حسینہ کے رضاعی بھائی بہن ہو گئے، پس جو رشتے کہ نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رشتے رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں؛ اس لیے زید کا حسینہ سے عقد کرنا حرام ہے؛ مگر مولوی۔۔۔۔ منیجر اخبار اہل حدیث شہر امرتسر اسی مسئلہ کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں کہ زید حسینہ سے عقد کر سکتا ہے، منع نہیں۔ پس اب آپ ہی فرمایئے کہ کون سے فتویٰ کو ترجیح دوں؟ از راہ کرم جواب ہٰذا مع سند مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب

ھو المصوب: آپ نے ہمارے جواب کو (جس میں مذکور زید وحسینہ کے مابین نکاح کے ناجائز ہونے کو لکھا تھا) مخالف کے جواب کے ساتھ (جس میں مذکور نکاح کو جائز لکھا ہے) پیش کر کے دریافت کیا ہے کہ ہم کس فتویٰ کو ترجیح

(۱) صحیح لمسلم، باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل، رقم الحدیث: ۱۴۴۵، انیس

☆ **رضاعی بھائی سے نکاح:**

سوال: میری بھانجی کا رشتہ اس کے پھوپھی زاد بھائی سے طے ہوا ہے اور عنقریب شادی بھی ہونے والی ہے، میری بھانجی نے بچپن میں پھوپھی کا دودھ پیا تھا تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ (محمد معین الدین، نظام آباد)

الجواب

اگر آپ کی بھانجی کا رشتہ اسی پھوپھی کے لڑکے سے ہو رہا ہے، جس کا اس نے دودھ پیا تھا اور دودھ ڈھائی سال کی عمر کے اندر اندر پیا تھا تو اب اس پھوپھی کے تمام بچے اس دودھ پینے والی لڑکی پر حرام ہیں، وہ پھوپھی اس کے لیے رضاعی ماں ہے اور اس کے بچے رضاعی بھائی اور نسبی بھائی کی طرح رضاعی بھائی سے بھی نکاح حرام ہے، ("یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب". (الھدایة: ۲/ ۳۵۱) اس لیے آپ متعلقین کو مطلع کر دیں کہ یہ رشتہ شرعاً درست نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۴۶۳)

دیں۔ سنیے ہم نے اپنے دعویٰ کی سند قرآن وحدیث وفقہ سے بتلادی ہے، مخالف کے جواب میں کوئی سند نہیں ہے۔ اگر آپ اُن کے معتقد ہیں اوران کواپنے مرشد کے مانند مانتے ہیں تو خاموش بلاچوں وچرا مردہ بدست زندہ کی طرح ان کے فتویٰ کو بھی مان لیں، وگرنہ ہمارا فتویٰ کسی عالم کو دکھلائیں، صحیح ثابت ہونے پراس کو ترجیح دیں۔ نیز یہ بھی جان لیں کہ حدیث صحیح مشہور کے مطابق امّتِ محمدیہ میں تہتر فرقے ہوں گے، ان میں سے صرف ایک فرقہ جو اہل سنت والجماعت ہے، وہی جنتی ہے، باقی سب دوزخی ہیں، اس فرقۂ اہل سنت والجماعت کے سارے علماء کا اتفاق جس مسئلہ پر ہو، دلائل سے معلوم کرکے اس پر عمل پیرا ہونا یہی دیندار آدمی کے لیے سزاوار ہے۔ ہم یہاں اپنے دعوے پراور بھی دلائل لکھتے ہیں، انہیں بھی دیکھیں، آپ خود مخالف کے قول کو بہتر فرقہ والوں کے قول کے مانند سمجھیں گے۔ دلائل یہ ہیں، قرآن مجید میں ہے:

﴿وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة﴾(۱)

حدیث شریف میں ہے، اس کے متعلق علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

وهٰذا إجماع لاخلاف فيه بين الأئمة فإذا حرمت الأم فكذا زوجها؛لأنه والده؛لأن اللبن منهما جميعاً وانتشرت الحرمة إلٰى أولاده فأخو صاحب اللبن عم وأخوها خاله من الرضاع فيحرم من الرضاع العمات والخالات والأعمام والأخوال وبناتهن كالسب،انتهٰى.(۲)

اورترمذی لکھتے ہیں:

والعمل علٰى هٰذا عند عامة أهل العلم من أصحاب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وغيرهم لا نعلم بينهم فى ذلك اختلافاً،انتهى.(۳)

اورنووی شرح مسلم میں ہے:

واجتمعت الأئمة علٰى ثبوتها بين الرضيع والمرضعة وأنه يصيرإبنهما يحرم عليه نكاحها أبداً وأجمعوا أيضاًعلٰى انتشار الحرمة بين المرضعة وأولاد الرضيع وبين الرضيع وأولاد المرضعة وأنه فى ذلك كولدها من النسب لهٰذه الأحاديث،انتهٰى ملخصاً.(۴)

اورعبدالوہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب میزان میں چاروں مذاہب کے مسئلوں کو جمع کیا ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں:

اتفق الأئمة علٰى أنه يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب،انتهٰى.(۵)واللّٰه أعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۹۴-۱۹۶)

---

(۱) النساء:۲۳،انیس

(۲) عمدة القارى: ۱۳۰/۲۰،باب ما يحرم من الرضاع يحرم من النسب،ط،دار الكتب،بيروت

(۳) سنن الترمذى،باب ماجاء من الرضاع ما يحرم من النسب،كتاب الرضاع،تحفة الأحوذى:۲۵۴/۴،انیس

(۴) شرح النووى علىٰ مسلم: ۱۸،۱۷/۱۰،باب جواز العقلية وهى وطء المرضع وكراهة العزل،انیس

(۵) الميزان الكبرىٰ الشعرانية،المدخلة أقوال الأئمة المجتهدين، كتاب الرضاع:۱۹۲/۲،دارالكتب العلمية بيروت،انیس

رضاعی بھائی بہن کے درمیان نکاح حرام ہے:

سوال: ہندہ نے اپنے لڑکے کو دودھ پلایا ہے، وہ اب بیس سالہ ہے۔ زہرہ کی لڑکی جو ایک سال سے کم عمر کی ہے، اس کو بھی ہندہ نے دودھ پلایا ہے۔ ہندہ کے لڑکے سے زہرہ کی لڑکی منسوب ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

خلاصۃ المسائل کے رضاعت کے بیان میں جناب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے کہ سو مامون کی ماں زہرہ اور منصور کی ماں عصمت، مامون اور منصور نے عصمت کا دودھ پیا، اس حالت میں مامون اور منصور رضاعی بھائی ہوئے، پس مامون کے حق میں عصمت کی لڑکی اور منصور کے حق میں زہرہ کی لڑکی حلال ہے، اسی موافق اس نے بھی اپنی رضاعی بہن سے نکاح کیا؛ اس لیے آپ اس کا پورا حل فرمائیں؛ تاکہ تشفی ہو اور اس کتاب میں قاضی خاں، جامع الرموز، کنز، الدرالمختار وغیرہ کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

الجواب

ھوالمصوب: صورت مسئولہ میں ہندہ کے لڑکے کا نکاح زہرہ کی لڑکی سے جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ جب کسی عورت نے کسی غیر کے بچے کو دودھ پلایا تو وہ عورت اس بچہ کے حق میں حقیقی ماں کی مانند اور اس کے پیٹ کے بچے خواہ اس دودھ کے وقت کے ہوں، یا آگے پیچھے کہ سب حقیقی بھائی بہن کے مانند ہو جاتے ہیں۔ پس صورت مسئولہ میں زہرہ کی لڑکی کو ہندہ کے دودھ پلانے کی وجہ سے ہندہ کا لڑکا زہرہ کی لڑکی کے لیے رضاعی بھائی ہو گیا، جس طرح سگے بھائی بہن کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بھائی بہن کے درمیان بھی نکاح جائز نہیں، ایسا کرنا حرام ہے۔ خلاصۃ المسائل کی عبارت جو آپ نے لکھی ہے، اگر نقل صحیح ہے تو مسئلہ غلط ہے۔ اگر ایسی عبارت ہو، پس مامون کے حق میں عصمت کی لڑکی حرام اور منصور کے حق میں زہرہ کی لڑکی حلال ہے تو صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۹۸، ۱۹۹)

شادی کے بعد پتہ چلا کہ میاں بیوی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے، اب کیا کرنا چاہیے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۲۶ء)

سوال: زید نے زینب بنت حمیدہ سے عقد کیا، جس کو کئی برس گزر گئے اور اس درمیان میں ایک لڑکا بھی ہوا؛ مگر زید اور حمیدہ نے ایک عورت آمنہ کا دودھ پیا ہے، جس کا ان لوگوں کو علم شادی کے قبل ایک دوسرے کے پینے کا نہ تھا، حمیدہ نے آمنہ کا دودھ اس وقت پیا، جب اس کی ایک لڑکی بتول پیدا ہوئی اور زید نے دودھ اس وقت پیا، جب آمنہ کے ہاں ابوالنجم پیدا ہوا، بعد دو لڑکا پیدا ہونے آمنہ کے بعد بتول کے، اس کی گواہی اس صورت میں ہے کہ ابوالنجم یعنی آمنہ کا لڑکا جو مسلمان تعلیم یافتہ شخص ہے اور جس کا جھوٹا دودھ زید نے پیا ہے، کہتا ہے کہ میری والدہ مجھ سے اکثر کہا

کرتی تھیں کہ زید اور حمیدہ نے میرا دودھ پیا ہے اور وہ لوگ ہمارے رضاعی بھائی بہن ہیں۔زید کی دادی جو ابھی زندہ ہے اور حمیدہ کی نانی بھی ہوتی ہے اور برابر رمضان شریف وغیرہ کا روزہ رکھتی ہے، کہتی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے آمنہ کو زید اور حمیدہ کو دودھ پلاتے دیکھا ہے، جب حمیدہ چار مہینے کی تھی اور زید دو یا پونے دو برس کا۔ایک عورت ہے جو برابر پنج گانہ نماز ادا کرتی ہے اور زید اور حمیدہ کی عزیز بھی ہوتی ہے، کہتی ہے کہ میرے سامنے آمنہ نے مرتے وقت زید اور حمیدہ کا دودھ بخشا ہے۔زید کی پھوپھی کہتی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے زید کو آمنہ کا دودھ پینے دیکھا ہے، دو برس کی عمر کے اندر۔حمیدہ کی چھوٹی خالہ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ آمنہ نے باتوں باتوں میں یہ کہا کہ میں نے حمیدہ کو دودھ پلایا ہے۔زید جو خود ایک عالم وقت ہے، اس کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے دو برس کی عمر میں دودھ پیا ہے۔حمیدہ جو ایک پڑھی لکھی عورت ہے اور تہجد گزار ہے، کہتی ہے کہ برابر میری ہمجولیاں مجھے انگریزن کہہ کر چڑایا کرتی تھیں۔آخر کار میں نے ایک دن اپنی ماں سے شکایت کی اور اس کی وجہ پوچھی، میری ماں نے جواب دیا کہ چونکہ مسماۃ آمنہ ذات کی انگریزن ہے اور اس کے ایک لڑکی بتول پیدا ہوئی تھی، اس کا جھوٹا دودھ تم نے پیا ہے، جب چار ماہ کی تھی، اس صورت میں زید کا عقد زینب سے جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

رضاعت ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتی ہے اور بصورت ثبوت رضاعت زید اور زینب کا نکاح صحیح نہیں ہوا، ان دونوں میں علم رضاعت ہوتے ہی تفریق لازم ہے۔(۱) بچے ثابت النسب ہوں گے اور زید سے ان کا نسب ثابت ہوگا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۷۳/۵)

نکاح اور ولادت کے بعد معلوم ہوا کہ زوجین میں حرمتِ رضاعت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا نکاح فاطمہ سے ہوا اور تقریباً چار سال ہو گئے، اُن کا ایک لڑکا بھی ہے، اب اُن کو بہشتی زیور کے مطالعہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ رضاعت سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ زید کے لیے فاطمہ اپنے ماموں کی لڑکی ہے؛ لیکن اتفاق کی بات دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے، فاطمہ کو زید کی ماں نے کئی بار دودھ پلایا تھا اور اُن کو یہ مسئلہ حرمت کا معلوم نہیں تھا، چناں چہ دونوں میں شادی ہوگئی، اب دونوں بہت پریشان ہیں، آخر ہمارا کیا مسئلہ ہوگا؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیں؟

---

(۱) ولا يقبل في الرضاع إلا شهادة رجلين أو رجل وإمرأتين عدول، كذا في المحيط، ولا يقع الفرقة إلا بتفريق القاضي. (الهندية، كتاب الرضاع: ۳۴۷/۱، ماجدية)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

زید کا نکاح فاطمہ سے ایسی حالت میں ہوا کہ حرمتِ رضاعت کا علم نہیں تھا، لہٰذا یہ نکاح فاسد ہوا، جو لڑکا فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے، وہ صحیح النسب ہے، اب چوں کہ رضاعت کا علم ہو چکا ہے؛ اس لیے زید پر ضروری ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے فاطمہ سے تعلقِ زوجیت ختم کر دیا ہے، پھر عدت گزار کر فاطمہ دوسری جگہ نکاح کر لے، اُس کا زید کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔

وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل له التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (الدر المختار)

النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع؛ بل يفسده قوله إلا بعد المتاركة أى وإن بقى عليها سنون كما فى البزازية، وعبارة الحاوى إلا بعد تفريق القاضى أو بعد المتاركة، وقد علمت أن النكاح لا يرتفع؛ بل يفسد، وقد صرحوا فى النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول: إن كانت مدخولا بها كترکتک، أوخليت سبيلک. (شامی: ٤/ ١١٤، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۶/ ۳/ ۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۲۷۸-۲۷۹)

خالہ زاد بہن سے نکاح کے بعد رضاعت کا ثبوت ہوا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عمر کی شادی خالہ کی لڑکی سے ہوئی ہے اور عمر نے نانی کا دودھ پیا ہے، حالاں کہ اس کا علم عمر کو تھا کہ میں نے نانی کا دودھ پیا ہے؛ لیکن مسئلہ کے بارے میں معلوم نہیں تھا، جب معلوم ہوا تو اس نے فتویٰ لیا، اُس میں کہا گیا ہے کہ فوراً دونوں علاحدہ ہو جائیں، عمر نے جب اس کے بارے میں لوگوں کو بتایا تو سارے لوگ پریشان ہو گئے اور عمر کی نانی نے دودھ پلانے کے متعلق انکار کر دیا، حالاں کہ اس کا علم عمر کو بچپن سے ہی ہے تو اب عمر کیا کرے؟ ایک لڑکا بھی ہے، شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرما دیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

جب کہ عمر کو اس بات کا یقین ہے کہ اس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو اس کی منکوحہ خالہ زاد بہن اُس کی رضاعی بھانجی قرار پائی ہے، جس سے رشتہ زوجیت قائم رکھنا قطعاً حرام ہے، لہٰذا عمر پر بیوی سے فوراً متارکت لازم ہے، ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں؛ تاہم بچے کا نسب عمر ہی سے ثابت ہوگا۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة. (الصحيح لمسلم: ١/ ٤٦٦)

وتحرم عليه بنات الابن وبنات الأخت بالنص، وهو قوله تعالىٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾ (بدائع الصنائع: ٢/ ٥٣٠، زکریا)

رجل مسلم تزوج بمحارم فجئن بأولاد ويثبت نسب الأولاد منه عند أبي حنيفة. (الفتاویٰ الهندية: ١/٥٤٠، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۲/۱۴۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۹/۸-۲۸۰)

بیوی بچپن میں شوہر کی ماں کا دودھ پی لے تو شوہر پر حرام ہو جائے گی:

سوال: زید کی زوجہ ایام رضاعت میں زید کی والدہ کی گود میں لیٹی تھی، اب زید کی والدہ کہتی ہے کہ میں جب بیدار ہوئی تو زید کی زوجہ کو اپنی پستان سے دودھ پیتے دیکھا۔ اس صورت میں زوجہ زید، زید کے لیے حلال ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

صورت مسئولہ میں جب کہ زوجہ زید نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے تو اس پر قطعی حرام ہوگئی؛ کیوں کہ یہ زید کی رضاعی بہن ہوگئی اور رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے۔

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا. (الهندية: ١/٣٤٣)

زید کے لیے تورع کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو چھوڑ دے؛ لیکن اگر وہ نہ چھوڑنا چاہے تو قضاءً اس پر کوئی الزام نہیں؛ کیوں کہ صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہوسکتا۔ (۱) (کفایت المفتی: ۱۶۱/۵)

حرمتِ رضاعت کا علم ہونے پر نکاح کا حکم:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور نکاح کو تقریباً تین سال ہوگئے اور اس دوران دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے، تقریباً تین سال کے بعد معلوم ہوا کہ زید نے ہندہ کی والدہ کا دودھ مدت رضاعت میں پیا تھا، جن کے سلسلے میں علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد دونوں کو الگ الگ کر دیا؛ لیکن زبانی طلاق نہیں ہو پائی اور اس کے بعد زید نے دوسری شادی بھی کر لی ہے تو کیا زید سے الفاظ طلاق کہلوانا بھی ضروری ہے، یا نہیں؟ اور کیا زید کے جو دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے، صاحب نسب ہیں، یا نہیں؟ بغیر الفاظِ طلاق کے ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

زید کا ہندہ سے نکاح ایسی حالت میں ہوا کہ حرمتِ رضات کا علم نہیں تھا، لہذا یہ نکاح فاسد ہوا، جو بچے پیدا ہوئے وہ ثابت النسب ہیں، رضاعت کا علم ہونے پر زید زبان سے کہہ دے کہ میں نے ہندہ سے تعلق زوجیت ختم کر دیا، پھر عدت گزار کر ہندہ دوسری جگہ نکاح کرے۔

---

(۱) **والرضاعة حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أوعدل وعدلتين.** (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ٣/٢٢٤، سعيد)

”وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح،إلخ“.(الدر المختار)

”النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد ... (قوله:إلا بعد المتاركة):أى وإن مضى عليها سنون،كما فى البزازية،وعبارة الحاوى،إلا بعد تفريق القاضى أوبعد المتاركة ... وقد علمت أن النكاح لايرتفع بل يفسد، وقد صرحوا فى النكاح بأن المتاركة لا تحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركتك أوسبيلك،آه“.(شامی:۲/ ۲۸۳)(۱)فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۱/ ۲/ ۱۴۰۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۳۲۹)

جس پھوپھی کا دودھ پیا،اس کی اس لڑکی سے بھی نکاح جائز نہیں جو دوسرے شوہر سے ہے:

سوال: زید نے اپنی پھوپی کا دودھ پی کر برورش پائی، بعد کواس کے پھوپا کا انتقال ہوگیا،اس کی پھوپی نے عقد ثانی کیا،اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو زید کا نکاح اس دختر سے جو کہ شوہر ثانی سے ہے جائز ہے، یا نہ؟

الجواب ــ

اس صورت میں زید کا نکاح اس کی پھوپھی مرضعہ کی اس دختر سے بھی صحیح نہیں ہے، جو کہ دوسرے شوہر سے پیدا ہوئی؛ کیوں کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کی بھائی بہن رضاعی ہوجاتی ہیں اوراخت رضاعی کی حرمت قرآن شریف میں منصوص ہے۔

﴿وأخواتكم من الرضاعة﴾(۲)

ولاحل بين الرضيعة وولدمرضعتها أى التى أرضعتها وولدولدها.(۳)

وفى الشعر المرفوع،از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند۔(وهكذا فى الدر المختار)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/ ۲۱۷)

رضاعی علاتی بہن سے نکاح:

سوال: زید کے والد دو بھائی تھے،زید کے والدین کا انتقال زید کے بچپن میں ہوگیا تھا،زید کی پرورش اس کے چھوٹے چچا نے کی اوراپنی بیوی کا دودھ پلایا، کچھ عرصہ کے بعد زید کی چچی کا بھی انتقال ہوگیا، پھر زید کے چچا نے دوسری شادی کی اور جب زید بڑا ہوا تو زید کی شادی اس کے چچا کی لڑکی سے ہوئی، جو دوسری بیوی سے ہے تو یہ شادی درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر واقعتہً چچی نے مدت رضاعت میں زید کو دودھ پلایا تو ایسی صورت میں چچی رضاعی ماں اور

---

(۱) رد المحتار،فصل فى المحرمات : ۳/ ۳۷،سعيد

(۲) سورة النساء:۲۴

(۳) الدر المختار على هامش رد المحتار،باب الرضاع:۲/ ۵۶۱،ظفير

چچارضاعی باپ ہوا، اب جب کہ چچی کا انتقال ہوگیا اور چچانے دوسری شادی کی جس سے ایک لڑکی ہوئی تو یہ لڑکی باپ کے رشتہ سے زید کی رضاعی علاتی بہن ہوئی اور جس طرح نسبی علاتی بھائی بہن کا آپس میں نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی علاتی بھائی بہن کا آپس میں نکاح شرعاً حرام ہے، لہٰذا اس صورت میں چچا کی مذکورہ لڑکی سے زید کا جو نکاح ہوا، وہ شرعاً حرام ہوا، دونوں فوراً علیحدگی اختیار کرلیں۔

لقوله عليه الصلوٰة والسلام: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب. (الحديث)(الصحيح لمسلم كتاب الرضاع: ٤٦٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۹؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۰/۴)

رضاعی بھائی بہن کی اولاد کا نکاح آپس میں جائز ہے:

سوال: ایک شخص نے بچپن میں ایک عورت کی والدہ کا دودھ پیا، اب ان رضیعین کی اولاد کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

جب نسبی بھائی بہن کی اولاد ایک دوسرے کے لیے حلال ہے تو رضاعی کی حلت میں کیا شبہ ہے۔

"فإنه يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (۱)

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۲) **فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم**

۸؍رجب ۱۳۷۲ھ (احسن الفتاویٰ: ۷۵/۵)

رضاعی بھتیجی کا نکاح:

سوال: شیخ کرم علی نے ساتھ سلیمہ کے جو دختر بی بی رحیمہ کی ہے، دودھ مسماۃ رحمہ کا زمانہ شیرخواری میں پیا تھا، پیچھے ایک مدت کے رحیمہ سے ایک فرزند تولد ہوا، جس کا نام اشرف علی ہے، پس درمیان کرم علی اور اشرف علی بموجب تقریر البحر الرائق نسبت بھائی ہونے کی دونوں طرف سے ہے، حسب مشاہدہ فی شرح قول الماتن **"وبين مرضعة ولد مرضعتها أوولد ولد المرضعة الأولى بفتح الضاد إسم مفعول أى لاحل بين الصغيرة المرضعة وولدالمرأة التى أرضعتا؛ لأنهما أخوان من الرضاع، انتهىٰ".** (۳) اب ساتھ دختر شیخ کرم علی کے مسماۃ حلیمہ کا نکاح اشرف علی فرزند رحیمہ کا ہونا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) صحيح لمسلم، رقم الحديث: ١٤٤٥، انيس

(۲) النساء: ٢٤، انيس

(۳) البحر الرائق: ٣٩٧/٣، انيس

الجواب

نکاح اشرف علی کا حلیمہ کے ساتھ حرام ہے؛ کیوں کہ حلیمہ اشرف علی کی بنت الاخ ہے۔

قال تعالی: ﴿وَبَنَاتُ الْأَخِ﴾(الآیة)

پس یہ نکاح قطعاً حرام ہے اور کسی عالم اور امام اور اہل مذہب کے نزدیک درست نہیں اور جس نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، وہ سراسر بے علم ہے۔

قال علیه الصلاة والسلام: یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب. (الحدیث)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ،ص:۳۸۶،۳۸۷)

جب نانی نے دودھ پلایا تو ماموں کی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا:

سوال: زید کو اس کی نانی نے ایک مرتبہ غلطی سے دودھ پلایا تھا، اب زید کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ نانی نے ایک مرتبہ نواسہ زید کو بحالت شیر خوارگی دودھ پلایا تو زید اپنی نانی کی پسر رضاعی ہوگیا اور نانی کی اولاد زید کی بھائی بہن ہوگئی، پس زید کے ماموں کی دختر زید کی بھتیجی رضاعی ہوئی، لہٰذا زید کا نکاح اس سے درست نہیں۔

لأنه یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب، کذافی کتب الفقه. (۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۴۰۷)

رضاعی بھتیجی سے نکاح:

سوال: محمد صالح نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو کیا اب محمد صالح کے لئے اپنی نانی کے سگی پوتی سے نکاح کرنا جائز ہوگا؟ وہ ایک دوسرے کے لیے حرام ہوں گے؟　　(محمد سالم باعطاء، بارکس، حیدرآباد)

الجواب

صورت مسئولہ میں دودھ پلانے والی نانی کی پوتی محمد صالح کی رضاعی بھتیجی ہوجائے گی اور جس طرح سگی بھتیجی سے نکاح حرام ہے اور چچا بھتیجی ایک دوسرے کے لیے محرم ہیں، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح جائز نہیں اور دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یحرم من الرضاع مایحرم من النسب". (۳)

---

(۱) صحیح لمسلم، رقم الحدیث: ١٤٤٥، انیس
ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضاعت میں وہ سب رشتہ حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، باب الرضاع: ٢/٥٥٧، ظفیر

(۳) الصحیح لمسلم: ٢/٣٥٥٨

(جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۶۱، ۴۶۲) ☆

رضاعی بھتیجی سے نکاح کی حرمت:

سوال: دو عورتیں ہیں، ایک کا نام عظمین ہے، دوسری کا نام رحمین عظمین کا لڑکا پانچ چھ ماہ کا ہے، رحمین کا لڑکا چار پانچ یوم کا ہے اور کچھ بیمار بھی ہے اور وہ اپنی ماں کا دودھ بوجہ اس کے کہ پستان میں دودھ بہت ہے، اس کے منہ میں آسانی سے پستان نہیں آسکتا، دودھ نہیں پی سکتا، رحمین نے اس غرض سے کہ پستان کچھ ہلکی ہو جائیں، عظمین کے لڑکے کو دودھ پلا دیا، اب اس وقت عظمین کا لڑکا جوان ہو گیا اور اس کی شادی بھی ہو گئی اور اس کے گھر میں ایک لڑکی بھی پیدا ہو گئی اور رحمین کے بھی آٹھ سات اولادیں ہوئیں، اب رحمین اپنے اس آٹھویں لڑکے کی شادی عظمین کے اس لڑکے کی لڑکی کے ساتھ کرنا چاہتی ہے، جس کو دودھ پلایا تھا کیا یہ از روئے شرع شریف ہو سکتا ہے؟

الجواب

عظمین کی یہ پوتی ہے، رحمین کے اس فرزند کی رضاعی بھتیجی ہے، لہٰذا یہ نکاح شرعاً حرام اور باطل ہے۔

لقوله عليه السلام: "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (۱) فقط

۲۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۶ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۷۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۱۴)

جس سالی کی لڑکی نے اس کی بھاوج کا دودھ پیا ہے، اس سے شادی جائز نہیں:

سوال: خالو سے بھانجی کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ دختر سالی سے خالو کی بھاوج کا دودھ پیا ہے تو دودھ کے رشتہ سے دختر مذکور خالو کی بھتیجی ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں خالو دختر سالی سے نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بھتیجی رضاعی سے نکاح درست نہیں ہے۔

لحديث الشيخين: "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۳۹۷)

☆ رضاعی بھتیجی سے نکاح:

سوال: ایک بھائی نے بچپن میں اپنی بہن کا دودھ پیا ہے، تو کیا بہن اپنے لڑکے کا نکاح اس بھائی کی لڑکی سے کر سکتا ہے؟
(بی، ایم، حسین، مشیر آباد)

الجواب

جب بھائی نے اپنی بہن کا دودھ پیا ہے، تو اس بہن کا لڑکا دودھ پینے والے بھائی کا رضاعی بھائی ہو گیا اور اس کی لڑکی رضاعی رشتہ سے بھتیجی ہو گئی، اور جیسے سگی بہن سے سگی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ (**الصحيح لمسلم: ۲/۳۵۵۸**) لہٰذا مذکورہ صورت میں نکاح جائز نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۶۴)

(۱) **الصحيح لمسلم: ۲/۳۵۵۸، انيس**
(۲) **صحيح البخاري، رقم الحديث: ۵۰۹۹، ظفير**

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے:

سوال: رشیدہ نے خالد کی بیوی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے، کیا خالد کے بھائی بکر کا نکاح رشیدہ سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں رشیدہ خالد کے بھائی (بکر) کی رضاعی بھتیجی ہے تو جیسے نسبی (حقیقی) بھتیجی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی رضاعی چچا کا نکاح ناجائز اور حرام ہے۔

عن ابن عباس قال: قيل للنبي صلى الله عليه وسلم ألا تزوج ابنة حمزة؟ قال صلى الله عليه وسلم: إنها ابنة أخي من الرضاعة. (صحيح البخاري: ٧٦٤/٢، كتاب النكاح، باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۹۶/۴)

جس پوتے نے دادی کا دودھ پیا، اس کا نکاح اپنے چچا کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی پہلی بیوی سے دو لڑکے پیدا ہوئے، پھر وہ بحکم الٰہی فوت ہوگئے، زید نے اور نکاح کرلیا، پہلی بیوی کے بطن جو دو بچے تھے، ایک کے لڑکا پیدا ہوا اور اس لڑکے نے زید کی دوسری بیوی؛ یعنی اپنی سوتیلی دادی کا دودھ پیا، اب زید نے اپنے اس پوتا کو اپنے چھوٹے لڑکے کے یہاں بیاہ دیا۔ یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس پوتے نے زید کی زوجہ ثانیہ کا دودھ پیا ہے، وہ زید اور اس کی زوجہ کا رضاعی بیٹا ہوگیا اور اس کی بیٹی اس پوتا کی رضاعی بھتیجی ہوگئی، لہٰذا نکاح پوتا مذکور کا زید کے چھوٹے لڑکے کی دختر سے جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (۲)

یعنی جیسا کہ نسبی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے، لہٰذا نکاح مذکور جائز نہیں ہوا، ان میں علاحدگی کرادی جاوے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱۸/۷-۴۱۹)

رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح درست نہیں:

سوال: زید نے عمر کی ہمشیرہ حقیقی کے ساتھ جو عمر سے صغیرہ ہے، عمر کی حقیقی والدہ کا دودھ پیا، اب خود عمر نے زید

---

(۱) قال الشيخ النسفي: زوج مرضعة لبنها منه أب للرضيع وابنه أخ وبنته أخت وإخوه عم وأخته عمة. (كنز الدقائق على هامش البحر الرائق: ٢٢٦، كتاب الرضاع)/ومثلهٗ في الهندية: ٣٤٣/١، كتاب الرضاع

(۲) دیکھئے: مشكاة المصابيح، باب المحرمات، ص: ٢٧٣، ظفير/جامع الترمذي، رقم الحديث: ١٤٤٦، باب ماجاء يحرم من الرضاع مايحرم من النسب، انيس

کی دختر حقیقی کے ساتھ نکاح کرلیا ہے۔ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

حدیث شریف میں ہے:

"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب". (۱)

بھانجی بھتیجی جیسے نسبی حرام ہے، رضاعی بھی حرام ہے اور زید نے جب کہ عمر کی والدہ کا دودھ پیا تو بقاعدہ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند مرضع کی تمام اولاد عمر وغیرہ خواہ اس نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہو، یا نہ ہو، **کذا فی الدر المختار: وإن اختلف الزمن والأب، إلخ.** (۲) زید کے بھائی بہن رضاعی ہوگئے، پس زید کی دختر عمر کی بھتیجی رضاعی ہے؛ اس لیے نکاح عمر کا زید کی دختر سے حرام قطعی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۰۴)

پوتے نے دادی کا دودھ پیا تو اس کا نکاح اپنے چچا کی لڑکی سے جائز نہیں:

سوال: میرے بچپن ہی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا تھا، والدہ کے انتقال کے بعد میرے والد صاحب نے میری حقیقی خالہ کے ساتھ نکاح کیا، جو تادم تحریر حیات سے ہیں، میری حقیقی مرحومہ والدہ سے ہم تین بھائی بہن ہیں، میرا ایک لڑکا حافظ عمران ہے، اس کا رشتہ میرے حقیقی بھائی کی لڑکی (حقیقی بھتیجی) نور جہاں سے طے ہوا ہے۔ اب یہ بات ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ میرے لڑکے حافظ عمران کو میری مذکورہ خالہ جو حقیقت میں والدہ ہیں نے دودھ پلایا ہے تو کیا اس سے رضاعت ثابت ہوگی؟ اور عمران اور نور جہاں کے درمیان نکاح صحیح ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں حافظ عمران کا نکاح نور جہاں سے نہیں ہوسکتا ہے، شرعاً جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ حافظ عمران نے جب مدت رضاعت میں اپنی سوتیلی دادی کا دودھ پیا تو ایسی صورت میں سوتیلی دادی حافظ عمران کی رضاعی ماں اور یہ رضاعی لڑکا ہوا اور حقیقی دادا عمران کا رضاعی باپ بھی ہوگیا اور نور جہاں عمران کی رضاعی بھتیجی ہوگئی اور جس طرح حقیقی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے۔

لقوله علیه الصلاة والسلام: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب". (الصحیح لمسلم: ۴٦٧/۱)

وهذه الحرمة کما تثبت فی جانب الأم تثبت فی جانب الأب وهو الفحل الذی نزل اللبن بوطئه، کذا فی الظهیریة ما یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً

(۱) رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر/ جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۴٦، باب ماجاء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب، انیس

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵٦۱/۲، ظفیر

حتی أن المرضعة لوولدت من هذا الرجل أو غيره قبل هذا الإرضاع أو بعده أو أرضعت رضيعاً أوولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الإرضاع أو بعده أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل إخوة الرضيع وأخواته وأولادهم أولادإخوته وأخواته.(الفتاویٰ الهندية: ۳٤۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۹/۱۱/۱۴۲۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۵/۴-۲۰۶)

نسبی بھائی کی رضاعی لڑکی سے نکاح جائز نہیں ہے:

سوال: زید کی شادی طلحہ سے ہوئی، زید کی بیوی طلحہ نے اپنی بہن صابرہ کو دودھ پلایا، طلحہ فوت ہوگئی، زید نے طلحہ کی دوسری بہن ہاجرہ سے نکاح کیا۔اب سوال یہ ہے کہ صابرہ کی شادی زید کے حقیقی بھائی بکر سے ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

بکر کی شادی صابرہ سے نہیں ہوسکتی؛اس لیے کہ صابرہ بکر کی رضاعی بھتیجی ہے اور بھتیجی رضاعی مثل بھتیجی نسبی کے حرام ہے۔

"فيحرم منه أي بسببه ما يحرم من النسب". (۱)والله أعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱۹/۷)

جس لڑکے نے تمہاری ماں کا دودھ پیا ہے،اس سے اپنی لڑکی کا نکاح نہیں کر سکتے:

سوال: میرے بھانجہ خلیل نے مجھ سے چھوٹی بہن کا چھوٹا دودھ میری والدہ کا پیا،اب میں خلیل کی شادی اپنے دختر سے کرنا چاہتا ہوں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ مسمیٰ خلیل نے تمہاری والدہ کا دودھ پیا تو تمہارا رضاعی بھائی ہوگیا اور تمہاری لڑکی محمد خلیل کی رضاعی بھتیجی ہوگئی،لہٰذا نکاح خلیل مذکور کا تمہاری دختر سے جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے:

"يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (الحديث) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۹/۷)

رضاعی بھتیجی اور رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک دودھ پیتا بچہ جو بھوک، یا کسی اور وجہ سے رو رہا ہو اور اس کی ماں کسی اور کام میں مصروف ہے، اس دوران بچے کی دادی آجاتی ہے اور وہ بچے کو اپنا دودھ پلا دیتی ہے، کیا اس کی وجہ سے بچے کی ماں اور باپ کے رشتے میں فرق آئے گا؟ اور بچہ کا باپ کیا اس کا رضاعی بھائی بن گیا؟

---

(۱) الدر المختار علیٰ ھا مش ردالمحتار،باب الرضاع: ۵۵۷/۲،ظفیر

(۲) دیکھئے:ردالمحتار،باب الرضاع: ۵۵۷/۲.ظفیر/جامع الترمذی،باب ماجاء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب،رقم الحدیث:۱۱۴۶،انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں اس بچے کی دادی اس کی رضاعی ماں بن گئی، لہٰذا فرق یہ پڑے گا کہ پہلے اس دادی کی پوتیاں، یا نواسیاں اس بچے کی چچازاد، یا پھوپھی زاد بہن ہوتیں اور ان سے نکاح جائز ہوتا؛ لیکن اب اس کی رضاعی بھتیجیاں اور بھانجیاں بن گئیں اور ان سے نکاح جائز نہیں رہا۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۸/۱۲ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۵)

جس عورت کا دودھ پیا، اس کے لڑکے ولڑکی کی اولاد سے نکاح:

سوال: زید نے اپنی نانی زینب کا دودھ پیا، اب آیا زید کی شادی اپنے ماموں وخالہ زاد بہن سے جائز ہے، یا نہیں؟

زینب

لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکی لڑکی بے بی

زید نے بے بی کا جھوٹا دودھ پیا اور تین سال بعد بے بی کا انتقال ہوگیا، اب زید کا نکاح زینب کے دوسرے لڑکے لڑکیوں کی بچیوں سے جو زید کے ماموں زاد خالہ زاد بہن ہیں جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو پھر زید کے دوسرے بھائی جس نے زینب کا دودھ نہیں پیا ہے کا نکاح زینب کے لڑکے لڑکیوں کی بچیوں سے جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں زید نے بے بی کا جھوٹا دودھ زینب سے پیا ہے، لہٰذا زینب زید کی رضاعی ماں ہوگئی اور زینب کے تمام لڑکے ولڑکیاں زید کے رضاعی بھائی بہن ہوگئے اور ان کی اولاد جس طرح ماموں زاد اور خالہ زاد بہن ہیں اسی طرح رضاعی بھتیجیاں اور بھانجیاں بھی ہیں اور جس طرح حقیقی بھتیجی و بھانجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھتیجی و بھانجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے:

"يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب". (۲)

---

(۱) وفي سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب يحرم من الرضاعة: ۱/۲۸۰ (طبع سعيد): عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة.

وفي جامع الترمذي، باب ما جاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ج:۱، ص:۲۱۷ (طبع سعيد): عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب.

و في المشكاة، كتاب النكاح، باب المحرمات، ص: ۲۷۳، عن علي أنه قال: يا رسول الله! هل لك في بنت عمك حمزة فإنها أجمل فتاة في قريش، فقال له: أما علمت أن حمزة أخي من الرضاعة، وأن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب. (رواه مسلم)

(۲) الصحيح لمسلم: ۱/۴۶۷

اور درمختار میں ہے:

(فیحرم منه)...(مایحرم من النسب).(۵۵۷/۲)(۱)

نیز ایک قاعدہ مسلمہ یہ ہے کہ دودھ پینے والے پر دودھ پلانے والی عورت کی تمام اولاد اور اولاد کی اولاد نیچے تک حرام ہوجاتی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

ولاحل بين الرضيعة وولد مرضعتها...وولد ولدها.(۵۶۱/۲)(۲)

لہٰذا زید کا نکاح زینب کی کسی بھی پوتی، نواسی کے ساتھ شرعاً جائز ودرست نہیں ہے، البتہ زید کے دوسرے بھائیوں نے چوں کہ زینب کا دودھ نہیں پیا ہے، لہٰذا زینب، یا زینب کی اولاد کے ساتھ زید کے دوسرے بھائی بہنوں کا کوئی رشتہ رضاعت کا نہیں ہے؛ بلکہ زینب کی پوتیاں اور نواسیاں زید کے دوسرے بھائی بہنوں کے لیے صرف ماموں زاد، یا خالہ زاد بہن ہوں گی، لہٰذا زید کے دوسرے بھائیوں کا نکاح زینب کی تمام پوتیوں اور نواسیوں کے ساتھ درست وجائز ہوگا۔ درمختار (۴۰۸/۲) میں ہے:

وتحل أخت أخيه رضاعا. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۱۳/۲/۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۶/۴-۲۰۷)

عینی بھائی کی رضاعی لڑکی کی لڑکی سے نکاح:

سوال: ایک مرد جاہل وعامی قاسم علی نامی حسب مذہب حنفیہ ایک مولوی عبدالرزاق سے اس مسئلہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا، میرے عینی بھائی کی دختر رضاعی کو میں نکاح میں لاسکوں گا، یا نہیں؟ مولوی صاحب مذکور سے ساٹھ ستر روپیہ لے کر بداہۃً فتویٰ دے دیا کہ تم کو بلا وسواس حلال ہے، اس نے بلا تأمل وتاخیر عورت مذکورہ کو نکاح میں لایا، مولوی محمد لقمان نے اس نکاح کے جواز کی تردید اور حرمت میں مدلل ومفصل فتویٰ لکھا، اس صورت میں کیا حکم ہے اور یہ نکاح جائز ہے، یا حرام؟

الجواب

فتویٰ مولوی عبدالرزاق کا دربارہ جواز نکاح دختر رضاعی برادر یعنی محض باطل اور لغو ہے۔ "**بنات الأخ وبنات الأخت**" جیسا کہ نسبی حرام ہیں، رضاعی بھی حرام ہیں، سب نے تسلیم کیا ہے اور صاحب خازن جو شافعی المذہب ہیں، وہ بھتیجی رضاعی کی حرمت کو تسلیم فرماتے ہیں اور جب کہ بھتیجی رضاعی حرام ہے تو بھتیجی کی دختر بھی حرام ہے، چناں چہ تفسیر خازن میں بعد نقل حدیث مذکور بنت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حرمت کی حدیث نقل فرمائی ہے۔

---

(۱) الدر المختار مطبع بیروت لبنان: ۴۰۵/۲

(۲) الدرالمختار طبع بیروت لبنان: ۴۰۸/۲

”عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ”إنها لا تحل لي، يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب وأنها إبنة أخي من الرضاعة“ وكل من حرمت بسبب النسب حرم نظيرها لسبب الرضاعة“. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک بھی بھتیجی رضاعی اور بھتیجی رضاعی کی دختر سے جس کو دختر دختر رضاعی برادر عینی سے تعبیر کیا ہے، نکاح حرام ہے، پس معلوم ہوا کہ فتویٰ مولوی عبدالرزاق کا محض باطل ہے اور فتویٰ مولوی محمد لقمان صاحب کا صحیح اور موافق کتاب وسنت کے ہے اور حنفیہ کو تقلید اور اتباع اپنے امام کا لازم ہے اور صورت مذکورہ میں کسی کا مذہب خلاف بھی ہوا تو اس پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۴۳۰-۴۳۱)

بچہ کو جس عورت نے دودھ پلایا، عورت اس بچہ سے اپنی پوتی کا نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: ایک شیر خوار بچہ جس کی عمر ایک سال چار ماہ کی ہوا اور اس کی ماں فوت ہوچکی ہوا اور اس کی نانی اپنے پستان اس کو چوساتی رہی ہے، چار ماہ بعد اس کے دودھ اتر آیا اور بچہ برابر شیر بھی چوستا رہا۔ اب وہ لڑکا جوان ہوا تو مرضعہ اپنی پوتی سے اس لڑکے رضیع مذکور کا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کیا حرمتِ رضاعت ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

مرضعہ کی پوتی اس رضیع کی بھتیجی رضاعی ہوئی، پس بقاعدہ **”يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب“** (۲) نکاح اس رضیع کا مرضعہ کی پوتی سے حرام اور ناجائز ہے اور زیلعی کے قول کو جو انہوں نے خصاف سے نقل کیا ہے، درمختار اور شامی میں رد کردیا ہے۔ درمختار میں ہے:

ويثبت التحريم في المدة فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بإطعام علىٰ ظاهر المذهب وعليه الفتوىٰ، فتح وغيره، قال المصنف في البحر: فما في الزيلعي خلاف المعتمد؛ لأن الفتوىٰ متىٰ اختلف رجح ظاهر الرواية، إلخ، (قوله؛ لأن الفتوىٰ، إلخ) لأن أكثرين على الأول أي على الحرمة كما في النهر. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۴۳۱-۴۳۲)

رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح:

سوال: زید نے اپنی حقیقی نانی کا دودھ دوسال کی عمر کے اندر پیا تو کیا اس کے حقیقی ماموں کی بیٹی سے نکاح صحیح

---

(۱) دیکھئے: البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/ ۲۳۸، ظفیر) (تفسیر الخازن، سورة النساء: ۱/ ۳۵۸-۳۵۹، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

(۲) البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/ ۲۳۸، ظفیر / جامع الترمذي، باب ماجاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، رقم الحديث: ۱۱۴۶، انیس

(۳) دیکھئے: ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/ ۵۵۵، ظفیر

ودرست ہے؟اور اگر نکاح ہوگیا اور اولاد بھی ہوگئی تو کیا اب اس کو اپنی زوجہ سے جدائی اور مفارقت کرنی چاہیے، یا نہیں؟اور اس اولاد کی نسبت کیا حکم ہے، حلالی ہے، یا حرامی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں زید اور اس کا ماموں رضاعی بھائی ہوگئے اور ماموں کی بیٹی زید کی رضاعی بھتیجی ہوئی، لہذا ان دونوں کا نکاح آپس میں ناجائز ہے، اگر نکاح ہو چکا ہے تو مفارقت ومتارکت لازم ہے۔

"و لا حل بين الرضيعة وولد مرضيعة وولد مرضعتها، وولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ، آه. (۱)

یہ نکاح فاسد ہے اور نکاحِ فاسد میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسب ثابت ہوجاتا ہے۔

قال العلامة المرغيناني رحمه اللّٰه تعالىٰ: "ودخل تحت النكاح الفاسد النكاح بغير شهود ونكاح المحارم مع العلم بعدم الحل عند الإمام، خلافاً لهما، النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد". (الهداية) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۸/۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹؍شعبان ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۱/۱۱)

رضاعی بھائی کی اولاد سے نکاح:

سوال: محمد رمضان کی والدہ مسماۃ غلام فاطمہ کا دودھ شاہ محمد نے بھی پیا اور اس وقت شاہ محمد کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ والدہ شاہ محمد فوت ہوگئی اور شاہ محمد کی حقیقی بہن غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان ہے، جس کا شاہ محمد نے دودھ پیا ہے۔ اب محمد رمضان چاہتا ہے کہ شاہ محمد اپنی دختر کا نکاح اور عقد میرے ساتھ کردے۔

کیا شرعاً محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی بنت سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور جس وقت شاہ محمد، غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان کا دودھ پیتا ہے، اس وقت محمد رمضان غلام فاطمہ کو پیدا اور تولد نہیں ہوا تھا؛ بلکہ بعد آٹھ سال کے محمد رمضان تولد ہوتا ہے، لہذا محمد رمضان کا اور شاہ محمد کا اکٹھے دودھ پینا نہیں ہوا؛ بلکہ پس وپیش ہے۔ کیا کوئی صورت شرعاً ایسی نکل سکتی ہے کہ محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی دختر سے درست ہو؟ دوسرے کیا شرع محمدی میں ہمشیرہ حقیقی کا دودھ پینا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد رمضان ولد رحیم بخش، قوم پٹھان، چک نمبر: ۲۶۹، ڈاکخانہ فورٹ بنک، بہاولپور)

---

(۱) الدر المختار (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعيد)

"وبين مرضعة وولد مرضعتها، لأنهما أخوان من الرضاعة أيضاً ... وولد ولدها: أي ولد التي أرضعت؛ لأنه ولد أختها" (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۶۳۷/۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) ہدایہ میں یہ عبارت پوری اسی طرح نہیں؛ بلکہ صرف یہ عبارت ہے: "النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد". (الهداية، باب ثبوت النسب: ۴۳۴/۲، مكتبه شركة علميه ملتان / "ودخل ... سے ... خلافا لهما" تک کی عبارت البحر الرائق، عدة المنكوحة نكاحا فاسدا: ۱۵۱/۴، دار الكتاب الإسلامي بيروت کی ہے۔ انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

محمد رمضان اور شاہ محمد نے اگر چہ ایک وقت میں غلام فاطمہ کا دودھ نہیں پیا ہے؛ بلکہ پس وپیش پیا ہے؛ لیکن شریعت کی رو سے دونوں رضاعی بھائی بن گئے، جو حکم بیک وقت دودھ پینے پر مرتب ہوتا ہے، وہی پس وپیش پینے پر مرتب ہوتا ہے، رضاعی بھائی کی اولاد سے نکاح حرام ہے، لہذا یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

(ولا) حل (بين الرضيعة وولد مرضعتها) أى التى ألرضعتها (وولد ولدها) لأنه ولد الأخ،آه. (الدر المختار) **وشمل أيضاً بالولادة قبل أرضاعها للرضيعة،أوبعد ولو بسنين،آه.** (شامى:٦٣١/٢)(١)

بوقتِ ضرورت بہن کا دودھ پینا شرعاً درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ:۳۴۲/۱۱)

رضاعی بھتیجی کا حکم:

سوال: میرے خسر کو میری والدہ نے بچپن میں دودھ پلایا تھا، لہذا میرے خسر میرے رضاعی بھائی ہوئے اور جس لڑکی سے میرا عقد ہوا ہے، وہ میری بھتیجی ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی کے ساتھ میرا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو کیا کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

ایامِ رضاعت میں جب دودھ حلق کے اندر اتر جائے تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، دودھ کم ہو، یا زائد، ایک دفعہ ہو، یا زائد، سب کا یہی حکم ہے۔(۱) اگر یہ ثابت ہو کہ ایامِ رضاعت میں آپ کے خسر کو آپ کی والدہ نے دودھ پلایا ہے تو آپ کے خسر آپ کی والدہ کے رضاعی بیٹے اور آپ کے رضاعی بھائی ہو گئے اور جس لڑکی سے آپ کی شادی ہوئی، وہ آپ کی رضاعی بھتیجی ہوئی اور رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔

"يحرم من الرضاع مايحرم من النسب".(۴)

---

(۱) الدرالمختار، باب الرضاع:۲۱۷/۳، سعيد

"ولاحل بين رضيعى ثدى،وإن اختلف زمانهما،ولابين رضيع وولد مرضعته،وإن سفل،آه". (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع:۲۷۷/۱-۲۷۸،دار إحياء التراث العربى،بيروت)

(۲) عباراتِ فقہاء اس بارے میں مطلق ہیں، کسی رشتہ وغیرہ کی بنا پر کسی عورت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔"هو مص الرضيع من ثدى الآدمية فى وقت مخصوص". (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع:٦٣٧/٢،دارالكتب العلمية،بيروت)

(۳) "وشرعاً (مص من ثدى آدمية فى وقت مخصوص)". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع:۲۰۹/۳)

"قليل الرضاع وكثيره سواء،أذا حصل فى مدة الرضاع،يتعلق بها التحريم". (الهداية، كتاب الرضاع:۳۵۰/۲، شركة علمية،ملتان)

(۴) سنن أبى داؤد، كتاب النكاح،باب:يحرم من الرضاعة مايحرم من النسب: ۲۷/۱،مكتبة إمدادية،ملتان/ وصحيح البخارى، كتاب النكاح،باب﴿وأمهاتكم التى أرضعنكم﴾ويحرم من الرضاعة مايحرم من النسب:٧٦٤/٢،قديمى)

لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ جس وقت آپ کی شادی ہوئی، کیا اس وقت رضاعت کا علم نہیں تھا، یا مسئلہ کا علم نہیں تھا؟ اگر لاعلمی میں ایسا ہوا تو فوراً متارکت لازم ہے، آپ اس سے تعلقِ زوجیت ختم کردیں، اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو سخت گناہ کیا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۳۸۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۴/۱۱) ☆

---

(۱)　"وفي البزازية: وبثبوت حرمة المصاهرة وحرمة الرضاع لايرتفع النكاح، حتى لا تملك المرأة التزوج بزوج آخر، إلا بعد المتاركة، وإن مضى عليه سنون، وقدمنا أنه لابد في الفاسد من تفريق القاضي أو المتاركة بالقول، إلخ" (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۴۰۰/۳، رشيدية)

☆ رضاعی بھتیجی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے بچپن میں ہی میری والدہ کا انتقال ہوگیا تھا، والدہ کے انتقال کے بعد میرے والد صاحب نے میری حقیقی خالہ کے ساتھ نکاح کیا، جو تادم تحریر حیات ہیں، میرے حقیقی مرحومہ والدہ سے ہم تین بھائی بہن ہیں، میرا ایک لڑکا حافظ عمران ہے، اس کا رشتہ میرے حقیقی بھائی کی لڑکی یعنی حقیقی بھتیجی نور جہاں سے طے ہوا ہے، اب یہ بات ہمیں معلوم ہوئی ہے کہ میرے لڑکے حافظ عمران کو، میری مذکورہ خالہ جو حقیقت میں والدہ ہیں نے دودھ پلایا ہے تو کیا اس سے رضاعت ثابت ہوگی اور عمران اور نور جہاں کے درمیان نکاح صحیح ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

حافظ عمران نے جب اپنی سوتیلی دادی سے مدت رضاعت یعنی ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پی لیا ہے، تو حافظ عمران سوتیلی دادی کا رضاعی بیٹا بن گیا ہے، اور نوجہاں کا رضاعی چچا بن گیا ہے، اور نور جہاں حافظ عمران کی رضاعی بھتیجی بن گئی ہے، اور جس طرح نسبی بھتیجی سے نکاح درست نہیں ہے، ویسا ہی رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۸/۷)

وأصله يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (شامي: ۴۰۴/۴، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲/۷/۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل: ۲۷۵/۸-۲۷۶)

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خالد کا رشتہ اس کے چچا بکر کی بڑی لڑکی سے ہونا طے پایا ہے، اب خالد کی دادی فاطمہ نے بتایا کہ میں نے تم کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہے، صورتِ حال یہ ہے کہ خالد کی دادی فاطمہ کے علاوہ کسی بھی طرح کا کوئی گواہ موجود نہیں ہے، جو دودھ پینے اور پلانے کے سلسلہ میں گواہی دے، ایسی صورت میں صرف خالد کی دادی فاطمہ کے تنہا کہنے کا اعتبار ہوگا، یا نہیں؟ اور خالد کا رشتہ اس کے چچا کی لڑکی سے جائز ہوگا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

دادی فاطمہ نے اگر واقعۃً اپنے پوتے کو دودھ پلایا ہے تو خالد اس کے رضاعی بیٹے کے درجہ میں آگیا اور خالد کے چچا اس کے رضاعی بھائی قرار پائے اور چچا کی لڑکی اس کی رضاعی بھتیجی قرار پائی، لہٰذا اس بنیاد پر خالد کا اپنی چچا کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہے اور اگرچہ اس دودھ پلانے پر کوئی اور گواہ موجود نہ ہوں؛ لیکن اگر دادی کے قول کی سچائی کا گمان غالب ہے تو اس کے قول کا اعتبار کرلیا جائے گا اور اس نکاح سے احتراز کیا جائے گا۔

ولا حل بين الرضيعة، وولد مرضعتها التي أرضعتها وولدها؛ لأنه ولد الأخ. (شامي: ۴۱۰/۴، زكريا) ==

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے:

سوال: زید نے اپنی چچیری بہن ہندہ کا دودھ چھ مہینے کی عمر میں ایک ماہ تک پیا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زید کی لڑکی کا ہندہ کے لڑکے کے ساتھ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۸۴۳، عبدالعزیز بلیاوی، ۲۸/رجب ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۴/۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

زید کی لڑکی اور ہندہ کے لڑکے کا نکاح آپس میں جائز نہیں؛(۱) کیوں کہ زید ہندہ کے لڑکے کا رضاعی بھائی ہوگیا ہے اور زید کی لڑکی اس کی بھتیجی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۹/۵)

ایضاً:

سوال: زید کے والدین کا انتقال ہو جاتا ہے۔ زید کے حقیقی ماموں کی لڑکی ہے۔ اب زید بالغ ہے اور ماموں کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے؛ مگر زید کی نانی حقیقی نے زید کو اپنے دودھ سے پرورش کیا ہے، جب کہ زید اپنی نانی کا دودھ پی چکا ہے تو کیا اس کے ماموں کی لڑکی اس کے لیے جائز ہے؟

(المستفتی: ۲۱۷۰، شیخ شفیع احمد، دہلی، ۲/ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۵/جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

زید کے ماموں کی لڑکی زید کی رضاعی بھتیجی ہے، اس سے زید کا نکاح جائز نہیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۹/۵)

جس نے دادی کی چھاتی چوسی اس کا نکاح چچا کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں:

سوال: زید نے دو، یا پونے دو سال کی عمر میں اپنی دادی کا پستان چوسنا شروع کیا اور دو تین سال تک ہر روز چوستا رہا، اس کی دادی کی عمر اس وقت ستر اسی سال کی تھی، اس کی پستانوں میں کسی نے اس وقت دودھ نکلتا نہیں دیکھا

== وإن كان المخبر واحداً، ووضع في قلبه أنه صادق، فالأولىٰ أن يتنزه ويأخذ بالثقة وجد الأخبار قبل العقد أو بعده، ولايجب عليه ذلك. (الفتاویٰ الهندية: ۳٤٧/۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/۱۴۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۶/۸-۲۷۷)

(۱،۲) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاعة مايحرم من الولادة (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة: ۲۸۰/۱، سعيد)

اور نہ اس نے کسی کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ میری پستان میں اس وقت دودھ تھا، اب دادی کا انتقال ہوگیا، ورنہ اس سے صاف طور سے معلوم کرلیا جاتا، اس صورت میں زید اپنے حقیقی چچا کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر دادی سے دریافت کیا جاتا اور وہ کہتی کہ میری پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا تو اس کا قول معتبر ہوتا؛ لیکن جب کہ اس کا انکار ثابت نہیں اور پستان کا برابر منہ میں لینا اور چوسنا محقق ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اپنے چچا کی لڑکی سے جو کہ اس کی رضاعی بھتیجی ہے، نکاح نہ کرے؛ لیکن قاعدہ کے موافق چوں کہ دودھ پیتے دیکھنے کا اور دودھ اُترتے اور پستان سے نکلنے کا کوئی گواہ نہیں ہے اور رضاعت بدون کرسکتا ہے، حکم ایسا ہی ہے،(۱) اور احتیاط اول صورت میں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۲/۸-۴۴۳)

نانی کا جس نے دودھ پیا، اس کی شادی ماموں کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی نانی کا دودھ بشمول اپنی ہم عمر خالہ کے پیا ہے، آیا یہ شخص اپنی ماموں کی بنت سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ ماموں عمر میں زیادہ ہے؛ یعنی رشتہ رضاع سے پہلے کا پیدا ہوا ہے اور خالہ جو اس وقت رضاعی ہمشیرہ ہے، یہ اپنے بھائی سے تیسرے درجہ کی ہے؟

الجواب

شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ جس عورت کا کوئی بچہ شیر خوار دودھ پیوے، اس عورت کی تمام اولاد اس بچہ کے بہن بھائی رضاعی ہوجاتے ہیں، تقدم وتاخر کا اعتبار نہیں، اگلی پچھلی اولاد مرضعہ کی سب اس بچہ رضیع کے بھائی بہن رضاعی ہیں اور اس اعتبار سے والدہ نسبی بھی بہن رضاعی ہوگی اور ماموں وخالہ سب بھائی بہن رضاعی ہوئے، پس ماموں کی دختر سے اس رضیع کا نکاح درست نہیں ہے۔

ولا حل بين رضيعي إمرأة لكونهما أخوين وإن اختلف الزمن والأب ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها،إلخ. (الدر المختار)(۲)

جملہ "**وإن اختلف الزمن**" سے یہ صاف طور سے ثابت ہے کہ مرضعہ کی پہلی اولاد سب رضیع کے بھائی بہن رضاعی ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۵/۸)

---

(۱) فلو التقم الحلمة ولو لم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم؛ لأن في المانع شكا. (الدر المختار)
وفي الفتح: لو أدخلت الحلمة فيي في الصبي وشكت في الإرتضاع لاتثبت الحرمة بالشک. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵٦/۲-۵۵۷، ظفير)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵٦۱/۲، ظفير

اپنی والدہ اور نانی کی دودھ پینے سے ماموں کی اولاد سے نکاح کا حکم:

سوال: میرے بڑے بھائی اور ایک بہن نے اپنی والدہ اور نانی کا دودھ پیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنے کسی بھائی کا نکاح اپنے ماموں، یا خالہ کی لڑکی سے کرنا چاہیں تو وہ شریعت مقدسہ کی رو سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

جس بھائی اور بہن نے نانی کا دودھ پیا ہے، اس کا نکاح ماموں اور خالہ کی اولاد سے حرام ہے اور جس بھائی اور بہن نے نانی کا دودھ نہ پیا ہو تو اس کا نکاح خالہ اور ماموں کی اس اولاد سے درست ہوگا، جس نے نہ نانی کا دودھ پیا ہو اور نہ اس بھائی اور بہن کی والدہ کا دودھ پیا ہو۔

قال العلامة الحصكفي: فيحرم منه أى بسببه مايحرم من النسب إلا أم أخية وأخته وأخت إبنه وبنتهٖ وجدة إبنه وبنتهٖ وأم عمه وعمتهٖ إلخ. (الدرالمختار: ۴۳۹/۲، كتاب النكاح، باب الرضاع)

وفي الهندية: وتثبت حرمة المصاهرة في الرضاع حتىٰ أن امرأة الرجل حرام على الرضيع و امرأة الرضيع حرام على الرجل وعلى هٰذا القياس إلا في المسئلتين إحداهما أن لا يجوز للرجل أن يتزوج أخت إبنه من النسب ويجوز في الرضاع، والمسئلة الثانية لايجوز لرجل أن يتزوج أم أُخته من النسب ويجوزفي الرضاع. (الفتاویٰ الهندية: ۳۴۳/۱، كتاب الرضاع) (فتاویٰ حقانیہ: ۴۰۹/۴)

رضاعی بھتیجی سے نکاح:

سوال: میری والدہ نے اپنے ناتی یعنی میرے بھانجے کو دودھ پلایا ہے، میری دختر یعنی اپنی پوتی کو دودھ نہیں پلایا ہے۔اس حالت میں میرے اس بھانجے سے میری دختر کا نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں آپ کا بھانجا آپ کا رضاعی بھائی بھی ہوا اور آپ کی بچی کا رضاعی چچا بھی ہوا اور جس طرح حقیقی چچا سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی چچا سے بھی جائز نہیں ہے۔

"يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب". (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کی بچی کا نکاح آپ کے اس بھانجے سے نہیں ہوسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۶/۳/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۸۹/۴)

جس عورت کا دودھ پیا، اس کی پوتی سے نکاح:

سوال: زید نے اپنی دادی خالدہ کا دودھ پیا تو کیا خالدہ کے بیٹے عمر کی لڑکی رشیدہ سے زید کا نکاح درست ہوگا؟

(۱) الصحيح لمسلم كتاب الرضاع: ۴۶۷/۱

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ زید نے اپنی دادی خالدہ کا دودھ پی لیا تو وہ اب عمر کا رضاعی بھائی ہوگیا اور عمر کی لڑکی رشیدہ اس کی رضاعی بھتیجی ہوئی اور جس طرح حقیقی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی حرام ہے، لہٰذا زید کا نکاح رشیدہ سے نہیں ہوسکتا ہے، شرعاً حرام ہے۔

"ویحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب" (الصحیح لمسلم کتاب الرضاع: ٤٦٧/١)

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ...وَبَنَاتُ الْأَخِ﴾ (سورۃ النساء: ۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۶/۲/۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۸۹/۴)

رضاعی بھتیجی سے نکاح ہوگیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید اور ابوبکر دونوں رضاعی بھائی ہیں، ابوبکر کا اپنے رضاعی بھائی زید کی لڑکی سے نکاح ہوا ہے تو یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اب کیا صورت اختیار کی جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

رضاعی بھائی کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے، حرام ہے، لہٰذا یہ نکاح درست نہیں ہوا۔

حدیث شریف میں ہے:

وأن اللّٰه حرم من الرضاعة ما حرم من النسب. (مشكاة المصابيح، ص: ٢٧٣، باب المحرمات)(۱)

ہدایہ اولین میں ہے:

ويحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب. (الهداية أولين، ص: ١٣٣، كتاب الرضاع)

لہٰذا فوراً تفریق ضروری ہے، اگر حقیقت پر پردہ ڈالنا ضروری ہو تو ان بناؤ کا بہانہ کر کے طلاق دے کر عورت کو جدا کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ــــــــــــــ)

حقیقی بھائی کی رضاعی بھتیجی سے نکاح کیسا ہے:

سوال: عمر نے اپنے حقیقی بھانجے زید کے ساتھ اپنی حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے، جس سبب سے عمر اور زید رضاعی بھائی ہوئے؛ اس لیے عمر کی لڑکی کا نکاح بنا بر واسطہ رضاعت زید (رضیع عمر) کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ سوال یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث وفقہ زید کے حقیقی برادر خورد کا نکاح عمر کی لڑکی کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) مسند الشافعي، ت: السندي، رقم الحديث: ٦١/سنن الترمذي، رقم الحديث: ١١٤٦، انيس

الجواب

عمر نے اپنی جس حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے، اس بہن کی تمام اولاد خواہ وہ دودھ پلانے سے پہلے کی ہو، یا بعد کی، عمر کی رضاعی بہن ہوگئی اور عمر کی لڑکی کی نکاح دودھ پلانے والی بہن کے کسی لڑکے کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۷۵/۵)

رضاعی بھانجی سے نکاح:

سوال: زینب نے ایک لڑکی خالدہ کو دودھ پلایا اور پھر کافی زمانہ کے بعد ایک لڑکے زید کو پلایا۔ اب زید خالدہ کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ خالدہ کی لڑکی اس کی رضاعی بھانجی ہوگی اور یہ رضاعی بھانجی ایسی ہی حرام ہوتی ہے، جیسا کہ حقیقی بھانجی؛ کیوں کہ ضابطہ ہے:

"لأنه يحرم من الرضاع مايحرم من النسب". (كذا روى الشيخان) (۲)

اور درمختار میں ہے:

ولاحل بين الرضيعة ولد مرضعتها وولد ولدها؛لأنه ولد الأخ،انتهٰى. (۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۸۱)

رضاعی بھانجی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ہندہ کا دودھ پیا اور ہندہ کی بیٹی نسبی زینب نے سلیمہ کو دودھ پلایا؛ اس لیے یہ سلیمہ زید کی رضاعی بھانجی ہوئی، اب زید کا نکاح سلیمہ سے جائز ہے، یا حرام؟

الجواب

ہندہ مرضعہ کے دختر نسبی زید کی بہن رضاعی ہوئی اور سلیمہ زید کی بھانجی رضاعی ہوئی، لہٰذا بحکم حدیث **"يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب"** (۴) و﴿**حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم**﴾ إلى قوله تعالىٰ: ﴿**وبنات الأخ وبنات الأخت**﴾ (الآية) (۳) زید کا نکاح سلیمہ سے ناجائز اور حرام ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۱/۷-۲۰۲)

---

(۱) عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم من الرضاعة ماحرم من النسب. (جامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء مايحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۲۱۷/۱، سعيد)

(۲) صحيح البخاري، رقم الحديث: ۲٦٤٥، صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۱٤٤٧، انيس

(۳) الدر المختار: ٤١٠/٤، ط: الرياض، انيس

(۴) مشكاة المصابيح، باب المحرمات، ص: ۲۷۳، ظفير

(۵) سورة النساء: ۲٤، ظفير

رضاعی بھانجی سے نکاح:

سوال: میرے ایک ملنے والے ہیں، جن کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات کرنا چاہتا ہوں: یہاں پر ایک نکاح ہوا ہے اور بعد نکاح یہ معلوم ہوا کہ لڑکی نے شوہر کی حقیقی بہن کا دودھ بچپن میں ایک دو ماہ تک پیا؛ کیوں کہ پیدائش کے بعد لڑکے کی والدہ بیمار ہونے کے سبب اس کو دودھ نہ پلا سکی اور اس کو شوہر کی بہن کا دودھ پلایا گیا تو شریعت کے مطابق یہ نکاح ہو گیا ہے، یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو شرعاً کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے،(۱) اگر غلطی سے ایسا کر دیا گیا تو فوراً ان دونوں میں جدائی کرادی جائے اور شوہر کہہ دے کہ میں نے تعلقِ زوجیت ختم کر دیا اور طلاق دے دی۔ (۲) اس کے بعد عدت تین حیض گزار کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے۔ (۳) اگر دونوں میں خلوت نہیں ہوئی تو طلاق کے بعد عدت لازم نہ ہوگی۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۳۴۳)

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال: رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة مايحرم من الولادة". (رواه البخاري) (مشكاة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲۷۳/۲، قديمي)

"فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب". (رد المحتار، باب الرضاع: ۳/ ۲۱۳، سعيد)

"كل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع وهن الأمهات ... وبنات الأخ وبنات الأخت". (إعلاء السنن، كتاب الرضاع: ۱۱/ ۱۲۳، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما ... أومتاركة الزوج". (الدر المختار)

"(قوله: أو متاركة الزوج) في البزازية: المتاركة في الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول كخليت سبيلك أو تركتك، إلخ". (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۳، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (الهداية، باب العدة: ۲/ ۴۲۲، شركة علمية ملتان)

(۴) "وإن كان الفساد لعجزه، عن الوطء حقيقة، لايجب عليها العدة، وكذا لو طلقها قبل الخلوة". (فتاوىٰ قاضي خان، باب العدة: ۱/ ۵۴۹، رشيديه)

والعدة تجب على المطلقة وكذلك بالفرقة بالنكاح الفاسد... وفي الخلاصة: أوبالخلوة الصحيحة. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة: ۴/ ۵۳، إدارة القرآن كراتشي)

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲/اکتوبر ۱۹۲۶ء)

سوال: ایک شخص نے زمانہ شیر خوارگی میں اپنی نانی کا ایک دومرتبہ دودھ پیا ہے۔اب وہ شخص اپنی حقیقی خالہ زاد لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

جس بچے نے شیر خوارگی کی عمر میں اپنی حقیقی نانی کا دودھ پیا ہے، اس کی شادی حقیقی خالہ کی لڑکی سے نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ وہ لڑکی اس کی رضاعی بھانجی ہوگئی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۷۲/۵) ☆

رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: یاسمین بانو علام محمد کی لڑکی ہے، عزیز الدین شیخ محمد طیب غلام محمد کا بھانجہ ہے، عزیز الدین نے یاسمین بانو کی نانی کا دودھ پیا ہے تو کیا عزیز الدین کا نکاح یاسمین بانو سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں اگر عزیز الدین نے مدت رضاعت میں ڈھائی برس کے اندر) یاسمین بانو کی نانی کا دودھ پیا ہے تو یاسمین کی نانی اس کی رضاعی ماں بن گئی اور یاسمین کی ماں اس کی رضاعی بہن اور یاسمین بانو اس کی رضاعی بھانجی اور یہ (عزیز الدین) یاسمین بانو کا رضاعی ماموں بن گیا؛ اس لیے یاسمین بانو اور عزیز الدین کا نکاح درست نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ــــــــــــ)

☆ **رضاعی بھانجے سے نکاح کا حکم:**

سوال: ہندہ کا دودھ اس کی حقیقی پوتی نے پیا تو کیا ہندہ کے حقیقی نواسے یعنی ہندہ کی سگی بیٹی کے لڑکے سے اس دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں ہندہ کی پوتی کا نکاح ہندہ کے نواسے سے نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ یہ نواسہ لڑکی کا رضاعی بھانجا ہے۔(﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم ... وبنات الأخ وبنات الخت﴾(الآية، سورة النساء: ۲۳) و في الحديث: عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب،] جامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ماجاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ج: ۱، ص: ۲۱۷. نیز دیکھئے: کفایت المفتی [جدید ایڈیشن دارالاشاعت] ج: ۵، ص: ۱۷۲، وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج: ۷، ص: ۴۰۱) واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۹/۱۲ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲۴۱/۲)

رضاعی بھانجی سے نکاح:

سوال: زاہدہ ہندہ کو اپنا دودھ پلائی ہے، ہندہ کو ایک دختر شاکرہ نامی ہے، شاکرہ کا رشتہ زاہدہ کے لڑکے سلیم سے طے پایا ہے، کیا یہ رشتہ جائز ہے؟ بعجلت ممکنہ جواب دیں۔ (نظام الدین، خطیب جامع مسجد، سالار جنگ)

الجواب

جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں سلیم شاکرہ کا رضاعی ماموں قرار پاتا ہے اور جیسے سگے ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی ماموں بھانجی کے درمیان بھی نکاح ناجائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یحرم من الرضاع مایحرم من النسب". (۱)

اس لیے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، وہ درست نہیں، فوراً اس رشتہ کو منقطع کر دینا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۴۶۴، ۴۶۵)

جس عورت کا دودھ پلایا گیا، اس کی نواسی سے شادی جائز نہیں:

سوال: زید نے اپنے لڑکے بکر کو دودھ پلانے کے لیے مسماۃ زینب کو ملازم رکھا، اب بکر کا عقد مسماۃ مذکور کی نواسی کے ساتھ قرار پایا ہے تو ایسی صورت میں کہ جب معاوضہ دودھ پلائی زید نے ادا کر دیا، بکر کے ساتھ عقد میں کوئی نقص شرعی تو نہیں ہے؟

الجواب

بکر مسماۃ زینب کا پسر رضاعی ہو گیا اور زینب کی دختر بکر کی بہن رضاعی ہوئی اور اس کی لڑکی یعنی زینب کی نواسی بکر کی بھانجی رضاعی ہوئی اور حدیث شریف میں ہے:

"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب". (۲)

پس جیسے بھانجی نسبی سے نکاح حرام ہے، **بقوله تعالیٰ: ﴿وبنات الأخت﴾** (۳) اسی طرح بھانجی رضاعی سے بھی نکاح حرام ہے اور معاوضہ دے دینے سے حرمت رضاعت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/ ۴۳۲)

جس نے نانی کا دودھ پیا، اس کا نکاح خالہ کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے مدت رضاعت میں اپنی نانی کا دودھ پیا، آیا خالہ کی لڑکی سے اس شخص کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الصحیح لمسلم: ۲/ ۳۵۵۸

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/ ۵۵۷، ظفیر / صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة علی الأنساب والإرضاع، رقم الحدیث: ۲٦٤٥، انیس

(۳) النساء: ۲٤، ظفیر

الجواب

اس صورت میں خالہ کی لڑکی دودھ پینے والے کی رضاعی بھانجی ہوئی اور جب کہ حقیقی بھانجی سے نکاح حرام ہے، ایسا ہی رضاعی بھانجی سے بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب". (۱)

پس نکاح اس شخص کا جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے، اس کی خالہ کی دختر سے درست نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ اس کی بھانجی رضاعی ہوئی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۲۷)

زید کی بہن نے جس لڑکی کو دودھ پلایا، اس سے زید کا نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ کی ایک لڑکی زینب اور ایک لڑکا زید تھا، زینب نے صغرا کو ایامِ رضاعت میں ایک دن دو تین مرتبہ دودھ پلایا، اب زید کا نکاح صغریٰ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر نکاح ہو گیا ہو تو کیا ہونا چاہیے؟

الجواب

اگر دودھ پلانا زینب کا صغریٰ کو بطریق شرعی ثابت ہے؛ یعنی دو عادل مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں عادلہ گواہ دودھ پلانے کی ہیں تو زید کا نکاح صغریٰ کے ساتھ جائز نہیں ہے اور اگر نکاح ہو گیا ہے تو ان میں تفریق کرادی جاوے؛ کیوں کہ صغریٰ زید کی بھانجی رضاعی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جس طرح بھانجی نسبی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح بھانجی رضاعی سے بھی نکاح حرام ہے۔

"ویحرم من الرضاع مایحرم من النسب". (۲)

وفی الدرالمختار: "والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین أوعدل وعدلتین".

اور شامی میں ہے کہ تنہا مرضعہ کا قول اس بارے میں معتبر نہیں ہے۔

"وما فی شرح الوهبانیة عن النتف من أنه لاتقبل شهادة المرضعة عند أبی حنیفة وأصحابه، إلخ، قال فی البحر: بعد ذلک أن ظاهر المتون أنه لایعمل به مطلقاً فلیکن هو المعتمد فی المذهب". (شامی، ج: ۲، باب الرضاع) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۱۴-۴۱۵)

ایک بیوی نے جب کسی لڑکی کو دودھ پلایا تو اس سے اس لڑکے کا نکاح جو دوسری بیوی سے ہے، درست نہیں:

سوال: ایک شخص کی دو بیوی ہیں محل اولیٰ و محل ثانی اولیٰ نے ایک غیر کی لڑکی نوابا کو دودھ پلایا ہے، کچھ عرصہ دراز کے بعد ثانی کو ایک لڑکا پیدا ہوا اور نوابا کے لڑکی پیدا ہوئی ان دونوں میں شرعاً عقد جائز ہے، یا نہیں؟

(۱،۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار: ۲/۵۵۷، ظفیر / جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۴۶، انیس

(۳) دیکھئے: ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۶۸، ظفیر

الجواب

مسماۃ نواباً کی دختر اس لڑکے محل ثانی کی بھانجی رضاعی ہوئی، لہذا نکاح اس لڑکے کا دختر مسماۃ نواباً سے صحیح نہیں ہے۔
لقوله عليه السلام: ''يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب''. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳۰/۷)

رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: زینب اور زید نے آگے پیچھے ایک عورت کا دودھ پیا، اب زید کا نکاح زینب کی لڑکی سے ہوسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

زینب اور زید نے جب کہ ایک عورت کا دودھ پیا ہے، اگر چہ آگے پیچھے پیا، دونوں بہن بھائی رضاعی ہوگئے، زینب کی لڑکی زید کی بھانجی رضاعی ہے، پس زید کا نکاح زینب کی دختر سے جائز نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۷/۸)

دادی کا جب دودھ پیا تو پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: زید نے اپنی دادی کا دودھ اس وقت پیا ہے، جب کہ اس کی دادی کا لڑکا سوا دو برس کا تھا اور پینے کی یہ حالت ہے کہ دودھ خشک ہوگیا تھا، زید نے اپنی دادی کی چھاتی چوسی، دودھ قدرے اُتر آیا اور صرف تین چار روز دودھ پیا۔ اب زید چاہتا ہے کہ اپنی پھوپھی کی لڑکی سے جس کا نام ہندہ ہے، شادی کروں، پس فرمائیں کہ عقد ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوسکتا تو کیا تدبیر ہے، اور اگر شادی کر لیوے تو گناہ صغیرہ ہے، یا کبیرہ؟

الجواب

زید نے جب کہ مدت رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا، اگر چہ دو ایک قطرہ ہی پیا ہو، پس زید اپنی دادی کا رضاعی بیٹا ہوگیا اور ہندہ کا رضاعی بھائی ہوگیا، پس ہندہ کی دختر زید کی بھانجی ہوئی اور رضاعی بھانجی سے مثل نسبی بھانجی کے نکاح قطعی حرام ہے۔ (۳) اور گناہ کبیرہ ہے اور وہ ایسا ہی ہے جیسا اپنی بیٹی بہن اور ماں خالہ وغیرہ سے نکاح کیا جاوے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) لہٰذا وہ نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا، کوئی حیلہ اور تدبیر اس نکاح کے حلال ہونے کی نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۲/۸)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ۲/ ۵۵۷. ظفير/ جامع الترمذی، باب ماجاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، رقم الحديث: ۱٤٤٦، انيس

(۲) حرم على المتزوج ذكراً كان أو أنثى نكاح أصله وفرعه علا أو نزل وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنا. (الدر المختار، باب المحرمات: ۱۸۷/۱)

فيحرم منه أى بسبب الرضاع ما يحرم من النسب. (الدر المختار، كتاب الرضاع: ۱/ ۲۱۳، ظفير)

(۳) ويثبت به ... وإن قل .... أمومية المرضعة للرضيع ... فيحرم منه أى بسببه ما يحرم من النسب. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵٦/۲، ظفير)

حرمت نکاح بافروع اخت رضاعیہ:

سوال: ایک عجوزہ نے بعد سن ایاس وانقطاع حیض ونفاس وغیرہ کے یعنی بعد ساٹھ برس کے اپنی ایک بیٹی کے فرزند شیر خوار کو گود میں لیا اور اس کی پرورش کرنے لگی، قدرت خدا سے اتفاقاً اس کے پستان میں دودھ پیدا ہوگیا اور اس فرزند شیر خوار نے پیا اور اسی عجوزہ کی دوسری بیٹی کی ایک دختر؛ یعنی نواسی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس دوسری بیٹی کی دختر کا نکاح اس فرزند رضیع کے ساتھ ''جو کہ اس نواسی کی نانی کا اخ رضاعی ہوا'' ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

یہ دوسری بیٹی کی دختر اس فرزند رضیع [جس نے دودھ پیا] کی اخت رضاعی کی فروع میں سے ہے اور اخت [بہن] کے فروع اور فروع الفروع [نیچے تک کی اولادیں] اخ [بھائی] پر سب حرام ہیں اور اس قرابت کی حرمت میں نسب ورضاع کا ایک حکم ہے، لہٰذا ان میں نکاح نہیں ہوسکتا اور ارضاع میں آئسہ وغیرہ آئسہ برابر ہیں۔

فی الدرالمختار، باب الرضاع: هو مص من ثدی اٰدمية ولو بكراً أو ميتةً أو آئسةً.

فی ردالمحتار (قوله: أو آئسة): ذكره فی النهر آخذا من إطلاقهم، قال: وهو حادثة الفتویٰ. (۱) **والله أعلم**

۷/ شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد: ۵۲/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۲/۲)

تحریم لبن فحل:

سوال: **ما قولكم رحكم الله تعالىٰ**، زید کے اس کی منکوحہ زینب کے بطن سے ایک پوتا خالد اور ایک نواسی صالحہ ہے، خالد نے ایام رضاعت میں زید کی دوسری منکوحہ خدیجہ کا دودھ پیا تو اب خالد کا نکاح صالحہ سے درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

صالحہ رضاعی بھانجی ہے، خالد کی پس حسب قاعدہ ''**يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب**'' ان میں باہم نکاح جائز نہیں۔ شرح اس کی یہ ہے کہ ہر چند کہ خالد کا اور صالحہ کی ماں کا اشتراک ایک مرضعہ میں نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ دونوں عورتوں کے دودھ زید ہی کی وجہ سے ہے؛ لہٰذا یہ دونوں مرضعہ بحکم مرضعہ واحدہ ہیں۔

كما فی الهداية: لبن الفحل تتعلق به التحريم (إلیٰ قوله) ويصير الزوج الذی نزل لبنها منه أبا للمرضعة، ثم قال؛ لأنه سبب لنزول اللبن منها فيضاف إليه فی موضع الحرمة. (۲) فقط

۲۹/ رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۱۷۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ـــــــــــــ)

---

(۱) ردالمحتار: ۲۱۰/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الهداية علیٰ هامش البناية: ۸۱٦/٤، بيروت لبنان، انيس

رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: خدیجہ کی تین بیٹیاں، ایک نواسی اور ایک نواسہ ہیں، بیٹیوں کے نام ہیں: رحیمہ، فاطمہ، حلیمہ، نواسی کا نام ہے: زہرہ جو فاطمہ کی بیٹی ہے اور نواسہ ہے: محمد ولی اللہ جو بیٹا ہے رحیمہ کا، اس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے، اپنی خالہ حلیمہ کے ساتھ، کیا محمد ولی اللہ کا عقد زہرہ کے ساتھ جائز ہوگا؟

الجواب ــ

ھو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں زہرہ کے ساتھ محمد ولی اللہ کا نکاح بسبب رضاعی بھانجی ہونے کے جائز نہیں ہے، چناں چہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعاً حتٰی المرضعة لو ولدت من ھٰذا الرجل أوغیرہ قبل ھٰذا الإرضاع أوبعدہ أوأرضعت رضیعاً فالکل إخوة الرضیع وأخواتہ وأولادھم أولاد إخوتہ وأخواتہ،انتھٰی. (۱) **فقط واللّٰہ اعلم بالصواب**

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۲۰۲) ☆

دودھ پلانے والی کی نواسی سے نکاح:

سوال: زید نے اپنے نانا کے سوتیلے بھائی مسمّٰی ابوالحسن کی زوجہ کا دودھ پیا ہے، اس صورت میں زید کا نکاح ابوالحسن کی نواسی رقیہ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب زید نے ابوالحسن کی بیوی کا دودھ پیا ہے تو ابوالحسن اس کے رضاعی باپ ہوئے اور ابوالحسن کی لڑکیاں رضاعی

---

(۱) الفتاویٰ الھندیة، کتاب الرضاع: ۳۷٦/۱، دارالکتب العلمیة، بیروت، انیس

☆ **رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں:**

سوال: اگر ایک عورت نے کسی لڑکے کو دودھ پلایا ہو تو اس عورت کی بیٹی نے کسی اور لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

بھانجی سے چاہے وہ حقیقی ہو یا رضاعی دونوں صورتوں میں نکاح جائز نہیں چونکہ صورت مسئولہ میں یہ لڑکی اس لڑکے کی بھانجی لگتی ہے اس لئے ان دونوں میں نکاح شرعاً جائز نہیں۔

قال العلامة المرغینانی رحمه اللّٰه: ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب للحدیث الذی روینا. (الھدایة: ۳۳۰/۲، کتاب الرضاع)

قال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰه: ویحرم منه أی بسببه ما یحرم من النسب. (الدرالمختار علٰی ھامش ردّالمحتار: ٤٠٥/۲، باب الرضاع)/ ومثلہٗ فی البحر الرائق: ۲۲۲/۳، کتاب الرضاع) (فتاویٰ حقانیہ: ۴۰۸/۴)

بہنیں ہوئیں اوران لڑکیوں کی لڑکیاں زید کی رضاعی بھانجیاں ہوئیں اور رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں ہے؛ اس لیے زید کا نکاح رقیہ سے جائز نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۱۱/۱۳۶۹ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۹۰/۴-۱۹۱) ☆

اگر نانی کا دودھ پیا ہو تو اپنی خالہ زاد سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک شخص نیا پنی نانی کا دودھ پیا ہے، آیا اس شخص کا نکاح اپنی ماموں زاد یا خالہ زاد سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اس شخص کا نکاح جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہو، اپنی خالہ زاد اور ماموں زاد سے نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ یہ اس کی بھانجیاں اور بھتیجیاں بن گئیں تو جس طرح نسبی بھانجیوں اور بھتیجیوں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھانجیوں اور بھتیجیوں سے بھی حرام ہے، جیسا کہ نصوص سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

جامع الترمذی(۲۱۷/۱) عن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب.

وفی الدر المختار (۲۱۷/۳): (ولا حل بین رضیعی امرأة) لکونهما أخوین وإن اختلف الزمن والأب (ولا) حل (بین الرضیعة وولد مرضعتها) أی التی أرضعتها (وولد ولدها) لأنه ولد الأخ. (نجم الفتاویٰ:۲۲۵/۴)

(۱) لقوله علیه الصلاة والسلام: یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب. (الصحیح لمسلم، کتاب الرضاع: ۴۶۷/۱)

☆ **رضاعی بھانجی سے نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور عمر دو بھائی ہیں، زید بڑا ہے عمر چھوٹا ہے، اب زید کی شادی ہوتی ہے، پھر عمر کی شادی ہوتی ہے، زید کی بیوی کے لڑکا پید ہوتا ہے اور عمر کی بیوی کے لڑکی پیدا ہوتی ہے، عمر کی بیوی کا اچانک انتقال ہوجاتا ہے، پھر عمر کی دوسری شادی ہوتی ہے، زید کے جو لڑکا ہے، اس کا اور عمر کی جو لڑکی ہے اس کا آپس میں نکاح کردیا جاتا ہے، عمر کے نواسی پیدا ہوتی ہے سلمیٰ، اب عمر کی جو دوسری بیوی ہے اس کا دودھ بکر نے پیا ہے اور بکر جو ہے وہ عمر کا بڑا بھائی زید کی لڑکی کا لڑکا ہے، کیا بکر کا نکاح عمر کی پہلی بیوی کی لڑکی کی لڑکی جو سلمیٰ ہے، اس سے نکاح ہوجائے گا؟

وضاحت چوں کہ بکر نے عمر کی دوسری بیوی کا دودھ پیا ہے، تفصیلی جواب تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں، عین کرم ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفیق

مسئولہ صورت میں بکر نے چوں کہ عمر کی بیوی کا دودھ مدتِ رضاعت میں پیا ہے تو عمر بکر کا رضاعی باپ بن گیا اور عمر کی نواسی سلمیٰ بکر کی رضاعی بھانجی بن گئی؛ اس لیے بکر اور سلمیٰ میں نکاح جائز نہیں ہوگا۔

ویثبت أبوة زوج مرضعة إذا کان نسبا منه، إلخ، فیحرم منه أی سببه ما یحرم من النسب. (الدر المختار: ۲۹۶/۴-۲۹۷، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۹/۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۷/۸-۲۷۸)

رضاعی باپ کے اس بیٹے سے جو دوسری بیوی سے ہے، اپنی بیٹی کی شادی کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: مسمی فخر الدین مسماۃ مریم بی کا رضاعی باپ ہے اور فخر الدین کی دوسری زوجہ سے جو مرضعہ نہیں ہے، ایک بیٹا محمد نام ہے اور مریم کی جو شیر خوار ہے، ایک مسماۃ نور بی کی بیٹی ہے، پس عند الشرع کیا محمد کا نکاح نور بی سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ (۱)

صورت مسئولہ میں لبن الفحل [شوہر کی وجہ دودھ] کے ساتھ جو تعلق تحریم کا ہے، وہ نہیں پایا جاتا، نہ ثدی واحدہ پر دونوں جمع ہوئے ہیں، بدیں وجہ یہ صورت تحریم کی نہیں ہے، پس نور بی کا نکاح محمد سے درست ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ (۲)

جب کہ فخر الدین مریم بی کا رضاعی باپ ہوا تو محمد جو بیٹا فخر الدین کا دوسری زوجہ سے ہے، مریم بی کا بھائی رضاعی علاتی ہوا اور مریم بی کی دختر محمد کی بھانجی ہوئی۔

پس بقاعدہ "**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب**" (۱) نکاح محمد کا مریم بی کی دختر سے ناجائزہ اور جواب اول صحیح نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

ویثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه. (۲) **فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

کتبہ عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۳۳/۸)

حالتِ کفر میں دودھ پی کر بننے والے رضاعی ماموں سے بھانجی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خالدہ اور رشید کی شادی ہوئی، جن سے ایک لڑکی حسینہ ہوئی، کچھ عرصہ بعد خالدہ نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک غیر مسلم مرد کے ساتھ شادی کر لی اور اس کے اس شادی میں بھی ایک لڑکا ہوا، گویا کہ یہ غیر مسلم لڑکا خالدہ کے پہلے شوہر سے جو لڑکی حسینہ تھی، اس کا دودھ شریک بھائی ہے؛ کیوں کہ دونوں کی ماں ایک ہی ہے، اگرچہ حسینہ نے ایمان کی حالت میں اور مذکورہ لڑکے نے کفر کی حالت میں خالدہ سے دودھ پیا ہو، کچھ عرصہ بعد حسینہ کی شادی ہوئی اور اس میں ایک لڑکی ہوئی، جس کا نام واجدہ ہے، مسئلہ یہ پیش آیا کہ خالدہ کی جو دوسری شادی میں لڑکا تھا، وہ حسینہ کو بہن کہہ کر پکارتا اور اس کے گھر آتا جاتا رہتا تھا، اسی دوران واجدہ سے اس کے ناجائز تعلقات ہوگئے، جس کی وجہ سے واجدہ حاملہ بھی ہوگئی اور وضع حمل بھی ہوگیا، اب وہ غیر مسلم لڑکا جو کہ لڑکی کا رضاعی ماموں بھی بنتا ہے (چوں کہ واجدہ اس کی دودھ شریک بہن کی لڑکی ہے) مسلمان ہو کر

---

(۱) رواہ صحیح البخاری فی الشهادات، باب الشهادة على الأنساب والإرضاع برقم: ٢٦٤٥، انیس

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ٥٥٧/٢، ظفیر

واجدہ سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا مذکورہ صورت میں واجدہ سے اس کی شادی جائز ہے؟ اشکال اس بات پر ہے کہ کیا اختلاف دینی کی حالت میں رضاعی قرابت ثابت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسئولہ صورت میں واجدہ کا نکاح اپنے رضاعی ماموں سے جائز نہیں ہے، حرمتِ رضاعت بحالتِ کفر بھی ثابت ہوجاتی ہے، جیسا کہ نبی آخرالزماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی تھے، حالاں کہ اُنہوں نے ثوبیہ کا دودھ اسلام لانے سے قبل پیا تھا۔ (اسد الغابہ: ۵۲۸/۱)

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة. (رواہ البخاری)(مشکاة المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲۷۳/۲)

فیحرم منه: أی بسببه ما یحرم من النسب. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲۱۳/۳، کراچی)

کل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع، وهن الأمهات ... وبنات الأخ وبنات الأخت. (إعلاء السنن، کتاب الرضاع: ۱۲۳/۱۱، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۳/۱۰/۱۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۷۲/۸-۲۷۳)

بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح:

سوال: قمرالدین کے ساتھ اس کی چچازاد بہن نے دودھ پیا ہے اور پھر اس کے بعد چچازاد بہن کی کسی کے یہاں شادی ہوگئی اور لڑکی پیدا ہوگئی۔ اب اس لڑکی سے قمرالدین کے بڑے بھائی لعل الدین کی شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ کیا رضاعت کا کوئی درجہ ان میں بھی ہوسکتا ہے؟ براہ کرم بالتفصیل جواب سے مطلع کریں۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

حقیقی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح درست ہے، شرعاً جائز ہے، لہٰذا لعل الدین کی شادی قمرالدین کی رضاعی بہن کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے، جب کہ چچازاد بہن نے لعل الدین کی والدہ کو دودھ نہ پلایا ہو؛ (۱) بلکہ قمرالدین کے ساتھ کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہو؛ لیکن اگر قمرالدین کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو قمرالدین کی طرح وہ لعل الدین کی بھی بہن ہوگی اور لعل الدین سے اس لڑکی کا نکاح جائز نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱/۱۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۷/۱۱)

---

(۱) "ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع، لأنه یجوز أن یتزوج بأخت أخیه من النسب". (الهدایة، کتاب الرضاع: ۳۵۱/۲، شرکة علمیة ملتان)

(۲) کل صبیین اجتماعا علی ثدی إمرأة واحدة، لم یجز لأحدهما أن یتزوج بالأخریٰ. (الهدایة، کتاب الرضاع: ۳۵۱/۲)

جس لڑکے نے کسی کی بیوی کا دودھ پیا، اس لڑکے کی بیوی سے نکاح کیسا ہے:

سوال: گود لیے ہوئے بیٹے نے ہماری بیوی کا دودھ پیا تو ہمارا نکاح اس گود لیے ہوئے بیٹے کی بیوی سے جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

جس بچہ نے تمہاری زوجہ کا دودھ پیا وہ تمہارا رضاعی بیٹا ہوگیا، پس اس کی زوجہ سے تمہارا نکاح صحیح نہیں ہے۔(۱)

کما فی الشامی وقوله تعالیٰ: ﴿وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم﴾ والحليلة الزوج، إلخ، وذكر الأصلاب لإسقاط حليلة الإبن المتبنٰى لا لإخلال حليلة الابن رضاعاً فإنها تحرم كالنسب، بحروغيره. (۲)**فقط** (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱۵/۷)

بیوی کی رضاعی لڑکے کی بیوی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے بکر کو متبنیٰ بنایا اور زید کی زوجہ نے جو کہ عقیمہ تھی، مدتِ رضاعت میں بکر کو دودھ پلایا تو بعد مرنے بکر کے زید بکر کی زوجہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر زوجہ زید کے کبھی زید سے بچہ پیدا نہیں ہوا اور زوجہ زید ہمیشہ سے عقیمہ رہی اور یہ لبن بسبب اولاد از زید نہیں تو اس کا دودھ زید کی طرف منسوب نہ ہوگا؛ یعنی زوجہ زید سے اگر مدت رضاعت میں کسی بچہ نے دودھ پیا تو وہ زید کا پسر رضاعی نہ ہوگا اور جب وہ لڑکا پسر رضاعی زید کا نہیں ہے تو اس کی زوجہ سے نکاح زید کا درست ہے؛ کیوں کہ غایت یہ کہ وہ زجہ کے پسر رضاعی کی زوجہ ہے تو یہ وجہ حرمت کی نہیں ہے؛ کیوں کہ ربیب کی زوجہ حرام نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۲/۷) ☆

---

(۱) ويثبت أبوة زوج وضعة إذا كان لبنها منه له وإلا لا. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر)

(۲) ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳۸۳/۲، ظفیر

☆ **رضاعی بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز نہیں:**

سوال: زید نے بچپن میں زینب کا دودھ پیا ہے، اب جب کہ زید کا انتقال ہوگیا ہے تو کیا زید کا رضاعی باپ اس کی بیوہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس عورت کا شوہر جس سے یہ دودھ اُترا ہے، اس بچے کا رضاعی باپ بن جاتا ہے، جس طرح سگے بیٹے کی بیوہ سے نکاح صحیح نہیں، اسی طرح رضاعی بیٹے کی بیوہ سے بھی نکاح جائز نہیں؛ اس لیے زینب کا شوہر زید کی بیوہ سے نکاح نہیں کرسکتا۔

قال العلامة ابن عابدين: لا لاحلال حليلة الابن رضاعًا فإنها تحرم كالنسب بحروغيره. (ردالمحتار: ۳۸۳/۲، فصل فی المحرمات)/ قال العلامة ابن نجيم المصرى: معناه أن الحرمة بسبب الرضاع تعتبر بحرمة النسب فشمل حليلة الابن والأبّ من الرضاع لأنها حرام بسبب النسب وكذا بسبب الرضاع. (البحر الرائق: ۲۲۲/۳، كتاب الرضاع)/ ومثلهٗ فى الهندية: ۳۴۳/۱، كتاب الرضاع) (فتاویٰ حقانیہ: ۴۰۲/۴)

سوتیلی دادی کا دودھ پیا تو کیا اس کا نکاح پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے درست ہوگا:

سوال: زید کی شادی نسبی پھوپی زاد بہن کی لڑکی سے ایسی صورت میں کہ زید اپنی سوتلی دادی کا دودھ بھی پی چکا ہے، یا یوں سمجھے کہ زید اپنی رضاعی ماں کی سوتیلی بیٹی کی نواسی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

رضاعی والدہ کے حقیقی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد رضیع پر حرام ہے اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ والدہ رضاعی کا شوہر جس سے اس کا دودھ ہو، وہ باپ رضیع کا ہو جاتا ہے، پس اس کی اولاد کی اولاد بھی رضیع پر حرام ہوگیا، لہٰذا نکاح مذکور صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

(ویثبت به) ... (وإن قل) ... (أمومية المرضعة للرضيع و) يثبت (أبوة زوج مرضعة) إذا كان (لبنها منه له) وإلا لا. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۷/۴۰۹-۴۱۰)

نانی اقرار کرتی ہے کہ نواسہ کو دودھ پلایا تو اس کی شادی اس کی نواسی سے ہوگیا، یا نہیں:

سوال: خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسماۃ شریفاً اقرار کرتی ہے کہ میں نے اپنے نواسہ احمد علی کو دودھ پلایا ہے، اس کے سوا اور کوئی شہادت نہیں ہے تو احمد علی کا نکاح شریفاً کی نواسی حشمت بی بی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ رضاعت بدون دو مرد عادل، یا ایک مرد اور دو عورتوں عادل کی شہادت کے ثابت نہ ہوگی اور شامی میں ہے کہ خبر واحد سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين. (الدر المختار)

وفي الشامي: وأفاد أنه لايثبت بخبر الواحد إمرأة كان أو رجلاً (إلٰى أن قال) لكن قال في الخبر: إن ظاهر المتون أنه لايعمل به مطلقاً فليكن هو المعتمد في المذهب. (۲)

پس صورت مسئولہ میں نکاح احمد علی کا ساتھ حشمت بی بی کے صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۷/۴۱۴)

رضاعی نواسہ کی شادی اس لڑکی سے جائز نہیں ہے، جس کو اس کی دوسری بیوی نے دودھ پلایا ہے:

سوال: زید کی دو زوجہ ہیں، ایک مسماۃ زینب ایک مسماۃ خاتون اور زینب کے بطن سے زید کی دختر مسماۃ خدیجہ ہے، خدیجہ نے بکر کو اپنا دودھ پلایا بکر مذکور خدیجہ کے بطن سے نہیں ہے، صرف دودھ پلایا ہے اور زید کی دوسری زوجہ خاتون نے مسماۃ مریم آسکتی ہے، یا نہ؟

---

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵٦-۵۵۷، ظفیر

(۲) دیکھئے: ردالمحتار للشامي، باب الرضاع: ۲/۵٦۸، ظفیر

الجواب

یہ مسلم ہے اور درمختار وغیرہ میں مصرح ہے کہ جو عورت کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو اس کا شوہر جس کا وہ دودھ ہے، اس رضیع کا رضاعی باپ ہوجاتا ہے۔ پس مسماۃ خاتون جس لڑکی مسماۃ مریم کو دودھ پلایا تو وہ زید کی دختر رضاعی ہوگی، (۱) اور خدیجہ کا پسر رضاعی مسمیٰ بکر مسماۃ مریم کا بھانجہ رضاعی ہوا، لہٰذا بحکم "**ویحرم من الرضاع ما یحرم من الولادة**" بکر مذکور کا نکاح مریم مذکورہ سے شرعاً صحیح نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۱۷-۴۱۸)

ثبوت رضاعت میں رویت کا اعتبار ہے، یا علم کا:

سوال: ثبوت رضاعت کے لیے نصاب شہادت کم از کم دو مرد خواہ ایک مرد اور دو عورتیں قرار دی گئی ہیں اور شہادت میں رؤیت کا اعتبار کیا گیا ہے، حالاں کہ رضاعت کے لیے رؤیت رجال غیر ممکن ہے؛ کیوں کہ مرد کو عورت کا بدن دیکھنا حرام ہے، پس جب کہ رؤیت نہ ہوگی تو رضاعت کیوں کر ثابت ہوگی، ثبوت رضاعت میں محض رؤیت ہی کو دخل ہے، یا سماعت کو بھی دخل ہوسکتا ہے، جب کہ نکاح وغیرہ کا ثبوت سماعت سے ہوسکتا ہے؟

الجواب

رضاع کو ان اشیا میں سے نہیں شمار کیا گیا ہے کہ اس میں تسامح پر شہادت معتبر رکھی گئی ہو اور شبہ کا جواب یہ ہے کہ بعض محارم شہود ہوسکتے ہیں، جن کو دیکھنا درست ہے اور بعض اجانب کی نظر اتفاقاً پڑ جاتی ہے جو کہ موجب مواخذہ نہیں ہے، علاوہ بریں شاہد کہ علم رضاع ہونا کافی ہے؛ یعنی یہ کہ فلاں بچہ شیر خوار فلاں عورت کا دودھ پیتا ہے، جو کہ خبر متواتر وغیرہ سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، اس مشاہدہ کی ضرورت نہیں ہے کہ بچہ کے منہ میں پستان کو دیکھ کر گواہی دی جاوے اور پستان کے منہ میں ہونے سے بھی یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ دودھ بچہ کے پیٹ میں گیا، یا نہیں؟ لہٰذا اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ الغرض شہادت کے لیے علم اس بات کا کہ فلاں بچہ فلاں عورت کا دودھ پیتا ہے، کافی ہے، چناں چہ درمختار میں لفظ اشہد کہنے کے یہ معنی بیان کئے ہیں:

فکأنه یقول أقسم بالله لقد اطلعت علیٰ ذلک و أنا أخبر به. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۲۶)

پلانے والی کو دودھ پلانا صحیح یاد نہیں تو کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کے والدین قسم کھاتے ہیں کہ ہماری ہندہ نے ماما عظمت کا دودھ نہیں پیا ہے، علاوہ ہندہ کے چار لڑکیوں نے ماما عظمت کا دودھ پیا ہے، زید نے بھی ماما عظمت کا دودھ پیا ہے، ماما عظمت کہتی ہے کہ مجھ کو اچھی طور سے

(۱) (ویثبت به) ... (وإن قل) ... (أمومیة المرضعة للرضیع و) یثبت (أبوة زوج مرضعة) إذا کان (لبنها منه له) وإلا لا. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷. ظفیر)

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الشهادات: ۴/۳۷۰

یاد نہیں ہے کہ ہندہ کو بھی میں نے دودھ پلایا ہے، کبھی خیال پڑتا ہے کہ پلایا ہے اور کبھی خیال پڑتا ہے کہ نہیں پلایا۔ ایسی صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی، یا نہیں؟ اور زید کا نکاح ہندہ سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

شک سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور صرف ایک عورت کے بیان سے بھی ثابت نہیں ہوتی اور صورت مذکورہ میں اس ایک عورت دودھ پلانے والی کو بھی شبہ ہے، لہٰذا حرمت رضاعت ما بین زید و ہندہ ثابت نہ ہوگی اور نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ درست ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳۹۵)

نکاح کے بعد رضاعت کے ثبوت کا حکم:

سوال: نکاح ہوجانے کے بعد اگر لڑکی کا والد کبھی رضاعت کا دعوی کردے تو کیا اس دعوی کو اعتبار دیا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

ثبوت رضاعت کے لیے حجت کاملہ ضروری ہے، (جو دو عادل مرد یا ایک عادل اور دو عورتیں ہیں) صرف ایک مرد، یا صرف دو عورتوں کا قول دعوی رضاعت کے ثبوت کے لیے کافی نہیں؛ تاہم نکاح سے پہلے اگر ایک عورت کا بیان جو موجب ظن غالب ہو تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو اعتبار دے کر نکاح سے اجتناب کیا جائے، البتہ جہاں زوجین کسی عورت کے بیان پر اعتماد کر کے یقین کریں تو ایسی حالت میں ان کی تصدیق گواہوں، یا کسی گواہی کی محتاج نہیں۔

قال طاهر بن عبدالرشيد البخارى: ولاتجوز شهادة امرأة واحدة على الرضاع أجنبيّة كانت أو أم أحد الزوجين، فان وقع فى قلبه صدق المخبر فالأفضل أن يتنزه قبل العقد وبعد العقد يسعها المقام معه حتىٰ يشهد على ذٰلک رَجُلانِ أورجل وامرأتان عدول ولايقبل شهادة النساء وحدهن. (خلاصة الفتاوىٰ: ۲/۱۱، الفصل الرابع فى الرضاع) (۲) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۹۷)

شادی کے بعد ایک مرد عورت نے رضاعت کی گواہی دی، کیا کیا جائے:

سوال: ایک عورت کی شادی ہونے سے چھ سات ماہ کے بعد ایک مرد دو عورتیں گواہی دیتے ہیں کہ منکوحہ نے اپنے شوہر کی ماں کا دودھ ایام رضاعت میں پیا تھا، اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) فلو التقم الحلمة ولم يدر أ دخل اللبن فى حلقه أم لا،لم يحرم لأن فى المائع شكاً. (الدر المختار)
لو أدخلت الحلمة فى فى الصبى وشكت فى الارتضاع لاتثبت الحرمة بالشک. (ردالمحتار،باب الرضاع: ۲/۵۵۶)
والرضاع حجة حجته المال وهى شهادة عدلين أوعدل و عدلتين. (الدرالمختار، باب الرضاع: ۲/۵۶۸،ظفير)

(۲) قال ابن نجيم تحت قول النسفى(ويثبت بما يثبت به المال): وهو شهادة رجلين عدلين أو رجل وامرأتين عدول ... وإن كان الخبر بعد النكاح وهما كبيران فالأحوط أن يفارقها روى ذلک عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه أمر بالمفارقة. (البحرالرائق: ۳/۲۳۲، كتاب الرضاع)/ومثلهٗ فى ردالمحتار: ۳/۲۲۴، كتاب الرضاع

الجواب

ایک مرد دو عورتیں نمازی و معتبر گواہی دودھ پینے کی دیتے ہیں تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

کما فی الدر المختار، باب الرضاع: وحجته حجة المال وهی شهادة عدلین أوعدل وعدلتین.(۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۳۶)

عورت منکر ہو اور گواہ گواہی دیں تو رضاعت کے لیے کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ اس نے مسماۃ زینب ایک نوازئیدہ لڑکی کو اپنا دودھ پلایا ہے اور اس پر چار عورتوں اور ایک مرد نے شہادت دی کہ ہم نے ہندہ کو اپنی آنکھوں سے زینب کو دودھ پلاتے دیکھا ہے، ہندہ حلفاً بیان کرتی ہے کہ میں نے زینب کو ہرگز دودھ نہیں پلایا؛ بلکہ اصل واقعہ یوں ہے کہ جب زینب کی ماں زینب کو ایام نفاس میں چھوڑ کر مرگئی تو تین روز کے اندر کبھی کبھی زینب کو بہلانے کے لیے لیتی تھی، دودھ مطلق نہیں پلایا؛ بلکہ میرے پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا، ہندہ دودھ پلانے سے انکار کرتی ہے، اب جب کہ زینب کا نکاح ہندہ کے دیور سے ہوگیا تو چوں کہ بعض لوگ اس رشتہ پر معترض تھے حرمت رضاعت کا مسئلہ زیر بحث آ گیا، جس پر چند علما نے مذکورہ بالا شہادتیں لے کر یہ فتویٰ دیا کہ حرمت ثابت ہے اور ہندہ کا بیان نہیں لیا؛ مگر جب لڑکی کے لواحق واقع نے بیرونی علماء سے فتویٰ دریافت کیا تو انہوں نے ہندہ کا بیان مسموع رکھ کر جواز نکاح کا فتویٰ دیا اور عبارت مندرجہ ذیل دلیل میں پیش کی۔

وفی القنیة: إمرأة كانت تعطی ثدیها صبیة واشتهر ذلک بینهم ثم تقول لم یكن فی ثدیی لبن حین ألقمتها ثدیی ولایعلم ذلک إلامن جهتها جاز؛لإبنها أن یتزوج بهٰذه الصبیة.

اس صورت میں مجوزین نکاح حق پر ہیں، یا مانعین اور جملہ **واشتهر ذلک** اور جملہ **ولایعلم ذلک** قابل غور ہیں۔

الجواب

قنیہ کی [فقہی] روایت ''**إمرأة كانت تعطی ثدیها**'' (۲) کا منشا یہی ہے کہ صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ اپنے پستان میں دودھ ہونے کی منکر ہے، حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی؛ کیوں کہ گواہاں سے غایت یہی ثابت ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ہندہ کے پستان کو زینب کے منہ میں دیتے ہوئے دیکھا ہو؛ مگر محض اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ عبارت درمختار میں ہے:

فلو التقم الحلمة ولم یدرأ دخل اللبن أم لا لم یحرم؛لأن فی المانع شكاً.(۳)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۶۸، ظفیر

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفیر

(۳) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۶، ظفیر

اورعبارت قنیہ مذکورہ سے ثابت ہے، پس معلوم ہوا کہ اس بارہ میں مجوزین نکاح حق پر ہیں اور پستان میں دودھ ہونے، یا نہ ہونے کا حال عورت سے ہی معلوم ہوسکتا ہے، سووہ حرمت کے لیے کافی نہیں ہے اور جملہ "**واشتهر ذلک بینهم**" (۱) نے اس کوصاف کردیا کہ گواہوں کے بیان "**کانت تعطی ثدیها**" کے مقابلہ میں عورت بیان "**لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتها ثدیی**" (۲) مسموع ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷-۴۰۹)

عورت دودھ پلانے کا انکار کرتی ہے اور برادری کے لوگ کہتے ہیں پلایا ہے، کیا حکم ہے:

(اخبارالجمعیۃ، مورخہ یکم اگست ۱۹۳۴ء)

سوال: زید نے اپنے ایک یتیم بھتیجے کوجس کی پرورش خود زید نے کی ہے، اپنی بالغہ لڑکی کے نکاح کے واسطے تجویز کیا؛ لیکن نکاح سے قبل برادری کے چند آدمیوں نے ظاہر کیا کہ زید کا بھتیجا، جس کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح ٹھہرایا گیا ہے، وہ اس لڑکی کا رضاعی بھائی ہے۔ زید سے دریافت کیا گیا تو اس نے حلفیہ بیان کیا کہ ہاں مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اپنی بی بی کو اجازت دی کہ وہ اس لڑکے کو اپنا دودھ پلائے۔ زید کی بی بی اس بیان کے وقت موجود تھی۔ اس نے اس بیان کی تردید نہیں کی، سکوت اختیار کیا، پھر زید نے اپنی بی بی کا بیان حلفیہ اپنے مکان پر خفیہ طور سے لکھوا کر مولانا کے یہاں پیش کیا، مولانا نے ارقام فرمایا کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو نکاح میں شک نہیں۔ اس کے بعد جب بارات آنے کو ہوئی تو پولیس میں تحریر کرائی، باراتیوں کو معلوم ہوا کہ زید مع بی بی کے روپوش ہے تو انہوں نے دروازے پر قیام کیا اور بعد تلاش زید کے اوپر دباؤ پنچایتی من جانب باراتیوں کے پڑا تو زید نے پھر اپنی بی بی سے کہا کہ وہ خوب یاد کر کے بتائے کہ آیا اس نے اس لڑکے کو دودھ پلایا، یا نہیں؟ تو اس کی بی بی نے دودھ پلانے سے انکار کیا اور دوعورتوں نے بھی اس کے بیان کی تائید کی، اس پر قاضی صاحب نے حسب دستور ایجاب وقبول کرا کر نکاح پڑھادیا، وہ عورتیں جنہوں نے زید کی بی بی کے بیان کی تائید کی اور وکیل وگواہ یہ سب من جانب باراتیوں کے تھے، قاضی محلے کی مسجد کا امام ہے اوراس کے علم میں یہ سب قضیہ آچکا تھا۔ اب محلے کے لوگ جو زید کے اور زید کی بی بی کے آخری حلف پر اعتبار نہیں کرتے اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ لڑکی جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے، وہ اس لڑکے کے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں تھی کہتے ہیں کہ یہ نکاح ناجائز ہے اور قاضی کی امامت بھی ناجائز ہے۔

الجواب

سوال سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ رضاعت کا کوئی ثبوت موجود ہے، زید کا پہلے صرف یہ اقرار مذکور ہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو اجازت دی تھی کہ اس لڑکے کو دودھ پلائے" اور اس بیان پر بیوی خاموش رہی تو اس سے دودھ پلانے کا

(۱،۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵٦/۲، ظفیر

ثبوت نہیں ہوسکتا، لہٰذا جب تک کوئی ثبوت نہ ہو اس وقت تک زید اور اس کی بیوی کے حلف بیان کو غلط کہنا صحیح نہیں،(۱) اور قاضی کی امامت ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اگر لڑکی نے نکاح سے انکار کردیا ہو تو البتہ نکاح کی صحت میں خلل ہوگا،(۲) یہ لڑکی سے دریافت کرلیا جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۵/۱۷۵)

ایک عورت کی گواہی حرمت رضاعت کے لیے کافی نہیں ہے:

سوال: زینب کا حلفیہ بیان ہے کہ میں نے خالد کو دودھ پلایا ہے اور کوئی گواہ نہیں تو زینب کی یہ شہادت مقبول ہوگی، یا نہیں؟ اور اگر کوئی مفتی، یا قاضی صورت مذکورہ میں تفریق بین الزوجین کا حکم کردے تو نافذ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

الدرالمختار، باب الرضاع میں ہے: **وحجته حجة المال وهی شهاة عدلین أوعدل وعدلتین.**

اور شامی میں ہے:

وأفاد أنه لایثبت بخبر الواحد إمرأة کان أورجلاً قبل العقد أوبعده وبه صرح فی الکافی والنهایة تبعاً لما فی رضاع الخانیة. (۳)

پس اس صورت میں اس ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے اور حرمت ثابت نہ ہوگی اور اگر کسی نے حکم تفریق کردیا تو وہ حکم صحیح نہیں ہے؛ بلکہ وہ توڑ دیا جاوے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۲۱۴)

رضاعت میں صرف ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں:

سوال: نصیر نے مسماۃ ملیحہ کی بیٹی قریشہ سے عقد کیا، جس سے دولڑکے بھی پیدا ہوئے۔ اب مسماۃ ملیحہ یہ کہتی ہے کہ میں نے مسماۃ نصیباً کا دودھ پیا ہے اور نصیر کو بھی کہتی ہیں کہ اس نے بھی مسماۃ مذکور کا دودھ پیا ہے؛ لیکن دودھ پینے کی صورت یہ بیان کرتی ہیں کہ مسماۃ نصیبا کی بتول نامی ایک بیٹی ہوئی، جس کا جھوٹا دودھ مسماۃ ملیحہ نے پیا اور اس کی آٹھ دس برس بعد اسی مسماۃ نصیبا کے عبدالکریم نامی ایک بیٹا ہوا، جس کا جھوٹا دودھ نصیر نے پیا؛ یعنی دونوں نے ایک دودھ نہیں؛ بلکہ آٹھ دس برس کے فرق سے الگ الگ دودھ پیا ہے تو ایسی صورت میں مسماۃ ملیحہ کی بیٹی اور نصیر کا رشتہ رضاعت ثابت ہوگا اور نکاح فسخ ہوجائے گا، یا نہیں؟

(المستفتی:۳۷۷،عبدالرحمٰن (دارجلنگ) ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۳/جولائی ۱۹۳۴ء)

---

(۱) **ولا یقبل فی الرضاع إلا شهادة رجلین أورجل وامرأتین عدول، کذا فی المحیط.** (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الرضاع: ۳۴۷/۱، ماجدیة)

(۲) **وهما کبیران فالأحوط التنزه.** (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۲۲۴/۳، سعید)

(۳) ردالمحتار للشامی، باب الرضاع: ۵۶۸/۲، ظفیر

الجواب

ثبوت حرمت رضاعت کے لیے ضروری ہے کہ بچے نے اپنی دو سال کی عمر کے اندر دودھ پیا ہو۔(۱) دو سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(۲)

یہ ضروری نہیں کہ ایک زمانہ ہو،(۳) اور ایک ہی بچے پر کا دودھ دونوں نے پیا ہو؛ بلکہ اگر لڑکے نے ایک عورت کا دودھ ایک وقت میں پیا اور لڑکی نے اس کے دس سال بعد اس عورت کا دودھ پیا، تو یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہوجائیں گے، اگر صورت واقعہ میں ملیحہ کے بیان کے ساتھ اور کوئی شہادت دودھ پینے کی نہیں ہے، تو ملیحہ کا بیان لغو ہوگا اور نصیر وقریشہ میں تفریق نہیں کی جائے گی نہ قضاءً، نہ دیانۃً۔ قضاء اس لیے کہ ثبوت رضاعت کے لیے دو گواہ (مرد) یا ایک مرد دو عورتیں درکار ہیں،(۴) اور دیانۃً اس لیے کہ اس قدر طویل مدت تک ملیحہ کا خاموش رہنا اور اس تعلق کو ظاہر نہ کرنا اس کے موجودہ بیان کا تکذیب ہے، البتہ اگر ملیحہ کے سوا اور بھی گواہ اس واقعہ کے موجود ہوں اور رضاعت ثابت ہوجائے تو نصیر وقریشہ میں تفریق لازم ہوجائے گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۵/۵)

رضاعت ایک عورت کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی خوش دامن کہتی ہے کہ زید کی بیوی کے ماموں کے لڑکے کو میں نے دودھ پلایا ہے، لہٰذا زید کی بیوی کو اس سے پردہ کرنا نہ چاہیے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وهو مص من ثدی آدمية ولو بكراً أو مية أو آيسة في وقت مخصوص وهو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصح وبه يفتى. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۰۹/۳، سعيد)

(۲) وإذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم لقوله عليه السلام: "لا رضاع بعد الفطام. (الهداية، كتاب الرضاع: ۳۵۰/۳، شركة علمية/ اس حدیث کی تخریج امام عبدالرزاق نے مصنف میں جیسا کہ دارقطنی نے لکھا ہے، أخرجه عبد الرزاق عن الثورى عن عمرو بن دينار عمن سمع ابن عباس بلفظ: لا رضاع بعد فطام. (مصنف عبد الرزاق: ۴۶۵/۷، كتاب الرضاع) اور دارقطنی نے عبد الرحمن بن الفسطاس کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے، [سنن دارقطنی: ۱۷۵/۴، کتاب الرضاع، رقم الحدیث: ۱۴] کہتے ہیں کہ ابن فسطاس ضعیف ہیں؛ لیکن لا رضاع بعد الفصال اور لا رضاع إلا ما كان في حولين وغیرہ روایتیں صحیح اور ثابت ہیں، اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ (دیکھئے: نصب الرأية: ۳۱۸/۳، ۳۱۹، اور اس کی شاہد حضرت ام سلمہ کی وہ روایت ہے جس کی تخریج امام ترمذی نے ان الفاظ میں کی ہے "لا يحرم من الرضاعة إلا ما فتق الأشعار في الثدى وكان قبل الفطام. (جامع الترمذی، رقم الحديث: ۱۱۲۱، انيس)

(۳) ولا يشترط الاجتماع على ثديها هنا. (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۱۸۴/۲، إمدادية)

(۴) وهى شهادة عدلين أى من الرجال وأفاد أنه لا يثبت بخبر الواحد إمرأة كان أو رجلاً قبل العقد أو بعده. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۲۴/۳، سعيد)

الجواب

درمختار میں ہے:

''حجته حجة المال، وهي شهادة عدلين أوعدل وعدلتين''.(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں رضاعت ثابت نہیں، لہٰذا پردہ ضروری ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۳۲/۸)

ایک عورت کی گواہی لغو ہوتا ہے:

سوال: ایک لڑکے اور ایک لڑکی کا جو بالغ تھے، باہم عقد نکاح ہوا اور اس عقد سے تیرہ ماہ بعد لڑکی کی نومسلم سوتیلی ماں بیان کرتی ہے کہ میں ان دونوں کو اپنا دودھ پلا دیا تھا اور اس واقعہ کی خبر وقت نکاح لڑکے ولڑکی کے دادا سے چھوٹی پھوپی کے روبرو کردی تھی اور اس پھوپی سے قبل نکاح بھی خبر کردی تھی، اب لڑکی کا باپ اس کی سوتیلی ماں کے بیان کو ٹھیک جان کر نکاح کو کالعدم قرار دیتا ہے اور لڑکے کا باپ اس عورت کے بیان کو قطعاً لغو جان کر نکاح کو جائز رکھتا ہے اور وہ عورت اپنے بیان کی تائید میں کوئی گواہ پیش نہیں کرسکتی ہے تو صورت ہذا میں نکاح قائم ہے، یا نہ؟ اور وہ دونوں بھی دودھ پینے کا اقرار نہیں کرتے ہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ ثبوت رضاعت پر شرعی ثبوت نہیں اور رضیعین بھی اقراری نہیں تو پھر صرف ایک عورت کے کہنے پر حرمت رضاعت کا تحقق نہیں ہوسکتا، دونوں نکاح بدستور قائم ہے، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ ثبوت رضاعت بغیر دو عادل مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے نہیں ہوتا۔

كما في الدر المختار: والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أوعدل وعدلتين.(۲)فقط

کتبہ عتیق الرحمٰن عثمانی

جواب صحیح ہے، اس صورت میں محض ایک عورت کے بیان سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی اور نکاح زوجین کا باہم قائم ہے۔فقط

کتبہ عزیز الرحمٰن، مفتی دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۱۲/۷-۴۱۳)

صرف عورت رضاعت کی گواہی دے تو کیا حکم ہے:

السوال: إذا شهدت إمرأة واحدة أونسوة منفردات في إثبات الرضاع وعلم صدقها، فما حكم الإفتاء والقضاء.

(۱،۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/ ۵٦۸، ظفير

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

حکم ا لإفتاء والقضاء فی هٰذه الصورة أنه لایحکم ولایفتی بشهادة النساء فی حرمة الرضاع، فإن حجته حجة المال، کما فی الدرالمختار. (۱)**فقط** (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۳۶)

رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی شہادت معتبر نہیں:

سوال: کچھ عرصے سے زینب کی والدہ کی منشا یہ تھی کہ زینب کا نکاح زید کے ساتھ کرے؛ لیکن زید نے بوجہ منکوحہ بیوی کے زندہ ہونے کے پہلوتہی کی۔ اب بعد وفات اپنی منکوحہ بیوی کے زید نے زینب سے نکاح کرنے کی رضامندی ظاہر کی تو والدہ زینب نے یہ ظاہر کیا کہ زید نے اس کا دودھ پیا ہے، جب کہ اس کا لڑکا عمرو شیرخوار تھا۔ نیز ظاہر کرتی ہے کہ زید بوقت پیدائش عمرو دو، سوا دو سال کی عمر کا تھا اور جب کہ عمرو کی عمر آٹھ نو سال کی تھی، اس وقت زید نے دودھ پیا تھا؛ لیکن کوئی شہادت کسی قسم کی بابت رضاعت نہیں ہے۔ نیز فی الحقیقت زید عمرو سے تین سال بڑا ہے۔ حسب بیان والدہ زینب اگر زید نے دو سال گیارہ مہینے کی عمر میں والدۂ زینب کا دودھ پیا ہو تو کیا زید زینب اور عمرو کا رضاعی بھائی ہوگا؟

(المستفتی: ۶۹۸ مولوی عبدالستار، خورجہ، ۶/شوال ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲/جنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

دو سال کی عمر کے بعد رضاعت کے احکام ثابت نہیں ہوتے، (۱) اور صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوسکتی، (۳) اگر فی الحقیقت زید عمرو سے تین سال بڑا ہے اور زید نے اپنی دو سال کی عمر کے اندر والدہ کا دودھ نہیں پیا ہے اور سوائے والدہ زینب کے اور کوئی شہادت بھی نہیں ہے تو زید اور زینب کے نکاح کے لیے کوئی مانع نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۵/۱۶۷)

دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہونے کی تجویز ہے۔ صرف دو عورتیں بحلف یہ بیان کرتی ہیں کہ ہندہ کو زید کی علاتی بہن سعید النساء نے دودھ پلایا ہے۔ بیان کرنے والی ایک تو ہندہ کی والدہ شبیر جہاں بیگم ہیں، دوسری زید کی دوسری علاتی بہن سعید النساء بیگم ہیں۔ یہ دونوں اس بیان پر متفق ہیں کہ ہندہ کو چھاتی سے لگاتے ہوئے اور چوستے

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/ ۵۶۸، ظفیر

(۲) ویثبت التحریم فی المدة فقط. (الدرالمختار)

وفی الرد: وفی المدة فقط أما بعدها فإنّه لایوجب التحریم. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۳/ ۲۱۱، سعید)

(۳) ولایقبل فی الرضاع إلا شهادة رجلین أو رجل وإمرأتین عدول، کذا فی المحیط. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۷، ماجدیة)

ہوئے تو ہم نے دیکھا؛ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندہ کے منہ میں دودھ گیا، یا نہیں؟ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی مرد، یا عورت اس دودھ پلانے کا شاہد نہیں ہے، بخلاف اس کے خود موئدالنساء متوفیہ کی خواہش یہ تھی کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہو اور وہ مسئلہ مسائل سے واقف بھی تھیں۔ اگر دودھ پلانے کا واقعہ صحیح ہوتا تو ان کی ذات سے بعید تھا کہ وہ ہندہ کے نکاح کا رشتہ زید کے ساتھ تجویز کرتیں، پس اس صورت میں جب کہ موئدالنساء کی اس خواہش اور رشتہ تجویز کرنے کی شہادتیں بھی موجود ہیں، ہندہ کا نکاح شرعاً زید کے ساتھ درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۰۹۵، محمد عبدالرشید صاحب وکیل ہائی کورٹ، ریاست گوالیار، ۱۴ر جمادی الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۳ر اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

چوں کہ موئدالنساء جن کے دودھ پلانے کا ذکر کیا جاتا ہے، وفات پا چکی ہیں، ان کی طرف سے تو کوئی بیان حاصل نہیں ہوسکتا، بخلاف اس کے اگر ان کی یہ خواہش کہ زید و ہندہ کا رشتہ ہوجائے ثابت ہو تو عدم رضاعت کی تائید ہوگی اور دو عورتیں جو رضاعت کا ذکر کرتی ہیں، وہ بھی یقینی طور پر دودھ حلق سے اُترنے کا دعویٰ نہیں کرتی، اس کے علاوہ ثبوت رضاعت کے لیے شہادت کا نصاب بھی لازمی ہے، وہ بھی موجود نہیں (یعنی دو مرد، یا ایک مرد دو عورتیں)؛ اس لیے صورت واقعہ میں رضاعت کا حکم نہیں دیا جاسکتا، (۱) اور زید و ہندہ کا رشتہ ازدواج روکا نہیں جاسکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۶۸/۵)

صرف دو عورتوں کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: کیا فرماتے علمائے دین کرام اسلام ومفتیان ملت عظام کہ ایک عورت نے پہلے اپنا دودھ دینا ایک لڑکی کو بیان کیا، پاس دو عورتوں کے۔ اب عندالتفتیش مطلق جواب دیتی ہے کہ حالت بیماری میں ضرور چند دفعہ اس لڑکی نے دودھ چوسنا چاہا، اِلّا چوسا نہیں، وہ عورتیں مذکورہ بالا ضرور چوسنا بیان کرتی ہیں، مرد کوئی بھی اس پر شہادت نہیں دیتا۔ آیا حکم شرعی مناکحت باہمی کا دیتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ثبوت رضاعت بمذہب حنفیہ دو عورتوں کے قول سے نہیں ہوسکتی، جب تک دو مرد، یا دو عورت اور ایک مرد شہادت نہ دیویں، لہٰذا یہاں فقط دو عورت اقرار عورت پر شاہد ہیں، ثبوت رضاعت عندالقاضی اس سے نہیں ہوسکتا، البتہ تقویٰ اس کے ترک میں ہے۔ (کما ورد فی الحدیث) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعۂ کلاں، ص: ۲۳۵) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۹۰)

---

(۱) ولا فی الرضاع إلا شهادة رجلین أو رجل وإمرتین عدول. (الفتاویٰ الهندیة: کتاب الرضاع: ۳۴۷/۱، ماجدیة)

(۲) یہ حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے، اس کی تخریج امام بخاری وغیرہ نے کی ہے۔ (مشکاة، ==

عدم اعتبار قول مرضعہ وشہادت زنان در رضاع:

سوال: ایک عورت نے اپنے داماد سے بچپن کی شیر خواری کا دعویٰ کیا اوراس کی صرف دو عورتیں شاہد ہیں اور کوئی نہ مرد گواہ ہے، نہ کوئی عورت؛ بلکہ اکثر مرد عورت یہ کہتے ہیں کہ ہم ضامن ہیں کہ اس نے شیر خواری نہیں کی ہے۔

الجواب

فی الدرالمختار :(وشرط العدالة فی الدیانات) ... (کالخبرعن نجاسة الماء فیتیمم) ...(إن أخبر بها مسلم عدل).فی ردالمحتار : (قوله:فی الدیانات) أی المحضة، درر، احترازاً عما إذا تضمنت زوال الملک کما إذا أخبر عدل أن الزوجین إرتضعا من إمرأة واحدة لایثبت الحرمة؛لأنه یتضمن زوال ملک المتعة، فیشترط العدد والعدالةجمیعاً،آه.(۳۳۹/۵)(۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اس عورت کا بیان کافی نہیں؛ بلکہ دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں معتبر ہوں؛ تب معتبر ہے۔فقط واللہ اعلم

یکم صفر ۱۳۲۵ھ (امداد:۵۲/۲) (امدادالفتاویٰ جدید:۳۳۳/۲)

بغیر نصاب شہادت کے رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: ایک عورت مسماۃ فاطمہ نے اپنے فرزند کا نکاح زینب کی بیٹی سے کرایا،اس کو دس بارہ سال کا عرصہ ہو چکا، دو چار اولاد بھی ہو چکی ہے۔اب آپس میں کچھ نا اتفاقی ہو گئی ہے،جس کے باعث فاطمہ قسمیہ کہتی ہے کہ میں نے ایامِ رضاعت میں زینب کو دودھ پلایا ہے، یہ بات میری ہمشیرہ بھی جانتی ہے۔پھر جب ہمشیرہ سے معلومات کی گئی تو اس نے کہا میں قسمیہ کہتی ہوں کہ اس نے دودھ نہیں پلایا۔پلانے اور نہ پلانے پر دوسرا کوئی گناہ نہیں ہے۔اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

هو الموفق للصواب: رضاعت ثابت ہونے کے لیے دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں جن کی گواہی شریعت میں معتبر ہو، گواہی دینا شرط ہے،صرف عورتوں کی گواہی چاہے وہ جتنی بھی ہوں،معتبر نہیں،چناں چہ ہدایہ میں لکھا ہے:

ولایقبل فی الرضاع شهادة النساء منفردات وانما یثبت بشهادة رجلین أورجل وإمرأتین، انتهیٰ.(۲)

چوں کہ اس مقدمہ میں بجز فاطمہ کے دعویٰ کے کوئی گواہ نہیں ہے، بنابریں رضاعت ثابت نہ ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۲۰۰-۲۰۱)

== کتاب النکاح،باب المحرمات ،فصل اول،ج:۲،ص:۲۷۳-۲۷۴،تفصیل کے لیے حاشیہ:۱،ملاحظہ فرمائیں۔نیز مشکوٰۃ باب مذکور ج:۳ص:۲۲۲،رقم الحدیث:۳۱۶۹[مکتبۃ التوبہ دارابن حزم،بیروت:۱۴۳۲ھ/۲۰۰۳ء][پالن پوری]

(۱) ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة:۳٤٦/٦،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) الهدایة مع العنایة:٤٦١/٣ ، کتاب الرضاع،ط،بیروت،انیس

شہادت نہ ہونے کی صورت میں:

سوال: جس کے لیے شہادت نہیں، وہ مشکوک ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر شہادت رضاعت کی نہ ہو، حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۴/۸)

صرف دودھ پلانے والی کہتی ہے، گواہ نہیں ہے تو کیا حکم ہے:

سوال: رضاعت صرف مرضعہ کے کہنے سے بلا کسی شاہد کے صرف عورت کے کہنے سے کہ میں نے اپنا بچہ خیال کر کے غلطی سے زید کے لڑکی کے منھ میں دودھ دے دیا، رضاعت ثابت ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور کوئی اس واقعہ کا گواہ نہیں ہے اور اس واقعہ میں قضاءً اور دیانۃً حکم میں کچھ فرق ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

عورت کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے فلاں بچہ کو دودھ پلایا ہے، حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور بدون شہادت نامہ حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، جیسا کہ مفاد عبارت درمختار شامی کا ہے:

قال فی الدرالمختار: حجته حجته المال وھی شھادة عدلین أوعدل وعدلتین.

وقال فی الشامی: وأفاد أنه لایثبت بخبرالواحد إمرأة کانت أورجلاً قبل العقد أوبعده وبه صرح فی الکافی والنھایة تبعاً لما فی رضاع الخانیة،إلخ ... لکن قال فی البحر: بعد ذلک أن ظاھرالمتون أنه لایعمل به مطلقاً فلیکن ھوالمعتمد فی المذھب.(۲)

پس معلوم ہوا کہ صحیح ومفتی بہ یہ ہے کہ حرمت رضاعت بدون شہادت تامہ کے ثابت نہیں ہوئی اور صحیح قول کے موافق دیانۃً وقضاءً کسی طرح ایک عورت کے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۷/۷-۴۲۸)

ایک عورت کی خبر پر رضاعت کا حکم:

سوال: ایک چمائن ہمیشہ بولا کرتی ہے کہ ہم نے ابوالحسن اور قریشہ (زوجین) میں دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ کیا قریشہ ابوالحسن کے لیے حرام ہوجائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

رضاعت کی شہادت کے لیے بھی کم سے کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی ضرورت ہے، بغیر اس کے قضاءً رضاعت ثابت نہ ہوگی،(۳) لیکن اگر کسی ایک کی شہادت سے بھی زوجین کو رضاعت کا وثوق ہوجائے تو مقتضائے

---

(۱) وإنما یثبت بشھادة رجلین أورجل وامرأتین.(الھدایة، کتاب الرضاع:۳۳۳/۲،ظفیر)

(۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۶۸/۲،ظفیر

(۳) (حجته حجة المال) وھی شھادة عدلین أوعدل وعدلتین(الدرالمختار: ۴۱۳/۲)

احتیاط یہ ہے کہ شوہر طلاق دے کر عورت کو علاحدہ کر دے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں اگر ابوالحسن کو ظن غالب ہو کہ چمائن سچی ہے اور اس نے اس کو اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اگر وہ اس کو جھوٹی سمجھتا ہو تو پھر علاحدگی کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۱۰/۴-۲۱۱)

کیا دایہ کا قول ثبوت رضاعت کے لیے کافی ہے:

سوال (۱) ایک دایہ نے ایام رضاعت میں مسماۃ سکینہ کو دودھ پلایا ہے۔ اس کے دس بارہ سال بعد زید کو بھی دودھ پلایا ہے۔ مسماۃ کی لڑکی فاطمہ سے زید کا نکاح کیا گیا ہے اور ان کے بطن سے ایک اولاد بھی ہوئی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ رضاعی ہمشیرزادی ہے، نکاح شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ دایہ اقرار کرتی ہے: میں نے ان دونوں کو بھی دودھ پلایا ہے۔ زید اس بات سے انکار کرتا ہے، میں نے دودھ نہیں پیا ہے؛ اس لیے کہ فاطمہ سے والہانہ محبت ہے اور اپنے اقرباء میں ننگ و عار سمجھ کر اس پر راضی نہیں ہے۔ زید کی والدہ اس کی رضاعت کو تسلیم کرتی تھی؛ مگر سکینہ کو دودھ پلانے کا اس کا علم نہ تھا، افسوس اس دنیا سے زید کی والدہ کوچ کر گئی۔

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح:

(۲) زید و کلثوم حقیقی بہنیں ہیں، زہرہ نے اپنے چوتھے لڑکے کا دودھ کلثوم کے پہلے لڑکے کو پلایا ہے اور کلثوم نے اپنے دوسرے لڑکے کا دودھ زہرہ کے چھٹے لڑکے کو پلایا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زہرہ کے کسی لڑکے کو کلثوم کی لڑکی سے، یا کلثوم کے لڑکے کو زہرہ کی لڑکی سے کاح کرنا چاہتے ہیں، اس میں رضاعت سے کون سی چیز شرعاً ممنوع قرار پائی ہے؟

(المستفتی: ۲۶۳۵، ایم۔ عبداللطیف صاحب ویلوری، بنگلور کینٹ)

الجواب

(۱) اگر زید اور سکینہ کو دایہ مذکورہ کا دودھ پلانا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو تو دونوں کا آپس میں نکاح ناجائز تھا، اب تفریق کرادینی لازم ہے؛ (۱) لیکن اگر اس کی شہادت موجود نہ ہو اور ان دونوں (زید اور سکینہ) کو اپنی رضاعت کا یقین نہ ہو تو صرف دایہ کے بیان سے ان دونوں میں قضاءً تفریق نہیں کرائی جا سکتی، البتہ احتیاط اور تقویٰ کی رو سے ان کو خود ایک دوسرے قطع تعلق کر لینا بہتر ہے۔ (۲)

---

(۱) ولایقبل فی الرضاع إلا شهادة رجلین أو رجل وإمرأتین عدول، کذا فی المحیط، ولا تقع الفرقة إلا بتفریق القاضی. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الرضاع: ۳۴۷/۱، ماجدیة)

(۲) لٰکن فی محرمات الخانیة إن کان قبله والمخبر عدل ثقة لایجوز النکاح، وأن بعده وهما کبیران فالأحوط التنزهة. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۲۲۴/۳، سعید)

(۲)　زہرہ کے کسی ایسے لڑکے کا جس نے کلثوم کا دودھ نہیں پیا ہے، کلثوم کی ایسی لڑکی سے جس نے زہرہ کا دودھ نہ پیا ہو، نکاح جائز ہے۔اسی طرح کلثوم کے ایسے لڑکے کا جس نے زہرہ کا دودھ نہیں پیا ہے، زہرہ کی ایسی لڑکی سے جس نے کلثوم کا دودھ نہ پیا ہو، نکاح جائز ہے۔(۱) زہرہ کے اس لڑکے کا، یا لڑکی کا جس نے کلثوم کا دودھ پیا ہے، کلثوم کے کسی بچے کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔اسی طرح کلثوم کے اس بچے کا جس نے زہرہ کا دودھ پیا ہے، زہرہ کے کسی بچے کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۷۱/۵)

خوشدامن نے داماد سے کہا کہ میں نے تم کو دودھ پلایا ہے، کیا حکم ہے:

سوال:　زید کی خوشدامن کہتی ہے: میں نے تم کو طفلی میں دودھ پلایا ہے، زید نے اپنے ساتھ ایک آدمی لے کر پھر دریافت کیا کہ سچ بتاؤ، پھر اس نے یہی کہا، جب زید نے منکوحہ کو علاحدہ کرنا چاہا تو خوش دامن نے انکار کر دیا کہ میں نے تو غصہ کی حالت میں کہہ دیا تھا اور جھوٹ کہہ دیا تھا اور زید کی والدہ کہتی ہے کہ میں کچھ نہیں جانتی کہ کب دودھ پلایا تھا۔اب رضاعت ثابت ہے کہ نہیں؟

الجواب

کتب فقہ میں لکھا ہے کہ بدون دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، پس صورت مسئولہ میں شہادت شرعیہ رضاعت کی موجود نہیں ہے، لہٰذا حکم علاحدگی کا مابین کے نہ کیا جاوے گا۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۸/۸)

ثبوت رضاعت کے لیے قسم کا کوئی اعتبار نہیں:

سوال:　ایک خاندان میں ایک لڑکے کے رشتے کی بات چلی، لڑکی کی والدہ نے آپسی رنجش کی وجہ سے اس رشتہ سے انکار کر دیا۔ایک سال کے بعد دوبارہ رشتہ کی بات چلی اور لڑکی کے والد تیار ہو گئے، اس صورت حال کو دیکھ کر لڑکی کی والدہ نے کہا کہ میں نے اس لڑکے کو دودھ پلایا ہے، اس سے پہلے جب رشتہ کی بات چلی تھی تو انہوں نے دودھ

---

(۱)　وتحل أخت أخيه رضاعًا. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعيد)

(۲)　عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب. (جامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۲۱۷/۱، سعيد)

(۳)　والرضاع حجة المال وهي شهادة عدلين أوعدل وعدلتين لكن لاتقع الفرقة إلابتفريق القاضي لتضمنها حق العبد. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۵۶۸/۲، ظفير)

وما في شرح الوهبانية عن النتف: من أنه تقبل شهادة المرضعة عند أبي حنيفة وأصحابه فالظاهر أن المراد إذا كانت وحدها. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۶۸/۲، ظفير)

پلانے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔اس دودھ پلانے کا علم نہ تو لڑکی کے والد کو ہے اور نہ لڑکے کے والدین کو؛ بلکہ خاندان کے کسی بھی فرد کو اس کا علم نہیں ہے۔لڑکی کے والد نے جب اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ اس وقت لڑکے کی عمر کیا تھی تو لڑکی کی والدہ نے جواب میں دو سال لڑکے کی عمر بتائی،لڑکی کے والد نے یوں ہی کہا کہ اگر دو سال عمر تھی تو نکاح ہو سکتا ہے۔یہ سن کر فوراً انہوں نے کہا کہ نہیں لڑکے کی عمر ڈیڑھ سال تھی۔ والدہ کے اس بیان سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ رشتہ نہ کرنے کی خاطر جھوٹ سے کام لے رہی ہے۔اس سلسلہ میں اس کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے،البتہ وہ قرآن کی قسم کھا کر کہہ رہی ہے کہ میں نے دودھ پلایا ہے،کیا اس کی قسم کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ (محمد اشفاق حسین، بیدر شریف)

الجواب

رضاعت اور دودھ کی حرمت کو ثابت کرنے کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو مرد، یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے، جو عمر رضاعت میں دودھ پلانے کے گواہ ہوں۔

”یثبت الرضاع بما یثبت به المال وهو شهادة رجلین أو رجل وإمرأتین ... وذکر الکافی و النهایة،أنه لا فرق أن یشهد قبل النکاح أو بعده“.(۱)

صورت مذکورہ میں چوں کہ گواہی کا مذکورہ نصاب پورا نہیں ہوتا؛ اس لیے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی،البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ لڑکے اور لڑکی دونوں اس نکاح سے بچیں اور خوف خدا کو اپنے جذبات پر غالب رکھیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۶۰،۴۶۱)

جس غیر مسلم لڑکی کو ایک عورت نے دودھ پلایا،اس سے عورت کے بھائی کی شادی جائز ہے کہ نہیں:

سوال: زید ہندہ حقیقی بہن بھائی ہیں ہندہ نے مدت رضاعت میں ایک غیر مسلم کی لڑکی کو دودھ پلایا، بعد چند مدت کے زید نے اس لڑکی کو مسلمان کر کے نکاح کیا اور دودھ پینے کا حال بخوبی معلوم نہ تھا،اب جب کہ اس کے پانچ چھ بچے ہوئے درمیان گفتگو کے معلوم ہوا،زبانی ہندہ کے کہ اس لڑکی کو میں نے بھی دودھ پلایا ہے، ہندہ کی یہ گواہی مقبول ہے، یا نہیں؟ اور یہ نکاح ناجائز ہے تو علاحدگی کیوں کر ہوگی اور بچوں کا نفقہ کس پر ہے اور ولی کون ہے اور تفریق کے لیے قاضی کا ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟ اور اگر زوجین اس کو نہ مانیں تو کیا کیا جائے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلین أو عدل وعدلتین.(۲)

(۱) تبیین الحقائق:۲/۱۷۲

(۲) الدر المختار علی هامش ردالمحتار،باب الرضاع:۲/۵٦۸،ظفیر

اس عبارت سے واضح ہے کہ بصورت انکار زوجین صرف ایک عورت مرضعہ کے قول سے حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی اور نکاح صحیح رہے گا اور اولاد ثابت النسب ہوگیا اور وراثت ان میں جاری ہوگی اور نفقہ اولاد زوجہ کا اس شخص ناکح یعنی زید کے ذمہ ہوگا، البتہ اگر زوجین اس بارہ میں ہندہ کی تصدیق کریں تو حرمت ثابت ہوجاوے گی اور ان میں تفریق کی جاوے گی؛ یعنی جب کہ وہ مقر ہیں تو خود علاحدہ ہوجاویں گے، قاضی کی تفریق کی ضرورت اس میں نہیں ہے۔ شامی میں ہندیہ سے منقول ہے:

في الهندية: تزوج إمرأة فقالت إمرأة أرضعتكما ... إن صدقاها فسد النكاح ولا مهر إن لم يدخل. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۳۲-۴۳۳)

مرنے والی بیوی نے کہا کہ فلاں لڑکی کو میں نے دودھ پلایا ہے تم شادی نہ کرنا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک خاتون نے اپنے مرض الموت میں اپنے خاوند سے تخلیہ میں کہا کہ اب میں قریب المرگ ہوگئی ہوں؛ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ میں نے فلاں لڑکی کو دودھ پلایا تھا، ایسا نہ ہو کہ میری موت کے بعد تم اس سے نکاح کر بیٹھو، عورت کے فوت ہونے پر مسئلہ کسی عالم کے سامنے پیش ہوا، سائل نے کل ماجرا سنا کر فتویٰ مانگا، قاضی عالم مذکور نے محض اس بنا پر کہ کوئی گواہ موجود نہیں، سائل کو لڑکی مذکورہ کے ساتھ بخشائے شریعت اسلام نکاح کی اجازت دی، چناں چہ نکاح بھی ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت غراء مفتی کو اس معاملہ میں صرف سائل کے بیان پر اعتبار کرنا جائز تھا، یا نہیں؟ اور یہ نکاح شرعاً جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

شخص مذکور نے اگر اپنی زوجہ مرحومہ کے بیان کی تصدیق نہیں کی اور اس کو یقین دودھ پلانے کا نہیں تو چوں کہ شہادت شرعیہ دودھ پلانے کی موجود نہیں ہے، لہٰذا نکاح مذکور صحیح ہے اور فتویٰ عالم کا صحیح ہے۔

قال في الدرالمختار: (حُجَّتُهُ حُجَّةُ الْمَالِ) وَهِيَ شَهَادَةُ عَدْلَيْنِ أَوْ عَدْلٍ وَعِدْلَتَانِ.

وفي الشامي: (قَوْلُهُ وَهِيَ شَهَادَةُ عَدْلَيْنِ، إلَخْ) أَيْ مِنْ الرِّجَالِ، وَأَفَادَ أَنَّهُ لَا يَثْبُتُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ امْرَأَةً كَانَ أَوْ رَجُلًا قَبْلَ الْعَقْدِ أَوْ بَعْدَهُ، وَبِهِ صَرَّحَ فِي الْكَافِي وَالنِّهَايَةِ تَبَعًا [أي اخرما حقق وفصل]. (۲)

(لیکن اگر شخص مذکور بیوی کی تصدیق کرتا ہے اور سوال سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ کہیں شخص مذکور کا انکار مذکور نہیں ہے تو پھر نکاح درست نہ ہوگا۔ [ظفیر]) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳۹۵-۳۹۶)

عبارت ذیل کا مطلب:

سوال: عبارت ذیل سے کیا مراد ہے:

(۱،۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۸، ظفیر

’’ثبوت رضاعت کا بصورت انکارفریق ثانی عورت کے بیان سے نہ ہوگا؛ بلکہ اس کے ثبوت لیے شہادت دو رجل عدل، یا ایک رجل اور دو عورتوں کی ضروری ہے‘‘۔

فریق ثانی سے کیا مراد ہے اور انکار کس طرح ہوگا، آیا شہادت عینی مراد ہے، یا سماعی؟ کیا شہادت سماعی بھی معتبر ہے؟

الجواب

فریق ثانی سے مراد اس صورت میں جو آپ نے لکھی تھی، وہ ہوسکتا ہے، جو اس دودھ پلانے کا اقرار نہ کرے، مثلاً اس عورت کا بھائی جس کی دختر کو دودھ پلانے کا وہ دعویٰ کرتی ہے، اگر یہ کہے کہ میں اس کو تسلیم نہیں کرتا تو بدون دو عادل مرد، یا ایک مرد، دو عورتوں کی عینی شہادت کے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، اس طرح سے بعض جگہ فریق ثانی شوہر ہوسکتا ہے، مثلاً زید کا نکاح ہندہ سے ہوا ہے اور دونوں زن وشوہر میں اتفاق سے ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے تم دونوں کو لڑکپن میں دودھ پلایا تھا تو تم دونوں بہن بھائی رضاعی ہو، لہٰذا تمہارا نکاح صحیح نہیں ہوا تو اس صورت میں اگر زید اس کو تسلیم نہ کرے، یا زید وہندہ دونوں تسلیم نہ کریں تو محض ایک عورت کے کہہ دینے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی اور تفریق ان میں لازم نہ ہوگی اور بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اگر کوئی بھی فریق ثانی نہ ہو، تب بھی مسئلہ یہ ہے کہ مجرد ایک عورت کے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی اور سماعی شہادت بھی معتبر نہیں ہے، جب کہ گواہ یہ تصریح کریں کہ ہم نے سنا ہے کہ فلاں عورت نے فلاں بچہ کو دودھ پلایا ہے، البتہ اگر وہ سماع کی تصریح نہ کریں اور نہ یہ کہیں کہ ہم نے دیکھا ہے؛ بلکہ محض یہ گواہی دیں کہ فلاں عورت نے فلاں بچہ کو دودھ پلایا ہے اور حاکم وغیرہ سننے والا شہادت کا کچھ جرح نہ کرے تو ان کی گواہی معتبر ہوسکتی ہے اور اگر حاکم تحقیق کرے اور پوچھے کہ کیا تم نے دیکھا ہے اور وہ گواہ کہیں کہ نہیں ہم نے دیکھا نہیں ہے؛ بلکہ سنا ہے تو پھر گواہی ان کی معتبر نہ ہوگی۔ فتاویٰ قاضی خاں اور عالمگیریہ معتبر کتابیں فقہ کی ہیں؛ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی مسئلہ ان کتابوں میں ایسا مختلف فیہا ہو کہ اس میں ان کی روایت کے خلاف دوسری روایت راجح ہو، چناں چہ اسی مسئلہ رضاعت میں فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ کی بعض عبارات جن سے ایک عورت کی شہادت کا بعض صورتوں میں حرمت رضاعت معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے، صاحب البحرالرائق نے اس کو رد کر دیا ہے اور صحیح مذہب حنفیہ کا اس کے خلاف نقل کیا اور اسی کو راجح فرمایا، چناں چہ شامی میں قاضی خاں کی عبارت مذکورہ نقل کر کے لکھا ہے:

لٰکن قال فی البحر بعد ذلک أن ظاهر المتون أنه لا یعمل به مطلقاً فلیکن هو المعتمد فی المذهب،قلت:و هو أیضاً ظاهر کلام کافی الحاکم الذی هو جمع کتب ظاهر الروایة. (۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴۲۱/۷-۴۲۲)

---

(۱) ردالمحتار باب الرضاع: ۵٦۸/۲،ظفیر

جس بیوہ سے نکاح کرنا چاہا، اس نے کہا: مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ میں تمہاری ماں کا دودھ پیا ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک مرد بیوہ عورت سے عقد کرنا چاہتا ہے، چناں چہ مرد نے اپنی ہمشیرہ کے ذریعہ سے اس عورت سے عقد کی بابت کہلوایا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کی والدہ کا ایک مرتبہ دودھ پیا ہے اور شاید خود ان کی والدہ ہی نے مجھ سے کہا تھا کہ تیری ماں سو رہی تھی اور تو رو رہی تھی تو میں نے تیرے منہ میں دودھ دے دیا تھا اور کسی سے مجھ کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی اور بیوہ مذکورہ نے دریافت کرنے پر یہ بھی کہا کہ شاہد میری غلطی ہو، کسی اور کی بابت کہا ہو اور مجھ کو یہ یاد رہا، یہ پچیس تیس برس کی بات ہے، مرد نے چندروز کے بعد بیان کیا کہ بہت غور کے بعد کچھ خیال مجھ کو بھی ہوتا ہے کہ اس بیوہ عورت نے مجھ سے بھی شاہد یہ بات کہی تھی؛ مگر شبہ کے ساتھ یہ خیال ہوتا ہے، پورے طور پر یاد نہیں ہے؟

الجواب

چوں کہ اس صورت میں پوری شہادت شرعیہ موجود نہیں ہے؛ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ دودھ پلانے کی نہیں ہیں تو شرعاً حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور وہ عورت بیوہ اس مرد کی بہن رضاعی نہیں ہوئی اور شبہ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا از راہ فتویٰ حکم شریعت اس مرد کو اس عورت بیوہ سے نکاح کرنا درست ہے، البتہ اگر وہ مرد اس عورت کی اس بارے میں تصدیق کرے تو احوط ہے کہ اس سے نکاح نہ کرے اور اگر مرد اس کی تصدیق نہیں کرتا اور بیوہ کو بھی یقینی طور سے مرد کی والدہ کا قول یاد نہیں اور یاد بھی ہو تو وہ صرف ایک عورت کا قول ہے تو اس حالت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں اور نکاح صحیح وجائز ہے۔

قال فی الدرالمختار: وحجته حجة المال وهی شهادة عدلین أوعدل وعدلتین. (۱)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۲۶-۴۲۷)

نکاح کے وقت حرمتِ رضاعت سے خاموشی پھر بعد میں اظہار:

سوال: سراج الدین ولد دلبرخان کی شادی چودہ سال قبل شاہ بیگم دختر کالا خان نمبر دار کوڈارہ کے ساتھ ہوئی، مسمی مذکورہ بارہ سال گزرنے کے بعد دوسری شادی مسماۃ حسن جان دختر کالا خان سے کی، پہلی بیوی سے تین لڑکیاں ہیں، اور سسر نے مسمی مذکور سے گیارہ ہزار بطور قرض حسنہ لیے تھے، دوسری شادی ہونے کی وجہ سے اور روپیہ دینے کی وجہ سے مسمی مذکور کے سسر اور ساس نے دودھ پینے کا مسئلہ بنالیا ہے اور مسمی مذکور کی بیوی شاہ بیگم کو ورغلا کر مسمی مذکور سے طلاق لینا چاہتے ہیں اور ایک دوسری جگہ نکاح کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

دودھ پینے کا کوئی گواہ ہے اور نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ مسمی مذکور کی شادی کے وقت کوئی جھگڑا تنازعہ تھا، دونوں فریقین کی مرضی وخوشی ورضا سے مسمی مسمی مذکور کی شادی ہوئی تھی؛ مگر آج دوسری شادی کرنے اور روپیہ مانگنے پر یہ

(۱)　الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۸، ظفیر

جھگڑا بنایا ہے؛ کیوں کہ اس سے قبل بارہ سال تک دودھ کی کوئی بات تک نہ تھی تو آج کیسے مسمی مذکور کی ساس اور سسر بتاتے ہیں؟ شرعاً ان کے قول کا اعتبار ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو اب دودھ پینے کا مسئلہ (حرمت رضاعت) بالکل بے محل ہے، جو لوگ اپنی لڑکی کا نکاح کرنے والے ہیں، وہ نکاح کرتے وقت کیوں خاموش رہے اور کیوں نکاح کیا، اگر حرمت رضاعت تھی تو اس وقت کیوں نہیں کہا، اب ان کے قول کا شرعاً اعتبار نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۲/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۲/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۲۸)

صرف شوہر کے اقرار سے حرمت رضاعت کا ثبوت:

سوال: میری شادی کو چھ ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے، ہماری شادی اپنی خالہ کے لڑکے سے ہوئی تھی، اب قریب چھ ماہ سے ہمارے شوہر دودھ کی افواہ اڑا کر طلاق دینا چاہتے ہیں، اس پر پنچایت ہوئی؛ اس لیے میری خالہ سے لوگوں نے پوچھا تو خالہ انکار کرتی چلی جاتی ہے کہ دودھ پلاتے ہوئے نہیں دیکھا، اس کے بعد میری ماں سے پوچھا گیا، میری ماں نے بھی انکار کیا، دودھ نہیں پلانے پر کاغذ تیار ہوا اور اس پر ہمارے شوہر نے بھی دستخط کر دیا اور پھر اس مسئلہ کو نہیں مانتے ہیں۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

نقل جواب ادارۂ شرعیہ، از مفتی عبدالواجد قادری صاحب

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

برتقدیر برصحت سوال جب آپ کا شوہر آپ کی والدہ کے دودھ پینے کا دعویٰ کر رہا ہے اور آپ کی والدہ اس کا انکار کر رہی ہے تو شوہر پر واجب ہے کہ دو عادل گواہوں کو پیش کرے۔

لقوله عليه السلام: البينة على المدعي واليمين على من أنكره. (۲)

ولا يقبل في الرضاع إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين عدول، كذا في المحيط.

اگر وہ شہادت شرعیہ سے دودھ کا پینا ثابت نہ کر سکے تو آپ کے نکاح میں کوئی فساد واقع نہیں ہوگا۔

---

(۱) "ومعناه أن يكون تحته صغيرة، وتشهد واحدة بأنها رضعت أمه، أو أخته، أو امرأته بعد العقد، ووجه أن إقدامهما على النكاح دليل صحبته، فمن شهد بالرضاع المتقدم على النكاح، صار منازعاً لهما؛ لأنه يدعي فساد العقد ابتداء ... وإنما يدعي حدوث المفسد بعد ذلک، وإقدامهما على النكاح يدل علىٰ صحته، إلخ". (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۵، رشيدية)

(۲) الفتاویٰ الهندية: ۲/۲٦۱

دارالافتاء امارت شرعیہ کا جواب:

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر شوہر خود اس کا دعویٰ کرتا ہو کہ میری بیوی رضاعی بہن ہے اور اسی اقرار پر قائم رہے، اپنی تکذیب نہ کرے نہ ہی اپنے قول سے رجوع کرے تو ایسی صورت میں بیوی اور دودھ پلانے والی عورت تصدیق کرے، یا نہیں؟ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔شامی میں لکھا ہے:

(تنبیه)في الهندية:تزوّج امرأة فقالت امرأة أرضعتكما فهو على أربعة أوجه ... وإن صدّقها الرجل وكذبتها فسدالنكاح والمهر بحاله وإن بالعكس لايفسد ولها أن تحلفه ويفرّق إذانكل. (٥٦١/٢)(۱)

نیز یہی عبارت عالمگیری: ۱/۳۴۷ میں بھی ہے، اس سے چند سطر قبل عالمگیری میں لکھا ہے:

"الرضاع يظهر بأ حدأمرين أحد هما الإقرار والثاني البينة". (٣٤٧/١)

یعنی رضاعت دو باتوں میں سے ایک سے ثابت ہوتی ہے: (۱) اقرار، (۲) شرعی گواہ، بدائع میں ایسا ہی ہے، چناں چہ بدائع میں علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

فالرضاع يظهر بأحد أمرين (أحدهما)الإقرار (والثاني)البينة، أما الإقرار فهو أن يقول لامرأةٍ تزوجها هي أختي من الرضاع أوأمي من الرضاع أوبنتي من الرضاع يثبت على ذالک ويصرّ عليه فيفرّق بينهما لأ نه أقرّبطلان مايملک إبطاله للحال فيصدق فيه على نفسه وإذا أصدق لا يحل له وطؤها والا ستمتاع بها فلا يكون في إبقاء النكاح فائدة فيفرّق بينهما سواء صدقته أو كذبته لأن الحرمة ثابتة في زعمه. (بدائع الصنائع: ٢١٩٣/٥)

مفتی عبدالواجد صاحب قادری کا جواب صحیح نہیں ہے، جو عبارت موصوف نے دلیل میں پیش کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر رضاعت کا منکر ہو اور مرضعہ (دودھ پلانے والی)، یا دوسرا کوئی شخص یہ کہے کہ یہ دونوں میاں بیوی رضاعی بھائی بہن ہیں تو ایسی صورت میں رضاعت کا دعویٰ کرنے والے کو شرعی گواہ پیش کرنا لازم ہوگا، چناں چہ درمختار میں لکھا ہے کہ:

"والرضاع حجته حجة المال". (الدرالمختار: ٥٦٧/٢)

اس کے تحت علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"أي دليل اثباته وهذا عندالإنكار لأنه يثبت بالإقرار مع الإصرار". (رد المحتار: ٥٦٧/٢)(۲)

اگر شوہر خود ہی رضاعت کا اقرار کر رہا ہو تو ایسی صورت میں مسئلہ وہی ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا؛ اس لیے صورت مسئولہ

(۱،۲) ردالمحتار، مطبع بيروت لبنان: ٤١٣/٢

میں اگر آپ کا شوہر رضاعت کا اقرار کرتا ہے تو ایسی صورت میں آپ اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں۔ ہاں اگر خود شوہر ہی اپنے اقرار کو جھوٹ قرار دے دے، یا اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو ایسی صورت میں آپ دونوں شامل رہ سکتے ہیں۔

"فإن أقرّ بذٰلك ثم قال: أوهمت أو أخطأت أو غلطت أو نسيت أو كذبت فهما على النكاح ولايفرّق بينهما عندنا". (بدائع الصنائع: ۲/۲۱۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۹۹-۲۰۱)

دودھ پلانے کے اقرار کے بعد انکار کا حکم:

سوال: زید کی شادی کے دو سال بعد زید کی ماں بتولن کہتی ہے کہ زید نے اپنی ساس ہندہ کا دودھ پیا ہے، اندر میعاد رضاعت کے؛ لیکن اب جو بستی والے دریافت کرتے ہیں تو کہتی ہے کہ میرا کہنا غلط تھا، صحیح یہ ہے کہ زینب کا دودھ جو ہندہ کی قریبی بہن ہے، زید نے پیا ہے اور زینب سے پوچھا گیا تو اس نے اقرار کیا۔ کیا بتولن کی غلطی اور زنیب کا اقرار شرعاً معتبر ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

رضاعت کے اثبات کے لیے دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورت کی گواہی ضروری ہے؛(۱) اس لیے بتولن کا پہلا بیان شرعاً معتبر نہ تھا، چہ جائے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر رہی ہے،(۲) اور زینب اس کی تصدیق فی الجملہ کر رہی ہے، لہٰذا زن وشو میں رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۷/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۱۰)

رضاعت کی خبر دے کر انکار کا حکم:

سوال: ایک مرد اور تین عورتیں حلفاً کہتی ہیں کہ ہندہ کی نانی کہتی تھی کہ ہندہ اور اس کے شوہر نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے اور جب تحقیق کی جاتی ہے تو اس کی نانی حلفاً کہتی ہے کہ نہ یہ میرے علم میں ہے، نہ میں نے کبھی ایسا کہا ہے۔ مرضعہ مر چکی ہے اور ہندہ کی ماں حلفاً کہتی ہے کہ مجھ کو جہاں تک علم ہے، مرضعہ مذکور نے دودھ نہیں پلایا ہے۔ کیا حرمت رضاعت ثابت ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب ہندہ کی نانی حلفاً اس بیان سے انکار کرتی ہیں، جو وہ تین عورتیں اور ایک مرد اس سے سن کر بیان کر رہے ہیں تو رضاعت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا،(۳) خصوصاً ہندہ کی ماں بھی رضاعت سے انکار کرتی ہے؛ اس لیے زوجیت

(۱،۳) (حجته حجة المال) وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين. (الدر المختار: ۲/۴۱۳)

(۲) (وإن أقرّت) المرأة بذلك (ثم أكذبت نفسها وقالت أخطأت وتزوجها جاز). (الدر المختار: ۲/۴۱۲)

قائم رہے گی اور متارکہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر خدانخواستہ ہندہ کی ماں اور نانی نے کسی مصلحت سے رضاعت کو چھپایا ہے تو پورا گناہ ان دونوں کے سر رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۷/۷/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۱۱)

افواہ ہے کہ فلاں نے فلاں کا دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ہوگی، یا نہیں:

سوال: یہ خبر بلا کسی شہادت چشم دید کے صرف ایک شخص افواہاً بیان کرتا ہے کہ بحالت خواب مسماۃ ہندہ کے مسماۃ سلمہ کی دختر نے ہندہ کا دودھ پی لیا، اس حالت میں سلمہ کی دختر کا عقد ہندہ کے لڑکے سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ مگر اس ایک شخص کی شہادت کو کوئی دوسرا مرد، یا عورت تصدیق نہیں کرتا اور سلمہ و ہندہ دونوں وفات پا چکی ہیں۔

الجواب

رضاعت کے ثبوت کے لیے پوری شہادت شرعیہ کی ضرورت ہے؛ یعنی دو مرد عادل، یا ایک مرد اور دو عورتیں معتبر کی شہادت سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۱) پس صرف ایک شخص کے بیان سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا سلمہ کی دختر کا عقد نکاح ہندہ کے پسر سے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۲۲-۴۲۳)

مریم نے جب زید کی بیوی کا دودھ پیا ہے، تو کیا مریم، یا اس کی لڑکی کی ساتھ زید کے بیٹے کی شادی جائز ہے:

سوال: زید نے عمر کی ہمشیرہ فاطمہ سے اور عمر نے زید کی ہمشیرہ سے نکاح کیا، زید کا لڑکا عبدالحمید ہوا اور عمر کے دختر مسماۃ مریم ہوئی، عبدالحمید نے مریم کی والدہ؛ یعنی اپنی پھوپی کا دودھ پیا اور مریم نے عبدالحمید کی والدہ اپنی پھوپی کا دودھ پیا، پھر زید نے مسماۃ خانم جان سے دوسرا نکاح کیا، اس سے ایک لڑکا عبدالصمد ہوا تو عبدالصمد کا نکاح مریم، یا مریم کی دختر کے ساتھ جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

صورت مسئولہ میں مریم زید کی دختر رضاعی ہوئی؛ کیوں کہ مریم نے جب کہ فاطمہ زوجہ زید کا دودھ پیا تو مریم جیسے فاطمہ کی رضاعی دختر ہوئی، اسی طرح زید کی بھی دختر رضاعی ہوئی، جیسا کہ شعر مشہور ''از جانب شیرہ وہ ہمہ خویش شوند، الخ'' مذکور ہے:

(۱) والرضاعة حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أوعدل وعدلتين لكن لاتقع الفرقة إلا بتفريق القاضي. (الدر المختار)

وأفاد أنه لايثبت بخبر الواحد إمرأة كان أورجلاً قبل العقد أوبعده وبه صرح في الكافي والنهاية. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۸، ظفير)

وفی الدرالمختار: (وَيَثْبُتُ بِهِ) وَلَوْ بَيْنَ الْحَرْبِيِّينَ، بَزَّازِيَّةٌ (وَإِنْ قَلَّ) ... (أُمُومِيَّةُ الْمُرْضِعَةِ لِلرَّضِيعِ، وَ) يَثْبُتُ (أُبُوَّةُ زَوْجِ مُرْضِعَةٍ) إذَا كَانَ (لَبَنُهَا مِنْهُ) (لَهُ) وَإِلَّا لَا، كَمَا سَيَجِيءُ.(۱)

پس مریم زید کی دختر رضاعی ہوئی تو عبدالصمد پسر زید از بطن زوجہ ثانیہ خانم جان، مریم کا بھائی ہوا اور مریم کی دختر عبدالصمد کی بھانجی رضاعی ہوئی، پس عبدالصمد کا نکاح مریم، یا مریم کی دختر سے صحیح نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾(۲)

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ''یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب''.(۳)

(فتاویٰ دارالعلوم: دیوبند: ۳۹۳/۷)

ہندہ نے جس لڑکی کو دودھ پلایا، اس کی شادی ہندہ کی نواسی سے جائز نہیں:

سوال: ہندہ کے چھ بچے پیدا ہوئے، تین لڑکے اور تین لڑکیاں، ہندہ سے سب سے چھوٹے لڑکے کی باری کا دودھ اپنی خالہ زاد بہن کے لڑکے کو پلایا، ایک سال کی عمر میں تو اس رضاعی لڑکے کا نکاح ہندہ کی نواسی سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

ہندہ کی نواسی کے ساتھ ہندہ کے رضاعی پسر کا نکاح درست نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ نواسی ہندہ اس لڑکے کی بھانجی رضاعی ہوئی۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۷/۷)

جس کی نانی کا دودھ پیا ہے، اس کے نواسے سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک عورت نے ایسے مرد سے نکاح کیا، جس کی نانی کا دودھ اس عورت نے پیا ہے اور نانی کا دودھ ولادت کے سبب سے نہ تھا؛ بلکہ بچہ کو چھاتی سے لگانے سے دودھ اُتر آیا تھا، زمانہ اس کے دودھ پینے کا چھ ماہ کی عمر ہے، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بعض علما اس نکاح کو ناجائز فرماتے ہیں؟

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۶/۲-۵۵۷، ظفیر

(۲) سورۃ النساء: ۲۳، ظفیر

(۳) عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة. (رواہ البخاری)[صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۶۴۶، انیس]

وفی روایة: إن اللّٰه حرم من الرضاعة ما حرم من النسب. (رواہ مسلم)[الصحیح لمسلم، رقم الحدیث: ۱۶۶۱، انیس](مشکاۃ، باب المحرمات: ۲۷۳/۲، ظفیر)

(۴) یحرم من الرضاع مایحرم من النسب، فحدیث الصحیحین مشهور. (فتح القدیر، کتاب الرضاع: ۳۰۷/۳، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۰۹۹، ظفیر)

الجواب

بے شک نکاح مذکور ناجائز ہے؛ کیوں کہ وہ عورت جس نے اس مرد کی نانی کا دودھ پیا، خالہ رضاعی اس مرد کی ہے اور خالہ جیسے نسبی حرام ہے، رضاعی خالہ بھی حرام ہے۔

لقوله عليه السلام: "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (۱)

اور مدت رضاعت میں دودھ پینے سے ہر طرح حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، خواہ مرضعہ کے ولادت فی الحال نہ ہوئی ہو، ویسے ہی بچہ کو چھاتی پر لگانے سے دودھ اُتر آیا ہو۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳۹۸-۳۹۹)

زید کی دوسری بیوی نے عائشہ کو دودھ پلایا، زید کے بیٹے کا نکاح عائشہ سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: زینب ایک لڑکا منیر احمد چھوڑ کر مرگئی، بعدازاں زید شوہر زینب و والد منیر احمد نے نکاح ثانی خاتون سے کیا؛ جس سے ایک دختر حامدہ پیدا ہوئی، خاتون نے اس کا جھوٹا دودھ عائشہ کو پلا دیا، اگر اب منیر احمد ابن زینب زوجہ اولی کا عقد عائشہ سے کیا جائے تو جائز ہوگا، یا نہیں؟ جب کہ منیر احمد نے نہ خاتون کا دودھ پیا ہے اور نہ عائشہ کی ماں و نانی کا دودھ پیا ہے اور عائشہ نے بھی زینب کا دودھ ہرگز نہیں پیا ہے۔

الجواب

منیر احمد کے باپ زید نے جب کہ منیر احمد کی ماں زینب کے مرنے کے بعد خاتون سے نکاح ثانی کیا اور خاتون کے بطن سے زید کی دختر حامدہ پیدا ہوئی اور عائشہ نے خاتون کا دودھ پیا تو عائشہ زید کی بھی دختر رضاعی ہوگئی اور منیر احمد کی بہن رضاعی علاتی ہوگئی، (۳) لہٰذا منیر احمد کا نکاح عائشہ سے درست نہیں ہے۔

كما في الدر المختار: (أُمُومِيَّةُ الْمُرْضِعَةِ لِلرَّضِيعِ، وَ) يَثْبُتُ (أُبُوَّةُ زَوْجِ مُرْضِعَةٍ) إِذَا كَانَ (لَبَنُهَا مِنْهُ) (لَهُ) وَإِلَّا لَا كَمَا سَيَجِيءُ.

اور شامی میں ہے:

(قَوْلُهُ لِكَوْنِهِمَا أَخَوَيْنِ) أَيْ شَقِيقَيْنِ إِنْ كَانَ اللَّبَنُ الَّذِي شَرِبَاهُ مِنْهَا لِرَجُلٍ وَاحِدٍ أَوْ لِأُمٍّ إِنْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ، وَقَدْ يَكُونَانِ لِأَبٍ كَمَا إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ امْرَأَتَانِ وَوَلَدَتَا مِنْهُ فَأَرْضَعَتْ كُلٌّ وَاحِدَةٍ

---

(۱) دیکھئے: الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفیر / صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۰۹۹، انیس

(۲) (وَيَثْبُتُ بِهِ) وَلَوْ بَيْنَ الْحَرْبِيِّينَ، بَزَّازِيَّةٌ (وَإِنْ قَلَّ) ... (أُمُومِيَّةُ الْمُرْضِعَةِ لِلرَّضِيعِ، وَ) يَثْبُتُ (أُبُوَّةُ زَوْجِ مُرْضِعَةٍ) إِذَا كَانَ (لَبَنُهَا مِنْهُ) (لَهُ) وَإِلَّا لَا، كَمَا سَيَجِيءُ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۶-۵۵۷، ظفیر)

(۳) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفیر

صَغِيرًا فَإِنَّ الصَّغِيرَيْنِ أَخَوَانِ لِأَبٍ، حَتَّى لَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا أُنْثَى لَا يَحِلُّ النِّكَاحُ بَيْنَهُمَا كَمَا ذَكَرَهُ مِسْكِينٌ ح. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۹/۷)

بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو دودھ پلایا تو دونوں کی اولاد میں شادی جائز نہیں:

سوال: بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو جب کہ وہ ایک برس کی تھی، کئی مرتبہ اپنا دودھ پلایا، جس کے تین گواہ چشم دید موجود ہیں، جنہوں نے بہ قسم قرآن کہہ دیا ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دودھ پلاتے دیکھا ہے۔ اب چھوٹی بہن کی اولاد اور بڑی بہن کی اولاد میں باہم نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ معتبر گواہوں سے یہ امر ثابت ہے کہ بڑی بہن نے بحالت شیر خوارگی دودھ پلایا ہے تو چھوٹی بہن بڑی بہن کی رضاعی بیٹی ہوگئی اور بڑی بہن کی اولاد اس کے بہن بھائی ہوگئے، پس چھوٹی بہن کی اولاد سے بڑی بہن کی اولاد کا نکاح شرعاً صحیح نہ ہوگا۔ (هٰكذا في كتب الفقه) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳۰/۷)

رضاعت کے احکام دودھ کے رشتہ سے متعلق سوالات دودھ کا رشتہ:

سوال: ایک خاتون نے اپنی چھوٹی بہن کی پہلی لڑکی کو اپنا دودھ پلایا ہے تو کیا چھوٹی بہن کے کسی لڑکے سے بڑی بہن کی کسی لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے؟ (سید مولانا، نظام آباد)

الجواب

چھوٹی بہن کی جس لڑکی نے دودھ پیا ہے، اس کا نکاح بڑی بہن کے کسی لڑکے سے نہیں ہوسکتا ہے، چھوٹی بہن کے لڑکوں سے بڑی بہن کی کسی بھی لڑکی کا نکاح درست ہے؛ کیوں کہ دودھ پینے والے کی طرف سے صرف دودھ پینے والے کی ذات تک حرمت محدود ہوتی ہے، دوسرے لوگوں سے حرمت متعلق نہیں ہوتی۔ (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۴۵۹/۴)

بھائی نے بہن کا دودھ پیا تو ان دونوں کی اولاد میں نکاح جائز ہوگا، یا نہیں:

سوال: زید ایک طفل پانچ سالہ ہے اور ہندہ اس کی حقیقی ہمشیرہ بیس پچیس سالہ شادی شدہ ہے، زید نے ہمشیرہ مذکورہ کا دودھ پیا، زید کی کسی دختر کا نکاح ہندہ کے کسی لڑکے سے جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار، باب الرضاع، تحت قوله لكونهما أخوين: ۵۶۱/۲، ظفير

(۲) حرم بسبب الرضاع ما حرم بسبب النسب قرابة ومهرية و لو كان الرضاع قليلًا الحديث الصحيحين المشهور "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (البحرالرائق، كتاب الرضاع: ۳۳۸/۳، ظفير) (جامع الترمذی، باب ما جاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، رقم الحديث: ۱۱۴۶، انيس)

(۳) رد المحتار: ۴۰۸/۴

الجواب

زید نے اگر ہمشیرہ کا دودھ بعمر شیر خوارگی؛ یعنی دو برس کی عمر، یا اڑھائی برس کی عمر میں، یا اس سے کم میں پیا ہے تو زید اپنی بہن کا پسر رضاعی ہو گیا اور اس بہن کی جس قدر اولاد ہے، وہ بہن بھائی رضاعی زید کے ہو گئے، پس زید کی کسی دختر کا نکاح ہندہ کے کسی پسر اور دختر سے جائز نہیں ہے، (۱) اور اگر زید کی عمر بوقت شیر نوشیدگی اڑھائی برس سے زیادہ تھی تو پھر حرمت رضاعت ثابت نہ ہو گی اور نکاح زید کی اولاد کا ہندہ کی اولاد سے حرام نہ ہوگا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۳۳-۴۳۴)

دو بہنوں میں سے ایک نے دوسرے کی بعض اولاد کو دودھ پلایا اور بعض کو نہیں تو شادی کا کیا حکم ہے:

سوال: رقیہ وزینب حقیقی بہنیں ہیں اور رقیہ نے زینب کے لڑکے ظہور الحسن واظہار الحسن وصدر الحسن کو دودھ پلایا ہے اور زینب نے بھی رقیہ کی لڑکی فاطمہ اور لڑکے غلام محمد مرتضیٰ کو دودھ پلایا ہے، پس اب رقیہ کے لڑکے غلام محمد مصطفیٰ وغلام محمد مجتبیٰ کی شادی زینب کی لڑکی آمنہ کلثوم سے جائز ہے، یا نہیں؟ یہ واضح رہے کہ غلام محمد مصطفیٰ اور غلام محمد مجتبیٰ نے زینب کا دودھ نہیں پیا اور نہ آمنہ وکلثوم نے رقیہ کا دودھ پیا۔

الجواب

درمختار میں ہے:

"وتحل أخت أخيه رضاعاً". (۲)

پس صورت مسئولہ میں غلام مصطفیٰ اور غلام مجتبیٰ پسران رقیہ کا نکاح آمنہ وکلثوم دختران زینب سے درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۰۲-۴۰۳)

جس پوتے کو دادی نے دودھ پلایا، اس کا نکاح اس کی نواسی سے جائز نہیں:

سوال: شوکت علی لڑکا چودہ پندرہ یوم کا تھا کہ اس کی والدہ بیمار ہو گئی، اس حالت میں دو تین مرتبہ اس کی دادی مسماۃ حسینی بیگم نے اس کو دودھ پلایا اور دودھ پلانے کی عینی شاہد سوائے اس کی ماں اور دادی کے اور کوئی نہیں ہے تو شوکت علی سے مسماۃ محمودہ بانو کی دختر کا نکاح؛ یعنی مسماۃ حسینی بیگم کی نواسی کا نکاح شوکت علی سے جائز ہے، یا نہیں؟ اور شوکت علی عباس کا لڑکا ہے؛ یعنی حسینی بیگم کا پوتا۔

الجواب

اگر واقعی حسینی بیگم نے شوکت علی پسر عباس علی کو دودھ پلایا ہے تو شوکت علی مسماۃ حسینی بیگم کا پسر رضاعی ہوا اور حسینی بیگم

---

(۱) ویثبت به ... أمومية المرضعة للرضيع. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفیر)
(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۱، ظفیر

کی تمام اولاد شوکت علی کے بہن بھائی رضاعی ہوگئے اور محمود بانو کی دختر شوکت علی کی بھانجی رضاعی ہوئی، لہٰذا بقاعدہ "**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب**" (۱) شوکت علی کا نکاح محمودہ بانو کی دختر سے حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

"**(ولا) حل (بین الرضیعة وولد مرضعتها) ... (وولد ولدها) لأنه ولد الأخ**". (۲)

لیکن حرمت رضاعت بدون دو مرد عادل، یا ایک مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت کے ثابت نہیں ہوتی؛ لیکن گواہی کی ضرورت بصورت انکار ہے، اگر زوجین کو اس کا اقرار ہے تو پھر گواہی کی حاجت نہیں ہے، ان کے حق میں حرمت ثابت ہے۔ درمختار میں ہے:

حجته حجة المال وهی شهادة عدلین أو عدل وعدلتین. (الدرالمختار)

(**قوله: وحجة**): **أی دلیل إثباته وهٰذا عند الإنکار؛ لأنه یثبت بالإقرار مع الاصرار کما مر**. (۳)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۰۳/۷)

ایک عورت نے عمر کو دودھ پلایا اور اس کی دختر نے میرن کو، تو ان دونوں میں شادی جائز نہیں:

سوال: ایک عورت اور اس کی لڑکی دونوں نے رضاعت اختیار کی، ماں نے ایک لڑکے عمر کو دودھ پلایا اور لڑکی نے دختر میرن کو دودھ پلایا، پس لڑکے عمر کا نکاح لڑکی میرن سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس لڑکے کے ماں نے دودھ پلایا، وہ اس کی بیٹی کا رضاعی بھائی ہوا، اس بیٹی نے جس لڑکی کو دودھ پلایا، وہ اس لڑکے کی بھانجی رضاعی ہوئی اور بقاعدہ "**یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب**" (۴) ان میں باہم نکاح حرام ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۰۵/۷-۴۰۶)

جس لڑکے نے دودھ پیا ہے، اس کی بہن سے دودھ پلانے والی کے لڑکے کا نکاح جائز ہے:

سوال: زید عمر دونوں بھائی ہیں عمر چھوٹا ہے، ان کی والدہ کا دودھ ہندہ نے عمر کے ساتھ پیا ہے، جس وقت ہندہ نے دودھ پیا ہے، اس وقت عمر کی عمر اٹھائیس ماہ کی تھی اور ہندہ ایک ماہ کی، اب ہندہ سے زید کا نکاح جائز ہے، یا کیا؟ اور ایک بہن ہندہ سے چھوٹی ہے، اس کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر
(۲) الدرالمختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۶۱/۲، ظفیر
(۳) رد المحتار، باب الرضاع: ۴۱۳/۲، ظفیر
(۴) الدرالمختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر/ جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۴۶، باب ماجاء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب

الجواب

ہندہ نے جب کہ زید اور عمر کی والدہ کا دودھ پیا تو مرضعہ کی تمام اولاد ہندہ کے لیے حرام ہوگئی، جیسا کہ اس شعر میں اس کو بیان کیا گیا ہے:

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند　　واز جانب شیرخوار ازدجاں وفروع

اور درمختار میں ہے:

''(ولا) حل (بين الرضيعة وولد مرضعتها)''.(۱)

اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے لیے حرام ہے، لہٰذا نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ درست نہیں ہے اور ہندہ نے اگر چہ زید کے ساتھ دودھ نہیں پیا؛ بلکہ عمر کے ساتھ پیا ہے؛ لیکن جب کہ زید بھی بیٹا مرضعیہ کا ہے، لہٰذا وہ ہندہ کے لیے حرام ہے، ساتھ دودھ پینے نہ پینے کا اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

''وإن اختلف الزمن والأب''.

اور شامی میں ہے:

(قوله: وإن اختلف الزمن) كأن أرضعت الولد الثاني بعد الأول بعشرى سنة مثلاً.(۲)

البتہ ہندہ کی دوسری بہن کے ساتھ جس نے زید وعمر کی والدہ کا دودھ پیا، زید کا نکاح درست ہے۔

''وتحل أخت أخيه رضاعاً''. (الدر المختار) (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۰۶)

رضاعی باپ کے دختر کی پوتی سے نکاح:

سوال: صورت مسئولہ میں کیا حکم ہے، زید نے ہندہ کا دودھ پیا، ہندہ کے شوہر کی لڑکی جو کہ زینب کے بطن سے ہے، اس کی پوتی کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید کا نکاح زید کے رضاعی باپ کے دختر کی پوتی سے ناجائز ہے۔

لقوله عليه الصلاة والسلام: ''يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب''.(۴)

وفي الدر المختار: ''(و) يثبت (أبوة زوج مرضعة) إذا كان (لبنها منه له)''.

(قوله: له) أي للرضيع. (للشامي) (۵) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۰۶-۴۰۷)

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۱، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۱، ظفير

(۳) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦۱، ظفير

(۴) مشكاة المصابيح، باب المحرمات، ص: ۲۷۳، ظفير

(۵) ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفير

دودھ پینے والی لڑکی کی شادی دودھ پلانے والی کے لڑکے سے جائز نہیں:

سوال: ا مرگیا، اس کی زوجہ ہندہ نے اس کے بھائی ب سے عقد شرعی کرلیا، ہندہ کے بطن سے ا کی اولاد دولڑکے ہیں، ہندہ نے جب ب سے عقد شرعی کیا تو اس سے اس کی اولاد ہوئی ب کی دوسری عورت زبیدہ بھی تھی، زبیدہ کے بطن سے ب کی دولڑکیاں ہیں: ایک ہندہ کے ساتھ عقد سے پہلے کی اور دوسری لڑکی نے زبیدہ کے پیٹ سے پیدا شدہ لڑکے کے ساتھ دودھ ایام رضاعت میں پیا ہے۔ آیا ب کو اپنے بھائی ا کی بیٹیوں سے اپنی دولڑکیوں کا نکاح جواز بطن ہندہ ہیں، کردینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ب کی جس دختر از بطن زبیدہ نے ہندہ کا دودھ پیا ہے، اس کا نکاح ہندہ کے پسر از صلب ا سے جائز نہیں ہے۔

"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب". (۱)

جس دختر نے ہندہ کا دودھ نہیں پیا، اس کا نکاح ہندہ کے پسر از صلب ا سے درست ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۰۹)

جس بھائی نے دودھ نہیں پیا، اس کی شادی دودھ پلانے والی کی لڑکی سے جائز ہے:

سوال: زید کے لڑکے نے بکر کی زوجہ کا دودھ پیا، بکر کی ایک دختر ہے، نیز زید کا بڑا لڑکا جس نے بکر کی زوجہ کا دودھ نہیں پیا، اس سے بکر کی دختر کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حدیث **"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب"** کا کیا مطلب ہے تو روایت فقہی **"ویجوز أن یتزوج رجل بأخت أخیه من الرضاع"** کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب

زید کے بڑے لڑکے کو جس نے بکر کی زوجہ کا دودھ نہ پیا ہے، بکر کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے۔

کما فی الهدایة: ویجوز أن یتزوج الرجل بأخته من الرضاع. (۳)

اور اس میں قرآن عزیز اور حدیث شریف کی مخالفت نہیں ہے، اس نے حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ جو نسب سے حرام ہے، اس کی نظیر رضاع سے بھی حرام ہے، پس جہاں نظیر مفقود ہے، وہاں حکم بھی نہ ہوگا، جیسے کہ نسبی بھائی کی ماں حرام ہے؛ لیکن اس وجہ سے کہ وہ اس کی بھی ماں ہوگی، یا موطوءَ اب ہوگی اور یہ معنی رضاع میں مفقود ہیں؛ اس لیے کہ بھائی کے دودھ پینے سے اس کی ماں کیسے بن گئی، اسی طرح بھائی کا باپ رضاعی اپنا باپ رضاعی کیوں کر ہوگا؛

---

(۱) رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۷، ظفیر/ جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۴۶، باب ما جاء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب.

(۲) اس لیے کہ جب دودھ نہیں پیا حرمت ثابت نہیں ہوئی۔ ظفیر

(۳) الهدایة، کتاب الرضاع: ۲/۳۳۱، ظفیر

تاکہ اس کی اولاد کے ساتھ اخوت ثابت ہوجائے، اس طرح بھائی کی بہن رضاعاً دوسرے بھائی کے لیے اجنبی کی طرح ہے، پس نکاح میں کوئی حرج نہیں اور اس صورت میں تو اعتراض کا کوئی موقع بھی نہیں؛ اس لیے کہ یہاں نسباً بھی جائز ہے، اخ الام کی بہن سے یعنی منکوحہ اب کی پچھلی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، پس یہاں کوئی اعتراض بھی نہیں، البتہ باقی مستثنیات کے بارے میں اعتراض کیا گیا ہے؛ جس کے جواب میں علما نے ثابت کیا ہے کہ مستثنیات پر حدیث شامل ہی نہیں۔ (کما فی الشامی تحت قوله استثناء منقطع) (۱) اور اس کا خلاصہ وہی ہے، جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا، **فلیراجع**. فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۱۰-۴۱۱)

جس لڑکے نے دودھ نہیں پیا، اس کا نکاح جائز ہے:

سوال: مسماۃ زینب واحمد علی دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، احمد علی کے لڑکا اور زینب کے لڑکی پیدا ہوئی تھی، جس کا حسب قاعدہ دودھ چھڑا دیا گیا تھا، دودھ چھڑانے سے آٹھ نو ماہ بعد زینب نے اپنا دودھ اپنے بھائی احمد علی کے لڑکے کو پلایا، یہ یاد نہیں کہ دودھ اُترا تھا، یا نہیں، کئی مرتبہ بچے کے منہ میں پستان دینے کا اتفاق ہوا؛ لیکن دودھ اُترنے نہ اُترنے کی بابت کسی کو یقینی یاد نہیں، اب زینب کے لڑکا پیدا ہوا اور احمد علی کے لڑکی زینب کے اس لڑکے سے احمد علی کی لڑکی کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

احمد علی کی اس دختر کا نکاح جس نے زینب کا دودھ نہیں پیا، زینب کے پسر سے بہر حال درست ہے، خواہ احمد علی کے پسر سابق نے زینب کا دودھ پیا ہو، یا نہ۔

ھو کما فی الدر المختار: وتحل أخت أخیه رضاعاً. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۲۵-۴۲۶)

جس لڑکے کو دودھ پلایا، اس کے بھائی سے مرضعہ کی لڑکی کی شادی جائز ہے:

سوال: بکر کی زوجہ نے زید کے لڑکے کو دودھ پلایا، دوسری دفعہ بکر کے لڑکا اور زید کے لڑکی پیدا ہوئی، آیا ان دونوں کا نکاح باہم جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

دوسری دفعہ جو زید کے دختر اور بکر کے پسر پیدا ہوا، ان دونوں کا نکاح باہم صحیح ہے۔

کما فی کتب الفقه: "وتحل أخت أخیه رضاعاً". (الدر المختار) (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۴۰)

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵۵۸-۵۵۹. ظفیر

(۲) الدر المختار: ۲/۵۶۱، ظفیر

(۳) الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۶۱، ظفیر

رضاعی بہن کی حقیقی بہن سے نکاح:

سوال: زید وعمرو دونوں برادر اور حقیقی ہیں، یا زید مسماۃ زاہدہ دونوں برادر وہمشیرہ حقیقی ہیں اور ہر دو جانب چند اولا دلڑکے ولڑکیاں ہیں، اگر زید کا ایک لڑکا اور عمرو کی ایک لڑکی نے ایک ہی دائی سے دودھ پیا ہو تو ایسی حالت میں زید کے اسی لڑکے اور عمرو کی اسی لڑکی سے (جو کہ مشترک دودھ ہے) نکاح نہیں ہوسکتا، یا کہ کل اولاد سے نکاح نادرست وناجائز ہے اور اگر خود مسماۃ زاہدہ نے اپنے بھائی زید کے کسی لڑکے کو دودھ پلایا ہو تو زاہدہ زید کی کسی اولاد سے باہم نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں اگر زید کے ایک لڑکے اور عمرو کی ایک لڑکی نے کسی غیر دائی کا دودھ پیا ہے تو صرف ان دونوں کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا۔ زید کے اس لڑکے کا عمرو کی دوسری لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ نیز عمرو کی اس لڑکی زید کے دوسرے لڑکے سے نکاح ہوسکتا ہے اور اسی طرح زید اور مسماۃ زاہدہ کی اولاد کا حکم ہوگا کہ جن دولڑکی لڑکا نے ایک مشترک دائی سے دودھ پلایا ہے تو جس لڑکے کو دودھ پلایا ہے، اس کا زاہدہ کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر زید کی لڑکی کو دودھ پلایا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ زاہدہ کے کسی لڑکے کا نکاح نہیں ہوسکتا، زید کی اس لڑکی، یا لڑکے کے علاوہ اوروں کا نکاح زاہدہ کی اولاد سے ہوسکتا ہے۔

كل من تحرم بالقرابة والصهرية تحرم بالرضاع علىٰ ماعرف فى كتاب الرضاع، كذا فى محيط السرخسي. (الهندية: ۱/۲۹٤)(۱)

تحرم الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً حتىٰ أن المرضعة لو ولدت من هٰذا الرجل أوغيره قبل هٰذا الارضاع أو بعده أوأرضعت رضيعا أو ولد لهٰذا الرجل من غيرهٰذه المرأة قبل هٰذا الارضاع أو بعده أو ارضعت إمرأة من لبنه رضيعًا فالكل إخوة الرضيع وأخواته وأولادهم أولاد إخوته واخواته وأخوالرجل به وأخته عمته وأخو المرضعة خاله وأختها خالته وكذا فى الجد والجدة، إنتهىٰ. (الهندية: ۱/۳٦٥) (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۱۵۹)

رضاعی بہن کے حقیقی بھائی سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا، دودن، یا چار دن، دودھ پینے والی لڑکی کی عمر شش ماہ کی تھی، بعدہ

(۱) الفتاویٰ الهندية: كتاب النكاح، الباب الثالث فى بيان المحرمات: ۱/۲۷۷، ماجدية

(۲) الهندية، كتاب الرضاع: ۱/۳٤۳، ماجدية

وہ لڑکی گزر گئی، جس لڑکی نے دودھ پیا، اس کا بھائی اوپر کا جس کی عمر چودہ سال کی ہے اور اس دودھ پلانے والی کی لڑکی اوپر کی ہے، اس صورت میں ان دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ ان دونوں نے اپنی اپنی والدہ کا دودھ پیا ہے۔

الجواب

جس لڑکی نے دودھ پیا ہے، اس کا نکاح مرضعہ کے کسی لڑکے سے جائز نہیں؛ لیکن اس کے بھائی کا نکاح مرضعہ کی لڑکی سے جائز ہے؛ کیوں کہ ان دونوں میں کوئی تعلق رضاعت کا نہیں۔

(وتحل أخت أخيه رضاعًا) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعًا أخت نسباً وبهما وهو ظاهر، انتهٰی. (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۶۰/۵)

رضاعی بہن کی بہن سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ غلام رسول کی ماں کا دودھ حسینہ (جو اس کی خالہ زاد بہن ہے) نے مدتِ رضاعت میں پیا تھا تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا غلام رسول کے لیے حسینہ کی دوسری بہن سے شادی کرنا جائز ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفيق

غلام رسول اپنی رضاعی بہن حسینہ کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ولو لم ترضع التي لها البنات ولكن أرضعت المرأة التي لها البنون بنتاً من بنات المرأة الأخرىٰ، فلا يجوز لأحد من البنين أن يتزوج بتلك البنت خاصة ولهم أن يتزوجوا بسائر البنات ... ويجوز للرجل أن يتزوج بأخت أخيه من الرضاع؛ لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب، وذٰلک مثل الأخ من الأب، إذا كان له أخت من أمه جاز؛ لأنه من أبيه أن يتزوجها. (الفتاویٰ التاتارخانية: ٣٦٥/٤، زكريا، مجمع الأنهر: ٥٥٤/١، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۲/۲۹ھ۔ (کتاب النوازل: ۲۶۸/۸)

رضاعی بہن کی بڑی بہن سے نکاح:

سوال: کیا زید اپنی رضاعی بہن کی بڑی بہن سے نکاح کرسکتا ہے؟

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ٢١٧/٣، سعيد

(قوله: تحل أخت أخيه رضاعاً) يصح اتصاله بكل من المضاف والمضاف إليه، وبهما كما قدمناه في نظائره فالأول أن يكون له أخ من النسب ولهذا الأخ أخت رضاعية والثاني أن يكون له أخ من الرضاع له أخت نسبية والثالث ظاهر. (البحر الرائق، المحرمات بسبب الرضاع: ٢٤٤/٣، دار الكتب الإسلامي بيروت، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

کسی رضاعی بہن نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے، یا دونوں نے ایک تیسری عورت کا دودھ پیا ہے تو نکاح جائز ہے،(۱) اور اگر رضاعی بہن کی ماں کا دودھ دونوں نے پیا ہے تو اس کی بڑی بہن سے بھی رضاعت ثابت ہوگی اور نکاح حرام ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۱/۲/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۳/۴)

کیا رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح درست ہے:

سوال: مولانا مولوی محمد حسین خاں ندوی جھجری جب دیول گھاٹ میں تشریف فرما تھے، اس وقت رضاعت کے متعلق استفسار کرنے پر من جملہ کئی طریقوں کے ایک اس طریقے اور مضمون و مفہوم کا فتویٰ مولانا مذکور نے تحریرا رسال فرمایا کہ رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنا درست ہے، مثلاً زید کی ماں زہرہ ہے اور خالد کی ماں عصمت ہے۔ پس زید اور خالد دونوں نے عصمت کا دودھ پیا تو اب زید اور خالد دونوں رضاعی بھائی ہوئے۔ پس زید کے حق میں عصمت کی لڑکی اور خالد کے حق میں زہرہ کی لڑکی کو نکاح کرنا درست ہے۔

مذکورہ فتویٰ خاکسار کی سمجھ میں نہیں آیا؛ کیوں کہ میرے خیال ناقص سے اگر مذکورہ بالا مسئلہ درست ہے تو میری لڑکی کا نکاح میری ہمشیرہ کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میری حقیقی بہن کے تین لڑکے اور لڑکیاں ہیں، لڑکوں کی اس وقت عمر ۲۳/۲۵/۲۷ رسال کی اندازاً ہوگی اور لڑکیوں کی عمر اندازاً ۹/۱۵/۱۷ رسال ہوگی۔ میری لڑکی کی عمر تخمیناً پندرہ سال کی ہوگی۔ میری لڑکی نے اپنی عمر شیر خوارگی میں جب کہ میری ہمشیرہ کی پندرہ سالہ لڑکی دودھ پیتی تھی، اس زمانے میں ہمشیرہ کا دودھ پیا ہے۔ میری لڑکی کا نام خدیجہ اور ہمشیرہ کی لڑکی کا نام لطیفہ ہے؛ یعنی خدیجہ اور لطیفہ نے اپنی عمر شیر خوارگی میں میری ہمشیرہ یعنی لطیفہ کی والدہ کا دودھ پیا ہے، اس طرح لطیفہ اور خدیجہ دونوں رضاعی بہنیں ہوتی ہیں، چوں کہ میری لڑکی خدیجہ نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہے، لہٰذا میری ہمشیرہ کے مذکورہ لڑکے بھی بلا لحاظ عمر میری لڑکی کے رضاعی بھائی بہن ہوتے ہیں اور اس وجہ سے میری مذکورہ لڑکی ہمشیرہ کے کسی بھی لڑکے کو نکاح میں دینا جائز نہیں، ایسا میرا خیال تھا اور فتویٰ کی کتابوں سے یہی اخذ ہوسکا۔ اگر مولانا موصوف کا فتویٰ صحیح ہے تو کیا اس فتوے کی قوت پر میں اپنی لڑکی بنام خدیجہ ہمشیرہ کے تینوں لڑکوں سے کسی لڑکے کو نکاح میں جائز طریقے سے دے سکتا ہوں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

رضاعت کا قاعدہ یہ ہے کہ جو بچہ جس عورت کا دودھ پی لیتا ہے، اس عورت کی تمام اولاد اس بچے کی رضاعی بہن

---

(۱) (وتحل أخت أخيه رضاعاً). (تنوير الابصار علىٰ هامش ردالمحتار: ٤٠٨/٢)

(۲) لقوله عليه الصلاة والسلام: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب. (الصحيح لمسلم، كتاب الرضاع: ٤٦٧/١)

بھائی ہوجاتی ہے۔ پس جب کہ زید نے عصمت کا دودھ پیا تو عصمت کی تمام اولاد زید کے بہن بھائی بن گئے؛ اس لیے زید کا نکاح عصمت کی کسی لڑکی سے جائز نہیں ہے،(۱) اسی طرح جب کہ خدیجہ نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تو پھوپھی کی تمام اولاد خدیجہ کی بہن بھائی ہوگئی اور خدیجہ کا نکاح پھوپھی کے کسی لڑکے سے جائز نہیں۔ (ایضًا) فتویٰ محولہ میں جو قاعدہ لکھا ہے کہ رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح درست ہے، وہ بھی صحیح ہے؛(۲) مگر اس میں اتنی شرط اور ہے کہ رضاعی بھائی کی ایسی حقیقی، یا رضاعی بہن سے نکاح درست ہے، جو نکاح کرنے والے لڑکے کی رضاعی بہن نہ ہوتی ہو۔ پس پہلی مثال میں جو فتویٰ محولہ بالا میں مذکور ہے، یہ قاعدہ ایک طرف سے جاری ہوگا؛ یعنی خالد کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اپنے رضاعی بھائی زید کی حقیقی بہن سے نکاح کرلے؛ کیوں کہ زید کی حقیقی بہن خالد کی رضاعی بہن نہیں ہے؛ مگر زید کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے رضاعی بھائی خالد کی حقیقی بہن سے نکاح کرے؛(۳) کیوں کہ عصمت کی تمام اولاد زید کی رضاعی بہن بھائی بن چکی ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۶۳/۵)

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے:

سوال: زید نے زینب کا دودھ پیا تھا، آیا زید کی بہن سے زینب کے بیٹے عمرو کا نکاح کرنا جائز ہے، یا حرام؟

الجواب

هو المصوب: جائز ہے، کیوں کہ زید تو عمر کا رضائی بھائی ہے، نہ کہ اس کی بہن۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۹۷)

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح:

سوال: حمیدہ خاتون کے پاس چھ لڑکے ہیں: محمد توقیر، حفظ الرحمٰن، محمد توفیق، محمد رضوان، محمد غفران اور محمد ذیشان۔ حمیدہ خاتون نے اپنی نند ریحانہ خاتون کے لڑکے برکت اللہ کو محمد توقیر جب دودھ پی رہا تھا، اس وقت ایک دن دودھ پلایا تھا، اب حمیدہ خاتون اپنے بڑے لڑکے محمد توقیر کی شادی ریحانہ خاتون کی لڑکی سے جو برکت اللہ سے چھوٹی ہے، کرنا چاہتی ہے، یہ رشتہ جائز ہے، یا ناجائز؟ نیز یہ کہ برکت اللہ کی شادی توقیر کی کسی بہن سے ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، ماجدية)

(۲) (وتحل أخت أخيه رضاعًا) يصح إتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية، وبالمضاف إليه كان يكون لأخيه رضاعًا أخت نسبًا وبهما وهوظاهر. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعيد)

(۳) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاع مايحرم من الأولاد. (سنن ابى داؤد، كتاب النكاح، باب مايحرم من الرضاعة: ۲۸۰/۱، سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

رضاعت کے سلسلہ میں بنیادی طور پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کوئی بچہ مدت رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پیتا ہے تو وہ بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا، یا بیٹی اور وہ عورت رضاعی ماں ہوجاتی ہے اور اس عورت کی تمام اولاد دودھ پینے والے بچے کے رضاعی بھائی بہن ہوجاتی ہیں؛ اس لیے اس بچہ کی شادی (دودھ شریک بھائی بہن کا رشتہ قائم ہونے کی وجہ سے) دودھ پلانے والی عورت کی کسی بھی اولاد سے خواہ بڑی ہو، یا چھوٹی، ایک ہی شوہر سے ہو، یا دوسرے سے شرعاً حرام ہوجاتی ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِیۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوَاتُكُمۡ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾(النساء:۲۳)

اور حدیث شریف میں ہے:

”ویحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب“. (الصحیح لمسلم، کتاب الرضاع: ٤٦٧/١)

نیز فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”ویحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا حتی المرضعة لوولدت من هذا الرجل أوغیره قبل هذا الإرضاع أو بعده ... فالکل إخوة الرضیع وأخواته“. (الفتاویٰ الهندیة: ٣٤٣/١)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

”والأصل فی ذلک أن کل إثنین إجتمعا علیٰ ثدی واحد صارا أخوین أوأختین أو أخا وأختا من الرضاعة فلایجوز؛ لأحدهما أن یتزوّج بالآخر ولابولده کما فی النسب“(بدائع الصنائع: ٤/٣)

لہٰذا مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں صورت مسئولہ میں برکت اللہ نے چوں کہ محمد توقیر کی والدہ کا دودھ پیا ہے؛ اس لیے برکت اللہ کی شادی محمد توقیر کی کسی بھی بہن سے خواہ بڑی ہو، یا چھوٹی، شرعاً نہیں ہوسکتی ہے، البتہ محمد توقیر کی شادی برکت اللہ کی کسی بھی بہن سے خواہ بڑی ہو، یا چھوٹی ہوسکتی ہے، جائز ہے۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَاوَرَاءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ﴾(النساء: ٢٤)

”وتحل أخت أخیه رضاعاً کما تحل نسبا مثل الأخ لأب إذا کانت له أخت من أمّه یحل لأخیه من أبیه أن یتزوّجها، کذا فی الکافی“. (الفتاویٰ الهندیة: ٣٤٣/١)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

”ویجوز للرجل أن یتزوّج أخت أخته من الرضاع وهٰذا ظاهر“. (بدائع الصنائع: ٦/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاہد الاسلام قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۱/۴-۱۹۳)

جواز نکاح با اخت نسبیہ اخت رضاعی و برادر رضاعی:

سوال: مسماۃ ہندہ کی دولڑکیاں مسماۃ کلثوم ومسماۃ زینب ہوں اور مسماۃ راویہ کے ایک لڑکا مسمیٰ زید ہے اور مسماۃ کلثوم اور زید برادر رضاعی اس طرح پر ہوں کہ مسماۃ کلثوم نے مسماۃ راویہ کا دودھ پیا ہو تو زید کا عقد ساتھ زینب کے جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں زینب زید کی رضاعی بہن یعنی کلثوم کی نسبی بہن ہے؛ اس لیے نکاح جائز ہے۔

فی الدر المختار: وتحل أخت أخيه رضاعاً يصح إتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبی وله أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعاً أخت نسباً وبهما وهو ظاهر، آه.(۱)

۲/ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ (امداد: ۵۲/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۴۴/۲) ☆

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے مدت رضاعت میں ہندہ کی والدہ کا دودھ پیا اور ہندہ نے مدت رضاعت کے اندر زید کی والدہ کا دودھ پیا، پس زید کا ایک بھائی حقیقی عینی مسمی بہ عمرو ہے اور عمر میں زید سے چھوٹا ہے اور ہندہ کی ایک بہن مسماۃ زینب حقیقی عینی ہے، پس آیا درمیان عمرو وزینب کے نکاح درست ہے، یا نہیں، بموجب حکم شرع شریف کے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الدر المختار: وتحل أخت أخيه رضاعاً يصح إتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبی وله أخت رضاعية وبالمضاف إليه كان يكون لأخيه رضاعاً أخت نسباً وبهما وهو ظاهر، آه.(۲)

(۱-۲)　الدر المختار علی رد المحتار: ۴/ ۴۱۰، ط، الریاض، انیس

☆　**رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کا حکم:**

سوال: رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ مثلاً زید اور بکر رضاعی بھائی ہیں، زید نے بکر کی ماں کا دودھ پیا ہے، اب بکر زید کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید کی بہن اور بکر کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں، جو حرمت کا سبب بنے؛ اس لیے بکر اپنے رضاعی بھائی کی سگی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، البتہ زید بکر کی نسبی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا؛ اس لیے کہ یہ لڑکی زید کی رضاعی بہن ہے۔

قال العلامة الحصكفی: وتحل أخت أخيه رضاعا يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبی له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعا أخت نسبا وبهما وهو ظاهر. (الدر المختار علیٰ صدر المحتار: ۲۱۷/۳، كتاب الرضاع)

قال ابن نجيم تحت قول النسفی (وتحل أخت أخيه رضاعًا): يصح اتصاله بكل من المضاف والمضاف إليه وبهما كما قدمناه. (البحر الرائق: ۳۲۷/۳، كتاب الرضاع)/ ومثلهٗ فی الهندية: ۳۴۳/۱، كتاب الرضاع) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۹۷/۴)

پس چوں کہ صورت مسئولہ میں عمرو اور زینب میں علاقہ یہ ہے کہ زینب اخت نسبی ہے، ہندہ کی جو کہ اخت رضاعی ہے عمرو کی اور عمرو اخ نسبی ہے زید کا، جو کہ اخ رضاعی ہے زینب کا؛ اس لیے بنابر روایت بالا عمرو اور زینب میں باہم نکاح درست ہے۔

۲۳/ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ: ۲/۹۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۳۵)

اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے خود اپنا نکاح جائز ہے:

سوال: زید ایک ماہ کا بچہ تھا، اس وقت ہندہ اپنا دودھ گھٹی میں ملا کر اس کو پلاتی تھی، اب جب کہ زید بالغ ہے تو ہندہ کی بیٹی زینب سے زید کا، یا اس کے بھائی کا نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ھوا لموفق للصواب: زید کا ہندہ کا دودھ پینے سے ہندہ زید کی رضاعی ماں ہوئی اور اس کی بیٹی زینب رضاعی بہن ہوئی، جس طرح نسبی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بہن سے بھی نکاح جائز نہیں۔ ہاں اگر زید کے بھائی نے ہندہ کا دودھ نہیں پیا ہے تو اس کا نکاح ہندہ کی بیٹی زینب سے کرنا جائز ہے۔

درمختار میں لکھا ہے:

"وتحل أخت أخيه رضاعاً يصح إتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي وله أخت رضاعية". (۱)

بچہ پستان سے منہ لگا کر دودھ پیئے، یا نکال کر خالی دودھ پلایا جائے، دونوں صورتوں میں رضاعت کا رشتہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دودھ اگر پانی، یا دوا میں ملا کر پلائے اور دودھ پانی، یا دوا سے زائد، یا مساوی ہو تو بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، ورنہ نہیں۔ چناں چہ درمختار میں لکھا ہے:

الرضاع هو مص من ثدى آدمية وألحق بالمص الوجور في وقت مخصوص ويثبت به أمومية الرضيعة للرضيع فيحرم منه مايحرم من النسب ويحرم مخلوطا بماء أودواء إذا أغلب لبن المرأة وكذا إذا إستويا إجماعاً، انتهٰى ملخصاً. (۲) **فقط واللّٰه أعلم بالصواب**

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۲۰۱-۲۰۲)

بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح درست ہے:

سوال: حلیمہ بی کے سب سے چھوٹے بچے نے اپنی خالہ حفیظہ بی کا دودھ پیا ہے، اب کیا حلیمہ بی کے ایک اور لڑکے محمد حسین کا نکاح حفیظہ بی کی لڑکی سے ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ (منیر الحق، قبا کالونی، حیدرآباد)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ٤/٤١٠، ط، الرياض، انيس

(۲) انظر: الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ٤/٢٩١-٢٩٣، ط، الرياض، انيس

الجواب ــ

رشتہ رضاعت کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کے بچے صرف اسی بچے کے لیے حرام ہوجاتے ہیں، جس نے دودھ پیا ہو، دودھ پینے والے کے دوسرے بھائی اور بہنوں پر حرمت رضاعت کا کوئی اثر نہیں ہوگا، حفیظہ بی کے کسی بھی لڑکی سے محمد حسین کا نکاح شرعاً جائز اور درست ہے۔(۱)(کتاب الفتاویٰ:۴؍۴۶۵) ☆

نسبی بہن کی رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: ایک لڑکی کو ایک عورت نے دودھ پلایا اور اس لڑکی کے بھائی سے مرضعہ کی لڑکی کی شادی ہوئی۔ آیا یہ نکاح درست ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح مذکورہ جائز و درست ہوا ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴؍۱۹۳)

نسبی، یا رضاعی بھائی کی نسبی، یا رضاعی بہن سے نکاح:

سوال: زید کا پہلا لڑکا اور بکر کی پہلی لڑکی ان دونوں میں شرکت رضاعت کی نہ ہوئی، پھر زید کا دوسرا لڑکا اور بکر کی دوسری لڑکی پیدا ہوئی، زید کے دوسرے لڑکے نے بکر کی بیوی کا دودھ پیا۔ اب اس حالت میں زید کے پہلے لڑکے اور بکر کی پہلی لڑکی سے مناکحت جائز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور زید کے دوسرے لڑکے کا نکاح بکر کی کسی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) "ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع". (الهداية: ۲/ ۳۵۱)

☆ **نسبی بھائی کا رضاعی بہن سے نکاح کرنا:**

سوال: زید نے ہندہ کے ساتھ بچپن میں اس کی ماں کا دودھ پیا ہے، کیا ہندہ کا نکاح زید کے دوسرے بھائی کے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

حرمت رضاعت میں وہ رشتہ دار حرام ہوجاتے ہیں جس میں جزئیت ثابت ہوتی ہو۔ چوں کہ صورت مسئولہ میں ہندہ کا زید کے ساتھ جزئیت کا رشتہ ثابت ہوا ہے، اس کے بھائی بکر کے ساتھ نہیں؛ اس لیے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ جائز ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وتحل أخت أخيه رضاعًا يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲/ ۵۶۱، باب الرضاع)

قال المرغيناني: ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب. (الهداية: ۲/ ۳۳۰، كتاب الرضاع)/ ومثله في شرح الوقاية: ۲/ ۶۷، كتاب الرضاع) (فتاویٰ حقانیہ:۴؍۴۰۳)

(۲) **(وتحل أخت أخيه رضاعاً). (تنوير الأبصار علىٰ هامش رد المحتار: ۲/ ۴۰۸)**

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں زید اور بکر کے پہلے لڑکے اور لڑکی کا نکاح جائز اور درست ہے؛ کیوں کہ ان دونوں میں رضاعت نہیں ہے۔(۱) زید کے دوسرے لڑکے کا نکاح بکر کی تمام لڑکیوں سے ناجائز ہوگا۔(۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۰/۱۲/۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۳/۴) ☆

حقیقی بھائی کی رضاعی بہن کی حقیقی بہن سے نکاح صحیح ہے، یانہیں:

سوال: میرے بڑے لڑکے کی لڑکی نے میرے چھوٹے لڑکے کی عورت کا دودھ پیا۔ اب وہ لڑکی اور اس کا دوسرا لڑکا دونوں بھائی بہن ہوگئے۔ اب بڑے لڑکے کے دوسرے لڑکے لڑکی جنہوں نے چھوٹے لڑکے کی عورت کا دودھ نہیں پیا تو ان لڑکے لڑکی کا نکاح چھوٹے لڑکے کی دوسری اولاد کے ساتھ ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں بڑے لڑکے کی اولاد جنہوں نے چھوٹے لڑکے کی عورت کا دودھ نہیں پیا، چھوٹے لڑکے دوسری اولاد کے ساتھ ان کا نکاح درست ہے۔(۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۔۔۔۔۔)

(۱) (وتحل أخت أخيه رضاعاً) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبى له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعاً أخت نسبا و بهما وهوظاهر. (تنوير الابصارمع الدر المختارعلى هامش ردالمحتار: ٤٠٨/٢)

(۲) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾(النساء: ٢٣)

☆ **اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انور حسین شاہ ومزمل حسین شاہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، شاہدہ بیگم نے اپنی بیٹی زرین اور مزمل حسین کو ایامِ رضاعت میں دودھ پلایا تھا، اب شاہدہ بیگم اپنی بیٹی رزین کی شادی انور حسین موصوف کے ساتھ کرنے جارہی ہے، ایک ملاجی نے اُس کو جائز کہا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

انور حسین شاہ اپنے بھائی مزمل حسین شاہ کی رضاعی بہن زرین سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، یہاں حرمتِ رضاعت صرف مزمل حسین شاہ تک محدود ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۲/۲، ۱۱۴، بہشتی زیور: ۱۹/۴، امدادالاحکام: ۱۱۵/۴)

ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع. (الهداية: ٣٥١/٢)

وتحل أخت أخيه رضاعاً. (الدرالمختار على هامش الرد المحتار: ٤١٠/٤، زكريا، الفتاوىٰ الهندية: ٣٤٣/١، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱/۱۴۲۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۶۹/۸-۲۷۰)

(۳) وتحل أخت أخيه رضاعاً كما تحل نسباً، الخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الرضاع: ٣٤٣/١)

الجمع بين امرأة وبنت زوجها. (تنويرالأبصارمع الدرالمختاروالشامي: ١٩٣/٢، فصل فى المحرمات)

خالد کے جس بھائی نے پھوپھی کا دودھ نہیں پیا ہے، اس کا نکاح پھوپھی کی لڑکی سے ہوسکتا ہے:

سوال: زید و ہندہ بہن بھائی حقیقی ہیں، مسماۃ ہندہ نے اپنے لڑکے بکر کے ساتھ زید کے لڑکے خالد کو دودھ پلایا، خالد کے دو تین بہنیں ہیں، اب بکر کا نکاح خالد کی بہن کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بکر کا نکاح خالد کی بہن کے ساتھ، جس نے ہندہ کا دودھ نہیں پیا درست ہے۔

کما فی الدر المختار: "وتحل أخت أخيه رضاعاً". (۱)

البتہ خالد کا نکاح ہندہ کی کسی دختر سے نہیں ہوسکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۳۷)

دودھ پینے والے بھائی کی بہن سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے، نکاح جائز ہے:

سوال: ہندہ اور سلمٰی دو حقیقی بہنیں ہیں، سلمٰی کے تین بیٹے ہیں: دو بڑے، ایک چھوٹا، ہندہ کے دو لڑکیاں ہیں: ایک بڑی، ایک چھوٹی۔ سلمٰی نے ہندہ کی چھوٹی لڑکی کو دودھ پلایا اور ہندہ نے سلمٰی کے چھوٹے لڑکے کو اپنا دودھ پلایا تو اس حالت میں ہندہ کی چھوٹی لڑکی سلمٰی کے چھوٹے لڑکے رضاعی بہن ہوئی، آیا سلمٰی کے دو سابق بڑے لڑکوں میں سے کسی ایک کا نکاح ہندہ کی سابق بڑی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ قاعدہ ہے کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے بھائی بہن رضاعی ہوجاتے ہیں، کما فی ہذا الشعر:

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند، الخ

پس جب کہ ہندہ کے چھوٹی لڑکی نے سلمٰی کا دودھ پیا تو سلمٰی کی تمام اولاد یعنی تینوں بیٹے اس دختر ہندہ کے بھائی رضاعی ہوگئے اور چوں کہ سلمٰی کے چھوٹے پسر نے ہندہ کا دودھ پیا تو ہندہ کی دونوں دختر اس پسر خورد ہندہ کی بہنیں رضاعی ہوئی، لہٰذا ہندہ کی دختر خورد کا سلمٰی کے کسی پسر سے نکاح درست نہیں ہے اور سلمٰی کے پسر خورد نکاح ہندہ کی کسی دختر سے صحیح نہیں ہے؛ لیکن سلمٰی کے دو سابق لڑکے ہندہ کی بڑی دختر کے بھائی رضاعی نہیں ہیں، ان دونوں لڑکوں میں سے کسی ایک کا نکاح ہندہ کی بڑی دختر سے درست ہے۔

کما فی الدر المختار: "وتحل أخت فيه رضاعاً". (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۳۷-۴۳۸)

جواز نکاح با دختر رضاعی منکوحہ پدر:

سوال: کیا حکم صادر فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد وفات زوجہ اولیٰ

(۱،۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵۶۱، ظفیر

کے اپنا دوسرا عقد ہندہ کے ہمراہ کیا اور زید کے زوجہ اولیٰ سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ کی ایک چھوٹی بہن ہے، جس کو اس نے زید کے نکاح میں آنے کے قبل دودھ پلایا، پس اس صورت میں اگر پسر زید کا عقد ہندہ کی بہن کے ہمراہ کردیا جاوے تو جائز ہوگا، یا نہیں؟ نیز اس وقت عرصہ اس رضاعت کو قریب تیرہ سال کے گزرا ہے، پس صورت مسئولہ میں عقد مذکور جائز ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دودھ چوں کہ زید کا نہیں، لہٰذا ہندہ کی اس بہن کا کوئی رشتہ رضاعت کا پسر زید کے ساتھ نہیں؛ اس لیے ان دونوں میں مناکحت حلال ہے۔

۲۸/ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ (تتمہ خامسہ، ص:۱۷۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۳۳۹/۲)

جب زید کی ساس نے اس کی بچی کو دودھ پلایا تو کیا بیوی کے مرنے کے بعد زید کی شادی سالی درست ہوگی:

سوال: زید کی زوجہ ہندہ نے انتقال کیا اور زید مذکور سے اس نے ایک لڑکی شیرخوار چھوڑی، ہندہ کی ماں نے اس لڑکی کو اپنا دودھ پلایا، اب زید مذکور اپنی حقیقی سالی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ یہ ہندہ کی رضاعی بہن تو نہ ہوگی، جس زمانہ میں نانی نے نواسی کو دودھ پلایا تھا، زید کی سالی ڈھائی برس سے زیادہ عمر کی تھی؟

الجواب

ہندہ کی لڑکی کو جب کہ ہندہ کی ماں نے بحالت شیرخوارگی دودھ پلایا تو وہ لڑکی ہندہ کی ماں کی رضاعی بیٹی ہوگی اور زید کی سالی کی بہن رضاعی ہوئی تو زید کی دختر کی بھی بہن رضاعی ہوئی، پس اس صورت میں نکاح زید کا اس سالی سے درست ہے۔ (کما فی الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴۳۸/۸)

چھوٹے لڑکے نے دودھ پیا، تو کیا اس کے بھائی کی اولاد سے دودھ پلانے والی کے لڑکے کی شادی جائز ہے:

سوال: میری والدہ نے میرے ماموں کے چھوٹے لڑکے کو دودھ پلایا تھا، اس وقت ماموں کے بڑے لڑکے کی بیٹی بیوہ ہے، اس سے میرا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ماموں کا چھوٹا لڑکا جس نے تمہاری والدہ کا دودھ پیا تھا، وہ تو تمہارا رضاعی بھائی ہوگیا، اس کی اولاد تم پر حرام ہے؛ لیکن

(۱) وقس علیه أخت إبنه وبنته ... هولاء من الرضاع حلال للرجال. (الدر المختار) بأن تقول: إنما حرمت علیه أخت إبنه وبنته نسباً لکونها بنته أو بنت إمرأته وهذه المعنی مفقود فی الرضاع. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۹/۲، ظفیر)

ماموں کا بڑا لڑکا جس نے دودھ نہیں پیا، اس کی لڑکی سے تمہارا نکاح درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۴۳۹)

رضاعت سے متعلق چند مسائل:

سوال: ہندہ وزینب ہر دو حقیقی بہنیں ہیں، ہندہ کے ساتھ زید نے اور زینب کے ساتھ بکر نے عقد کیا، جو دونوں حقیقی ساڑھو ہوئے، ہندہ کے بطن سے دولڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور زینب کے بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، بعدہ زینب زوجۂ بکر نے انتقال کیا، بعد انتقال زینب، ہندہ کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ زینب کی چھوٹی لڑکی نے ہندہ کا دودھ پیا۔

(۱) اب بکر ہندہ کی بڑی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) ہندہ کی دوسری لڑکی (منجھلی لڑکی) کے ساتھ بکر کے لڑکے کا عقد ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(۳) زینب مرحومہ کی چھوٹی لڑکی نے ہندہ کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ ہندہ کا دودھ پیا ہے؛ اس لیے اب انہیں دونوں سے رضاعی بہن کا تعلق ہوگا، یا ماقبل کے لڑکے ولڑکیاں بھی رضاعی بہن میں داخل ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زینب کے جس لڑکے نے ہندہ کا دودھ پیا ہے، وہ لڑکا ہندہ اور ہندہ کے شوہر کا رضاعی بیٹا ہوا، زینب کی بقیہ اولاد پر اس رضاعت کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(۱) ہندہ کی بڑی لڑکی سے بکر کا نکاح ہوسکتا ہے۔(۲)

(۲) ہندہ کی منجھلی لڑکی سے بکر کے لڑکے کا عقد ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ دونوں میں رضاعت کا تعلق نہیں ہے۔

(۳) زینب کی جس لڑکی نے ہندہ کا دودھ پیا ہے، وہ ہندہ کی کل اولاد کی رضاعی بہن ہے، چاہے وہ رضاعت کے قبل کے ہوں، یا بعد کے؛ اس لیے اس لڑکی سے ہندہ کی کسی اولاد سے زوجیت کا تعلق جائز نہیں ہے۔(۳) بقیہ زینت کی دوسری اولاد سے ہندہ کی کل اولاد کے مابین زوجیت کا تعلق ہوسکتا ہے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۷/۴/۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۱۹۸-۱۹۹)

صورت مسئولہ میں کیا حکم ہے:

سوال: محمد کی لڑکی نے حالت رضاع میں محمد کے چچا کی زوجہ کا دودھ پیا ساتھ چچا زاد بھائی کے؛ یعنی محمد کا چچا زاد بھائی علی محمد اور محمد کی لڑکی مسماۃ بختاور دونوں نے چچا کی زوجہ کا جو کہ علی محمد کی والدہ ہے، دودھ پیا، جس کا نام راجن

(۱) اس لیے کہ اس سے رضاعت کا رشتہ قائم نہیں ہوا، ویثبت به ... وإن قل ... أمومية المرضعة للرضيع ويثبت أبوة زوج مرضعة. (رد المحتار، باب الرضاع: ٤/٥٥٦-٥٥٧، ظفير)

(۲) اس لیے کہ ان دونوں کے درمیان حرمت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

(۳) يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا. (الفتاوى الهندية: ١/٣٤٣)

(۴) (وتحل أخت أخيه رضاعا). (تنوير الابصار: ٢/٤٠٨)

ہے، اتفاق سے میاں محمد نے راجن سے جو چچا کی زوجہ تھی، نکاح کرلیا، جس کی وجہ سے میاں محمد مسماۃ بختاور اور علی محمد کا باپ ہوتا، آیا علی محمد کا نکاح بختاور کی چھوٹی بہن سے جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

علی محمد کا نکاح بختاور کی چھوٹی بہن سے جو محمد کی زوجہ سابقہ سے ہو، صحیح ہے۔

لقول الفقهاء: وتحل أخت أخيه رضاعا و كذا أخت أخته. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۴۰)

رضاعی برادرزادی سے اس کے بھائی کا نکاح جائز ہے:

سوال: زید کی رضاعی برادرزادی زید کے نسبی بھائی کے نکاح میں آسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

زید کی رضاعی برادرزادی زید کے بھائی کے لیے حلال ہے۔

كما في الدر المختار: (وتحل أخت أخيه رضاعاً) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي و له أخت رضاعية. (۲)

پس معلوم ہوا کہ جب نسبی بھائی کی بہن رضاعی حلال ہے، تو بھتیجی رضاعی بھی حلال ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۱۶-۴۱۷)

سوتیلے بھائی کو دودھ پلایا تو کیا اس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کی شادی کرسکتی ہے:

سوال (۱) ہندہ نے اپنے سوتیلے بھائی خالد کو مدت رضاعت کے اندر دودھ پلایا، ہندہ کے زید پیدا ہوا اور خالد کے دختر زینب تولد ہوئی، زید کا نکاح زینب سے درست ہے، یانہیں؟

ناواقفیت میں عقد ہوجائے تو کیا حکم ہے:

(۲) صورت مذکورہ میں اگر بوجہ ناواقفی عقد ہوجاوے تو کیا حکم ہے، تفریق کی ضرورت ہے، یا خود جدا ہوسکتے ہیں؟

صورت مذکورہ میں خلوت کے بعد تفریق ہو تو کیا حکم ہے:

(۳) صورت مذکورہ میں اگر دخول اور خلوت کے بعد تفریق ہو تو شوہر کے ذمہ کیا واجب ہے؟

خلوت سے پہلے تفریق ہو تو:

(۴) اگر قبل دخول وخلوت تفریق ہوجائے تو عورت پر عدت ہے، یانہیں؟ برتقدیر اول شہود سے عدت ہوگی، یا اقرار سے؟

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/ ۵٦١، ظفير)

(۲) الدر المختار، باب الرضاع: ۵٦١/۲، ظفير

ان نکاح میں جو بچہ ہوا، اس کے نسب کا کیا حکم ہے:

(۵) اگر عقد مذکور کے بعد زوج نے دخول کیا اور علوق ہو گیا تو ثابت النسب ہوگا، یا ولد الزنا۔

(۶) حرمت رضاعت کی کوئی ایسی علت جامعہ بیان فرمائے کہ جہاں اس کا وجود ہو، حرمت متحقق ہو جائے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) نکاح زید کا ساتھ زینب کے شرعاً حرام ہیا ور شعر مشہور ''از جانب شیر دہ، الخ'' سے حرمت نکاح مذکور ثابت ہے اور حدیث ''**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب**'' (۱) سے بھی حرمت نکاح مذکور کی ثابت ہے اور درمختار میں ہے:

''**ولا حل بین الرضیعة وولدمرضعتها أی التی أرضعتها وولد ولدها؛لأنه ولد الأخ**''. (۲)

(۲) تفریق ضروری ہے اور متارکت کر دینا کافی ہے، شوہر اس کو علاحدہ کر دے، اسی سے تفریق ہو جاوے گی۔

(۳) بصورت دخول وخلوت مہر مثل لازم ہے اور بصورت عدم دخول وخلوت کے کچھ لازم نہیں ہے۔

(۴) قبل الدخول تفریق میں عدت لازم نہیں اور بعد دخول عدت لازم ہے اور عدت حائضہ کے لیے تین حیض ہیں۔

(۵) نسب ثابت ہوگا۔ (کذا فی الشامی)

(۶) حدیث مذکور ''**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب**''. (۳) اور شعر فارسی معروف در بارہ حرمت رضاعت قاعدہ کلیہ اور علت جامعہ ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۲۴/۷-۴۲۵)

رضاعی بہن کی نسبی بہن اور ماں سے نکاح:

سوال: رضاعی بھائی کے بڑے، یا چھوٹے بھائی سے اس رضاعی بھائی کی بہن، یا ماں سے شادی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

رضاعی بہن کی نسبی بہن سے اور ماں سے شادی جائز ہے، جب کہ وہ اس کی خود کی رضاعی، یا نسبی بہن، یا ماں نہ ہو۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۲/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۲/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۱/۱۱)

(۱،۳) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۵۷/۲، ظفیر/ جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴٤٦، انیس

(۲) الدرالمختار: ۵٦۱/۲، ظفیر

(۴) ''ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع، لأنه یجوز أن یتزوج بأخت أخیه من النسب''. (الهدایة، کتاب الرضاع: ۳۵۱/۲، مکتبة شرکة علمیة، ملتان)

شامی اور موطأ کی عبارت میں غور:

سوال: آپ نے ایک مسئلہ کا جواب ''وتحل أخت أخيه رضاعاً'' فرمایا تھا؛ مگر موطأ الإمام محمد، باب الرضاع (ص: ۲۷۹) کی یہ عبارت مخالف ہے، تطبیق کی کیا صورت ہے؟ فالأخ من الرضاع من الأب تحرم عليه أخته من الرضاعة من الأب وإن كانت الأمان مختلفان.

الجواب

بندہ نے ''وتحل أخت أخيه رضاعاً'' لکھا ہوگا، (۱) اور اس کی صورتیں شامی نے لکھ دی ہیں، اس کو ملاحظہ کیا جاوے۔ (۲) موطأ امام محمد کی صورت اس کی مخالف نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۴۳۴)

زید کا دادا اس کی رضاعی ماں سے نکاح کرسکتا ہے:

سوال: زید نے ہندہ کا دودھ پیا، اب زید کا دادا ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں زید کے دادا کو ہندہ سے نکاح کرنا جائز ہے، ہندہ زید کی مادر رضاعی ہے؛ لیکن زید کے باپ اور دادا کو اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

كما في الشامي: ''يحل لها أبو أخيها وأخو إبنها وجد إبنها''. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۴۳۸)

رضاعی بیٹی کا مرضعہ کے سابقہ خاوند سے نکاح جائز ہے:

سوال: ایک بچی نے کسی عورت مثلاً ہندہ کا بچپن میں دودھ پیا ہے، ظاہر ہے کہ اس بچی کا نکاح ہندہ کے موجودہ شوہر سے (جس کی وجہ سے اسے یہ دودھ آیا) تو جائز نہیں؛ لیکن کیا یہ لڑکی ہندہ کے سابقہ شوہر کے لیے بھی حرام ہے، یا نہیں؟

الجواب

رضیعہ (بچی) پر مرضعہ کا وہ شوہر حرام ہے، جس کی وجہ سے اسے موجودہ دودھ آیا ہو، یہ شخص اب اس بچی کا رضاعی باپ ہے، اس کے علاوہ اگر ہندہ کا کوئی سابقہ خاوند ہو اور اس کے ساتھ اس بچی کا کوئی رشتہ نہیں، جو سبب حرمت کا بنے؛ اس لیے ان دونوں کا نکاح صحیح ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦١، ظفير

(۲) اس عبارت کے بعد درمختار میں ہے: كأن يكون له أخ نسبي وله أخت رضاعية وكأن يكون لأخيه رضاعاً أخت نسباً وبهما وهو ظاهر. (الدر المختار) / (قوله: وهو ظاهر) كأن يكون له أخ رضاعي رضع مع بنت من إمرأة أخرىٰ. (رد المحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦١، ظفير)

(۳) ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/۵٦٠، ظفير

قال العلامة المرغيناني: لبن الفحل يتعلق به التحريم وهو أن ترضع المرأة صبيّة فتحرم هٰذه الصبية علٰى زوجها، وعلٰى آبائه، وابنائه، ويصير الزوج الذى نزل لها منه اللبن أباً للمرضعة. (الهداية: ۳۳۰/۲، كتاب الرضاع)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۴۰۲/۴)

زید کی لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے جس نے اس کی اس دوسری بیوی کا دودھ پیا، جس سے اس کو کوئی اولاد نہیں ہوئی:

سوال: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، ہندہ سے ایک لڑکی خالدہ پیدا ہوئی، اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، بعدہ زید نے دوسری شادی نور عائشہ سے کی اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، البتہ نور عائشہ کو دودھ اُتر آیا اور اس دودھ کو ایک اجنبی شخص بکر کے لڑکے حامد نے مدت رضاعت میں پی لیا تو ایسی صورت میں حامد کا نکاح ہندہ کی لڑکی خالدہ سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ نور عائشہ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی اور اس کے دودھ کو حامد نے مدت رضاعت میں پی لیا تو ایسی صورت میں رضاعت صرف نور عائشہ سے ثابت ہوئی، نور عائشہ کے شوہر زید سے نہیں، لہٰذا بکر کا نکاح ہندہ کی لڑکی خالدہ سے ہوسکتا ہے، شرعاً جائز ودرست ہے؛ اس لیے کہ ان دونوں کے درمیان رضاعت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

"رجل تزوّج امرأة ولم تلد منه قط ثم نزل لها لبن فأرضعت صبيا كان الرضاع من المرأة دون زوجها حتى لايحرم على الصبى أولاد هذا الرجل من غير هذه المرأة". (الفتاویٰ الهندية: ۳٤۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۴/۴-۲۰۵)

زنا سے پیدا شدہ دودھ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: زید کی دو بیویاں ہیں ایک منکوحہ اور دوسری غیر منکوحہ یعنی یونہی ڈال رکھی ہوئی۔ عمرو نے اس دوسری غیر منکوحہ کا دودھ پیا ہے۔ اب عمرو زید کی دوسری منکوحہ بی بی کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

غیر منکوحہ عورت کا دودھ اگر چہ وطی زانی سے پیدا ہوا ہے؛ لیکن زنا سے پیدا شدہ دودھ رضیعہ کو خود زانی پر بھی حرام نہیں کرتا، نہ اس کی اولاد پر، پس عمرو جو زنا کے دودھ کا رضیع ہے، اس پر زانی کی اولاد جو دوسری بیوی سے ہے، حرام نہ ہوگی اور عمرو کا نکاح اس سے جائز ہے۔

---

(۱) **قال العلامة ابن نجيم المصرى: (زوج مرضعة لبنها منه ابّ للرضيع) بيان لأن لبن الفعل يتعلق به التحريم لعموم الحديث المشهور وإذا ثبت كونه أباله لايحل لكل منهما موطؤة الآخر.** (البحر الرائق: ۲۲٦/۳، كتاب الرضاع)/ومثلهٗ فى الهندية: ۳٤۳/۱، كتاب الرضاع

وحاصله أن في حرمة الرضيعة بلبن الزنا على الزاني وكذا علىٰ أصوله وفروعه روايتين وإن الأوجه رواية عدم الحرمة. (الدر المختار) (۱) (کفایت المفتی: ۱۶۲/۵)

ولدالحرام کی ماں کا دودھ کسی بچے کو پلانا جائز نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۱ء)

سوال: کسی والدالحرام بچے کی ماں کا دودھ دوسرے بچے کو پلوانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی عورت کا دودھ پلوانا جس نے حرام کا بچہ جنا ہو، ناجائز نہیں ہے، (۲) اور اس دودھ کے پلانے سے وہ عورت بچہ کی رضاعی ماں ہوجائے گی۔ اگر چہ بہتر یہ ہے کہ بچہ کو ایسی عورت کا دودھ پلایا جائے، جو اخلاق (چال چلن) اور نسب کے اعتبار سے بہتر ہو۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۷۴/۵)

شوہر والی زانیہ کے رضاعی بیٹے سے زانی کی پوتی کی شادی درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ہندہ شوہر دار سے زنا کیا، ہندہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کی بابت ہندہ نے اعتراف کیا کہ یہ زید کی لڑکی ہے، اسی دفعہ کا دودھ ہندہ نے زید کے حقیقی بھائی بکر کے نواسہ خالد کو پلایا، اس صورت میں عائشہ کا نکاح جو زید کی پوتی ہے اور بکر کی نواسی اور خالد کی خالہ زاد بہن ہے، خالد کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے: ''الولد للفراش وللعاهر الحجر''. (۳)

لہٰذا عورت متزوجہ شوہر دار کی جو اولاد ہوگی، وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگی اور عورت کے یہ کہہ دینے سے کہ یہ لڑکی زید کی ہے، نسب اس کا شوہر ہندہ سے منتفی نہیں ہوا، پس زید سے نسب اس لڑکی کا ثابت نہیں ہے اور زید خالد کا باپ رضاعی نہیں ہے، لہٰذا خالد کا نکاح مسماۃ عائشہ زید کی پوتی سے درست ہے کہ ان میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں ہے؛ کیوں کہ لبن زنا سے اولاً حرمت رضاعت مختلف فیہا ہے اور شامی نے کہا کہ زنا وجہ عدم حرمت ہے اور ثانیاً جب کہ ہندہ کی دختر کا نسب شوہر ہندہ سے شرعاً ثابت ہے تو لبن زنا ہونا بھی متحقق نہ ہوا۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۳۹/۸-۴۴۰)

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۲۰/۳، سعيد

(۲) ولبن الزاني كالحلال، فإذا أرضعت به بنتاً حرمت على الزاني وآبائه وابنائه وإن سفلوا. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۲۱/۳، سعيد)

(۳) مشكاة المصابيح، باب اللعان، ص: ۲۸۷

(۴) والوطء بشبهة كالحلال، قيل: وكذا الزنا والأوجه لا، فتح. (الدر المختار)　==

رضیعہ مزنیہ سے نکاح حرام ہے:

سوال: زید نے ہندہ سے بعید مدت گزری ہے کہیں زنا کیا تھا۔ اب ہندہ کو اپنے مرد سے جو دودھ اُترا ہے اپنی سوت؛ یعنی اپنے مرد کی دوسری بیوی کی بیٹی فاطمہ کو مدت رضاع میں دودھ پلایا ہے، اب زید کو فاطمہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ ہے، جو کہ زید کی مزنیہ کی رضاعی بیٹی ہے، یہ نکاح صحیح ہوگا، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــ من بعض العلماء

یہ نکاح صحیح ہوگا۔

رد المحتار، باب الرضاع، تحت قول الدر المختار: قیل: وكذا الزنا والأوجه لا، فتح.

بعد چند سطور ''لا، فتح'' بعد چند سطور کے ہے:

وذكر الوبري (إلى قوله ردالمحتار) قلت: وذكر في شرح المنية أنه لايعدل من الدراية إذا وافقتها رواية وقد علمت أن الوجه مع رواية عدم التحريم. (۱)

سوال تتمہ خامسہ امداد الفتاوی جدید، مطبوعہ سطر: ۹، اول:

سوال: زید کو ایک ایسی عورت سے ناجائز تعلق ہوگیا، جس نے زید کی زوجہ کو دودھ پلایا تھا؛ یعنی زید کو اپنی زوجہ کی رضاعی ماں سے زنا کا تعلق ہوگیا، آیا زید کی زوجہ زید پر حلال رہی، یا حرام ہوگئی؟ خلاصہ سوال یہ ہے: حرمت مصاہرت مزنیہ کے اصول وفروع رضاعیہ کی طرف متعدی ہوگی، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــ

في الدر المختار، في بيان المحرمات: حرم الكل مما مر تحريمه إلىٰ آخره.

في رد المحتار: (تنبيه) مقتضى قوله والكل رضاعاً مع قوله سابقاً إلىٰ آخر. (۲/٤٥٦-٤٥٧)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں زید کی بی بی زید پر حرام ہوگئی۔

اب براہ نوازش جس روایت کو ترجیح فرمایا جاوے، اس کو مستند بحوالجات کتب فرماویں اور بر تقدیر روایت عدم تحریم کے، اب چوں کہ زید نے رضیعہ مذکورہ سے نکاح کرلیا ہے، طلاق کی ضرورت ہے، یا ویسے ہی تفریق اور عزم ترک کیا جاوے اور نصف مہر طلاق قبل دخول کی صورت میں واجب ہو، یا نہ؟

== وذلک حيث قال ولبن الزنا كالحلال فإذا أرضعت به بنتا حرمت على الزاني وآباءه وأبناءه وإن سفلوا وفي التجنيس عن الجرجاني ويعم الزاني التزوج بها كالمولودة من الزاني؛ لأنه لم يثبت نسبها من الزاني. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲/٥٦٥-٥٦٦، ظفير)

(۱) رد المحتار: ٤/٤١٦-٤١٧، ط: الرياض، انيس

الجواب ـــــــــــــــــــــ من جامع امداد الاحکام

صورت مسئولہ میں روایت تحریم کو ترجیح ہے؛ کیوں کہ اصول مذہب کے موافق رہی ہے؛ کیوں کہ مرضعہ کی رضعیہ مزنیہ کی بیٹی ہے، وھو ظاھر اور عورت موطوءہ کی بیٹی واطی پر حرام ہے، پس رضیعہ مزنیہ پر حرام ہے۔

قال فی البدائع: وکذا یحرم بالوطء أم الموطوءة وبنتها من الرضاع سواء کان الوطء حلالا بأن کان بملک الیمین أوبنکاح فاسد أوشبهة نکاح أوکان زناً والأصل أنه یحرم بسبب الرضاع مایحرم بسبب النسب وسبب المصاهرة، آه. (۲۶۲/۲) ومثله فی المجلد الرابع، ص: ٤)

اور صاحب فتح القدیر نے عدم تحریم کی روایت کی ترجیح کی، جو وجہ بیان کی ہے اور صاحب ردالمحتار نے جو اس کی تقریر کی ہے، اس کا جواب صاحب تحریر مختار نے بہت اچھا دیا ہے، جو آگے مذکور ہوگا اور صاحب بدائع نے اس مسئلہ میں صرف تحریم ہی کو بیان کیا ہے، عدم تحریم کی کوئی روایت نہیں بیان کی، پس قہستانی نے جو اس مسئلہ میں دو روایتیں بیان کی ہیں۔

ونصه: لوزنی بإمرأة فولدت وأرضعت صبیة جازله أن یتزوجها کما فی شرح الطحاوی ولکن فی الخلاصة: أنه لایجوزوقد مرأن فیه روایتیں، آه. (حاشیة البحر لابن عابدین: ۲۲۶/۳)

یہ دو روایتیں مذہب میں نہیں؛ بلکہ دوسرے ائمہ کے اقوال کو خلط کر کے صاحب مذہب کی روایت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، ورنہ صاحب بدائع وغیرہ اس سے ضرور تعرض کرتے اور صاحب بحر نے تصریح کی ہے کہ رضیعہ مزنیہ کے لیے اتفاقا حرام ہے۔

ونصه: وأشاربذکر الزوج إلی أن لبن الزنا لیس کالحلال حتٰی لو ولدت من الزنا وأرضعت به صبیة یجوزلأصول الزانی وفروعه التزوج بها ولا تثبت الحرمة إلا من جانب الأم خاصة [إلٰی أن قال] وإنما قید نا محل الخلاف بأصول الزانی وفروعه لأنها لا تحل للزانی اتفاقاً لأنها بنت المزنی بها وقد منا أن فروع المزنی بها من الرضاع حرام علی الزانی ولذا قال فی الخلاصة بعد ما ذکر حرمتها علی الزانی وکذا لو لم تحبل من الزنا و أرضعت لابلبن الزنا فإنها تحرم علی الزانی کما تحرم بنتهامن النسب علیه، آه. (۱)

اور صاحب فتح القدیر کے کلام کو صاحب بحر نے تو اصول وفروع زانی پر محمول کیا ہے کہ وہ رضیعہ مزنیہ کو اصول وفروع زانی کے لیے بھی اس کو جائز کہہ دیا ہے؛ مگر یہ اصول مذہب کے بالکل خلاف ہے، جو ہرگز قابل اعتماد واعتبار نہیں ہے، چناں چہ صاحب تحریر مختار نے علامہ شامی کے اس کلام کو اس طرح رد کیا ہے۔

(قوله: یخالف المسطور فی الکتب، إلخ): قد یقال أن عدم تحریم المرضعة بلبن غیر الزوج لعدم دخوله بالزوجة إذ هو المحرم للبنات وإثبات الحرمة علی الزانی فی مسئلة الخلاص

---

(۱)　البحر الرائق: ۳۹٤/۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

لتحقق أمومية الزانية للرضيعة بإرضاعها لبنها فتحقق أنها بنتها والزاني قد دخل بها فيحرم عليه فرعها الرضاعي كالنسبي فإثبات الحرمة في مسئلة الخلاصة؛لأن الرضيعه بعضه بواسطة اللبن حتىٰ يقال:أنه ليس من منيه بل هٰذه الرضيعة تحقق أنها بنت موطوءته فتحرم عليه بوطء أمها الرضاعية كما تحرم عليه بنتها النسبية فما هومسطورفي الكتب المشهورة لايخالف ما في الخلاصة مع ظهور وجه ما فيها فإن الرضيعة وإن لم تنسب للزاني؛لأن اللبن ليس من منيه تنسب للام بواسطة اللبن المنسوب إلها وقد دخل بها،آه.(۲۱۱/۱)(۱)

اورجن لوگوں کورضیعہ مزنیہ کے زانی کے لیے حلال ہونے کا وہم ہوا ہے،ان کے وہم کا منشا وامر ہیں،ایک یہ کہ رضیعہ مزنیہ کا تعلق نسب صرف مزنیہ بہا سے ہے،نہ زانی سے،الخ؛مگراس علت کا حاصل یہ ہوگا کہ جہاں سبب حرمت تعلق نسب ہو،وہاں اس رضاع سے تحریم نہ ہوگی،مثلاً اصول وفروع زانی کے لیے یہ رضیعہ حلال ہوگی؛مگرزانی کے حق میں ثبوت حرمت کے لیے ثبوت نسب من الزانی ضروری نہیں؛ بلکہ بنت الموطوءہ ہوا کافی ہےاوررضیعۃ المزنیہ کا بنت موطوءۃ الزانی ہونا متحقق ہے۔

دوسرا منشاوہم یہ ہوا کہ کتب مذہب میں یہ مسئلہ مسطور ومشہور ہے کہ مرضعہ بلبن غیرالزوج پرحرام نہیں۔علامہ شامی نے اس کومطلق سمجھ کرکلام صاحب خلاصہ کواس کے خلاف سمجھ لیا؛ حالاں کہ یہ مسئلہ اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ زوج نے مرضع (بکسر الضاد) سے دخول نہ کیا ہوااور دخول کے بعد مرضعہ بلبن غیرالزوج زوج کے لیے حرام ہے،اس کو کتب مشہورہ میں حلال نہیں کہا گیا،فافہم وکن من الشکرین اور جونکاح رضیعہ مزنیہ سے کیا گیا ہے،وہ نکاح فاسد ہے اورنکاح فاسد مین قبل الدخول مہرواجب نہیں ہوتا،نہ نصف نہ کل اور بعدالدخول کے مہرمثل واجب ہوتا ہے،صرح بہ فی الدرفی باب المہر واللہ تعالیٰ اعلم اورصورت مسئولہ میں متارکت بھی کافی ہے،طلاق کی حاجت نہیں۔فقط

۲۲/ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ (امدادالاحکام:۲۴۵/۳)

تعدیۃً حرمت مصاہرت مزنیہ بجانب اصول وفروع رضاعیہ:

سوال: زید کا ایک عورت سے ناجائز تعلق ہوگیا،جس نے زید کی زوجہ کو دودھ پلایا تھا؛یعنی زید کواپنی زوجہ کی رضاعی ماں سے زنا کا تعلق ہوگیا،آیا زید کی زوجہ زید پرحلال رہی،یا حرام ہوگئی؟ خلاصہ سوال یہ کہ حرمت مصاہرۃ مزنیہ کے اصول وفروع رضاعیہ کی طرف متعدی ہوگی،یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار،بیان المحرمات:وحرم الکل ممامرتحریمه نسباًومصاهرة رضاعاً.(۲)

(۱) تقریرات الرافعی علی ردالمحتار: ۲۸۲/۱-۲۸۳،انیس

(۲) الدرالمختار: ۱۰۱/٤،ط:الریاض،انیس

فی ردالمحتار: (تنبیه) مقتضی قوله والكل رضاعاً مع قوله سابقاً ولو من زنا حرمة المزنية وأصلها رضاعاً وفی القهستانی عن شرح الطحاوی: عدم الحرمة، ثم قال: لكن فی النظم وغيره أنه يحرم كل من الزانی والمزنية علٰی أصل الآخر وفرعه رضاعاً، آه. (۲/۴۵۵-٤٥٦)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں زید کی بی بی زید پر حرام ہوگئی۔

۱۳/ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ (تتمہ: ۹/۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۲۶)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے محمودہ سے جو زاہدہ کی دودھ پلائی ہے، مباشرت بیجا کی اور اب زید زاہدہ سے عقد کرنا چاہتا ہے تو عقد جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کیا قول ہے؟

الجواب

فی رد المحتار تحت قول الدرالمختار (و)حرم (الكل) مما مر تحريمة نسباًو مصاهرة (رضاعاً): تنبيه: مقتضٰی قوله والكل رضاعاً مع قوله سابقاً ولو من زنا، حرمة فرع المزنية وأصلها رضاعاً، آه. (۲/٤٥٦-٤٥٧)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ زید کا زاہدہ سے عقد جائز نہیں۔(۱)

یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۲۰۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۱۶)

رضیعۂ مزنیہ زانی پر حرام ہے:

سوال: مزنیہ کی رضیعہ زانی کے لیے حرام ہے، یا حرام؟ شامیہ میں محرمات کے بیان میں حرام لکھا ہے اور کتاب الرضاع میں حلت کو ترجیح دی ہے، صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

شامیہ، کتاب الرضاع میں فتح القدیر سے ترجیح حلت کی جو تقریر منقول ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لبن زانی موجب حرمت نہیں؛ یعنی رضیعہ بلبن الزانی اس کی بنت رضاعیہ نہیں، پس اس میں لبن الفحل والی حرمت نہیں، اس سے مطلق حرمت کی نفی ثابت نہیں ہوتی؛ بلکہ یہاں حرمت کا دوسرا سبب موجود ہے، وہ یہ کہ مزنیہ کی بنت رضاعیہ زانی کے حق میں بمنزلہ اس ربیبہ کے ہے، جو کی ماں مدخول بہا ہے؛ اس لیے زانی پر حرام نہیں۔ احسن الفتاویٰ قدیم میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا مفتی عبداللہ صاحب، خیر المدارس ملتان کا حلت کا فتویٰ اور اس پر بندہ کی تائید درج ہے، اس کے بعد میں نے اس سے رجوع کرلیا ہے؛ اس لیے بغرض توضیح علائیہ وشامیہ کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے۔

---

(۱) ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت کی حلت تحریر فرمائی ہے اور حدیث: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب کی عجیب تقریر فرمائی ہے، جو قابل دید ہے، اس کی تفصیل بندہ کے فتاویٰ کے مجموعہ احسن الفتاویٰ میں ملاحظہ ہو۔ (رشید احمد عفی عنہ)

قال فی شرح التنویر: (طَلَّقَ ذَاتَ لَبَنٍ فَاعْتَدَّتْ وَتَزَوَّجَتْ) بِآخَرَ (فَحَبِلَتْ وَأَرْضَعَتْ) (فَحُكْمُهُ مِنَ الْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ مِنْهُ بِيَقِينٍ فَلَا يَزُولُ بِالشَّكِّ وَيَكُونُ رَبِيبًا لِلثَّانِي (حَتَّى تَلِدَ) فَيَكُونَ اللَّبَنُ مِنَ الثَّانِي، وَالْوَطْءُ بِشُبْهَةٍ كَالْحَلَالِ، قِيلَ: وَكَذَا الزِّنَا وَالْأَوْجَهُ لَا، فَتْحٌ.

وفی الشامية: (قَوْلُهُ فَتْحٌ) وَذَلِكَ حَيْثُ قَالَ وَلَبَنُ الزِّنَا كَالْحَلَالِ، فَإِذَا أَرْضَعَتْ بِهِ بِنْتًا حُرِّمَتْ عَلَى الزَّانِي وَآبَائِهِ وَأَبْنَائِهِ وَإِنْ سَفَلُوا وَفِي التَّجْنِيسِ عَنِ الْجُرْجَانِيِّ: وَلِعَمِّ الزَّانِي التَّزَوُّجُ بِهَا كَالْمَوْلُودَةِ مِنَ الزَّانِي لِأَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهَا مِنَ الزَّانِي، وَالتَّحْرِيمُ عَلَى آبَاءِ الزَّانِي وَأَوْلَادِهِ لِلْجُزْئِيَّةِ وَلَا جُزْئِيَّةَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعَمِّ، وَإِذَا ثَبَتَ هَذَا فِي الْمُتَوَلِّدَةِ مِنَ الزِّنَا فَكَذَا فِي الْمُرْضِعَةِ بِلَبَنِ الزِّنَا: قَالَ فِي الْخُلَاصَةِ: وَكَذَا لَوْ لَمْ تَحْبَلْ مِنَ الزِّنَا وَأَرْضَعَتْ لَا بِلَبَنِ الزِّنَا تَحْرُمُ عَلَى الزَّانِي كَمَا تَحْرُمُ بِنْتُهَا عَلَيْهِ، وَذَكَرَ الْوَبَرِيُّ أَنَّ الْحُرْمَةَ تَثْبُتُ مِنْ جِهَةِ الْأُمِّ خَاصَّةً مَا لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ، فَحِينَئِذٍ تَثْبُتُ مِنَ الْأَبِ، وَكَذَا ذَكَرَ الْإِسْبِيجَابِيُّ وَصَاحِبُ الْيَنَابِيعِ، وَهُوَ أَوْجَهُ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ مِنَ الزِّنَا لِلْبَعْضِيَّةِ وَذَلِكَ فِي الْمَوْلُودِ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِ دُونَ اللَّبَنِ، إِذْ لَيْسَ اللَّبَنُ كَائِنًا مِنْ مَنِيِّهِ لِأَنَّهُ فَرْعُ التَّغَذِّي، وَهُوَ لَا يَقَعُ إِلَّا بِمَا يَدْخُلُ مِنْ أَعْلَى الْمَعِدَةِ لَا مِنْ أَسْفَلِ الْبَدَنِ كَالْحُقْنَةِ فَلَا إِنْبَاتَ فَلَا حُرْمَةَ، بِخِلَافِ ثَابِتِ النَّسَبِ لِأَنَّ النَّصَّ أَثْبَتَ الْحُرْمَةَ مِنْهُ؛ وَإِذَا تَرَجَّحَ عَدَمُ حُرْمَةِ الرَّضِيعَةِ بِلَبَنِ الزَّانِي عَلَى الزَّانِي فَعَدَمُهَا عَلَى مَنْ لَيْسَ اللَّبَنُ مِنْهُ أَوْلَى، خِلَافًا لِمَا فِي الْخُلَاصَةِ وَلِأَنَّهُ يُخَالِفُ الْمَسْطُورَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ إِذْ يَقْتَضِي تَحْرِيمَ بِنْتِ الْمُرْضِعَةِ بِلَبَنِ غَيْرِ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجِ بِطَرِيقٍ أَوْلَى، آه، كَلَامُ الْفَتْحِ مُلَخَّصًا، وَحَاصِلُهُ أَنَّ فِي حُرْمَةِ الرَّضِيعَةِ بِلَبَنِ الزِّنَا عَلَى الزَّانِي وَكَذَا عَلَى أُصُولِهِ وَفُرُوعِهِ رِوَايَتَيْنِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْقُهُسْتَانِيُّ أَيْضًا، وَأَنَّ الْأَوْجَهَ رِوَايَةُ عَدَمِ الْحُرْمَةِ، وَأَنَّ مَا فِي الْخُلَاصَةِ مِنْ أَنَّهَا لَوْ رَضَعَتْ لَا بِلَبَنِ الزَّانِي تَحْرُمُ عَلَى الزَّانِي، مَرْدُودٌ لِأَنَّ الْمَسْطُورَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ أَنَّ الرَّضِيعَةَ بِلَبَنِ غَيْرِ الزَّوْجِ لَا تَحْرُمُ عَلَى الزَّوْجِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي قَوْلِهِ طَلَّقَ ذَاتَ لَبَنٍ، إِلَخْ، وَكَلَامُ الْخُلَاصَةِ يَقْتَضِي تَحْرِيمَهَا بِالْأَوْلَى، وَمَا فِي الْفَتَاوَى إِذَا خَالَفَ مَا فِي الْمَشَاهِيرِ مِنَ الشُّرُوحِ لَا يُقْبَلُ هَذَا تَقْرِيرُ كَلَامِ الْفَتْحِ، وَقَدْ وَقَعَ فِي فَهْمِهِ خَبْطٌ كَثِيرٌ مِنْهُ مَا ادَّعَاهُ فِي الْبَحْرِ مِنْ أَنَّ مَحَلَّ الْخِلَافِ أُصُولُ الزَّانِي وَفُرُوعُهُ وَأَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلزَّانِي اتِّفَاقًا، آه. وَالْحَاصِلُ كَمَا قَالَ فِي الْبَحْرِ أَنَّ الْمُعْتَمَدَ فِي الْمَذْهَبِ أَنَّ لَبَنَ الزَّانِي لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيمُ وَظَاهِرُ الْمِعْرَاجِ وَالْخَانِيَّةِ أَنَّ الْمُعْتَمَدَ ثُبُوتُهُ، آه.

قُلْتُ: وَذَكَرَ فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ أَنَّهُ لَا يَعْدِلُ عَنِ الدِّرَايَةِ إِذَا وَافَقَتْهَا رِوَايَةٌ، وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ الْوَجْهَ مَعَ رِوَايَةِ عَدَمِ التَّحْرِيمِ. (ردالمحتار: ٢/٤٤٦-٤٤٧) (١)

(١) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الرضاع: ٣/٢٢١-٢٢٢، دارالفكر بيروت، انيس

اس تقریر میں ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ مطلق حلت کو اوجہ قرار دے رہے ہیں، ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر اسلوب سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے اور انہوں نے منحۃ الخالق میں صراحۃً اسی کو اختیار فرمایا ہے؛ مگر ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے محررہ دلائل سے صرف عدم حرمت بلبن الزانی کی ترجیح ثابت ہوتی ہے، مطلق حلت ثابت نہیں ہوتی۔تقریر مذکور میں تین دلائل ہیں:

(۱) وَذَكَرَ الْوَبَرِيُّ أَنَّ الْحُرْمَةَ تَثْبُتُ مِنْ جِهَةِ الْأُمِّ خَاصَّةً مَا لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ، فَحِينَئِذٍ تَثْبُتُ مِنَ الْأَبِ، وَكَذَا ذَكَرَ الْإِسْبِيجَابِيُّ وَصَاحِبُ الْيَنَابِيعِ.

اس عبارت کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ رضیعۂ مزنیہ زانی کی بیٹی نہیں، مزنیہ کی بیٹی ہے، اس کا مقتضی یہ ہے کہ مزنیہ کی نسبی بیٹی کی طرح یہ بھی زانی پر حرام ہے۔

(۲) وَهُوَ أَوْجَهُ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ مِنَ الزِّنَا لِلْبَعْضِيَّةِ وَذَلِكَ فِي الْمَوْلُودِ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِ دُونَ اللَّبَنِ، إِذْ لَيْسَ اللَّبَنُ كَائِنًا مِنْ مَنِيِّهِ،الخ.

یہ وجہ بھی صرف حرمت لبن زانی کی نفی کررہی ہے، بمنزلہ ربیبہ ہونے کی وجہ سے حرمت کی نفی اس سے نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ وجہ اس حرمت کی مثبت ہے، بایں طور کہ مزنیہ میں زانی کی جزئیت ہے اور رضیعہ میں مزنیہ کی جزئیت۔

(۳) وَلِأَنَّهُ يُخَالِفُ الْمَسْطُورَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ إِذْ يَقْتَضِي تَحْرِيمَ بِنْتِ الْمُرْضِعَةِ بِلَبَنِ غَيْرِ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجِ بِطَرِيقٍ أَوْلَى،آہ.

اس سے استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ کتب مشہورہ میں حلت علی الاطلاق مسطور نہیں؛ بلکہ اس میں عدم دخول بالام کی قید ہے، جیسا کہ علائیہ کی عبارت مذکورہ میں ”**ویکون ربیبا للثانی**“ اور فتح القدیر (۸/۳) کی عبارت ”**ارتضع مع أجنبية من لم تكن امرأة أبيه حلت لأبيه لأنها ليست بنته من الرضاع ولا ربيبته**“ سے مفہوم ہے اور خانیہ میں مصرح ہے، جیسا کہ خود شامیہ میں منقول ہے:

”**ونصها تحت(قوله:ولبن بكر)والحرمة لا تتعدى إلى زوجها حتى لو طلقها قبل الدخول له التزوج برضيعتها لأن اللبن ليس منه،قهستانی ط أما لو طلقها بعدالدخول فليس له التزوج بالرضيعة لأنها صارت من الربائب التي دخل بأمها،بحر عن الخانية**“. (ردالمحتار: ۴۴۳/۲)

علاوہ ازیں فصل محرمات میں بشمول ابن ہمام اور ابن عابدین جمیع فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے رضیعہ زوجہ پر اس کی بنت نسبیہ کا حکم لگا کر حرام قرار دیا ہے اور اس کو حدیث ”**یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب**“ میں داخل قرار دیا ہے۔کتاب الرضاع میں ابن ہمام نے اس کے دخول فی الحدیث پر اشکال کیا ہے؛ مگر اولاً تو یہ اشکال صرف بحثاً ہے، ثانیاً اگر اس کو حکم فرض کرلیا جائے تو یہ صرف ان کی اپنی رائے ہے، جو ان کے تفردات میں سے ہے، اس کو مسطور فی الکتب المشہورۃ قرار دے کر اس سے استدلال صحیح نہیں، ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کو

صرف لبن زانی کی عدم حرمت پر محمول فرمایا ہے؛ مگر تقریر مذکور میں غور کرنے سے چا بت ہوتا ہے کہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد رضیعہ مزنیہ کی علی الاطلاق حلت ثابت کرنا ہے، کما قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی فی منحۃ الخالق؛ مگر ان کا یہ دعویٰ ان کے بیان فرمودہ دلائل سے ثابت نہیں ہوتا، کما قررنا۔

حاصل یہ ہے کہ رضیعہ مزنیہ میں حلت وحرمت دونوں روایتیں ہیں، ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلت کو اوجہ قرار دیا ہے اور ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب الرضاع میں اسی کو اختیار فرمایا ہے؛ مگر بندہ کے خیال میں وجہ مذکور سے صرف لبن زانی کے عدم حرمت کا اوجہ ہونا ثابت ہوتا ہے، حلت رضیعہ کی اوجہیت ثابت نہیں ہوتی، پس بصورت تعارض حرمت کو ترجیح ہے، علامہ حصکفی وشامی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے فصل محرمات میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ (احسن الفتاویٰ: ۵/۸۷۔۸۲)

حکم نکاح عمہ اب الاخ رضاعاً از زنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ کے ساتھ زنا کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کے بنت الزید ہونے کا خود مسماۃ ہندہ کو اعتراف ہے اور اسی بار کا دودھ مسماۃ عائشہ بکر کی لڑکی نے پیا تو آیا زید کے پوتے خالد کا عقد مسماۃ عائشہ کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ رضاعت جو زید کے زنا کرنے کی بار کی عائشہ کے ساتھ واقع ہوئی، مانع نکاح زید کے بیٹے، یا پوتے کی ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ دونوں لڑکا لڑکی رضاعی پھوپھی بھتیجا ہیں؛ مگر رضاع لبنِ زنا سے ہوا ہے، جس کے موجب حرمت ہونے میں اختلاف ہے۔

فی الدر المختار: وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنا.(۱)

وفيه: وحرم الكل ما مر تحريمه نسباً ومصاهرة رضاعاً إلا ما استثنى فى بابه.(۲)

وفى ردالمحتار: مقتضى قوله والكل رضاعاً مع قوله سابقاً ولو من زنا حرمة فرع المزنية وأصلها رضاعاً.

وفيه: ومقتضى تقليده بالفرع والأصل أنه لاخلاف فى عدم الحرمة على غيرهما من الحواشى كالأخ والعم إلىٰ قوله قلت وهٰذا مخالف لما مر من التعميم فى قول الشارح ولو من زنا، آه.(۳)

اور چوں کہ معاملہ فروج کا احتیاط کا ہے، لہٰذا حرمت پر عمل کرنا بہتر ہے۔

یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ: ۱۲۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۲۵)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ۴/۱۰۱، ط: الرياض، انيس

(۲) الدر المختار: ۴/۱۰۵، الرياض، انيس

(۳) رد المحتار: ۴/۱۰۶، ط، الرياض، انيس

دو عورتوں کا دودھ ملا کر پلایا جائے تو حرمت رضاعت کس سے:

سوال: بکر کو مدت رضاعت میں دو عورتوں کا دودھ نکال کر پلایا گیا تو ایسی صورت میں حرمت رضاعت دونوں سے ثابت ہوگی، یا صرف ایک سے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

دوعورتوں کا دودھ نکال کر اگر کسی کو مدت رضاعت میں پلا دیا جائے تو ایسی صورت میں دونوں سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، یا صرف ایک سے؟ اس سلسلہ میں امام صاحبؒ سے دو روایتیں ہیں: ایک روایت کے مطابق جس کے قائل امام ابو یوسفؒ ہیں، حرمت رضاعت اس عورت سے ثابت ہوگی، جس کا دودھ غالب ہو اور اگر دونوں عورتوں کا دودھ برابر ہو تو حرمت رضاعت دونوں سے ثابت ہو جائے گی اور دوسری روایت کے مطابق جس کے قائل امام محمدؒ ہیں، حرمت رضاعت دونوں عورتوں سے ثابت ہو جائے گی، خواہ دونوں عورتوں کا دودھ مساوی ہو، یا کسی کا غالب ہو اور یہی صحیح ترین قول ہے، فتاوی ہندیہ میں اسی قول کو اصح، اظہر اور احوط کہا گیا ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ دوعورتوں کا دودھ نکال کر مدت رضاعت کے اندر بکر کو پلا دیا گیا ہے تو صحیح ترین قول کے مطابق حرمت رضاعت دونوں سے ثابت ہوگئی اور دونوں عورتوں کے اصول وفروع بکر کے لیے اور بکر کے اصول وفروع دونوں عورتوں کے لیے حرام ہوگئے۔

لو خلط لبن المرأة بلبن امرأة أخرى فأوجر صبيا، قال أبو يوسف وهي روايته عن أبي حنيفة: الرضاع من أكثرهما، فإن استويا يكون منهما، وقال محمد: ويثبت الرضاع منهما على كل حال. (فتاویٰ قاضی خان: ۴۱۸/۱)

وإذا اختلط لبن امرأتين تعلق التحريم بأ غلبهما عندهما وقال محمد تعلّق بهما كيفما كان وهو رواية عن أبي حنيفة وهو أظهر وأ حوط، هكذا في التبيين، قيل الأصح قول محمد، كذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك، ولو استويا تعلّق التحريم بهما إجماعا، كذا في النهر الفائق. (الفتاوى الهندية ۳۴۴/۱، ۳۴۵)(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۴/۲/۱۴۲۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۶/۴-۱۹۷)

(۱) (وإذا اختلط لبن امرأتين تعلق التحريم بأغلبهما عند أبي يوسف؛ لأن الكل صار شيئًا واحدًا، فيجعل الأقل تابعًا للأكثر في بناء الحكم عليه)وهو إحدى الروايتين عن أبي حنيفة. (وقال زفر ومحمد: يتعلق التحريم بهما)أي يتعلق التحريم بالمرأتين(لأن الجنس لا يغلب الجنس، فإن الشيء لا يصير مستهلكًا في جنسه، وإنما يصير مستهلكًا في غير جنسه لاتحاد المقصود)أي لاتحاد مقصودهم، فلا ينتفي القليل، ويتعلق به التحريم(وعن أبي حنيفة - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - في هذا روايتان)في رواية، كما قال أبو يوسف، وبه قال الشافعي في قول، وفي رواية كما قال محمد، وهو قول زفر والشافعي في قول، وفي الغاية:وقول محمد أظهر وأحوط فيه. (البناية في شرح الهداية، كتاب الرضاع: ۲۷۲/۵، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا کیسا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کی چھاتی منہ میں لیتا رہا ہو اور بعد میں وہ حاملہ ہو جاوے اور پھر منہ میں لے اور اچانک دودھ منہ میں آجاوے اور ذائقہ معلوم ہو جائے؛ مگر پیٹ میں نہ گیا ہو؛ بلکہ تھوک دیا ہو، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی اور اگر دودھ حلق میں چلا جاتا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوتی؛ مگر ایسا فعل حرام ہے؛ یعنی اپنی زوجہ کا دودھ پینا حرام ہے، (۱) آئندہ ایسا نہ کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۱۱-۴۱۲)

بیوی کا دودھ پینے سے بیوی حرام نہیں ہوتی؛ لیکن ایسا کرنا گناہ ہے:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کا دودھ پی لے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی، یا نہیں؟ اور بے ضرورت دودھ پینے سے گناہ گار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اپنی زجہ کا دودھ پینے سے وہ حرام نہیں ہوتی، ہاں اس کا دودھ پینا حرام ہے، جو ایسا کرے گا، گناہ گار ہوگا۔

مص رجل ثدی زوجته لم تحرم. (الدرالمختار)(۲)

(ولم يبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح، شرح الوهبانية. (الدرالمختار)(۳) (کفایت المفتی: ۵/۱۶۲)

شوہر کو دودھ پلانے سے نکاح نہیں ٹوٹا:

سوال: ایک عورت نے اپنے خاوند کو دودھ پلا دیا تو نکاح ٹوٹ گیا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح قائم ہے، باطل نہیں ہوا۔

قال فی الدرالمختار: مص رجل ثدی زوجته لم تحرم. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۲۸)

---

(۱) ولم يصح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء الأدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۳۹۷/٤، ظفير)

مص رجل ثدی زوجته لم تحرم. (الدرالمختار: ۵٦۹/۲، ظفير)

(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۲۲/۳، سعيد

(۳) الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۲۵/۳

(۴) الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵٦۹/۲، ظفير

بیوی کا دودھ پینا حرام ہے:

سوال: زید اپنی بیوی کا دودھ پینا جائز سمجھتا ہے؟

(المستفتی:۶۱۱، حکیم محمد قاسم (ضلع میانوالی) ۱۷/ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۶/ستمبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

بیوی کا دودھ پینا حرام ہے، سوائے مدت رضاعت کے عورت کا دودھ استعمال کرنا خواہ شوہر کرے، یا اور کوئی حرام ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۱۶۵/۵) ☆

بیوی کا دودھ پینے کا کیا حکم ہے:

سوال: زید صاحب اولاد نے اپنی زوجہ کا دودھ قصداً پی لیا، شرعی مقررہ ایام میں؛ یعنی ایام رضاعت میں؛ یعنی دو برس کے اندر کیا، اس صورت میں زید پر وہ زوجہ حرام ہو جائے گی؟ اور وہ دودھ زید کے لیے حلال تھا، یا حرام؟

الجواب

زید جو کہ صاحب اولاد ہے، اس کو یہ کہنا کہ اس نے مدت رضاعت میں دودھ پیا، غلط ہے، مدت رضاعت میں دودھ پینے کے یہ معنی ہیں کہ دودھ پینے والا بچہ ہو اور اس کی عمر دو برس، یا ڈھائی برس سے کم ہو۔ الغرض زید صاحب اولاد نے اگر اپنی زوجہ کا دودھ پی لیا، خواہ عمداً خواہ غیر عمدا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی؛ لیکن عمدا اگر پیا تو گنہگار ہوا، توبہ کرے؛ کیوں کہ وہ جز انسان ہے، استعمال اس کا بلاضرورت حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

"مص رجل ثدی زوجته لم تحرم".(۲)

(۱) (ولم يبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمي والإنتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح، شرح الوهبانية. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع:۲۱۱/۳، سعيد)

☆ **بیوی کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا:**

سوال: اگر کسی شخص نے قصداً، یا سہواً اپنی زوجہ کا دودھ پی لیا تو کیا حکم ہے؟ کیا اس کی وجہ سے نکاح پر کچھ اثر ہوگا؟

(المستفتی: ۱۱۸۰، سید جلال الدین، ضلع آرہ، شاہ آباد، ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰/ستمبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

دودھ زوجہ کا پینا حرام ہے؛ (ولم يبح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء آدمي والإنتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح، (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲/۳، سعيد) لیکن بالغ شوہر کے اس عمل سے زوجہ اس کے نکاح سے نہیں نکلتی۔ (إذا مص الرجل ثدي إمرأته وشرب لبنها لم تحرم عليه إمرأته لما قلنا أنه لارضاع بعد الفصال. (الخانية علىٰ هامش الهندية، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۴۱۷/۱، ماجدية)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۱۶۸/۵)

(۲) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۵۶۹/۲، ظفير

(ترجمہ: کسی شخص نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی۔)

وفیہ: (ولم یبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمی، والإنتفاع به بغیر ضرورة حرام علی الصحیح. (باب الرضاع، الدر المختار) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۴۶/۸-۴۴۷)

کوئی بیوی کا دودھ بیماری کی وجہ سے پیئے تو کیا حکم ہے:

سوال: کسی شخص کو ایسی بیماری ہوگئی کہ بغیر کسی عورت کے دودھ پیئے ہوئے اچھا نہیں ہو سکتا تو اس حالت میں اگر وہ شخص اپنی زوجہ کا دودھ پی لے تو جائز اور حلال ہے، یا حرام؟ اور دودھ پینے سے نکاح میں کچھ فرق تو نہیں آوے گا؟

الجواب

مص رجل ثدی زوجته لم تحرم. (الدر المختار، باب الرضاع)(۱)

(کسی مرد نے اپنی زوجہ کے پستان چوسی اور دودھ پیا، اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوگی۔)

وفیه أیضا: (ولم یبح الإرضاع بعد مدته). (۲)

(یعنی مباح نہیں ہے دودھ پینا بعد مدت رضاع یعنی زمانہ شیر خوارگی کے۔)

ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی زوجہ کا دودھ پینا مرد کو جائز نہیں ہے اور یہ کہ دودھ پینے سے اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوگی اور تداوی کے لیے اس وقت اس کا استعمال درست ہے کہ اس میں شفا بقول طبیب حاذق مسلمان ثابت ہو اور کوئی دوسری دوا، اس کے قائم مقام نہ ہو۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۴۵/۸-۴۴۶)

علاج کی غرض سے بیوی کا دودھ پینا:

سوال: زید مریض کو طبیب نے کہا ہے کہ بغیر آدمی کا دودھ پیئے صحت مشکل ہے اور اس کی بیوی کا اس کو دودھ مل سکتا ہے تو پی سکتا ہے، یا نہیں؟ اور زوجہ حرام ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

کتب حنفیہ میں ایام رضاعت؛ یعنی ڈھائی سال کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لینے کو حرام لکھا ہے،(۴) لیکن کوئی شخص ایام رضاعت کے بعد اس کا دودھ پی لے تو وہ اس پر حرام نہ ہوگی؛ مگر ایسی صورت میں کہ طبیب حاذق کے

---

(۱) الدر المختار: ۵٦٩/۲، ظفیر

(۲) الدر المختار: ۵۵۵/۲، ظفیر

(۳) ولایجوز التداوی بالمحرم. (الدر المختار) قیل یرخص إذا علم فیه الشفاء ولم یعلم دواء أخریٰ کما رخص للعطشان وعلیه الفتوی. (ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۵/۲، ظفیر)

(۴) (ولم یبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمی والانتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح، شرح الوهبانیة. (الدر المختار: ٤٠٤/٢)

نزدیک اس مرض کی اس کے سوادوسری دوانہ ہوتو پی سکتا ہے۔(الدر المختار: ٤ / ٤٠٤)(۱) لہٰذا صورت مسئولہ میں زید پراس کی بیوی حرام نہ ہوگی اور اگر اس کا اضطرار واقعی ہے تو حرام خوری کا گناہ بھی نہ ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۳/۱/۱۳۵۲ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۱۲/۴-۲۱۳)☆

---

(۱) ولبن امرأة أن صاحب الخانية والنهاية اختار ا جوازه إن علم أن فيه شفاء ولم يجددواء غيره قال فى النهاية وفى التهذيب يجوزللعليل شرب البول والدم والميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه (ردالمحتار باب المتفرقات مطلب فى التداوى بالمحرم: ٢١٥/٤)

(۲) ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلاَ عَادٍ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰه غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾(سورة البقرة:١٧٣)

☆ اگر شوہر بیوی کا دودھ پی لے:

سوال: ایک مسلمان شوہر نے ایک برس تک اپنی بیوی کا دودھ پیا، یہ عمل کیسا ہے؟ ان کے رشتے پر اس کا کیا اثر پڑا؟ (ایک دینی بہن)

الجواب

دودھ پینے کی مدت اکثر فقہاء کے نزدیک دوسال اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی سال تک کی عمر ہے،(”و لو بعد الفطام محرم“ (الدر المختارعلى هامش رد المحتار: ٢٩٢/٤) اسی عمر تک بچہ کو دودھ پلایا جا سکتا ہے، اس عمر سے زیادہ کسی بھی لڑکے، یا لڑکی کو دودھ پلانا یا ان کا دودھ پینا حرام ہے،(”وقت الرضاع في قول أبي حنيفة مقدربثلاثين شهرا وقالا: مقدر بحولين“. (الفتاوى الهندية: ٣٤٢/١ ، كتاب الرضاع) اس لیے اس شوہر نے ایک گناہ وحرام کام کا ارتکاب کیا، البتہ چوں کہ اس دوڈھائی سال کی مدت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی؛ اس لیے نکاح برقرار ہے، شوہر کو ایسی ناشائستہ حرکت سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ اس سے اجتناب کرے۔(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۶۷،۴۶۸)

منکوحہ کا دودھ پینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا:

سوال: اگر کسی نے اپنی بیوی کے پستان پر منہ رکھ کر قصداً، یا سہواً دودھ پی لیا تو کیا اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا، یا نہیں؟

الجواب

حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت (دوسال) کی عمر میں کسی عورت کا دودھ پینا ضروری ہے اور جو دودھ مدت رضاعت کے بعد پیا جائے، اگر چہ حرام ہے؛ مگر اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔صورت مسئولہ میں خاوند کی عمر دوسال سے زیادہ ہوتو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، البتہ ایسا کرنا حرام ضرور ہے۔

قال العلامة الحصكفي: مص رجل ثدى زوجته لم تحرم.

قال ابن عابدين: تحته قيد بهٖ احترازًا عمّا إذا كان الزوج صغيرًا فى مدة الرضاع فإنها تحرم عليه.(ردالمحتار:٢٢٥/٣، كتاب الرضاع)

قال فى الهندية: ولابأس بأن يسعط الرجل بِلَبَنِ المرأة ويشر به للدواء وفى شرب لبن المرأة للبانع من غير ضرورة اختلاف المتأخرين. (الفتاویٰ الهندية:٣٥٥/٥،الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات)

(فتاویٰ حقانیہ:۳۹۶/۴)

بیوی کے سینہ کو منہ میں لینا:

سوال: بیوی کے سینہ (پستان) کو منہ میں لگانا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بیوی کے سینے کو منھ میں لینے کی گنجائش ہے، البتہ بہتر نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۸/۵/۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۱۱/۴)

بیوی کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت:

سول: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا دودھ پی لے، یا صرف سینہ کو منہ میں چوسے تو کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

پیار و محبت اور شہوت کے جوش میں بیوی کا پستان منہ میں لینا شرعاً جائز و درست ہے، البتہ اگر اس میں دودھ ہے تو اس کا خیال رکھا جائے کہ دودھ حلق میں نہ جائے اگر دودھ منہ میں جائے تو باہر پھینک دیا جائے؛ اس لیے کہ مدت رضاعت کے بعد کسی بھی عورت کا دودھ پینا حرام اور باعث گناہ ہے؛ (۲) لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اگر چہ دودھ حلق کے اندر بھی چلا جائے۔

مص رجل ثدی زوجته لم تحرم. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار، قبیل کتاب الطلاق: ۴۱۴/۲)

یعنی کسی شخص نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی، البتہ شہوت اُبھارنے کے لیے دوسرے طریقے استعمال کئے جائیں اور اس سے احتراز کیا جائے تو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۹/رجب ۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۱۲/۴)

جس کھانے میں بیوی کا دودھ ملا ہو، اس کے کھانے سے حرمت رضاعت:

سوال: شوہر نے غلطی سے وہ کھانا کھالیا، جس پر چار یا پانچ قطرہ دودھ اس کی بیوی کا ٹپک گیا تھا، اب کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جوان مرد چاہے بیوی کا دودھ پی لے، یا کسی دوسری عورت کا تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور وہ عورت اس کی ماں نہیں ہو جائے گی اور بیوی بیوی ہی رہے گی، حرام نہیں ہو جائے گی، البتہ جوان مرد کے لیے کسی عورت کا دودھ پینا بلا ضرورت شدیدہ ناجائز و حرام ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۳۰۷/۹/۲۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۷/۴)

---

(۱) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار قبیل کتاب الطلاق: ۴۱۴/۲)

(۲) (ولم یبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمی والانتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح. (الدرالمختار: ۴۰۴/۲)

(۳) (ویثبت التحریم فی المدة) فقط ولو (بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی) ظاهر المذهب وعلیه الفتویٰ ==

عورت کے دودھ کا دہی، یا پنیر بنادیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر خالص دودھ کے بجائے عورت کے دودھ کو پکا کر اُس کی دہی، یا پنیر وغیرہ بنالیا جائے تو کیا اس دہی اور پنیر کے کسی بچہ کے کھانے کی وجہ سے حرمت رضاعت کا تحقق ہوگا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر عورت کا دودھ نکال کر اس کی دہی، یا پنیر وغیرہ بنادیا پھر بچہ کو کھلایا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

ولو جعل اللبن محيصاً أو رائباً أو شيرازاً أو جبناً أو أقطاً أو مصلاً فتناوله الصبى لا يثبت التحريم؛ لأن اسم الرضاع لا يقع عليه. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۴٥۲، زكريا)

الأول أن يكون مائعاً بحيث يصح أن يقال فيه: إن الصبى قد رضعه أما إذا عمل جبناً أو قشدة أو رائباً أونحو ذٰلك وتناوله الصبى فإنه لا يتعلق به التحريم لأن إسم الرضاع لا يقع عليه فى هٰذه الحالة فلا يقال إن الصبى رضع هٰذا اللبن وإنما يقال له أكله. (الفقه على المذاهب الأربعة الكامل: ۹۱۹، البحر الرائق: ۳/۲۲۸، كوئٹه، شامى: ۴/۳۰۳، بيروت: ۴/۴۱۳، زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۲۶۵)

عورتوں کے دودھ کا بینک قائم کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عورتوں کے دودھ کا بینک قائم کرنا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں یہ طریقہ رائج ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

آج مغربی ممالک میں بکثرت بچوں کے اسپتالوں میں عورتوں کا دودھ نکلوا کر رکھا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت اسپتال میں داخل بچوں کو قیمۃً فروخت کر کے پلایا جاتا ہے تو شریعت میں اس طرح انسانی دودھ جمع کرنا اور بے احتیاطی کے ساتھ بچوں کو پلانا اور بیع وشراء کرنا جائز اور پسندیدہ نہیں ہے، خاص کر اس لیے بھی کہ اس کی وجہ سے حرمتِ رضاعت کے معاملات مشتبہ ہوسکتے ہیں؛ کیوں کہ جن عورتوں کا دودھ بچوں کو پلایا جائے گا، ان سب سے بچہ کا رشتہ رضاعت ثابت ہوجائے گا اور بڑے ہونے کے بعد کچھ امتیاز نہ رہے گا۔ (ملخص: مسائل بہشتی زیور ۴۰۵)

== ... **(ولم يبح الإرضاع بعدمدته) لأنه جزء آدمى والانتفاع به بغير ضرورة حرام على الصحيح(الدر المختار)(قوله: فى المدة فقط) أما بعد ها فإنه لايوجب التحريم،بحر.** (ردالمحتار: ۲/۴۰۴)

اِس بارے میں اِسلامک فقہ اَکیڈمی کے چوبیسویں فقہی سیمینار (منعقدہ ۱۔۳/مارچ ۲۰۱۵ء، بمقام کیرالہ) نے درج ذیل اَلفاظ میں تجویز منظور کی ہے، ملاحظہ ہو:

''اِنسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں، اگر بینک قائم ہوتو اُس میں دودھ جمع کرنا اور اُس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں ہے''۔

المستفاد: والواجب على النساء أن لا يرضعن كل صبى من غير ضرورةٍ، وإذا أرضعن فليحفظن ذٰلك وليشهرنه ويكتبنه احتياطًا. (شامی: ۲۹٦/٤، بیروت: ٤٠٢/٤، زکریا، البحر الرائق: ۲۲۲/۳، زکریا، الفتاویٰ الهندية: ۳٤٥/۱، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۰/۱۴۳٦ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲٦٦/۸)

مرد کا دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت:

سوال: ایک مرد کو سینہ سے دودھ اُتر آیا، اس کو ایک لڑکے نے مدت رضاعت میں پی لیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوئی، یا نہیں؟ اس لڑکے کا نکاح اس مرد کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

مرد کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

وإذا نزل لرجل لبن فأرضع به صبيا لا تثبت به حرمة الرضاع. (الفتاویٰ الخانية: ٤١٧/١)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس لڑکے کا نکاح شخص مذکور کی لڑکی سے ہوسکتا ہے، شرعاً جائز و درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۲/۴/۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۱۳/۴)

بکری کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت:

سوال: ایک لڑکا اور لڑکی نے مدت رضاعت میں ایک بکری کا دودھ پیا تو ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہوئی، یا نہیں؟ اور ان کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جانور کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

إذا ارتضع الصبيان من لبن بهيمة لايثبت الرضاع، كذا فى فتاوىٰ قاضى خان. (الفتاویٰ الهنديه: ۳٤٤/۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ دونوں بچوں نے جو بکری کا دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی۔ دونوں کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے شرعاً جائز و درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۹/۴)

بکری کے دودھ میں بیوی کا دودھ ملا کر پینا:

سوال: زید مدقوق کو اس کی بیوی نے بلا اطلاع بکری کے دودھ کے ساتھ اپنا دودھ ملا کر پلایا، کیا بیوی کا دودھ پینا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مدت رضاعت کے بعد کسی عورت کا دودھ پینا (منہ لگا کر ہو، یا دوہ کر) حرام ہے؛ مگر اس سے رشتۂ رضاعت ثابت نہیں ہوتا ہے؛ اس لیے زید کی بیوی اس کی بیوی رہے گی، حرام نہیں ہوگی۔ بیوی نے چوں کہ شوہر کو حرام چیز پلا دی ہے؛ اس لیے اس کو توبہ کرنا چاہیے۔ (شامی:۲/۴۰۴)(۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۱۲)

خون دینے سے رضاعت کا ثبوت:

سوال: ایک شخص نے ایک مریضہ کو اپنا خون دے کر اس کو نئی زندگی بخشی، مریضہ کو اسی ہمدردی نے الفت کا پیام دیا، اب دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن لوگ کہتے ہیں: دونوں کا خون ایک ہے، لہٰذا بھائی بہن سے شادی نہیں کر سکتا۔ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

کسی کے جسم میں خون دینے سے حرمت نہیں پیدا ہوتی، نکاح از روئے شرع جائز و درست ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۰/۳/۱۳۶۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۱۳-۲۱۴)

دودھ کی طرح خون سے حرمت:

سوال: دودھ پلانے سے بعض حرمتیں ثابت ہیں، کیا ضرورت کے تحت انتقال دم (Blood Transfsion) سے بھی رضاعی حرمتیں ثابت ہوں گی؟ مثال کے طور پر زید کسی اجنبی عورت کو یا کوئی اجنبی عورت زید کو بوقت ضرورت اپنا خون بغرض انتقال عطا کرتی ہے تو کیا زید اس اجنبی عورت کی لڑکی ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے؟ (خون کی اہمیت دودھ سے زیادہ ہے) علماء وفقہاء نے ایک مسلمان کے لیے بوقت ضرورت مسلمان، صالح، نیک انسان کا خون حاصل کرنے کو ترجیح دی ہے؛ کیوں کہ دودھ کی طرح خون کے اثرات بھی منتقل ہوتے ہیں، اگر مسلمان کا خون دستیاب نہ ہو تو کیا غیر مسلم کا خون لیا جا سکتا ہے؟ (ا، ح، میمن، ٹولی چوکی)

---

(۱) (ولم يبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح، شرح الوهبانية. (الدر المختار: ٢/٤٠٤)

(۲) اس لیے کہ حرمت رضاعت دودھ پلانے سے ہوتی ہے خون دینے سے نہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

اول تو نکاح کے حلال اور حرام ہونے کا مسئلہ قیاس اور اجتہاد سے متعلق نہیں؛ بلکہ یہ خالصتاً قرآن حدیث کی ہدایات پر مبنی ہے؛ اس لیے دودھ کو خون پر قیاس کرنے کی گنجائش نہیں۔ دوسرے دودھ اور خون میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ دودھ کا استعمال بہ طور غذا کے ہوتا ہے اور خون کا بہ طور دوا کے، یہی وجہ ہے کہ ڈھائی سال کی مدت گزرنے کے بعد اگر کسی بچے، یا بڑے کو بہ طور دوا عورت کا دودھ استعمال کرایا جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور دودھ کا رشتہ پیدا نہیں ہوتا، (۱) چوں کہ خون چڑھانا بہ طور علاج ہوتا ہے؛ اس لیے مسلمان کا خون ہو، یا غیر مسلم کا، دونوں ہی چڑھائے جاسکتے ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۶۶، ۴۶۷)

جنس تبدیل کرانے سے رضاعت کے احکام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت نے جنس تبدیل کرائی تھی، بعد میں اس نے دوسری لڑکی سے شادی کرلی (جنس تبدیل کرنے میں مرد کی شرمگاہ وغیرہ اس میں آگئی) اب پوچھنا یہ ہے کہ اس لڑکی نے جنس تبدیل کرنے سے پہلے ایک بچے کو دودھ پلایا تھا تو یہ عورت اس بچے کی ماں شمار ہوگی، یا نہیں؟ جنس تبدیل کرنے سے شرعاً وہ عورت مرد بن گئی ہے، یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں؟

الجوابـــــــــــ بعون الملك الوهاب

اللہ تعالیٰ کی حکیم ذات نے انسان کو جس جنس وطرز پر پیدا فرمایا ہے، اس میں ہزاروں حِکَم وسرائر پنہاں ہیں، جن کا عقلِ انسانی ادراک نہیں کرسکتی؛ اس لیے اس میں کسی بھی قسم کی وصفاً، یا جنساً تبدیلی وتغیر کرنا ناجائز وحرام ہے، چناں چہ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿أُولٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا﴾ (النساء: ۱۲۱)

یعنی ایسے (کرنے والے) لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پاویں گے۔ (بیان القرآن)

نیز ایسا شخص از روئے حدیث مورد لعنت ہے۔

البتہ اگر کسی نے جنس تبدیل کرلی (جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے) تو شرعاً وہ مرد شمار ہوگا؛ یعنی مردوں کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ نیز بحالت سابق؛ یعنی عورت ہونے کی حالت میں اس نے جس بچہ کو دودھ پلایا تھا، اس بچے اور اس موجودہ مرد کے درمیان جو حرمت رضاعت ثابت ہوچکی تھی، باقی رہے گی؛ کیوں کہ رضاعت سے مقصود غذائیت اور نشو ونما ہے اور یہ مقصود حاصل ہو چکا، لہٰذا حرمت رضاعت ثابت رہے گی اور اگر آئندہ اس کے مرد ہونے کی حیثیت سے اولاد ہو تو ان کا نکاح اس رضاعی بچے سے جائز نہ ہوگا۔

---

(۱) الهداية: ۲/ ۳۵۰

لمافی قوله تعالیٰ (النساء:۱۱۹-۱۲۱)﴿وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَن يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا o يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا o اُولٰئِکَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا﴾

وفی تكملة فتح الملهم (۱۹۵/٤): والحاصل: ان كل ما يفعل فی الجسم من زيادة أو نقصان من أجل الزينة بما يجعل الزيادة أو النقصان مستمراً مع الجسم وبما يبدو منه أنه كان فی أصل الخلقة فإنه تلبيس وتغيير منهی عنه.

وفی الدرالمختار (۲۱۹/۳،باب الرضاع): لا (لبن رجل) ومشكل إلا إذا قال النساء إنه لا يكون علی غزارته إلا للمرأة وإلا لا.

وفی الرد تحته: قوله (إلا إذا قال الخ) لأنه حينئذ يتضح أنه امرأة كما ذكروه فی باب الخنثی فيثبت به التحريم، رحمتی. (نجم الفتاویٰ:۲۲۶/۴،۲۲۷)

تبدیلی جنس سے پہلے اور بعد کی اولاد میں مناکحت:

سوال: ایک عورت تھی، وہ مرد بن گیا، عورت ہونے کے زمانہ میں اس کے ایک لڑکا تھا، اب مرد بننے کے بعد اس کے چند بچے پیدا ہوئے، ان میں ایک لڑکی بھی ہے۔ کیا عورت ہونے کے زمانہ میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا، اس کی شادی اس لڑکی سے جائز ہوگی، جو مرد ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہے؟ نیز پہلے والے لڑکے اور بعد والی لڑکی کے درمیان بھائی چارہ کی کونسی نسبت ہوگی، وہ سگے بھائی بہن ہوں گے یا اخیافی وعلاتی؟ یہ واقعہ ابھی اٹلی میں وقوع پذیر ہو چکا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

ایک ہی ذات سے جو لڑکا لڑکی پیدا ہوئے، اگر چہ ہر ایک کی پیدائش پر اس کی صفت جداگانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی بنا پر ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں، جس طرح عینی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح علاتی اور اخیافی بہن سے بھی حرام ہے۔(۱)

ہر ایک کی تولید کے وقت جو مولود عنہ کی صفت تھی، اسی کے اعتبار سے رشتہ قائم کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۳۴۹/۱۱)

☆ ☆ ☆

---

(۱) **قال إبن نجيم رحمه الله تعالیٰ:"(قوله أی يحرم) أخته،وبنتها،وبنت أخيه،وعمته وخالته،للنص الصريح، ودخل فيه الأخوات المتفرقات وبناتهن وبنات الإخوة المتفرقين" (البحرالرائق، كتاب النكاح: ۱٦٤/۳،رشيدية)**

حرمت نکاح بہ سبب حق غیر

غیر کی بیوی سے نکاح کرلینا:

سوال: زید اپنی بیوی ہندہ کو نان نفقہ کے واسطے دوسرے شہر سے روپیہ بھیجتا رہا؛ مگر درمیان اشخاص کی چالا کی سے روپیہ ہندہ کو نہیں ملا۔کئی سال کے بعد ہندہ نے عمر سے نکاح کرلیا، جب زید آیا تو بذریعہ پولس ہندہ کو ملنا چاہا اور ناکامیاب ہوکر چپ ہورہا، زید کی اس کارروائی کا ہندہ کو علم تھا۔ چند سال بعد ہندہ موقع پاکر عمر کے گھر سے نکلی آئی۔ صورت مذکورہ بالا میں ہندہ زید کی بیوی ہے، یا نہیں؟ اور پہلے نکاح پر زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے، یا نہیں؟ جب ہندہ نے عمر سے نکاح کیا تھا، زید نے طلاق نہیں دی تھی۔ اب ہندہ جب عمر کے یہاں سے نکل آئی عمر نے طلاق نہیں دی تھی دلیل کے ساتھ جواب مرحمت ہو۔ فقط

الجواب

اس صورت میں نکاح نہیں ٹوٹا، چناں چہ درمختار میں ہے:

لاعدة لو تزوج إمرأة الغير وطيها عالماً بذلک أو منها يحد مع العلم بالحرمة وأنه زنا والمزنی بها لاتحرمه علیٰ زوجها. (۱)

جب نکاح شوہر دوم باطل ہوا اور اس کی عدت بھی لازم نہ آئی تو معلوم ہوا کہ اس فعل سے نکاح اول میں کچھ نقصان نہیں آیا اور وہ اپنے حال پر باقی ہے اور شوہر زوجہ کو اپنے گھر اسی نکاح سابق سے رکھ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۴-۳۸۵)

ایسی غیر مطلقہ عورت سے نکاح کرنا، جس کا شوہر زندہ ہو:

سوال: زید نے ایک عورت سے جس کا شوہر زندہ ہے اور نہ اس کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہے، اس سے نکاح کیا ہے اور کل برادری نے جب زید مذکور سے کہا یہ نکاح جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ شوہر اس عورت کا ابھی تک زندہ

(۱) الدر المختار: ۲۱۲/۵ ،ط: الرياض، كتاب الطلاق، باب العدة، انيس

(ترجمہ) اگر کسی شخص نے کسی غیر کی عورت سے نکاح کرلیا اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ دوسرے کی بیوی ہے اس سے وطی کی، تو اس کو (اپنے پہلے شوہر کے پاس جانے کے لئے) کسی عدت کی ضرورت نہ ہوگی اور حرمت کا علم رکھنے کے باوجود اس سے نکاح کرنے پر حد لگائی جائے گی کہ وہ زنا ہے اور جس عورت سے زنا کیا جاتا ہے، وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی ہے۔

موجود ہے، زید نے در جواب اس کے کہا، مجھ کو حلال ہے اور کو حرام ہے۔ اس بات پر زید کو کل اہل برادری نے ذات سے علاحدہ کر دیا، ان کا مقولہ ہے کہ اگر اس کام سے توبہ کرے تو ہم برادری میں شامل کریں گے۔ فقط یہ نکاح کرنا اور برادری کا یہ کہنا کیسا ہے؟ اور زید فاسق ہے، یا کافر ہے؟

الجواب

یہ نکاح حرام ہے اور زید نے جو جواب دیئے ہیں، اس میں اندیشہ کفر کا ہے، غرض زید سخت فاسق ہے اور اس کا نکاح ہرگز نہیں ہوا۔ فقط اور اس کو ذات سے الگ کرنا عمدہ بات ہے۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فیوض رشیدیہ، ص:۱۹) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص۲۴۲)

کسی عورت کے متعلق بیوی ہونے کے دعوی کا حکم:

اگر شاہدین عدلین کے بیان سے تقدم ثابت نہ ہو تو یہ دعویٰ تو لغو ہوا، اب قبضہ موجب حکم ہووے گا۔ سو جب وہ کہتا ہے کہ تصرف مدعی سے میں اس عورت کو لے گیا ہوں تو قبض کا مقر ہوا؛ مگر یہ کہنا کہ یہ میری منکوحہ تھی قید............ لگا تا ہے کہ گویا پہلے مطلق قبض کے خلاف؛ کیوں کہ مطلق قبض سے قبض صحیح ہی سمجھا جاتا ہے تو بعد اقرار قبض مدعی کے، اپنی منکوحہ ہونا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا ثبوت نہیں، لہٰذا قبض مدعی میں عورت کا رہنا چاہیے، اس کی نظائر کتب فقہ میں دیکھو، معلوم ہو جاویں گی۔

مثلاً کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص سے یہ شے میں نے لی ہے؛ مگر میری اس کے پاس امانت تھی، اگر امانت ہونے کو مبرہن نہ کریں تو یہ قول زائد اس کا رد ہوتا ہے اور شے واپس دلائی جاتی ہے۔ فقط

(مکتوب: حضرت گنگوہی، بنام مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مکتوب:۳۰) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص۲۵۹)

منکوحہ عورت دوسرا نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: مسماۃ فاطمہ بالغہ بیوہ کا نکاح مسمی کاندھل سے برضا ورغبت فریقین ہوا۔ بعد نکاح ابھی مسماۃ کاندھل کے گھر نہیں گئی تھی کہ اس کے متوفی سابق شوہر کے رشتہ داروں نے فاطمہ پر حملہ آور ہو کر زبردستی اسے اٹھا کر لے گئے اور اس کا نکاح اس کے متوفی شوہر کے بھائی مسمی جیلیا سے کر دیا، یہ دوسرا نکاح اس کے اصل شوہر مسمی کاندھل کے طلاق دینے کے بغیر جائز ہوگا۔ اگر جائز نہ ہوگا تو پھر کیا فاطمہ اور جیلیا (جن کے زن وشوہر کے سے تعلقات قائم ہیں) زانی ٹھہریں گے اور کیا یہ دونوں اور وہ لوگ کہ جو اس نکاح میں گواہ اور وکیل بنے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے۔ ان تمام لوگوں پر شریعت اسلام نے کیا تعزیر مقرر کی ہے؟ مسلمانوں کو ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

(المستفتی: ۲۳۹۷، علی شبیر (ضلع کرنال) ۱۹؍جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۱۷؍اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب

دوسرا نکاح ناجائز ہوا،(۱)اور زوجین دونوں حرام کاری کی لعنت میں مبتلا ہیں، نکاح پڑھانے والا اور دس میں مدد کرنے والے سب فاسق اور گنہگار رہو جائے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۳۰۵/۵)

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا باطل ہے اور جو اولاد ہوئی، وہ حرامی ہے:

سوال: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب کا منتظر ہوں، کیا حکم ارشاد ہوتا ہے؟ پہلے سوال کے باعث بڑی پریشانی ہے، کوئی ایک مسلمان صاحب نے ایک عورت کو بلا نکاح عرصہ بارہ سال سے رکھے ہے، اس کا شوہر زندہ ہے، طلاق دینے سے صاف انکار کرتا ہے، ہرگز نہ دوں گا، کبھی کہتا ہے مجھے معلوم ہی نہیں کہ میری عورت کون سی ہے، پاگل نہیں، ملازم سرکاری جنگل میں ہے، ہر طرح نصیحت کی کارگر نہ ہوئی، گزراوقات کے لیے شادی بہت کم عمری میں ہوئی تھی، قریب سات آٹھ سال کی عمر تھی اور جب ہی سے کچھ دن بعد الگ ہے، کیا اس کا نکاح کسی بھی طرح ہوسکتا ہے، یا تاعمر جب تک طلاق نہ دے، ممکن نہیں، یا نابالغی میں شادی ہوجاوے اور بالغی عورت شوہر کو منظور نہ کرے تو دوسرے کے ساتھ نکاح ممکن ہے، یا ہو ہی نہیں سکتا، یہاں دو مثالیں موجود ہیں، جو نکاح اسی طرح زندگی برباد کررہی ہیں، اولاد ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں اس کا عقیقہ جائز ہوگا، یا نہیں؟ دوسروں کو اس کے یہاں کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے، دوسرے سے کسی طرح نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر وہ ابتداء سے زوجہ کو نفقہ نہیں دیتا، یا نابالغی میں نکاح ہوا تھا اور بلوغ کے بعد وہ اس کو پسند نہیں کرتی، اس صورت میں جبر کرکے اس پہلے شوہر سے طلاق لینا جائز ہے؛ مگر بدون طلاق کے دوسرے سے نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ایسی حالت میں جو اولاد ہوئی ہے، وہ حرامی ہے۔ ایسے شخص کے گھر کا کھانا وغیرہ نہ کھانا چاہیے، جب تک کہ وہ اس حرکت سے توبہ نہ کرے۔ باقی عقیقہ حرامی لڑکے کا بھی جائز ہے۔ (امداد الاحکام:۲۵۸/۳)

منکوحۃ الغیر کا نکاح حرام ہے:

سوال: ایک عورت کا شوہر زندہ ہے، لوگوں نے اس کا دوسرا نکاح پڑھوا دیا ہے، پہلے امام صاحب نے نکاح پڑھانے سے انکار کردیا؛ اس لیے لوگوں نے ان کو ہٹا دیا ہے اور دوسرا امام رکھا ہے، جن کو ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے، متولی صاحب کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھاتے ہیں، حالاں کہ نماز کے مسائل سے اچھی طرح واقف بھی نہیں ہیں اور بہت

(۱) لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۹۹/۱، ماجدیة)

(۲) ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

سے ایسے افعال بھی کرتے ہیں، جو شرعا جائز بھی نہیں ہیں، ان کے پیچھے جمعہ، عیدین اور پنج گانہ نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور متولی صاحب نے جس امام کو رکھا ہے، جن کا حال لکھا گیا ہے، ان کے پیچھے اور لوگوں کی نماز ہوگی، یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح جو لوگوں نے شوہر کی موجودگی میں پڑھوادیا ہے، صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) شوہر کی موجودگی میں دوسرا نکاح حرام ہے، اگر لوگوں نے اس عورت کا دوسرا نکاح پڑھوادیا ہے تو یہ دوسرا نکاح درست ہی نہیں ہوا اور جن لوگوں نے یہ نکاح پڑھوایا ہے، وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے، ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے اور وہ عورت بدستور پہلے شوہر کی بیوی ہے، دوسرے مرد سے تعلق رکھے گی تو یہ حرام کاری ہوگی؛ اس لیے فوراً ان دونوں کو علاحدہ کرایا جائے۔(۱)

(۲) پہلے امام صاحب نے جو نکاح پڑھانے سے انکار کیا، بہت صحیح کیا، ان کو یہی کرنا چاہیے تھا، اس کو جرم قرار دینا اور امامت سے ہٹانا غلطی ہے۔

لوگوں کو چاہیے کہ پھر انہی کو امام بنائیں، اب رہے دوسرے امام صاحب، جن کو خون ٹپکتا رہتا ہے، ان کے پیچھے تندرست لوگوں کی نماز درست نہیں ہوگی؛ اس لیے تندرست لوگوں کو ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

"لا یصلی الطاھر خلف من بہ سلسل البول والطاھرات خلف المستحاضۃ". (الفتاویٰ الهندیة: ۸٤/۱)(۲)

(۳) متولی اگر دیندار اور مسائل نماز سے واقف نہیں ہیں تو ان کو خود چاہیے کہ امامت سے پرہیز کریں اور اگر ان کو اپنی امامت پر اصرار ہی ہو اور متولی صاحب ان صفات سے متصف ہوں، جن کا ذکر استفتا میں کیا گیا تو ایسے متولی کے پیچھے پنجوقتہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اگر دوسری مسجد ہو تو اس میں ادا کرنی چاہیے اور اگر لوگ ان کو امامت سے الگ نہ کر سکتے ہوں تو جمعہ کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لینی چاہیے، جمعہ علاحدہ نہ پڑھنی چاہیے۔

الفاسق إذا کان یؤم یوم الجمعة وعجز القوم عن منعه قال بعضھم: یقتدی به فی الجمعة ولا تترک الجمعة بإمامته وفی غیر الجمعة یجوز أن یتحول إلی مسجد آخر ولا یأثم به، ھکذا فی الظھیریة. (الفتاویٰ الهندیة: ۸٦/۱)(۳)

(۴) عیدین کی نماز کا وہی حکم ہے، جو جمعہ کا ہے۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رحمانی مخطوطہ، کتاب النکاح)

---

(۱) ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (سورة النساء: ۲٤) قال: ھن ذوات الأزواج حرم اللّٰہ نکاحھن. (تفسیر ابن کثیر: ٦۳۰/۱) یعنی حرمت علیکم المحصنات من النساء أی ذوات الأزواج لایحل للغیر نکاحھن مالم یمت زوجھا أو یطلقھا وتنقضی عدتھا من الوفات أو الطلاق. (التفسیر المظھری: ۲۷٤/۲، وھکذا فی البدائع: ٥٤۸/۲، دارالکتاب دیوبند) أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته ... لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً. (ردالمحتار: ۳٥۰/۲)

(۲) ولاطاھر بمعذور ھذا إن قارن الوضوء والحدث أوطر علیه. (ردالمحتار: ۳۲۳/۲)
ولا یصلی الطاھر خلف من ھو فی معنی المستحاضة. (الھدایة: ۱۲٦/۱)

(۳) الفتاویٰ الهندیة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماما لغیره: ۸٦/۱، دارالفکر بیروت

دوسرے کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں:

سوال: محمد خاں معمار نے چھجو کو بیٹا بنا کر رکھا اور کام معماری کا سکھایا، جب محمد خاں کی زوجہ مرگئی تو اس نے چھجو کی بیوی کو اپنے یہاں رکھ لیا اور چھجو کے یہاں نہیں جانے دیتا، چھجو نے منصفی میں اپنی زوجہ کو لینے کا دعویٰ کیا ہے اور چھجو نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی، محمد خاں نے ایک قاضی کو سوا روپیہ دے کر نکاح پڑھا لیا ہے تو اس صورت میں وہ عورت چھجو کو ملنی چاہیے، یا محمد خاں کی ہے؟

الجواب

جب کہ چھجو نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی اور کوئی دوسری وجہ فسخ نکاح کی بھی نہیں پائی گئی تو وہ عورت چھجو کی زوجہ ہے، محمد خان سے نکاح اس کا باطل ہے، وہ عورت چھجو کو ملنی چاہیے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۶۶)

نکاح کے بعد اگرچہ خلوت نہ ہوئی ہو، عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: ایک لڑکی نابالغ جس کی عمر آٹھ سال، یا اس سے کم ہے، اس کی شادی اس کے ماں باپ نے کردی؛ لیکن صرف نکاح کیا، وداع نہیں کی اور اب یہ لڑکی بالغ ہوگئی، چوں کہ وارثان لڑکا اور لڑکی میں تنازعہ ہوگیا، اس وجہ سے لڑکی اپنے خاوند کے گھر نہیں گئی اور نہ اب جانا چاہتی ہے اور نہ ہی نکاح کے وقت سے اب تک لڑکی کا کبھی تخلیہ اپنے خاوند کے ساتھ ہوا؛ یعنی خاوند نے اس لڑکی کے ساتھ صحبت نہیں کی، ایسی حالت میں کیا لڑکی اپنا نکاح کسی اور شخص سے کرسکتی ہے؛ لیکن اس کا پہلا خاوند طلاق دینے پر رضا مند نہیں ہے۔ دریافت طلب صرف یہ امر ہے کہ اگر اس لڑکی سے کوئی اور شخص شادی کرلے تو جائز ہے، یا ناجائز؟ شرع شریف کا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(نوٹ) قانون گورنمنٹ کی رو سے دریافت نہیں کیا جارہا ہے؛ بلکہ شرع شریف کی رو سے؛ کیوں کہ مجھے ایک مولوی صاحب نے یہ بتایا کہ اگر کسی لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں ہو، یا بالغ ہونے کی حالت میں؛ لیکن نکاح کے بعد تخلیہ نہ ہو؛ یعنی خاوند اور بیوی کا تخلیہ نہ ہو تو عورت مختار ہے کہ اپنے نکاح اگر چاہے تو کسی اور سے کرلے۔

(المستفتی: ۲۳۵۰، عبد الغنی صاحب، رہتک، ۳/ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲/ جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

یہ جو آپ کو بتایا گیا ہے، غلط ہے، لڑکی اور اس کے شوہر میں اگرچہ تخلیہ نہ ہوا ہو، جب بھی وہ اس کی منکوحہ تو ہے اور جب تک ان دونوں کی علاحدگی طلاق، یا خلع یا فسخ کے ذریعہ سے نہ ہو، وہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔ (۲)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ... فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۲/ ۴۸۲، ظفير)

(۲) ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (النساء: ۲۴)

شوری سے طلاق لی جائے، یا خلع کیا جائے، یا بذریعہ مسلمان حاکم کے نکاح فسخ کرایا جائے، پھر دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۰۳/۵)

جوعورت کسی کے نکاح میں ہو، وہ بغیر طلاق، خلع، یا موت خاوند کے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ زندگی نہیں گزارتا اور نان ونفقہ بھی نہیں اور طلاق بھی نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے نام پر ایسے ہی پڑی رہو۔ وہ عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا وہ دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب

جوعورت کسی کے نکاح میں ہو، وہ اپنے خاوند سے طلاق لیے بغیر، یا خلع کرائے بغیر، یا خاوند کی موت کے بغیر کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

﴿حرمت عليكم أمهاتكم ... والمحصنٰت من النساء﴾(۱)

(یعنی حرام کی گئیں تم پر وہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں۔)

اور عالمگیریہ میں ہے:

"لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۳۹، ۱۴۰)

متزوجہ عورت طلاق، یا خلع،

یا شوہر کے مرنے کے بعد جب تک عدت نہ گزارے، دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: زید کی عورت کا خالد نامی شخص سے ناجائز تعلق ہوگیا، جب یہ بات زید کو معلوم ہوئی تو اپنی عورت سے الگ ہوکر دو سال سے دوسری جگہ رہنے لگا۔ شوہر سے طلاق ہوئے بغیر ایسی عورت سے خالد کا نکاح کرنا کیا جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو شرع اس شخص کے باب میں کیا حکم دیتی ہے؟ اور جو لوگ اس نکاح میں قاضی، وکیل اور گواہ ہوئے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

هو المصوب: صورت مسئولہ میں زید جب تک اپنی عورت کو طلاق نہیں دے گا، یا عورت خلع نہیں کرلے گی، یا

(۱) النساء: ۲۳-۲٤

(۲) الفتاویٰ الهندية: ۳۰۹/۱، القسم السادس المحرمات التی يتعلق بها حق الغير، ط، بيروت، لبنان

زید کا انتقال نہ ہو جائے گا اور پھر تینوں صورتوں میں جب تک اس کی عدت نہ گزرے گی۔ اس عورت سے کسی دوسرے کا نکاح کرنا جائز نہیں، حرام ہے۔ اگر کسی نے نکاح کیا ہے تو اس کو اور اس نکاح میں ایجاب وقبول کرانے والے قاضی، وکیل اور گواہ تمام کو علانیہ توبہ کر لینا چاہیے۔ زید کو اختیار ہے کہ اس عورت کو خواہ اپنی زوجیت میں رکھے، یا طلاق دے کر نکال دے۔ ایسا نہ کر کے اس کو گناہ کرتے ہوئے چھوڑے رکھنا بہت برا ہے، ایسے کو شرع میں دیوث کہتے ہیں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ جنت دیوث پر حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۴۴)

ایضا:

سوال: ایک عورت اپنے مرد کے نکاح میں سات سال تک رہی اور اس سے دو اولاد پیدا ہو کر فوت ہوگئی۔ بعد ازاں اپنے مرد کو چھوڑ کر بغیر طلاق کے دوسرے مرد کے ساتھ اسی جگہ سے فرار ہو کر دوسرے گاؤں میں آئی اور نائب صاحب سے کہا کہ میرا نکاح اس مرد کے ساتھ کر دو۔ وہ پہلا خاوند میرا نامرد ہے۔ جناب نائب صاحب نے اس داشتہ عورت کا نکاح غیر مرد کے ساتھ پڑھا دیا۔ آیا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ھو المصوب: متزوجہ عورت، بغیر اس کے کہ اس کا مرد اُسے طلاق دے، یا خود عورت اپنی طرف سے کچھ پیسے وغیرہ دے کر خلع کرا لے اور دونوں صورتوں میں عدت گزر جائے۔ بہرصورت اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں، حرام ہے، جیسا کہ اللہ جل شانہٗ تعالیٰ محرمات (یعنی جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے) میں فرماتا ہے:

﴿والمحصنات من النساء﴾(۱)

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

ولایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوھاج، انتھٰی.(۲)

پس صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا اور دوسرا شخص جس نے اس عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح میں ایجاب وقبول کرانے والا نائب اور اس کے گواہ، اس عورت سے نکاح کیا، ان سب نے اگر عمداً یہ کام کیا ہے تو سب کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے، اگر توبہ نہ کریں تو دوسرے مسلمان ان کی خوشی غمی میں شریک نہ ہو کر ان سے باز رہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

"من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وإن لم یستطع فبلسانہ وإن لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الإیمان". (أخرجه المسلم، عن أبی سعید الخدری وفیه قصة)(۳)

(۱) سورۃ النساء: ٢٤

(۲) الفتاویٰ الهندیة: ۳۰۹/۱، ط: بیروت، انیس

(۳) الصحیح لمسلم: ٦٩/١، کتاب الإیمان، باب بیان أن النهی عن المنکر من الإیمان وأن الإیمان یزید وینقص، رقم الحدیث: ٤٩، انیس

اس مرد کو چاہیے کہ اس عورت کو اپنے پاس رکھ کر اگر موافقت کے ساتھ گزر ہو سکے تو بہتر ورنہ طلاق اور خلع سے اس کو اپنے ذمہ سے نکال ڈالے، نہ کہ اس کو برے کاموں میں مبتلا دیکھتے ہوئے خاموش رہے؛ کیوں کہ ایسے شخص کو دیوث کہتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ دیوث پر جنت حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۴۵-۱۴۶)

جب لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہوا تو لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی:

سوال: ایک لڑکی کا نکاح (جس کی عمر ۱۶/ سال ہے اور بیوہ؛ یعنی رانڈی ہے) اس کے والدین نے مع رضامندی لڑکی کے ایک لڑکے سے جس کی عمر ۱۲/ سال کی ہے کر دیا اور سات یا آٹھ ماہ اپنی سسرال میں رہ چکی ہے، اب وہ بھیجتے نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم کو مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ اس کا نکاح نہیں ہوا اور اب وہ دوسری جگہ نکاح کراتے ہیں۔ کیا اس عورت کا نکاح اس بارہ سال کے لڑکے سے نہیں ہوا اور ان کو دوسری جگہ اس کا نکاح کر دینا شرع شریف میں جائز ہے۔ قاضی نے اس کی ماں سے اور اس کے باپ سے اور لڑکی سے اچھی طرح اذن لے کر نکاح پڑھا ہے۔

(المستفتی: ۲۳۵۱، مولوی فضل الرحمٰن صاحب، حصار، ۳/ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲/ جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

جب لڑکی کی رضامندی اور اجازت سے نکاح ہوا تو نکاح صحیح ہو گیا، (۱) اب اس لڑکی کا دوسرے شخص سے نکاح نہیں ہو سکتا، اگر کر دیں گے تو ناجائز اور حرام ہوگا۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۰۳/۵)

بلا طلاق منکوحہ کا دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں نکاح درست نہیں ہوا:

سوال: ایک عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ کر ۲ سے آشنائی کی، بعد دو سال کے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر ۲ کو چھوڑ کر ۳ کے ہمراہ نکاح کیا، اس نے بھی طلاق دے دی، پھر ۴ کے ہمراہ نکاح کیا اور پھر ۴ کو بھی چھوڑ کر ۵ کے ہمراہ نکاح کا قصد کیا، ایک جاہل قاضی نے نکاح پڑھایا، چوں کہ قاضی جاہل تھا تو جس قدر اشخاص وہاں پر موجود تھے، انھوں نے یہ کہا کہ نکاح نہیں ہوا اور عورت نے دریافت کرنے پر یہ کہا کہ میرے خاوند طلاق دے دی اور عدت ختم ہو گئی تو جو اشخاص نکاح ۵ میں شریک تھے، وہ گناہ گار ہوئے، یا نہیں ہوئے؟ اور نکاح ان کا ٹوٹا، یا نہ؟

---

(۱) (ومنها) رضا المرأة إذا كانت بالغة بكراً كانت أو ثيبًا فلا يملك الولي إجبارها على النكاح عندنا، كذا في فتاویٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسير النكاح: ۲۸۰/۱، ماجدية)

(۲) لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، ماجدية)

الجواب

جب کہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی تو اس کے بعد کوئی نکاح اس عورت کا جائز نہیں ہوا، پس ۵ سے جو نکاح کیا گیا، وہ باطل اور ناجائز ہے، شوہر اخیر کو چاہیے کہ اس سے علاحدگی کرے اور جب تک شوہر اول کا طلاق دینا ثابت نہ ہوجائے، اس وقت تک نکاح نہ کرے۔(۱) باقی جن لوگوں کو کچھ حقیقت حال کی خبر نہیں ہے، ان پر کچھ گناہ نہیں ہے اور نہ ان کا نکاح ٹوٹا۔فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۶۷-۴۶۸)

بلا طلاق منکوحہ نے جو دوسرا، تیسرا نکاح کیا، وہ صحیح نہیں ہوا:

السوال: إمرأة بالغة زوجت نفسها بأمر أبيها فصحب بها الزوج ودخل بها مراراً ثم فر منه إلٰی دیار آخر فزوجها الثانی ولم یطلقها الأول، ولدت بنتاً ومات الزوج الثانی، ثم زوجها الثالث فولدت بنتين وزوجها الأول حی طالب وهی راغبة، فهل النكاح الأول باق أم لا؟ وهل صح الثانی والثالث وكيف حال البنات وكيف المصلحة فيه؟

الجواب

النكاح الأول باق ولم يصح النكاح الثانی والثالث والبنات للثانی والثالث و ترد الزوجة إلى الأول. قال فی الدرالمختار: غاب عن إمرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً ثم جاء الزوج الأول فالأولاد للثانی عن المذهب الذی رجع إليه الإمام وعليه الفتوىٰ كما فی الخانية والجوهرة والكافی.(۲)

لو عاد حياً بعد الحكم بموت أقرانه، قال الطحطاوی: الظاهر أنه كالميت إذا أحی والمرتد إذا أسلم ... ونقل أن زوجته له والأولاد للثانی.(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۷۴)

عورت طلاق لیے بغیر دوسرا نکاح کر سکتی ہے:

سوال: ایک فریق کہتا ہے کہ مرد اگر مریض ہوجائے تو عورت بغیر طلاق کے خود نکاح کر سکتی ہے، یہاں ایک مولوی نے فتویٰ دے کر نکاح کر دیا۔دوسرا فریق کہتا ہے کہ بغیر طلاق کے نکاح حرام ہے؛ بلکہ طلاق کے بعد عدت گزار کر نکاح درست ہے، لہٰذا کون فریق حق پر ہے۔

(المستفتی: ۲۰۹، محمد اطہر میاں (ضلع بردوان) ۳۰/شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵/فروری ۱۹۳۴ء)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير... فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار، باب المهر، مطلب فی النكاح الفاسد والباطل: ۲/۴۸۲، ظفير)

(۲) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب المفقود، باب ثبوت النسب: ۶/۴۶۳، ط: الرياض، انيس

(۳) ردالمحتار، كتاب المفقود: ۳/۴۵۸، ظفير

الجواب

مرد کے مریض ہو جانے پر عورت کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنا دوسرا نکاح کرلے،(۱) بغیر مرد کے طلاق دینے کے، یا کسی کے حکم سے بوجوہ شرعیہ نکاح فسخ کئے جانے کے اور بعد طلاق، یا فسخ کے عدت گزر جانے کے بغیر دوسرا نکاح نہیں کرسکتا،(۲) جس نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ شوہر کے بیمار ہو جانے پر عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے، اس نے غلط فتویٰ دیا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۹۱/۵)

ولی کی اجازت سے نابالغہ کا نکاح ہو جاتا ہے اور وہ بلا طلاق دوسری شادی نہیں کرسکتی:

سوال: آٹھ سالہ لڑکی کی شادی کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور جس میں عرصہ چھ سال کے اندر کل ایک یوم کے واسطے گئی ہو، اگر خاوند کی رضامندی نہ ہو، طلاق لینے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

آٹھ سال کی عمر میں اگر لڑکی کی شادی اس کے والد اور ولی نے کی تو نکاح صحیح ہو گیا، اب جب تک شوہر بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دیوے، اس وقت تک وہ لڑکی اس کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی، اسی کی زوجہ ہے، بدون طلاق دینے شوہر کے دوسری جگہ اس کا نکاح جائز نہیں ہے۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۷۴/۷-۴۷۵)

شوہر کے رہتے ہوئے بلا طلاق دوسرا نکاح باطل ہے، البتہ شوہر کے مرنے کے بعد جس سے چاہے شادی کرسکتی ہے:

سوال: ایک عورت نے اپنے زندہ شوہر کو چھوڑ کر دوسرے آدمی سے نکاح کرلیا اور پہلے نے طلاق نہ دی تھی، اب پہلا خاوند مر گیا، اب دوسرے خاوند سے نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور زیادہ مستحق اس کے نکاح کا کون ہے اور عورت تیسرے سے بھی نکاح کرسکتی ہے، یا دوسرا ہی مستحق ہے؟

الجواب

دوسرے مرد سے اس کا نکاح ناجائز اور باطل ہے، پہلا نکاح قائم رہا، بعد مرنے شوہر اول کے عدت وفات دس دن چار مہینے پوری کر کے جس سے چاہے وہ عورت نکاح کرسکتی ہے، اس شخص ثانی کا جس نے اپنے گھر میں رکھا، کچھ حق نہیں؛ بلکہ وہ اس فعل سے فاسق و عاصی ہوا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۷۶/۷-۴۷۷)

---

(۱) ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (النساء: ۲۴)

(۲) ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتٰى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۳) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبراً ولو ثيباً ... و لزم النكاح ولو بغبن فاحش. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۷/۲، ظفير)

شریر شوہر بھی جب تک طلاق نہ دے، دوسرا نکاح درست نہیں:

سوال: عرصہ زائد از چھ سال منقضی ہوا کہ میرے شوہر نے شرارت سے مجھے چھوڑ رکھا ہے، نان ونفقہ سے سخت مجبور ہوں، سنا گیا ہے کہ کسی رنڈی کے یہاں سے مجھے فروخت کرنے پر آمادہ تھا، اس صورت میں دوسرا نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شوہر سے جس طرح ہو، طلاق لی جاوے، بعد طلاق کے اور بعد گزرنے عدت کے دوسرا نکاح صحیح ہوگا، طلاق سے پہلے دوسرا نکاح کرنا عورت کو درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۷۴)

بلا طلاق پندرہ سال سے دوسرے کے گھر میں ہے، کیا اس سے نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: ایک عورت تقریباً پندرہ سال سے شوہر کے گھر سے نکل کر دوسرے شخص کے گھر میں آباد ہوگئی ہے اور شوہر نے ابھی تک اس کو طلاق نہیں دی، کیا اس عورت کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے، جس کے گھر میں اب رہتی ہے؟

الجواب

جب تک شوہر اول طلاق نہ دے، یا فوت نہ ہو جاوے اور عدت نہ گزر جاوے، اس وقت تک دوسرے شخص سے نکاح درست نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۷۴)

بیس برس سے جو عورت شوہر سے علاحدہ ہو، وہ نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: خلاصہ سوال یہ ہے کہ ایک عورت بیس برس سے اپنے شوہر سے علاحدہ ہے تو وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب تک اس عورت کے شوہر سے طلاق نہ لے جاوے، اس وقت تک دوسرا نکاح اس کا صحیح نہ ہوگا، اول اس سے طلاق لی جاوے، بعد طلاق کے جس وقت عدت گزر جاوے، اس وقت دوسرے شخص سے اس کا نکاح صحیح ہوگا۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۸۰-۴۸۱)

دوسرے کی بیوی کو رکھنا حرام ہے:

سوال: دو بھائی ہیں، بڑے بھائی کا نکاحی کو چھوٹے بھائی نے بے طلاق دیئے ہوئے رکھ لیا ہے۔اس پر کیا کفارہ ہے؟　　(المستفتی: ۱۸۲۹، شاہ محمد صاحب، اعظم گڑھ، ۲۴/رجب ۱۳۵۶ھ، مطابق ۳۰/ستمبر ۱۹۳۷ء)

(۱) ایسے شوہر کے خلاف محکمہ قضاء میں درخواست دیکر مسلمان قاضی یا مسلمان پنچائت سے نکاح فسخ کراسکتی ہے۔دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ اور کتاب الفسخ والتفریق۔ظفیر

الجواب

بے طلاق کے منکوحہ غیر کو رکھ لینا سخت گناہ ہے۔

﴿والمحصنٰت من النساء﴾(۱) وفی الھندیة:لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ.(۲)

خواہ بھائی کی منکوحہ ہو، یا کسی اور شخص کی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۵/۲۹۸)

دوسرے کی بیوی کو اپنے پاس رکھنا حرام ہے:

سوال: ہم ایک باپ کے تین بیٹے ہیں، بڑے کا نام بہادر علی اس سے چھوٹا علی بہادر اور سب سے چھوٹا میں خاکسار حشمت علی جو کہ فی الحال بر ماشیل کمپنی میں موٹر ڈرائیوری پر ملازم اور آپ سے فتویٰ کا خواستگار ہوں۔میری شادی سن ۱۹۱۸ء میں بمقام پوٹھی سید جان کے ساتھ ہوئی، ہمارے گھر سے پوٹھی تک ۲۴/میل ہے، یہ بات بچے بچے کو معلوم اور سید جان دونوں کا نام درج ہے، وہ عرصہ تین سال میرے پاس موجود رہی، اس کے بعد میں اس کو والدہ کے پاس چھوڑ کر انگریزی علاقہ میں چلا آیا؛ کیوں کہ مجھ کو شادی کا قرضہ ادا کرنا تھا، تین سال کے بعد میری والدہ کا انتقال ہوگیا۔اس کے بعد ہمارے حقیقی بھائی منجھلے مسمی علی بہادر نے میری عورت کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے اور زبردستی گھر میں رکھ لیا، یہ ایسی بات ہے کہ میں اپنی قوم میں منہ دکھا نہیں سکتا۔تھوڑے عرصے کے بعد جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے دو تین رجسٹری سرکار کی طرف کی؛ لیکن کچھ فیصلہ نہیں ہوا؛ کیوں کہ وہ ملک ہندو راجہ کا ہے۔علی بہادر نے ایک جعلی کاغذ بنالیا ہے، میرے نکاح سے آگے کا نکاح موجود کرتا ہے، جس کا ثبوت موجود نہیں، وہاں کے مولوی کے پاس جو رجسٹر ہے، اس میں ابھی تک نکاح علی بہادر صاحب درج نہیں ہوا؛ کیوں کہ وہ مولوی ڈرتا ہے، اس سے اس کے تین چار بچے بھی پیدا ہوئے۔

(المستفتی:۲۱۲۴، حشمت علی خاں، ضلع ناسک، ۱۴/شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۸/دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر تمہارے بھائی بہادر علی کا نکاح اس سے نہیں ہوا تھا اور مسماۃ سید جان تمہاری منکوحہ ہے اور علی بہادر نے جعلی کاغذ نکاح کا بنالیا ہے تو علی بہادر سخت گناہگار اور مجرم ہے اور اس کو سید جان کے ساتھ تعلقات رکھنا حرام ہے،(۳) اور اس کی اولاد بھی ولدالزنا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۵/۳۰۱)

---

(۱) سورة النساء:۲٤

(۲) الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث: ۱/۲۸۰، ماجدیة

(۳) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال قال رجل: یا رسول اللّٰه أی الذنب عند اللّٰه أکبر، قال:أن تدعو للّٰه ندا وھو خلقک، قال: ثم أی قال أن تقتل ولدک خشیة ان یطعم معک قال:ثم أی قال:تزنی بحلیلة جارک.(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله والذین لایدعون مع اللّٰه الٰھًا اٰخر: ۲/۷۰۱، قدیمی)　==

بددین جاہل شوہر کی بیوی بھی بغیر طلاق دوسرا نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: ایک جاہل سے ایک خواندہ لڑکی کی شادی غلطی سے ہوگئی، اب لڑکی شوہر کی بددینی کی وجہ سے متنفر ہے، ازروئے شریعت کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

اس صورت میں جب تک شوہر طلاق نہ دے گا، اس وقت تک کوئی صورت علاحدگی کی نہیں ہوسکتی اور نہ دوسرا نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۷-۴۷۸)

عورت بلا طلاق اور بلا فسخ دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: بموجودگی شوہر اول بلا طلاق اور زوجہ اوس نکاح ثانی منیتواں کرد، یانہ؟ زوجہ مذکورہ نکاح ثانی بموجدگی شوہر اول کردہ است، از شوہر ثانی اولاد ذکور واناث کہ پیدا شدہ موجود است، درترکہ او استحقاق ملکیت می دارد، ایں اولاد کہ از شوہر دیگر است شرعاً حکم حلالش می دارد، اکنوں اگر شوہر اول زن خود را خواہد در حق او شرعاً چہ حکم است؟

الجواب

بموجودگی شوہر اول عدم طلاق او ونبودن امرے کہ موجب فسخ نکاح مابینہما باشد، زنش را نکاح ثانی جائز نیست وباوجود علم بآنکہ شوہرش موجود است وطلاق نداده، وہیچ وجہ از وجوہ فرقت درمیاں واقع نہ شدہ است، نکاح شوہر ثانی بآں زن باطل وکالعدم است واولادش صحیح النسب نیست ووارث ترکہ شوہر ثانی ہم نیست۔

كما قال في البحر: لو تزوج بإمرأة الغير عالماً بذلك، إلخ، ودخل بها لاتجب العدة عليها ولايحرم على الزوج وطؤها وبه يفتي؛ لأنه زنا والمزني بهالاتحرم على زوجها، إلخ. (شامی: ۲۹۳/۲)(۱)

وفيه أيضاً: أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً، إلخ. (ص: ۳۰۰)(۲)

پس واضح گشت کہ بصورت موجودہ نکاح ثانی باطل است واولادش ولدالحرام است ووارث ترکہ شوہر ثانی نیست ونکاح شوہر باقی است واو راوطی جائز است وزوجہ اش بادسپرد خواہد شد۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۷۸)

شوہر کا دعویٰ خارج کردے تو اس سے عورت کو شادی کا حق نہیں ہوتا:

سوال: ایک عورت بیوہ نے ایک مرد کے ساتھ نکاح کیا اور چار ماہ تک اس کے گھر میں رہی، پھر گھر سے نکل گئی،

== عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أياكم والدخول على النساء الحديث. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بإمرأة: ۷۸۷/۲، قديمي)

(۱) ردالمحتار، فصل في المحرمات، قبيل باب الولي: ۴۰۲/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب المهر: ۴۸۲/۲، ظفير

بوجہ تکرار شدید کے کہ شخص ناکح کی منکوحہ قدیم بھی ہے اور عمر ناکح کی ساٹھ پینسٹھ سال ہے، اب وہ عورت اس کے گھر میں رہنے سے قطعاً انکار کرتی ہے، شخص مذکور لینے کو آیا تو اس کے ساتھ نہیں گئی اور مرد پر بہت کچھ تشدد کیا، لاٹھی بھی ماری اور دوسری جگہ نکاح کر لی اور ایک ماہ، یا دو ماہ بعد وہاں سے بھی کہیں اور چلی گئی، اب اس شخص نے جس کے یہاں چار ماہ تک رہی تھی، عدالت مجاز میں دعویٰ کیا، عورت گرفتار ہوئی، عورت کا بیان لے کر عدالت نے دعویٰ اس شخص کا خارج کر دیا اور عورت کو خود مختار کر دیا، اب یہ عورت ایک اور شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب تک وہ شخص جس نے اس بیوہ سے نکاح کیا تھا اور عدالت مجاز سے اس کا دعویٰ خارج کر دیا تھا، طلاق نہ دے اور عدت نہ گزر جاوے، دوسرے شخص سے وہ عورت نکاح نہیں کر سکتی، اگر کرے گی تو نکاح باطل متصور ہوگا۔

﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۷۹-۴۸۰)

شوہر گھر سے نکال دے تو عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکی بالغہ کو اس کے شوہر نے نکال دیا ہے، اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

دوسری جگہ نکاح شوہر اول سے طلاق لینے کے بعد ہو سکتا ہے؛ یعنی جس وقت شوہر اول طلاق دے دے اور عدت طلاق کی تین حیض گزر جاویں، اس وقت دوسرے مرد سے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے، محض نکال دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر شوہر یہ لفظ کہے اپنی زوجہ کو نکل جا اور چلی جا اور نیت ان الفاظ سے طلاق کی ہو تو طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے اور بعد عدت کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے، غرض یہ ہے کہ نکل جا وغیرہ الفاظ کنایہ ہیں، ان میں اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہوتی ہے، ورنہ نہیں اور نیت کا حال شوہر کے کہنے سے معلوم ہو سکتا ہے، یا قرائن ایسے ہوں، جن سے معلوم ہو جاوے کہ نیت شوہر کی طلاق کی ہے اور یہ تفصیل کتب فقہ میں ہے کہ بعض کنایات میں مذاکرۂ طلاق اور بعض میں حالت غیض وغضب قرینہ طلاق ہے، مراد ہونے کا ہوتا ہے اور نکل جا وغیرہ ان الفاظ میں سے ہیں کہ ان میں ہر حال میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۸۰)

بالغہ کا جو نکاح اجازت سے ہوا، دوسرا نکاح درست نہیں:

سوال: ایک شخص نے منصوری پر اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح کر دیا، لڑکی شیر کوٹ اپنے مکان پر تھی؛ مگر اس شخص نے کہا

---

(۱) سورۃ النساء: ۲۴، ظفیر

(۲) کنایته عند الفقها ما لم یوضع له أی الطلاق واحتمله وغیره فالکنایات لاتطلق بهاقضاء إلا بنیة أودلالة الحال، إلخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الکنایات: ۲/۶۳۵-۶۳۶، ظفیر)

کہ میں اپنی لڑکی سے دریافت کر کے آیا ہوں، اس نے بخوبی نکاح کی اجازت دے دی ہے اور اس نکاح میں بہت آدمی موجود تھے، اب برادری رخصت کرنے سے مانع ہے، حالاں کہ سب کے روبرو اس سے اقرار کرلیا کہ میں نکاح کرآیا ہوا، بہت سے آدمیوں نے روپیہ کی طمع دی ان کے بہکانے سے وہ رخصت نہیں کرتا؛ بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنے پر آمادہ ہے اور قبل از نکاح منصوری پر لڑکی کے باپ بابت مہر مبلغ پانچ سو روپیہ اور بابت نان ونفقہ تحریر کرالیا ہے۔ برادری کہتی ہے کہ لڑکی کی غیر حاضری میں نکاح نہیں ہوا اور دباؤ ناجائز دیتی ہے۔ شرعاً اس کا نکاح ہوگیا، یانہیں؟ باپ ہر طرح راضی ہے اور تحریر کردیا ہے اور اب بہکانے سے پھر گیا ہے گواہ موجود ہیں؟

الجواب

باپ نے جو نکاح دختر بالغہ کا باجازت دختر کے کیا، وہ نکاح صحیح ہوگیا اور منعقد ہوگیا، اب دوسرے شخص سے نکاح اس لڑکی کا درست نہیں ہے اور برادری کا دباؤ ناجائز ہے اور اس ناجائز دباؤ سے پہلا نکاح نہیں ٹوٹ سکتا اور باپ کا انکار کرنا بھی معتبر نہیں ہے، جب کہ اس کی تحریر سے اور گواہوں سے نکاح ثابت ہے اور نص قرآنی سے منکوحہ کا نکاح باطل اور حرام ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمحصنٰت من النساء﴾(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۴/۷-۴۸۵)

خاوند سے عاجز ہوکر پیشہ عصمت فروشی کرلیا، اب دوسرے سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں:

سوال: عورت نے اپنے خاوند کی لاپرواہی سے دام مصیبت میں پھنس کر حکومت سے سند حاصل کر کے بازار میں ناجائز کام شروع کردیا ہے، اب وہ نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے تو اس کو طلاق کی ضرورت ہے، یانہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص اپنی سالی کو بلانکاح رکھ لی اور بچہ بھی پیدا ہوگیا اور منکوحہ کو بلا طلاق علاحدہ کردے تو زوجہ کو طلاق ہوگئی، یا طلاق لینے کی ضرورت ہے؟

الجواب

طلاق لینے کی ضرورت ہے، بدون طلاق کے دوسرا نکاح کرنا اس کو جائز نہیں ہے۔(۲)

(۲) طلاق لینے کی اس کو ضرورت ہے، بدون طلاق کے پہلی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی اور سالی کو رکھنا بحالت موجودہ جائز نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۷۲/۷)

---

(۱) سورة النساء: ٢٤، ظفیر

(۲) جب تک شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، شوہر کی بیوی ہے، چاہے حرام کاری کا پیشہ اختیار کرے۔ وأما نكاح منكوحة الغير إلخ لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار: ٤٨٢/٢، ظفیر)

(۳) سالی کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا، وہ زنا کے حکم میں ہے اور بیوی کا رشتہ طلاق کے بعد ہی ختم ہوسکتا ہے۔ ظفیر

عورت کے ناجائز تعلقات کی وجہ سے شوہر طلاق دیتا ہے، نہ صلح کرتا ہے، کیا کیا جائے:

سوال: زید اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ تقریباً دس سال گزار چکا ہے، اس عرصے میں اس کی بیوی سے تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ قریب ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا اور اس کی بیوی فوت ہو چکی۔ اس ڈیڑھ سال کے عرصے میں زید نے اپنی بڑی سالی ہندہ سے (جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر برائے ہمدردی اپنی فوت شدہ بہن کے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے زید کے یہاں آیا کرتی تھی) صنفی تعلقات پیدا کر لیے۔ ہندہ کو اپنے جائز خاوند سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں۔ ایسی حالت میں ہندہ کا شوہر نہ ہی اس کو طلاق دینا چاہتا ہے، نہ خلع پر راضی ہے۔ ہندہ کے حامیوں کی استدعا پر بھی کان نہیں دھرتا، فی الوقت ہندہ اپنے شوہر کے پاس نہیں۔ اب علمائے دین کوئی فیصلہ از روئے شرع دیں، تا کہ ہندہ کا تعلق اپنے شوہر سے منقطع ہو جائے اور ہندہ کو زید کے نکاح میں دے دیا جائے۔

(المستفتی: ۲۲۹۲: اہل جماعت علی نگر ضلع شمالی ارکاٹ، مدارس، ۶ / ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۶ / جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

ہندہ کا جب جائز خاوند موجود ہے اور اس سے اولاد بھی ہے تو اس کو اپنے بہنوئی سے تعلقات پیدا کرنا سخت گناہ، (۱) اور بے غیرتی کی بات ہے۔ ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس واپس جانا چاہیے، (۲) اور کوئی وجہ نہیں کہ اس سے علاحدہ کر کے زید سے نکاح کرنے کی سعی کی جائے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۰۲/۵)

شوہر کے بھائی سے بیوی کا ناجائز تعلقات قائم کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری بیوی کے میرے چھوٹے بھائی سے غلط تعلقات ہو گئے، جس پر کافی انتشار اور جھگڑا ہوا، والدہ نے اس کو میکہ پہنچا دیا، اب وہ میرے پاس آنا چاہتی ہے، جب کہ بھائی بھی اس مکان میں رہتا ہے، میرے چھ بچے ہیں۔ آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ میں اس کو گھر میں رکھ سکتا ہوں، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــ وباللہ التوفیق

بیوی نے آپ کے چھوٹے بھائی سے ناجائز تعلقات قائم کر کے اگر چہ سخت ترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، جس کی وجہ

---

(۱) ﴿ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشة وساء سبيلاً﴾ (بنی إسرائيل: ۳۲)

(۲) عن قيس بن سعد ... لو كنت آمر أحداً أن يسجد لأحد لأمرت النساء أن يسجد لأزواجها أو عبداً علىٰ سيده. (سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق: ۱/ ۲۹۶، إمدادية)

(۳) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من خب إمرأة علىٰ زوجها أو عبداً علىٰ سيده. (سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق: ۱/ ۲۹۶، إمدادية)

سے اُس پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اُس سے آپ کے رشتہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، آپ بیوی کو اپنے گھر لا سکتے ہیں؛ لیکن چھوٹے بھائی سے سخت پردہ کرانا لازم ہے، اور اُس کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے؛ تا کہ آئندہ کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔

لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه، وجاز له وطؤها عقب الزنا. (شامی: ۱۰۹/٤، زکریا)

والمزني بها لا تحرم على زوجها، وفي شرح المنظومة: إذا زنت المرأة لا يقربها زوجها حتى تحيض لاحتمال علوقها من الزنا، فلا يسقي ماءه زرع غيره. (البحر الرائق، باب العدة ۲۳۵/٤، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۴/۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۲۳۶/۸)

نکاح کر لینے کے بعد انکار کر لینے سے نکاح رہتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی دختر کا نکاح ایک جگہ کر دیا، بعد میں کسی وجہ سے دختر اور اس کا باپ دونوں منکر ہو گئے، اس صورت میں وہ نکاح صحیح رہا، یا نہیں؟

الجواب

جس سے پہلے نکاح ہوا، وہ صحیح ہو گیا، دوسری جگہ اس کا نکاح صحیح نہیں ہے اور بعد نکاح کر دینے کے ولی، یا خود دختر کے انکار کر دینے سے نکاح مذکور فسخ نہیں ہو سکتا، شوہر دعویٰ کر کے اپنی زوجہ کو رخصت کرا سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۷/۷)

تبدیل مذہب کے بعد عورت کا دوسرا، تیسرا نکاح:

سوال: ایک عورت کسی کے ورغلانے سے یا یوں ہی کسی خاص مقصد کے لیے عدالت میں جا کر کہتی ہے کہ میں مذہب عیسائی وغیرہ ہو گئی ہوں، اب میری اور میرے خاوند کی موافقت نہیں ہو سکتی تو عدالت نے اس کے خاوند کو بلوایا تو وہ جب پہلی تاریخ پر حاضر عدالت ہوا تو عدالت نے تاریخ ڈال دی تو دوسری تاریخ میں حاضر نہیں ہوا تو عدالت نے عورت کو کہا: جا جہاں چاہ بیٹھ جا؛ لیکن اس کے خاوند نے نہ زبان سے طلاق دی ہے اور نہ کاغذ وغیرہ لکھا ہے تو پھر مذکورہ عورت کی ماں نے لالچ میں آ کر اپنی لڑکی کا دوسرا خاوند بنا دیا۔

اب اس کا خاوند ثانی مر گیا، ابھی اس کے دو ماہ گذشتہ ہوئے ہیں تو مذکورہ عورت کی ماں نے نقدی کی لالچ میں آ کر تیسرے خاوند کی تیاری کر دی۔ غرض روپیہ کے طمع میں آ کر ایک میاں جی نے تیسرے خاوند کے ساتھ نکاح کر دیا۔ آپ سے فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے کہ حاضرین نکاح اور میاں جی نے تیسر خاوند کے ساتھ نکاح کر دیا۔ آپ سے فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے کہ حاضرین نکاح اور میاں جی کو کوئی تعزیر ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا؟ اگر تعزیر سے انکار ہو تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ اور وہ کون ہیں اور ہم ان کو کیا کہیں؟ اپنے فتویٰ کے ساتھ بیان کریں اور ایسے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

عدالت میں جا کر عیسائی مذہب اختیار کرنے، یا اس کا اقرار کرنے سے مفتی بہ قول پر نکاح فسخ نہیں ہوا، لہذا دوسرا اور تیسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے۔ عورت کے ذمہ واجب ہے کہ اپنے پہلے شوہر کے پاس رہے، اب سب کے ذمہ توبہ لازم ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ کوشش کر کے عورت کو اس کے شوہر اول کے پاس پہنچا دیں، جس طریقہ سے عورت نے عدالت کے ذریعہ سے دوسرے نکاح کی اجازت لی ہے، وہ اجازت شرعاً بالکل ناقابل اعتبار ہے، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

”لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره و کذلک المعتدة ، کذا فی السراج الوهاج“. (الفتاویٰ الهندیة مصری: ۲۸۰/۱) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۲/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۱۳۵۹/۲/۱۱ھ۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۰۸/۱۱)

بسم اللہ کے باپ کا نام نہ بتاؤ تو طلاق، اس کہنے کا کیا حکم ہے:

سوال: زید نے کہا کہ اگر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے باپ کا نام نہ بتا سکوں تو میری بیوی پر طلاق ہے اور باپ کا نام نہ بتا سکا تو کیا حکم ہے، اس پر مجیب نے احتیاطاً تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیا، زید جب تجدید نکاح کے لیے اپنی زوجہ کے پاس گیا تو زوجہ نے انکار کیا اور شوہر ثانی کا ارادہ ظاہر کیا، آیا زوجہ زید زوج ثانی کی زوجیت میں جا سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ

أقول وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ حکم تجدید ایمان وتجدید نکاح اس صورت میں احتیاطاً تھا، نہ اس وجہ سے کہ یقیناً وہ کافر ہو گیا ہے۔

یمکن التأویل وإن کان ضعیفاً لایحکم بکفره. (ردالمحتار وغیره) (۲)

لہٰذا عورت مذکورہ کو یہ جائز نہیں کہ بدون طلاق زید وانقضاء عدت دوسرے شخص سے نکاح کر سکے۔

درمختار میں ہے:

وما فیه خلاف یؤمر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح. (الدر المختار)

(قوله: وتجدید النکاح) أی إحتیاطاً ... (وقوله احتیاطاً) أی بأمره المفتی بالتجدید لیکون

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، القسم السادس، المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیه

(۲) أی لا یحکم بکفره لإمکان التأویل. (ردالمحتار، باب المرتد: ۲۳۰/۴، دار الفکر بیروت، انیس

وطؤه حلالاً باتفاق وظاهره لايحكم القاضي بالفرقة بينهما وتقدم أن المراد بالاختلاف ولورواية ضعيفةً ولو في غير المذهب. (ردالمحتار: ۲۹۹/۳)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴۸٦/۷-۴۸۷)

دادا نے نابالغہ کا نکاح کردیا؛ مگر اب شوہر خبر نہیں لیتا، کیا کیا جائے:

سوال: لڑکی نابالغہ یتیمیہ ۳؍سالہ کا نکاح اس کے دادا نے اپنی قوم میں کردیا، جس کو ۱۴؍سال ہوتے ہیں، آج تک لڑکے والوں کا کوئی شخص واپس نہیں آیا، نہ لڑکی کی روٹی کپڑے کی فکر کی؛ مگر معلوم ہوا ہے کہ وہ لڑکا اور اس کی ماں زندہ ہیں۔ ایسی حالت میں لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں لڑکی کا دوسرا نکاح عندالحنفیہ درست نہیں ہے، اگر شوہر طلاق دے دیوے تو عدت گزار کر دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، بدون طلاق لیے نہیں ہوسکتا۔ (کذا في الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴۷۵/۷-۴۷٦)

نکاح ہوا اور انگوٹھا نہیں لگایا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت کا نکاح ہوچکا ہے؛ مگر بوقت نکاح سرکاری رجسٹر پر انگوٹھے نہیں لگائے، اب عورت مذکورہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب اس عورت کا نکاح ہوچکا ہے تو دوسرے شخص سے اس کا نکاح باطل اور حرام ہے؛ کیوں کہ منکوحۃ الغیر کا نکاح حرام ہے۔ **كماقال الله تعالىٰ: ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ الآية** (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴۷۲/۷)

خواہ وجہ کچھ بھی ہو، منکوحہ کا بلا طلاق نکاح درست نہیں:

سوال: زید نے اپنی بیوی کو بیچنا چاہا، وہ بلا طلاق علاحدہ ہوگئی، وہ دوسرے کے گھر آباد ہے، اب اس دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب

جب تک زید طلاق نہ دے اور عدت نہ گزر جائے، اس وقت تک دوسرے سے شادی درست نہیں ہے۔ (۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴۸۷/۷)

---

(۱) باب المرتد: ۲٤۷/٤، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ایسی حالت میں کہ شوہر نہ حقوق ادا کرے اور نہ طلاق دے تو جہاں محکمہ قضا امیر شریعت کے تحت قائم ہے، وہاں قاضی کے ذریعہ، ورنہ مسلمان پنچائت کے ذریعہ نکاح فسخ کرادے، پھر نکاح کی بات سوچے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ اور کتاب الفسخ والتفریق۔ ظفیر)

(۳) سورۃ النساء: ۲٤، ظفیر

(۴) ہاں زید کی بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ زید سے خلع لے لے اور پھر نکاح کرلے۔ انیس

پہلے شوہر نے جب طلاق نہیں دی تو دوسرا نکاح درست نہیں ہوا:

سوال: رحمت بی بی قادر بہشتی کے نکاح میں تھی، قادر بہشتی ایک مقدمہ کے خوف سے رحمت بی بی کو چھوڑ کر فرار ہوگیا، اسی درمیان میں حافظ عبدالغفور نے مسماۃ مذکور کو اپنے گھر میں ڈال لیا اور کہتے ہیں کہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا ہے، اس کے بعد رحمت بی اور عبدالغفور میں جھگڑا ہوا اور تقریباً چھ ماہ سے رحمت بی عبدالغفور سے علاحدہ ہے، اب رحمت بی کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر رحمت بی کا نکاح عبدالغفور سے ہوا بھی ہو تو اب طلاق ہوچکی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ابھی تک مسماۃ رحمت بی قادر بہشتی کے نکاح میں ہے؛ کیوں کہ قادر بہشتی کے فرار ہوجانے سے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، لہذا اگر بالفرض عبدالغفور نے اسی عورت سے نکاح بھی کیا ہو تو وہ نکاح باطل ہے اور طلاق کی ضرورت نہیں ہے اور نہ طلاق واقع ہوسکتی ہے اور مسماۃ رحمت کا نکاح اب کسی اور شخص سے بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر قادر بہشتی شوہر اول فوت ہوگیا، یا مفقود الخبر ہو تو پھر اس کے موافق دوسرا حکم ہوسکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۸۷-۴۸۸)

شوہر والی عورت کا بغیر طلاق کے نکاح:

سوال (۱) ایک نکاح بغیر طلاق کے ہوا اور دلہن بھی تخمیناً چار ماہ سے مطلقہ ہوئی ہے، آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

(۲) اگر دولہا سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا نکاح ہوا تو وہ کہتا ہے کہ سب کا نکاح ناجائز اور میرا جائز ہے۔ آیا اس کے کہنے کا کچھ تدارک بھی ہے، یا نہیں، جب کہ وہ کہنے پر سرکشی کرتا ہے؟

(۳) جو باراتی اس نکاح میں شامل تھے ان کے نکاح میں فرق آیا، یا نہیں، جب کہ سمجھتے تھے کہ دلہن مطلقہ بھی نہیں ہے؟

(۴) بعض باراتیوں کو بالکل علم نہیں تھا کہ نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ اب اس میں عمداً، یا سہواً کا فرق لگایا جائے گا، یا نہیں؟ دلہن کے گاؤں کے پیش امام صاحب نے نکاح میں بھی نہیں پڑھایا؛ بلکہ دوسرے گاؤں کے آدمی کو رشوت دیکر نکاح پڑھوایا۔ کچھ جہلاء کا یہ خیال یہ سمجھ کر کوشش کی، کچھ لوگ حقیقۃً مکروہ سمجھتے تھے؛ مگر اس قدر مکروہ نہیں سمجھتے تھے؟

الجواب　　حامداً و مصلیاً

(۱) کسی دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ہے، جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے دے اور مدخولہ ہونے کی صورت میں عدت نہ گزر جائے۔(۱)

---

(۱) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، و کذلک المعتدة". (الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس، المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(۲) حرام کو حلال کہنا سخت گناہ ہے، اسی طرح حلال کو حرام کہنا جرم عظیم ہے، (۱) ایسا کہنے والے کو توبہ کرنا لازم ہے اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہیے۔ (۲)

(۳) باوجود علم کے اور مکروہ سمجھ کر ایسا کرنا گناہ عظیم ہے، جو شخص کسی حرام قطعی کو حلال اعتقاد کرے، اس کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا لازم ہے، **كما صرح به في البحر ورد المحتار وغيرهما من الكتب الفقهية.** (۳)

(۴) جس کو عورت کے بغیر مطلقہ ہونے کا علم نہیں تھا، اس کا نکاح نہیں ٹوٹا اور گناہ بھی نہیں ہوا اور جس کو علم تھا، پھر بھی وہ شریک ہوا، اس کا بھی نکاح ٹوٹا؛ مگر وہ گنہ گار ہوا ہے، اس کو توبہ کرنا چاہیے، (۴) اور جو اس حرام نکاح کو حلال قطعی اعتقاد کر کے شریک ہوا ہے، اس کو دوبارہ نکاح کرنا چاہیے اور تجدید ایمان بھی کر لے، (۵) اور اس عورت کو اس شخص سے علاحدہ کرنا ضروری ہے؛ تاوقتیکہ اس کو طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے، (۶) جب طلاق ہو جائے اور عدت بھی گزر جائے تو دوبارہ نکاح کر کے رکھنا درست ہے، (۷) اور اس بات کو نہ مانے تو اس سے قطع تعلق کر دیا جائے۔ (۸) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۵/۳/۲۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۷۳)

---

(۱) "والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً فإن كان حراماً لغيره كما ل الغير، لا يكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعيا كفر، وإلا فلا". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰٦/٥، رشيديه)

(۲،۳) "ما كان في كونه كفراً، اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح بينه وبين إمرأته، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط". (الفتاوىٰ الهندية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب في مجمع الأنهر، باب المرتد: ٦٨٨/١، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"مايكون كفراً اتفاقاً، يبطل العمل والنكاح، وأولاده أولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح". (المصدر السابق)

(۴) "واتفقوا علىٰ أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت صغيراً أو كبيرةً". (شرح النووي علىٰ الصحيح لمسلم: ٣٥٤/٢، كتاب التوبة، قديمي)

قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعمل سوءً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ قالوا: يجب علىٰ كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يسمي. (تنبيه الغافلين، ص: ٦٠، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانية، پشاور)

(۵) "والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً فإن كان حراماً لغيره كما ل الغير، لايكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعيا كفر، وإلا فلا". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ٢٠٦/٥، رشيدية)

(٦) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ١٣٣/٣، سعيد)

(۷) قال الله تعالىٰ: والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء ﴾ (سورة البقرة: ٢٢٨)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾"، (مجمع الأنهر، باب العدة: ٤٦٤/١، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتىٰ يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ٢٣٥)

(۸) قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليا ل قلت، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك ... فإن هجرة أهل الأهوا والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول. (رقم الحديث ٥٠٢٧): ٧٥٨/٨، رشيدية)

بغیر طلاق دوسرے شخص سے نکاح:

سوال: لڑکی کی شادی گاؤں میں ہوئی تھی، لڑکی جب شوہر کے گھر گئی تو شوہر نے بیوی کی طرف توجہ نہیں، پتہ چلا کہ لڑکے کا تعلق بھاوج سے ہے، لڑکی کو اس بارے میں جب پورا اطمینان ہوگیا تو اس نے روکنے کی تدبیر کی؛ مگر کامیاب نہ ہوئی، مجبوراً لڑکی جب اپنے گھر آئی تو والدہ سے یہ قصہ بیان کیا۔ داماد کو بلایا گیا، سمجھایا گیا؛ مگر وہ باز نہیں آیا۔ لڑکی نے سسرال جانے سے انکار کر دیا، کئی مرتبہ لڑکے والے لینے کے لیے آئے؛ مگر لڑکی قطعاً تیار نہیں ہوئی، پنچایتیں ہوئیں، طے پایا کہ لڑکا بھی یہیں رہے گا، جس کے لیے لڑکا تیار نہیں ہوا۔ لڑکے نے بدمعاش کے ذریعہ لے جانے کی سعی کی، لڑکی غریب گھرانے کی تھی، ذرائع نہ بنے، پریشان ہو کر ایک دوسری جگہ انتظام کر دیا، لڑکے نے وہاں بھی سعی کی، بذریعہ پولیس گرفتاری کی سعی کی؛ مگر لڑکی پر قابو نہیں پا سکے، لڑکا نہ طلاق دینے کے لیے تیار ہے، نہ فیصلے کے لیے۔ لڑکی کا باپ کل سامان بھی واپس کرنے کے لیے تیار ہے۔ کیا ان تمام مجبوریوں میں جہاں وہ لڑکی ہے نکاح ہو سکتا ہے؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

اگر نکاح کر دیا ہے تو نکاح بالکل درست نہیں ہوا، فوراً ان کو علاحدہ کر دیا جائے، جب تک شوہر طلاق نہ دے، یا شرعی طور پر تفریق نہ ہو جائے، دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا۔(۱) اگر لڑکا تعلقِ زوجیت رکھنے اور حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو اس کے پاس بھیج دیا جائے، پھر لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ مودت وموافقت کر کے اپنی طرف مائل کر سکتی ہے، اگر بالکل توقع نہ ہو تو بعوضِ مہر طلاق حاصل کر لی جائے۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود دہ عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۶/۳/۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۶/۴/۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۷۵)

ایک شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کرانا:

سوال: زید بہ ہمراہ چند اشخاص بکر کے گھر آیا اور مقصد بیان کیا، جواباً بکر نے کہا کہ ”میں نے اپنی دختر فلانی تیرے لڑکے کو دے دی“ زید نے اپنے پسر کے لیے قبول کی، مٹھائی تقسیم ہوگئی۔ بعد انقضائے مدت بروز جمعہ مولانا

---

(۱) ﴿والمحصنات من النساء﴾ عطف علیٰ أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنات من النساء: أى ذوات الأزواج، لايحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها أويطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. (التفسير المظهري: ٦٤/٢، حافظ كتب خانه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن خفتم ألايقيما حدود الله، فلاجناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

”إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلابأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال“. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثامن في الخلع، الفصل الاول: ٤٨٨/١، رشيديه)

عبداللطیف صاحب جامع مسجد کے خدمت میں مع زید کے روبرو درخواست پیش کی کہ میں نے اپنی لڑکی زید کے پسر کو دی تھی، اب میری رضا نہیں، کیا میں اپنی لڑکی دوسری جگہ دے سکتا ہوں؟ مولانا موصوف بموجب شریعت حکم دیں، مجھے منظور ہے، مولانا موصوف نے ہر دو کے حلفیہ بیان لیے، ہر دو نے مثل سابق بیان دیئے اور رشتہ داروں نے تصدیق کی۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ شرعاً یہی نکاح ہے، دوسری جگہ لڑکی دینے کی شرعاً اجازت نہیں، بکر بخیر رہا۔

بعد انقضائے مدت مولانا موصوف نے بغیر فیصلہ زید کے وہی لڑکی خود شامل ہوکر عمر کو نکاح کردی۔ مولانا موصوف نے کئی مواضعات میں انجمن کی صورت میں حلفاً عہد واقرار لیا کہ آئندہ شادی پر گانے گانا، ڈھول بجانا، آتش بازی کرنا بند ہے، جو اس عہد کو توڑے گا، اس پر بطور شریعت وبرادری ڈنڈ لگایا جائے گا، چناں چہ اس پر عمل درآمد بھی ہوا۔ الحاصل ایک شادی میں شریک ہوئے اور از اول تا آخر شریک رہے؛ مگر عہد و پیمان کا کچھ خیال نہ کیا، آتش بازی ہوئی، اس عہد شکنی سے لوگوں کو رنج ہوا، اب استدعا یہ ہے کہ حسب شریعت مولانا موصوف واہلِ مجلس وحوارین کو کیا حکم ہے؟

الجواب＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿حامداً و مصلیاً

ایک جگہ نکاح صحیح ہوجانے کے بعد دوسری جگہ درست نہیں، نکاح جائز نہیں، جب تک شوہر سابق سے علاحدگی، طلاق وخلع، وغیرہ کے ذریعہ سے نہ ہوجائے اور عدت نہ گزر جاوے۔

"لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وکذا المعتدة، کذا فی السراج الوھاج". (فتاویٰ عالمکیریة: ۲۷/۲، طبع: رحیمیة) (۱)

بکر کے الفاظ جو کہ سوال میں درج ہیں کنایات نکاح میں سے ہیں صریح نہیں، نکاح اور رشتہ دونوں کے لیے مستعمل ہیں، پس اگر گواہوں کے سامنے مہر وغیرہ کا ذکر ہوا اور یہ الفاظ نکاح کے لیے کہے گئے اور اس مجلس کو مجلسِ نکاح سمجھا گیا، تب تو نکاح ہوا ورنہ نہیں؛ بلکہ محض وعدہ ہے، (۲) لہٰذا اگر حسب تفصیل سابق پہلا نکاح صحیح ہوگیا تھا تو دوسرا نکاح صورت مسئولہ میں صحیح نہیں ہوا، باوجود علم کے اس میں شرکت کرنے والے گناہ گار ہوئے، سب کو عموماً اور مولوی صاحب کو خصوصاً علی الاعلان توبہ کرنا ضروری ہے۔ (۳)

---

(۱)　الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، القسم السادس، المحرمات التی یتلق بھا حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیة

(۲)　"وإنما یصح بلفظ تزویج ونکاح؛ لأنھما صریح، وما عداھما کنایة: ھو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملة، فلا یصح بالشرکة فی الحال، خرج الوصیة غیر المقیدة بالحال، کھبة وتملیک وصدقة وعطیة وقرض وسلم واستیجار وصلح وصرف، وکل ما تملک به الرقاب بشرط نیة أو قرینة وفھم الشھود المقصود، إلخ". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/ ۱۶، ۱۷، سعید)

(۳)　"واتفقوا علی أن التوبة جمیع المعاصی واجبة وأنھا واجبة علی الفور لایجوز تأخیرھا، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً، والتوبة من مھمات الإسلام وقواعدہ المتاکدة، ووجوبھا عند أھل السنة بالشرع". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم تحت الآیة ﴿یآیھا الذین اٰمنوا توبوا إلی اللّٰه توبةً نصوحاً﴾ ۱۵۹/۲۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

آتش بازی اور گانا ڈھول بجانا وغیرہ ناجائز ہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے، (۱) البتہ مال کا جرمانہ ایسے مجرموں کو نہیں کرنا چاہیے۔

”**والحاصل أن المذهب عند التعزير بأخذ المال**“. (بحر: ۵/۴۱)(۲)

بلکہ ترک تعلقات وغیرہ دوسری سزائیں مقرر کی جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۹/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ، صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ، ۱۵/ محرم/ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۷۷)

منکوحہ غیر سے نکاح:

سوال: زید نے مثلاً منکوحہ عمر سے نکاح ناجائز کیا، زید کو عمر نے متعدد بار مختلف ذرائع سے مثلاً: خط وکتابت، زبانی، اشتہار عام سے اطلاع دی کہ زید میرے (عمر) کے ساتھ شریعت کر لے؛ مگر زید روپوش ہو کر منکوحہ عمر کے ساتھ لے کر کراچی چلا گیا، اب اس صورت میں جب کہ زید نے منکوحہ غیر سے نکاح کر کے اس کو حلال جانا، نیز شریعت سے انکار وانحراف کیا۔ زید کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

منکوحہ غیر سے نکاح کرنا حرام ہے، لہٰذا زید کا نکاح منکوحہ عمر سے صحیح نہیں ہوا۔

”**لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذا في المعتدة، كذا في السراج الوهاج**“. (الفتاویٰ الهندية: ۲/۲۸۸)(۳)

اگر زید کو علم ہے کہ یہ نکاح حرام ہے اور پھر اس نے حرام نکاح کیا تو شرعاً اس پر حد واجب ہے، اگر حد کے شرائط متحقق ہوں تو اس پر حد جاری کی جائے، بشرطیکہ حکومتِ اسلامی موجود ہو۔

”**أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لايوجب العدة ... ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا، كما في القنية وغيرها، آه**“. (شامی)(۴)

---

(۱) ”ويكره استماع صوت اللهو والضرب به، والواجب على الإنسان أن يجتهد ما أمكن حتى لايسمع“. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۸۰، رشيدية)

”والتغني حرام ... وأما الرقص، والتصفيق والصريخ وضرب الأوتار والضيح والبوق الذي يفعله بعض من يدعى التصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زي الكفار، إلخ“ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۹، قديمي)

(۲) البحر الرائق، كتاب الحظر والإباحة: ۵/۶۸، رشيدية

(۳) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيدية

(۴) ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد

شریعت کرلے اور شریعت کرنے سے انحراف کا مطلب اگر یہ ہے کہ شریعت کے موافق فیصلہ کرنے سے انکار کیا تو اس کا جواب وہی جو اوپر مذکور ہوا؛ یعنی وہ حرام کا مرتکب اور سخت گنہ گار ہے، اس کے ذمہ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر شرائط موجود نہ ہوں تو اس سے سب کو قطع تعلق واجب ہے؛ تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لے،(۱) اور اس عورت کو واپس کردے۔ اگر کچھ اور مطلب ہے تو اس کو واضح کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱،۶/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۷۹)

دوسرے کی منکوحہ سے نکاح:

سوال: بختاور نامی ایک بیوہ عورت سے ابن نامی ایک شخص نے اس شرط پر نکاح کیا کہ بختاور کے لڑکے نابالغ مسمیٰ نور محمد کو کوئی باز و لگا دیا جائے گا، چناں چہ ابن نے اسی شرط کو منظور کر کے اپنی بھانجی مسماۃ واجدل نابالغہ کے والد مسمیٰ ولی محمد سے کہہ کر نور محمد کا نکاح واجدل نابالغہ سے بولایت والدش ولی محمد پڑھوا دیا اور اپنا نکاح بختاور مذکورہ سے پڑھوایا، ہر دو نکاحوں کے وقت مجمع کثیر معتبر اشخاص کا موجود تھا، اس واقع کو عرصہ پندرہ سال کا گزر چکا ہے، بختاور تا حال ابن کر گھر آباد ہے۔

یاداشت ریکارڈ کے لیے ریاست ہذا میں اس وقت رجسٹر نکاحات میں نکاح کا اندارج ضروری ہے؛ لیکن قاضی نکاح خواں نے ان ہر دو نکاحوں کا اندراج نہ کرائے، عرصہ ۱۵، ۱۶/ کے بعد جب نور محمد اور مسماۃ واجدل عرصہ تین سال سے بالغ ہیں، نور محمد نے اپنی منکوحہ کو اس کے ورثہ سے طلب کیا برائے شادی تو انہوں نے جواب دیا: اگر ہمارے کسی لڑکے کے لیے کوئی دوسری لڑکی دو گے تو ہم واجدل کی شادی تمہارے ساتھ کر دیں گے، ورنہ نہیں۔

سابقہ نکاح سے جو مسماۃ واجدل کے والد ولی محمد نے ابن کے عوض نور محمد سے کر دیا تھا، ولی محمد والد لڑکی اور اس کے دیگر رشتہ داران منحرف ہو گئے اور انکار کر دیا کہ ہم نے کوئی نکاح نہ کیا تھا اور نور محمد مذکورہ کی طرف سے دوسری لڑکی نہ ملنے پر انہوں نے واجدل لڑکی کا دوسرا نکاح کسی دوسری جگہ پر کر دیا ہے۔ سابقہ ہر دو نکاح کے گواہ چشم دید تیس سے چالیس معتبر وحلفیہ زندہ ہیں، مقدمہ عدالت میں دائر ہے، عدالت کاغذ نکاح کا طلب کرتی ہے، قاضی نکاح خوان فوت ہو چکا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

---

(۱) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال لقلت، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك ... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ٥٠٢٧): ٧٥٨/٨، رشيديه)

(۱) مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح جو اس لڑکے نے بختاور کے لڑکے نور محمد کے ساتھ اس وقت کیا تھا، جب کہ ہر دو نابالغ تھے اور جس کے ثبوت میں تیس چالیس گواہ حلفیہ بیان دینے والے اور معمر موجود ہیں جائز ہے، یا اندراج رجسٹر نہ ہونے کے باعث ناجائز ہے؟

(۲) مسماۃ واجدل کا دوسرا نکاح جو اب اس کے رشتہ داروں اور والد نے دوسری جگہ پر کردیا ہے، حلال ہے، یا حرام؟ اور اس نکاح سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

(۳) دوسرے نکاح پڑھنے والا اور ہر دو گواہاں جو نکاح میں موجود تھے، آیا بہ روئے شرع شریف قابلِ تعزیر ہیں؟ اس مقدمہ کی پیشی مورخہ، ۱۰/فروری ۱۹۴۲/ء ہے اور یہ فتویٰ عدالت میں ۱۰/تاریخ کو پیش کرنا ہے۔ مفصل بالتشریع مع حوالہ کتب وحدیث وفقہ اور صاف خوشخط ہو، تا کہ پڑھنے میں دقت نہ ہو، اس لئے کہ اسلامی معاملہ ہے اسلامی ریاست کا مقدمہ ہے، عقبیٰ میں باعث تکلیف نہ ہو۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح نور محمد کے ساتھ شرعاً صحیح ومعتبر ہوگیا، رجسٹر میں اندراج شرعاً ضروری نہیں، جو لوگ مجلسِ نکاح میں موجود تھے ان کی گواہی کافی ہے۔

تنبیہ: عوض میں نکاح کرنے کا مطلب اگر یہ ہے کہ اس نکاح میں مہر مقرر نہیں ہوا؛ بلکہ بجائے مہر کے یہ نکاح کردیا گیا تو یہ شرط شرعاً ناجائز ہے؛ لیکن ایسی شرط سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا، بلکہ یہ شرط غیر معتبر ہوتی ہے اور نکاح درست ہوجاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے۔

”وينعقد: أي النكاح متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعا للماضي ... كزوجت نفسي أوبنتي أومؤكلتي منك، ويقول الآخر: تزوجت“. (الدرالمختار: ۳۰۶/۲)(۱)

”وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبراً ولزم النكاح، آه“. (الدرالمختار: ۴۶۹/۲)(۲)

”ووجب مهر المثل في الشغار، هو أن يزوجه بنته على أن يزوجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوضة بالعقدين، وهومنهي عنه لخلوه عن المهر، فأوجبنا منه مهر المثل، فلم يبق شغاراً“. (الدر المختار: ۵۱۴/۲)(۳)

(۲) مسماۃ واجدل کا جو دوسرا نکاح ہوا ہے، زنا کے حکم میں ہے، وہ شرعاً بالکل ناجائز وحرام ہے، جس سے دوبارہ نکاح ہوا ہے زنا کے حکم میں ہے، اس سے جو اولاد پیدا ہوگی، اس کا نسب اس شخص سے ثابت نہیں ہوگا۔

---

(۱) الدرالمختار ، كتاب النكاح : ۹/۳ ،سعيد

(۲) الدر المختار، باب الولي: ۶۵/۳، ۶۶ ،سعيد

(۳) الدرالمختار، باب المهر، مطلب، نكاح الشغار: ۱۰۶/۳ ،سعيد

"لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج". (فتاویٰ عالمگیری: ۲۸۰/۱)(۱)

"(أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته)، والدخول فیه لایوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم ینعقد أصلاً، ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة، لکونه زنا، کما فی القنیة وغیرها، آه". (شامی: ۲۳۸/۳)(۲)

(۳) مسماۃ واجدل اور اس کا والد اور جس سے دوسرا نکاح ہوا ہے، وہ اور نکاح خواں، نیز جملہ شرکائے مجلس اور جو لوگ اس نکاح سے خوش تھے، یا باوجود قدرت کے اس کو نہیں روکا، سب گناہ گار ہوئے، سب کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور جس شخص کو پہلے نکاح کا علم نہیں؛ بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس دوسرے نکاح میں شریک ہوا، وہ اس درجہ قابل ملامت نہیں، توبہ اس کو بھی چاہیے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۱/۶۱ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح عبد اللطیف، ۲۵/۱/۶۱ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸۱/۱۱)

زوجہ غیر سے نکاح:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی اسلام سے کی، اس کے بعد لیاقت نے اپنی بددیانتی سے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بہت سے کپڑے اور سونے اور سونے چاندی کا سامان جو اسلام نے نکاح کے وقت بری میں دیا تھا، وہ ضبط کرلیا۔ (''بری: ساچق کے روز دولہا کی طرف سے دولہن کے کپڑے، زیورات، میوہ مٹھائی، ایک پوش زنانہ''۔ (نور اللغات: ۵۸۸/۱، سنگ میل لاہور) دوسرے یہ کہ اس بددیانت شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے لڑکے سے کردیا اور اپنے دو لڑکوں کی شادی اس شخص کی دو لڑکیوں سے کرلی۔

لڑکی کے نکاحِ ثانی کی نوعیت یہ ہوئی کہ لڑکی کے باپ نے قاضی کو جھوٹ کہا کہ اسلام نے لڑکی کو طلاق دے دی ہے اور اس جھوٹ پر فتویٰ بھی لے لیا ہے کہ چوں کہ اس نے طلاق دے دی، لہٰذا اب نکاحِ ثانی کیا جاسکتا ہے، حالاں کہ شوہر اول اسلام نے طلاق نہیں دی ہے، جس کے لیے وہ حلفیہ بیان دے سکتا ہے کہ اس نے طلاق نہیں دی اور نہ طلاق کے بارے میں کوئی گفتگو ہوئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کا نکاحِ ثانی درست ہوا، یا نہیں؟ نکاحِ اول باقی رہا، یا نہیں، جب کہ شوہر اول نے اب تک طلاق نہیں دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیه

(۲) رد المحتار، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید

(۳) قال النووی: "واتفقوا علیٰ أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور لایجوز تاخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرةً". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب قاعدہ شریعت کے مطابق نکاح ہو جائے تو دونوں شوہر و بیوی بن جاتے ہیں اور اس بیوی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے جائز نہیں ہوتا؛ بلکہ حرام ہوتا ہے۔

”ولایجوزللرجل أن یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج“.(الفتاویٰ الهندیة: ۷/۲)(۱)

لہٰذا اس نے جو اپنی لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا ہے، یہ جائز نہ ہوگا اور ثبوت طلاق کے لئے صرف اس کا دعویٰ کافی نہیں ہے، یا شرعی شہادت موجود ہو،(۲) یا شوہر اقرار کرے۔(۳) مفتی کے سامنے جیسا سوال بنا کر کے پیش کیا جائے گا، وہ اسی کے موافق حکمِ شرعی بتلا دے گا، سوال کا صحیح طور پر پیش کرنا سائل کی ذمہ داری ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم رصفر ر۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم رصفر ر۱۳۸۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۸۳/۱۱)

نکاح پر نکاح:

سوال: ایک عورت نے جس کا خاوند یک سال سے گھر سے چلا یا گیا تھا اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ آیا وہ مر گیا، یا کہ زندہ ہے، اس عورت نے ایک میاں جی کو بلا کر اپنا نکاح کسی اور سے کر لیا اور سوائے اس عورت کے کہ اس نے میاں جی سے کہا میرا خاوند مر گیا ہے اور کسی محلّہ والے نے نہ کچھ کہا اور نہ عورت کا چال چلن درست ہے۔صبح کو محلّہ والوں کو علم ہوا کہ اس عورت نے اپنا نکاح کر لیا ہے، میاں جی کو بلا کر دریافت کیا گیا: تم نے نکاح کس طرح پڑھایا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے محض عورت کے کہنے سے نکاح پڑھایا ہے۔اس میانجی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر میاں جی کو اس کے شوہر کے زندہ ہونے کا حال نہیں معلوم تھا اور عورت کے کہنے سے یقین کر کے نکاح پڑھا دیا تو اس سے میانجی کی امامت میں نقصان نہیں آیا، نہ میاں جی کا نکاح ٹوٹا اور جس شخص سے نکاح ہوا ہے، اگر اس کو بھی علم نہیں تھا اور عورت کی بات کا یقین کر کے اس سے نکاح کیا ہے تو گناہ نہیں ہوگا،(۴) البتہ تاوقتیکہ پہلے شوہر سے شرعی

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیة)

(۲) ’ونصابها (أی نصاب الشهادة) لغیرها من الحقوق، سواء کان الحق مالاً أوغیرہ کنکاح وطلاق ووکالة رجلان أورجل وإمرأتان“.(تنویرالأبصارمع الدرالمختار، کتاب الشهادة: ٤٦٥/٥، سعید)

(۳) ”أن من أقربطلاق سابق، یکون ذلک أیقاعاً منه فی الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع فی الحال، و هو مالک للإیقاع غیرمالک للاستناد“. (المبسوط للسرخسی، باب الطلاق: ١٠٩/٤، حبیبة کوئٹه)

(۴) ”واتفقوا علیٰ أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، علی الفور، لایجوز تأخیرها، سواء کان المعصیة صغیرةً أوکبیرةً“.(شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ٣٥٤/٢، کتاب التوبة، قدیمی)

طریق پر موت، خلع اور طلاق کے ذریعہ سے جدائی ہو کر عدت نہ گزر جائے، دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا، مفارقت ومتارکت لازم ہے۔ (کمافی ردالمختار)(۱)

اور اگر اس کے نکاح کا علم تھا اور پھر نکاح پڑھا دیا تو وہ شخص اور میاں جی دونوں گنہ گار ہوں گے، دونوں کو توبہ کرنا ضروری ہے، نکاح کسی کا بھی نہیں ٹوٹا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپوری۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/شعبان ۱۳۵۵ھ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/شعبان ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸۶/۱۱) ☆

---

(۱) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا، كما في القنية وغيرها ... بل يجب على القاضي التفريق بينهما" (رد المحتار، باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد والباطل: ۱۳۲/۳، ۱۳۳، سعيد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيدية)

(۲) "واتفقوا علىٰ أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرةً. (شرح النووى على الصحيح لمسلم: ۳۵۴/۲، كتاب التوبة، قديمى)

☆ **ایضاً:**

سوال: زید نے دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کر دیا تھا، پھر بکر سے بلا طلاق دلوائے خالد سے کر دیا ہے۔ اب یہ نکاح دوسرا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسا کرنے والے کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب ——————— حامداً ومصلياً

یہ دوسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے، اگر خالد کو معلوم ہے کہ جس لڑکی سے زید نے میرا نکاح کیا ہے، اس کا نکاح پہلے بکر سے کر چکا ہے اور بکر نے اس کو طلاق نہیں دی تو شرعاً خالد بھی گنہ گار ہوا، اگر صحبت کرے گا تو یہ زنا ہوگا، جس کا گناہ خالد کے ساتھ زید کو بھی ہوگا، ("أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً، ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا، كمافى القنية وغيرها". (ردالمحتار، مطلب فى النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، دارالفكر بيروت) اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے، وہ سب گناہ گار ہیں۔ (توبہ کرنا ہر گناہ سے چاہے چھوٹا گناہ ہو یا بڑا واجب اور ضروری ہے، اس میں تاخیر کرنا درست نہیں، بلکہ گناہ کے سرزد ہوتے ہی توبہ کی جائے۔ "واتفقوا علىٰ أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كان المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووى على الصحيح لمسلم: ۳۵۴/۲، كتاب التوبة، قديمى) خالد کے ذمہ واجب ہے کہ زید کی لڑکی سے علاحدہ رہے اور زید کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو بکر کے پاس بھیجے اور لڑکی کو حرام ہے کہ خالد کے ساتھ مباشرت کرے اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے، یا ان کو قدرت ہے تو حسب استطاعت سب کے ذمہ ضروری ہے کہ زید کی لڑکی کو بکر کے گھر بھجوائیں اور خالد کے پاس نہ رہنے دیں۔ ("عن أبى سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۴۳۶/۲، قديمى) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/محرم الحرام ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸۶/۱۱) ==

ایضاً:

سوال: ایک لڑکی کو شوہر اس کی ماں کے یہاں چھوڑ کر بمبئی چلا گیا اور خط میں لکھا کہ میں دو ماہ کے بعد آ رہا ہوں؛ مگر لڑکی آٹھ دس روز بعد ہی گھر سے نکل گئی اور اس نے عدالت میں جا کر کسی دوسرے سے نکاح کرلیا، نہ اس کے شوہر نے طلاق دی اور نہ وہ بمبئی سے ابھی تک آیا ہے تو یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

== ایضاً:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین در بارۂ مسائل ہذا مسائل حسب ذیل میں:

زید کی شادی ایک عورت سے ہوئی کہ زید کی ہمشیرہ ان کی بیوی کے رشتہ دار منسوب کی جاتی ہے، کچھ عرصہ کے بعد زید کی ہمشیرہ حالتِ بلوغت میں ہوجاتی ہے اور ان ایام میں زید کی بیوی بھی اپنے والدین کے یہاں ہے۔ زید کی ہمشیرہ بخوشی خود دوسری جگہ اپنا نکاحِ ثانی کرلیتی ہے؛ مگر اس میں زید کے سسرال والے زید کی ہمشیرہ کے اس نکاح ثانی کے خلاف ہیں، حالاں کہ زید کی ہمشیرہ بالغ ہے۔ اس ناراضگی میں چند آدمی زید کی بیوی کو زید کے گھر آنے سے منع کرتے ہیں، جس پر زید عدالتی چارہ جوئی کر کے حقوقِ زوجیت کا دعویٰ دائر کرنے کے بعد ڈگری حاصل کر لیتا ہے؛ مگر بعد میں حاصل کرنے ڈگری بھی زید کی بیوی اس کے گھر نہیں آتی ہے، بیوی تو آنے پر رضامند ہے؛ مگر چند گمراہ اشخاص کی سازش سے ایسا کرنے سے نہیں ہوتا ہے۔ بعد میں زید کی بیوی ان کے والدین کے گھر ہی فاحشہ ہوجاتی ہے اور بچہ ولد الحرام پیدا ہوتا ہے، زید پھر ایک دعویٰ عدالت میں اسی شخص کے خلاف دائر کرتا ہے، جس شخص سے زید کی بیوی نے حرام کیا ہے، اس کو چھ ماہ قید اور پچاس روپے جرمانہ ہوا۔ بعد ازاں زید کے سسرال والے زید کی بیوی کا حرام ایک نکاح دوسری جگہ کر دیتے ہیں، وہاں زید کی بیوی چند یوم رہ کر اپنے جدید خاوند کی رضامندی سے زید کے گھر آجاتی ہے۔

الجواب＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿ حامداً ومصلیاً

زید کا نکاح جب شریعت کے موافق صحیح اور نافذ ہوگیا اور پھر نہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، نہ قاضی نے تفریق کی تو زید کے سسرال والوں نے جو زید کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا تو وہ نکاح ناجائز ہے۔

”لا یجوز للرجل أن یتزوج زجة غیره وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج“. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۸۸/۲)(الفتاویٰ الهندیة ، کتاب النکاح ، الباب الثالث ،المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱ ،رشیدیه)

اب جب کہ زید کی بیوی زید کے پاس آ گئی تو زید کو مواصلت کے لیے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، البتہ زید کی بیوی پر عدت واجب ہوگی اور اگر وہ شخص جس سے زید کی بیوی کا نکاح ہوا نہیں جانتا تھا کہ جس سے میں نکاح کر رہا ہوں، یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں اور اس نے زید کی بیوی کے ساتھ جماع کیا ہے، یا خلوت صحیحہ کی ہے؛ لیکن اگر جانتا تھا کہ یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں۔

”ولو تزوج بمنکوحة الغیر وهو لا یعلم أنها منکوحة الغیر، فوطئها ، تجب العدة ، وإن کان یعلم أنها منکوحة الغیر لا تجب حتی یحرم علی الزوج وطئها، کذا فتاویٰ قاضی خان“. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۸۸/۲، وخلاصة: ۱۱۸/۲)(الفتاویٰ الهندیة،الفصل الثالث، المحرمات التی یتلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱ ،رشیدیه/خلاصة الفتاویٰ ، کتاب الطلاق الفصل الثامن فی العدة: ۱۱۸/۲ ،امجد اکادمی لاهور)

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۱/۱۲/۱۳۵۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ، عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸۷/۱۱)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب یہ معلوم ہے کہ شوہر موجود ہے، خط وکتابت بھی کرتا ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی، پھر بھی دوسرا نکاح کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، عورت سے اگر صحبت ہوئی تو حرام ہوئی، عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں موجود ہے، فوراً اس شخص سے علاحدہ ہو جانا چاہیے، اگر علاحدہ نہیں ہوگی، حرام کاری میں مبتلا رہے گی۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۶/۳/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۸۸)

ایضاً:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی لڑکی شادی شدہ کا نکاح دوسری جگہ کردے، جب کہ شوہر سابق خود نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے تو ایسے شخص اور شریکِ نکاح خواں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ شوہر نے طلاق نہیں دی اور ضروریات ونفقہ کا کفیل ہے اور حقوقِ زوجیت ادا کرتا ہے تو پھر دوسری جگہ نکاح کا کوئی حق نہیں ہے، لڑکی کے والد نے ایسی حالت میں جو نکاح کیا ہے تو یہ شرعی نکاح نہیں؛ بلکہ زنا اور حرام کاری ہے، یہ معصیتِ کبیرہ اور انتہائی بے غیرتی ہے، (۲) علم کے باوجود جو لوگ اس میں شریک ہوئے، وہ سب گنہگار ہوئے، سب کو صاف صاف توبہ لازم ہے، (۳) لڑکی کو اس بات میں والد کی اطاعت ناجائز ہے، (۴) فوراً دونوں میں جدائی کرادی جائے، ہرگز ایک جگہ نہ ہونے دیا جائے۔(۵)

(۱) ”أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا، كذا في القنية وغيرها بل يجب على القاضي التفريق بينهما“. (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۱۳۲/۳، سعيد)

(۲) ایسا نکاح اگر باوجود علم کیا جائے تو بشرطِ حکومت اسلامیہ ایسے شخص کو حد لگائی جائے گی۔” أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه أصلاً، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كما في القنية وغيرها“. (رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(۳) ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“. (شرح النووي على صحيح مسلم: ۳۵۴/۲، كتاب التوبة، قديمي)

(۴) وعن النواس بن سمعان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“. (رواه في شرح السنة)(مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۳۲۱/۲، قديمي)

عن علي رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا طاعة في معصية إنما الطاعة في المعروف“. (متفق عليه)(مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۳۱۹/۲، قديمي)

(۵) ”بل يجب على القاضي التفريق بينهما“. (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

لڑکی اپنے اصلی شوہر کے پاس جا کر رہے، جس نے نکاح پڑھایا ہے، اگر اس کو اصل حقیقت معلوم تھی تو وہ بھی گناہ گار ہے، اس کو بھی توبہ لازم ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹۰/۱۱)

فاسق وفاجر شخص کی بیوی کا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح:

سوال: ایک لڑکی کی شادی دس سال کی عمر میں ہو جاتی ہے (یہ شادی والد نے کی) جس کو عرصہ سات سال کو ہو گیا، لڑکی ابھی تک رخصت نہیں ہوئی، شوہر چور، بدمعاش اور شرابی ہے، لڑکی کہتی ہے کہ میں اس چور کے ہاں ہرگز نہیں جاؤں گی، اگر مجھے زبردستی بھیجا گیا تو میری جان وعزت کو زبردست خطرہ ہے، میرا نکاح دوسری جگہ کردیا جائے۔ اس صورت میں نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے، یا نہیں، جب کہ خطرہ ہے کہ شوہر عصمت فروشی کرے، یا بیچ دے، یا مار ڈالے، یا ناک کان کاٹ لے، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

نکاح سے پہلے یہ سوچنا چاہیے تھا، جس سے شادی کی جارہی ہے، وہ چور ہے، بدمعاش ہے، یا کیا ہے؟ تاہم نابالغہ کا نکاح جب اس کے والد نے کردیا ہے تو وہ صحیح اور لازم ہو گیا، لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں۔(۲) اگر یہ صحیح بھی ہو کہ شوہر چور بدمعاش ہے تو ہر چور، بدمعاش سے یہ خطرہ کہ وہ عصمت فروخت کردے گا، یا بیچ ڈالے گا، یا جان سے ماردے گا، یا ناک کان کاٹ ڈالے گا، صحیح نہیں ہے، لڑکی کو اس کے یہاں بھیجنے پر راضی کیا جائے۔ اگر شوہر کی طرف سے کچھ خطرہ ہو تو معزز آدمیوں کو درمیان میں ڈال کے اطمینان کرلیا جائے۔(۳) اگر شوہر آباد کرنے کے لیے آمادہ نہ ہو تو اس کو طلاق کے لیے آمادہ کیا جائے، اگر وہ نہ آباد کرے، نہ طلاق دے تو حاکم مسلم بااختیار سے، یا شرعی کمیٹی سے تفریق کرالی جائے، تفریق کا طریقہ رسالہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں مذکور ہے۔(۴) اس کو سامنے رکھ کر اس کے موافق تفریق ہوسکتی ہے، پھر دوسری جگہ شادی ہوسکے گی، اس کے قبل اس کا کوئی سوال نہیں۔(۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸/۷/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹۱/۱۱)

---

(۱) ''واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۳۵۴/۲، كتاب التوبة، قديمي)

(۲) ''فإن زوجها الأب أو الجد يعني الصغير والصغيرة، فلا خيار لهما بعد بلوغهما''. (الهداية، باب في الأولياء، والأكفاء: ۳۱۷/۲، شركة علمية ملتان)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها إن يريدا إصلاحاً يوفق الله بينهما إن الله كان عليماً خبيراً﴾ سورة النساء: ۳۵)

(۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام، ==

نکاح بلا تطلیق:

سوال: میرے ایک رشتہ دار اپنی دختر کی شادی- عرصہ تقریباً گیارہ سال گزرا، جب کہ لڑکی کی عمر ۹، ۱۰ر سال کی تھی- ایک لڑکے کے ساتھ کردی تھی، جب سے اب تک نہ تو وہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہوئی ہے اور نہ اب تک اس نے اپنے شوہر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نہ ابھی تک اس کے شوہر نے اپنی بیوی کو کسی قسم کا کھانا خرچہ وغیرہ دیا ہے؛ کیوں کہ وہ لڑکا بذاتِ خود شرابی وزانی اور بدمعاش ہے اور لڑکی نہایت ہی ٹھیک چلن، شریف اور پڑھی لکھی ہوئی ہے، اب جب کہ لڑکی کو ہوش آیا تو اس کے شوہر کی بدچلنی وبرائی کی وجہ سے بالکل نفرت پیدا ہوگئی ہے اور وہ اس کے گھر میں آباد ہونا بالکل نہیں چاہتی، والدین کے ہر چند زور دینے پر بھی وہ بجائے اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے زہر کھالینا اچھا سمجھتی ہے، یا والدین کے گھر اپنا منہ کالا کرنے پر ترجیح دے رہی ہے۔

لہذا اے بزرگوار صاحب! ہماری مشکل کشائی میں حضور سے صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا کوئی ایسا مسئلہ بھی ہے کہ ان کا نکاح فسخ ہوجائے؛ کیوں کہ وہ لڑکا طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور لڑکی اس کے گھر آباد ہونے سے انکار کرتی ہے، لوگوں کی جان زحمت میں ہے، بلکہ کھانا پینا بھی حرام ہوگیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں چوں کہ خود باپ نے نکاح کیا ہے؛ اس لیے لڑکی کو بعد بلوغ اس کے فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، باپ دادا کے علاوہ اگر کوئی ولی نابالغی کی حالت میں نکاح کردے تو اس میں خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے؛ یعنی اگر بالغ ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس اس نکاح سے ناراضی ظاہر کردے تو اس کے بعد حاکم مسلم بااختیار کے ذریعہ سے نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے؛ لیکن یہاں پر خود باپ نے نکاح کیا ہے، ایسی حالت میں نکاح کے فسخ کرانے کا حق حاصل نہیں، (۱) اب جب تک شوہر طلاق نہ دے لڑکی کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

== یا مسلمان حاکم اوران کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے''۔ (الحیلۃ الناجزۃ ، باب: حکم زوجہ متعنت، ص:۳۷، ۴۷، دارالاشاعت کراچی)

(۵) ''لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره''. (الفتاویٰ الهندية، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

حاشیہ صفحہ ھذا:

(۱) ''ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير والصغيرة إذا بلغا ... بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لاخيار لهما بعد بلوغهما''. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۲۱۱، رشيديه)

اگر کسی طرح سمجھا، یا ڈرا کر رضامندی سے، یا زور ڈال کر شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے گی تو پھر لڑکی کا نکاح دوسرے سے درست ہوگا، یا خلع کر لیا جائے؛ یعنی لڑکی اپنے حقوق مہر وغیرہ ساقط کردے، خواہ لڑکی کی طرف سے کچھ روپیہ دے کر شوہر سے خلع کر لیا جائے، (۱) بغیر اس کے دوسری جگہ لڑکی کا نکاح درست نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ محرم/ ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۳/۱۱)

غیر مطلقہ ناشزہ کے لیے دوسرا نکاح:

سوال: کسی شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور لڑکی اس کے یہاں کچھ دنوں آتی رہی اور اب وہ اس کے یہاں جانا نہیں چاہتی اور وہ شخص لینے آتا ہے اور اس کے ماں باپ نہیں بھیجتے اور عرصہ ۸/ سال کا ہوگیا ہے۔ لڑکی اپنی اجازت سے، یا اپنے ماں باپ کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نہیں کر سکتی ہے، جب تک شوہر طلاق نہ دے۔ (۳)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۴/۱۱)

بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر دینا:

سوال: ہندہ کی بچپن کی حالت میں برضائے والدین ایک گاؤں میں شادی ہوگئی تھی، پھر بوجہ جھگڑا ہونے کے والدین نے یہ کہا کہ ہم نہیں بھیجیں گے، پھر پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ والدین نے نکاح پڑھا دیا بغیر طلاق لیے، اس کے دو سال بعد ان سے لڑائی کر کے طلاق لی، پھر نکاحِ ثانی نہیں ہوا، پھر زوجِ ثانی نے ہندہ کو مار پیٹ کر باہر نکال دیا، پھر اس نے زبردستی ہندہ کو پکڑ کر گھر میں بٹھالیا؛ کیوں کہ اس کا والد فوت ہو چکا تھا، اس مجبوری میں پھر رات کو اس کے

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللّٰہ، فلا بأس بأن تفتدی نفسھا منہ بمال یخلعھا بہ، فإذا فعلا ذلک، وقعت تطلیقۃ بائنۃ ولزمھا المال". (الفتاویٰ الھندیۃ، الباب الثامن فی الخلع، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشیدیہ)

(۲) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجۃ غیرہ، وکذلک المعتدۃ". (الفتاویٰ الھندیۃ، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿والمحصنت من النساء إلا ما ملکت أیمانکم کتاب اللّٰہ علیکم﴾ (سورۃ النساء: ۲۴)

"ومنھا: أن لا تکون منکوحۃ الغیر، لقولہ تعالیٰ: (والمحصنات من النساء) معطوفاً علی قولہ عزوجل: (حرمت علیکم أمھاتکم) ... (والمحصنات من النساء) وھن ذوات الأزواج، آہ". (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل بیان عدم جواز نکاح منکوحۃ الغیر: ۵۴۸/۲، رشیدیہ)

ساتھ ہمبستر ہوا، پھر اس کے ساتھ بچے پیدا ہوئے، وہ اسی طرح گاہے گاہے مارتا رہا اور طلاق بھی دیتا رہا، اب کی بار رو کے جب عورت نے کہا کہ کسی مولوی سے دریافت کرو کہ یہ ناجائز ہے تو اس نے اس کو مار پیٹ کر ہمبستری کی اب کی طلاق پر، عورت باہر نکل آئی کہ چاہے مجھے قتل کردے، میں تیرے گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔

پہلے عورت لاعلم تھی، اب اس نے چار بچوں کی ماں ہونے کی حالت میں قرآن شریف پڑھا، اب اس کو معلوم ہوا کہ یہ ناجائز حرکت ہے اور اس مرد نے منع کیا کہ میرے گھر میں قرآن شریف نہ پڑھو؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نابالغی کی حالت میں جب والدین نے نکاح کردیا تھا تو وہ لازم ہوگیا تھا، (۱) اس کے بعد بلا طلاق جو نکاح ثانی کردیا گیا، وہ قطعاً ناجائز ہوا؛ بلکہ بدستور پہلے شوہر کا نکاح برقرار رہا اور جب شوہر اول نے طلاق دی، تب اس کی زوجیت سے علاحدہ ہوگئی؛ لیکن نکاحِ ثانی قبل از طلاق ہوا ہے، وہ کسی طرح جائز نہیں ہوا اور پھر بعد میں بھی نکاحِ ثانی کی تجدید نہیں کی گئی، لہٰذا شوہر ثانی شرعی شوہر نہیں، جس طرح بھی ممکن ہو، اس سے علاحدہ رہنا واجب ہے۔ اتنے زمانے تک جو شوہر ثانی نے رکھا ہے، یہ بھی ناجائز طریقہ پر رکھا ہے، اس کی طلاق کی بھی حاجت نہیں۔ اگر شوہر ثانی کو نکاح کرتے وقت یہ علم تھا کہ یہ عورت دوسرے کے نکاح میں ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ نکاح بالکل باطل ہوا، اب اس کے لیے عدت کی بھی ضرورت نہیں؛ بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو، عورت اس سے علاحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرے، یا اسی سے نکاح کرے، اگر اس کو علم نہ تھا، اس سے علاحدگی کے بعد تین حیض عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرے۔

"أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، ولهذا الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كما في القنية وغيرها". (رد المحتار مختصراً، باب العدة: ۹۳۸/۲) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۲/۲۷

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۵/۱۱)

بغیر طلاق زوجِ ثانی زوجِ اول سے نکاح:

سوال: زید نے اپنی منکوحہ کو طلاقِ بائن دے دی اور عورت مطلقہ نے پونے دو ماہ کے بعد عمرو سے نکاح کرلیا۔ اس کے چند روز کے بعد اول خاوند زید کے پاس چلی گئی اور زید سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اب زید کہتا ہے کہ میں اس عورت کو

---

(۱) "ولهما خيار الفسخ في غير الأب والجد بشرط القضاء أي للصغير والصغيرة بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بلوغهما". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲۱۱/۳، رشيديه)

(۲) رد المحتار، باب العدة مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد

ازروئے شرع شریف حلال کر کے رکھنا چاہتا ہوں، فلہٰذا علمائے دین اس کی صورت مع حوالہ کتب معتبرہ بتائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بغیر عمرو سے طلاق حاصل کئے زید سے نکاح نہیں ہوسکتا، زید سے جو تعلق اس مدت میں رہا، وہ مطلقاً حرام اور زنا ہے اور تین لڑکوں کا نسب بھی زید سے شرعاً ثابت نہیں، پونے دو ماہ میں عدت طلاق (تین حیض) گزر سکتی ہے۔

"**لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج**". (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۲) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۰/ذوالحجہ/۱۳۶۷ھ۔

جواب صحیح ہے؛ لیکن یہ شرط کہ عورت نے انقضائے عدت کا دعویٰ بھی کیا ہو۔ (۲) فقط

سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ذوالحجہ ۱۹۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۷/۱۱)

نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نکاحِ ثانی:

سوال: دو نکاح ۱۹۶۸ء میں ہوئے، ایک نکاح جناب مست عرف عبد الحمید صاحب پسر جناب مولوی بخش صاحب، ساکن قرول کا ہمراہ مسماۃ رشیدہ بانو دختر چاند محمد، ساکن جے پور کا ہوا، یہ نکاح جے پور میں ہوا، دوسرا نکاح جناب ولی محمد صاحب پسر جناب چاند محمد صاحب، ساکن جے پور کے ہمراہ مسماۃ روشن جہاں دختر جناب مولی بخش، ساکن قرول سے ہوا، یہ نکاح قرول میں ہوا، یہ دونوں نکاح آٹے ساٹے کے تھے؛ یعنی روشن جہاں عبد الحمید کی بہن تھی اور رشیدہ بانو ولی محمد کی بہن تھی۔ روشن جہاں کی رخصتی نکاح کے بعد کردی گئی اور اپنے شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے ایک بچی کو جنم دیا؛ مگر رشید بانو کی رخصتی نکاح کے بعد عمل میں نہیں آئی اور پانچ چھ سال کی مدت گزر گئی؛ یعنی یہ لڑکی سسرال نہیں گئی۔

اس پانچ چھ سال کی مدت میں دونوں پارٹیوں میں نفاق پیدا ہوگیا۔ اس نفاق کی وجہ سے روشن جہاں سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی، وہ اپنے نانا ماموں کے پاس ہی ہے، اس دوران میں دونوں پارٹیوں میں مقدمہ بازی بھی ہوگئی ہے، جے پور والوں نے جے پور میں اور قرولی والوں نے قرولی میں مقدمے کئے۔ دورانِ مقدمہ مست عرف عبد الحمید ولد مولی بخش نے تین خط جے پور لکھوائے، جو الگ الگ شخصوں کے نام تھے، تینوں خط کا مضمون ایک ہی ہے، جن کی فوٹو اسٹیٹ کاپی خدمت میں بھجوا رہا ہوں، خط کی عبارت اس طرح سے ہیں:

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه

(۲) "قالت: مضت عدتي والمدة تحتمله، وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها، وإلا فلا".

"(قوله: مضت عدتي) إعلم أن ألنقضاء العدة لا ينحصر في إخبار ها بل يكون به وبا لفعل بأن تزوجت بآخر بعد مدة تنقضي في مثلها العدة، فلو قالت بعده: لم تنقض، لم تصدق، لأن الإقدام عليه دليل الإقرار". (كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب، وطء المعتدة بشبهة: ۵۲۳/۳، سعيد)

''از قرولی'' جناب چاند محمد صاحب کو قرولی سے مولیٰ بخش کا سلام معلوم ہو، بعد سلام کے معلوم ہو کہ ہم سب یہاں خیریت سے ہیں اور آپ سب لوگوں کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتے ہیں، دیگر احوال یہ ہے کہ: ہم نے آپ کو کئی بار لکھا، کوئی جواب نہیں آیا، لہٰذا درخواست یہ ہے کہ لڑکے کو آپ کی لڑکی سے نکاح ہوئے قریب آٹھ نو سال ہو گئے، آپ نے ہم کو ابھی تک وداع نہیں دی۔ اور جب ہم اپنی لڑکی روشن جہاں کو لینے آپ کے یہاں گئے جب ہم نے آپ سے وداع کا کہا تھا، جب آپ نے ہم کو وداع کے بارے میں صاف انکار کر دیا کہ ہم آپ کو وداع نہیں دیتے ہیں۔ آپ کو منظور ہے۔ جب ہم نے آپ سے کہا کہ ہاں ہم کو منظور ہے اور یہ رشتہ لڑکے کو بھی نامنظور ہے، اس لئے آپ اب اپنی لڑکی کا انتظام اور کسی دوسری جگہ دیکھ لینا اور ہم بھی اپنے لڑکے کا انتظام دوسری جگہ دیکھ لیں گے، اس لئے ہمارا تمہارا جو رشتہ ہے آج سے ختم ہے اور ہم نے ایک خط میاں جی یٰسین محمد اور ایک خط بندو جی کو بھی لکھ دیا ہے''۔

مقدمہ دونوں جانب کا چل رہا ہے اس ہی دوران میں مست عرف عبدالحمید نے اپنی دوسری شادی دوسری جگہ کر لی، اس شادی کو قریب آٹھ نو سال ہو گئے اور بچے بھی ہیں۔ برخلاف اس کے ۱۹۸۲ء میں کورٹ نے رشیدہ بانو کے حق میں فیصلہ دے دیا؛ کیوں کہ عبدالحمید کا وصول خارج کر دیا۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں چاند محمد نے رشیدہ بانو کا دوسرا نکاح دوسرے لڑکے سے کر دیا۔ برائے کرم شرعی احکام سے آگاہ کریں کہ کیا رشیدہ بانو کا نکاح درست ہے، یا خلافِ شرع ہے؟ اگر خلاف شرع ہوا تو اس نکاح کا عذاب وثواب کس پر عائد ہوتا ہے آیا والد پر، قاضی صاحب پر، وکیل پر، گواہان پر؟ مندرجہ بالا خطوط جو مولی بخش نے لکھوائے تھے قاضی صاحب نے دیکھ لیے تھے۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

رشیدہ بیگم کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی اور عدالت نے یک طرفہ بیان پر تفریق کر دی تو اس سے شرعاً نکاح ختم نہیں ہوا، (۱) اور دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہوا، (۲) اگر باوجود علم کے دوسرا نکاح کیا گیا ہے تو خود رشیدہ بیگم اور اس کے ولی اور نکاح کے شاہد اور وہ شخص جس سے نکاح کیا گیا ہے، سب گنہگار ہیں، جو لوگ علم کے باوجود اس نکاح میں شریک ہوئے، یا اس سے خوش ہوئے، سب کو توبہ کرنا لازم ہے۔ (۳)

اور واجب ہے کہ رشیدہ بیگم کو اس دوسرے شخص سے علاحدہ کر دیں، (۴) اور اس کے اصلی شوہر سے جب تک

---

(۱) ''حقیقت یہ ہے کہ خلع کے فقہی مفہوم ہی میں یہ بات داخل ہ کہ وہ شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی سے انجام پائے، اس کے سواء کوئی اور شکل نہیں''۔ (الحیلۃ الناجزۃ، ص:۲۴، اسلام میں خلع کی حقیقت، دارالاشاعت کراچی)

(۲) ''أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زناً''. (ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(۳) ''واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرةً''. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵٤/۲، قديمي)

(۴) ''بل يجب على القاضي التفريق بينهما''. (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

طلاق نہ ہوجائے، دوسری جگہ نکاح نہ کیا جائے،(۱) اور جب کہ اس کے اصلی شوہر نے دوسری شادی بھی کر لی تو اس کو چاہیے کہ رشیدہ بیگم کو طلاق دے کر آزاد کردے؛ تاکہ اس کو دوسری جگہ نکاح حق ہوجائے۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۲/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۰۰)

شوہر کے چھوڑ کر دوسری شادی کرنے پر بیوی کا بغیر طلاق کے نکاحِ ثانی:

سوال: مسماۃ سلمہ کا نکاح نکاح عبداللہ سے ہوا تھا، دونوں کی زندگی خوشگوار تھی، دو بچے بھی ہوئے، عبداللہ کلکتہ میں تھا، فسادات کے دوران جان بچانے کے لیے ڈھاکہ چلا گیا، معلوم ہوا کہ وہاں اس نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، اس بات کو چھ سال کا عرصہ گزر گیا، بچوں اور سلمہ کی پرورش کا کوئی سہارا نہیں تو اب سلمہ دوسری شادی کرسکتی ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ابھی موجودہ حالت میں سلمہ کی دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے،(۲) جب شوہر کا پتہ معلوم ہے تو اس کو خط لکھا جائے کہ اس کو طلاق دے دو؛ تاکہ وہ اپنا دوسرا انتظام کرسکے، جب وہ طلاق دے دے تو عدت تین حیض گزار کر سلمہ کو دوسری شادی کا حق ہوگا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۰۱)

نکاح کے بعد نکاح خواں اگر انکار کردے تو دوسرے نکاح کا حکم:

سوال: ایک عورت نے برضا ورغبت خویش ایک شخص سے بحضورِ شاہدین نکاح کرایا، دو گواہوں کے علاوہ نکاح پڑھنے والا ایک تیسرا آدمی تھا کہ عرصہ کے بعد چار پانچ عامی آدمیوں نے (جو کہ نہایت غضب وغصہ میں تھے) نکاح خواں سے ڈرا کر پوچھا کہ تو نے اس عورت کا نکاح فلاں شخص سے پڑھایا ہے؟ ان کی غصہ بھری حالت دیکھ کر نکاح خواں نے جواب میں کہا کہ نہیں، صرف نکاح خواں کے اتنا کہنے پر انہوں نے اس عورت کا نکاح دوسری جگہ پڑھ دیا۔ کیا اس عورت کا پہلا نکاح صحیح اور درست ہوا، یا نہ؟ اگر صحیح ودرست ہوا تو کیا ان چار آدمیوں کے سامنے نکاح خواں کا نکاح پڑھنے سے انکار کردینے پر نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہ؟ حالاں کہ وہ عدالت قانونی یا شرعی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور ثابت وقائم ہے۔

(۱،۲) ”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ و کذلک المعتدة“. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(۳) (قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

عدة الحرة المدخولة التی تحیض ثلاثة قروء: أی حیض، لقوله تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

اگر پہلا نکاح حسب شریعت صحیح منعقد ہو چکا ہے اور نکاح خواں کے اتنا کہنے پر فسخ نہیں ہوا تو اس عورت کا نکاح جو دوسری جگہ پڑھایا گیا ہے، اس کا کیا حکم اور نکاح پڑھنے والے اور نکاح کرنے والا اور مجلسِ نکاحِ ثانی میں شامل ہونے والوں سے شرعاً کیا برتاؤ کیا جائے؟ **بینوا بالدلیل توجروا من الرب الجلیل.**

الراقم أبو المحمود محمد إمام غزالی کان اللہ له، ازثمن، ضلع اٹک پنجاب، ۲۲؍محرم الحرام ۱۳۵۴ھ۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر زوجین اپنے نکاح پر قائم ہیں اور دو گواہ عاقل و بالغ و مسلم موجود ہیں کہ ہمارے سامنے ایجاب وقبول ہوا ہے تو وہ نکاح صحیح ہے اور اس حالت میں عورت کا دوسرا نکاح درست نہیں ہوا۔ نکاح خواں ایجاب وقبول کے لیے محض وکیل ہوتا ہے، اصیل مقر ہے اور گواہ بھی رکھتا ہے تو پھر وکیل کا انکار معتبر نہیں ہے، خصوصاً جب کہ عدالت شرعی وقانونی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور قائم بھی ہے، پھر کسی مجلس میں اس کا انکار کچھ مفید نہیں اور اگر نکاح خواں کو ایجاب وقبول کے لیے وکیل ہی نہ بنایا ہو، محض خطبہ، یا اعلان نکاح اس کے ذریعہ سے کرایا گیا تو اس کی اتنی بھی حیثیت باقی نہیں رہتی، بہر حال اول درست ہو گیا اور نکاحِ ثانی درست نہیں ہوا۔

"وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما فاهمين مسلمين". (۱)

"ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ الهندية: ۲)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶؍۱؍۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷؍۱؍۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۰۶)

شوہر کی موجودگی میں دوسرا نکاح:

سوال: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو رکھتے ہوئے بھی دوسری شادی کرے تو وہ شادی ہوسکتی ہے؟

(مرزا واجد بیگ، گلشن باغ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

اسلام میں نسب کے حفاظت کی بڑی اہمیت ہے؛ اسی لیے جتنی سخت سزا بدکاری کی مقرر کی گئی کسی اور جرم کی اتنی سخت سزا نہیں رکھی گئی، اگر شوہر طلاق دے دے یا اس کی وفات ہو جائے تو عدت بھی واجب قرار دی گئی، مقصد یہ ہے کہ پہلے شوہر سے علاحدگی کے بعد اتنی مدت گزر جائے کہ اب عورت کے رحم میں اس مرد کی اولاد کے باقی رہنے کا کوئی احتمال نہ رہے؛ اس لیے ظاہر ہے کہ جو عورت کسی شوہر کے نکاح میں موجود ہو، اس سے دوسرے مرد کا نکاح کیسے

(۱) الدر المختار مختصراً: ۴۱۹/۲)(الدر المختار، کتاب النکاح: ۲۱/۳، ۲۲، سعید

(۲) الفتاویٰ الهندية، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیه

ہوسکتا ہے، یہ قطعا حرام ہے، ایک عورت جب کسی مرد کے نکاح میں چلی گئی تو اب دوسرے مرد سے اس کا نکاح اسی وقت ہوسکتا ہے، جب یا تو شوہر اسے طلاق دے دے، یا شوہر کا انتقال ہوجائے، یا کوئی ایسی بات پیش آجائے، جس سے عورت مرد پر حرام ہوجاتی ہو، جیسے عورت کے ساتھ خدانخواستہ اس کے خسر، یا اس کے سوتیلے بیٹے نے دست درازی کی ہو، اگر یہ صورتیں نہ پائی جائیں، تو گو شوہر سے کتنے دنوں سے بھی عورت علاحدہ ہو، نہ اس کے لیے کسی اور مرد سے نکاح جائز ہے اور نہ وہ نکاح ہی درست ہوگا۔ ہاں شریعت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر شوہر اس کے حقوق ادا نہ کرتا ہو، یا عرصہ سے غائب ہو تو وہ قاضی شریعت کے پاس اپنا مقدمہ لے جائے اور وہ مناسب تحقیق کے بعد نکاح فسخ کردے، ایسی صورت میں وہ شوہر سے علاحدہ ہوجاتی ہے اور اسے دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے۔

بہر حال ان صورتوں میں بھی اگر شوہر و بیوی کی یکجائی ہوچکی تھی تو عدت کا گزارنا بھی ضروری ہے، اگر دوران عدت بھی کسی اور مرد سے نکاح کرلے تو نکاح درست نہیں ہوگا اور باہمی ازدواجی تعلقات حرام ہوں گے، واضح ہو کہ جوان عورت کے لیے طلاق کی عدت تین ماہواری کا آنا ہے، حمل کی حالت ہو تو بچہ کی پیدائش ہے۔(۱) سن رسیدہ اور نابالغہ کے لیے تین ماہ ہے، عدت وفات حاملہ کے لیے بچہ کی پیدائش اور غیر حاملہ کے لیے چار ماہ دس دن گزرنا ہے۔(۲) اگر نکاح کا رشتہ منقطع نہ ہوا ہو اور عدت نہ گزری ہو تو اس حالت میں کیا گیا نکاح منعقد نہیں ہوا اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۴۶، ۳۴۷)

شوہر کی موجودگی میں دوسرے سے کورٹ میرج کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ کسی غیر مرد کے ساتھ فرار ہوگئی اور کسی شہر میں جا کر کچھ ایام کے لیے قیام کیا اور کچھ ایام کے بعد وہ دونوں؛ یعنی ہندہ اور غیر مرد کورٹ میرج کرا کر اپنے وطن اصلی پہنچ گئے اور ہندہ کے پہلے شوہر زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دی اور نہ ہی تاحیات طلاق دینے کا ارادہ ہے، ایسی صورت میں کیا ہندہ غیر مرد کے ساتھ شوہر اصلی سمجھ کر شب وروز گزار سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: عبداللہ حساس، گلی:۳، مینانگر صدیقی مسجد، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب ہندہ کا شوہر موجود ہے اور اس نے کوئی طلاق نہیں دی ہے اور اسی حالت میں دوسرے مرد کے ساتھ کورٹ میرج، یا کسی اور طریقہ سے نکاح کرلیتی ہے تو اس کا نکاح باطل اور ناقابل اعتبار ہوگا اور دونوں کا ساتھ رہنا زنا کاری اور بدکاری ہوگی۔

---

(۱) الطلاق: ٤

(۲) البقرة: ٢٣٤

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. قال فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة؛ ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنا. (شامي، زكريا ديوبند: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، كراتشي: ١٣٢/٣، ٥١٦، البحر الرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹/ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۳۸۳/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۸/۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۴۲۴،۴۲۳/۱۳)

شوہر سے طلاق لیے بغیر دوسرے سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری بہن کی شادی قریب ۱۲/سال ہوئے ہوئی تھی، جن کے دولڑکے ۱۱/سال اور ۹/سال کی عمر کے ہیں، آٹھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا، میاں بیوی میں جھگڑا ہوا اور میری بہن واپس آگئیں، جب سے کوشش کے باوجود بھی صلح نہ ہوسکی اور نہ ہی بچے اور بہن کے خرچہ کے لیے بہنوئی نے کچھ دیا، دویا تین جگہ سے بہن کے لیے رشتے آرہے ہیں، ان کو طلاق نہیں ہوئی ہے، کیا وہ عقد ثانی کرسکتی ہیں؟ (المستفتی: محمد اکرام بارہ دری، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــ وبالله التوفيق

جب تک شوہر طلاق نہ دے دے، اس وقت تک عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا؛ لہٰذا آپ کی بہن کے لیے شوہر سے طلاق لیے بغیر کسی دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الهندية، زكريا: ٢٨٠/١، جديد زكريا: ٣٤٦/١)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير. (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند: ٥٤٨/٢، كراتشي: ٢٦٨/٢، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٥١/٣)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً؛ ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنا. (شامي، كراتشي: ١٣٢/٣، ٥١٦، زكريا ديوبند: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰/ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۹۶۱/۳۸) (فتاوی قاسمیہ: ۴۲۵،۴۲۴/۱۳)

ایک کے نکاح میں رہتے ہوئے دوسرے سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی کو دس مہینہ پہلے دوبار طلاق طلاق کا لفظ استعمال کیا تھا، پھر میاں بیوی کی طرح رہتے رہے، اس کے بعد میری بیوی نے ایک

دوسرے لڑکے سے نکاح کرلیا، اس لڑکے کے ساتھ ایک مہینہ کے قریب رہتی رہی۔ اب وہ دوبارہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو کیا اسے رکھ سکتا ہوں شرعی حکم کیا ہے؟ (المستفتی: عتیق الرحمٰن، شیدی سرائے، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

دوطلاق کے بعد میاں بیوی کی طرح رہنے کی وجہ سے رجعت ہوگئی ہے اور بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں باقی ہے اور اسی درمیان دوسرے لڑکے کے ساتھ جو نکاح کرلیا ہے، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر دوسرے لڑکے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ دوسرے کی بیوی ہے تو نکاح فاسد ہوا ہے، اب اصل شوہر کے پاس جانے کے لیے تین ماہواری گزار کر کے جانا ضروری ہے؛ لیکن پہلے شوہر کے ساتھ رہنے کے لیے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر یہ بات معلوم ہونے کے باوجود دوسرے مرد نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا ہے کہ وہ دوسرے کی بیوی ہے تو یہ نکاح باطل ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بدکاری ہوتی رہی ہے اور بیوی کو پہلے شوہر کے پاس جانے کے لیے عدت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں اور اسے فوری طور پر پہلے شوہر کے پاس چلے جانا چاہیے۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً، قال: فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة؛ ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا، كما في القنية وغيرها. (شامي، زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، كراتشي: ١٣٢/٣، ٥١٦، البحر الرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤)

وأما النكاح الفاسد فلاحكم له قبل الدخول، وأما بعد الدخول، فيتعلق به أحكام منها ثبوت النسب، ومنها وجوب العدة وهو حكم الدخول في الحقيقة. (بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية بيروت: ٦١٥/٣، كراتشي: ٣٣٥/٢، زكريا: ٦٥١/٢، أيضاً شامي، زكريا: ١٩٧/٥، كراتشي: ٥١٦/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱؍ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۸۴۴/۴۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۱/۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۴۲۵/۱۳، ۴۲۶)

دوسرے کی بیوی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا نکاح سلمہ سے اس کے والدین نے کرایا اس حال میں کہ نہ زید نے سلمہ کو دیکھا اور نہ سلمہ نے زید کو دیکھا، نکاح ہونے کے بعد کسی طرح کی خلوت نہیں ہوئی کہ زید روزگاری کی غرض سے باہر گیا، آج تقریباً پانچ سال ہوگئے گھر واپس نہیں آیا اور ان پانچ سالوں کے درمیان دونوں میاں بیوی میں سے کسی طرح کا سلام کلام بھی نہیں ہوا، زید کے گھر والوں سے فون پر بات ہوئی تو زید کہتا ہے کہ اس سال جاؤں گا، اس سال جاؤں گا، اس طرح ٹال مٹول کرتے ہوئے اتنے دن گزر گئے۔

آج ۲۶؍شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ سے تین مہینہ قبل خبر ملی کہ اس نے زاہدہ سے ناجائز تعلق قائم کر کے زاہدہ کو لے کر فرار ہوگیا، اب سلمہ کے والدین کا کہنا ہے کہ ہم اپنی بیٹی سلمہ کا نکاح عمر سے کریں گے، آپ بتائیے کہ اس صورت میں سلمہ کا نکاح عمر سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: امام مسجد گلاب باڑی، کٹگھر مرادآباد، یوپی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب تک زید سلمہ کو طلاق نہ دے گا، یا شرعی تفریق حاصل نہ ہوجائے، اس وقت تک سلمہ کا نکاح عمر کے ساتھ صحیح نہ ہوگا، چاہے نکاح کے بعد زید اور سلمہ کے درمیان آپس میں ملاقات اور بات چیت بھی نہ ہوئی ہو، لہٰذا زید سے شرعی طور پر علاحدگی حاصل کرنے سے قبل عمر کے ساتھ، یا کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوگا، بدکاری ہوتی رہے گی۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيها لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، كراتشي: ۳/ ۱۳۲، ۵۱۶، زكريا: ۴/ ۲۷۴، ۵/ ۱۹۷، البحر الرائق، كوئٹه: ۴/ ۱۴۴، زكريا: ۴/ ۲۴۲)

منكوحة الغير أو معتدة الغير، فإنها محرمة عليه إلى غاية وهي انقضاء العدة يثبت ذلك بقوله تعالىٰ ﴿والمحصنات من النساء﴾. (مبسوط، دار الكتب العلمية بيروت: ۳۰/ ۲۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۸؍شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۸؍ ۸۹۴۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۸/۱۰/۱۴۲۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۴۲۶، ۴۲۷) ☆

☆ **دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کی شرعی حیثیت:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی کی شادی کردی تھی، لڑکی کی سسرال والوں سے اور شوہر سے لڑائی ہوگئی تھی، لڑکی اپنے گھر بیٹھ گئی پہلے والے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی، لڑکی نے عدالت سے طلاق لینا چاہا، اس کو طلاق نہیں مل سکی، وہ سمجھی کہ طلاق ہوگئی؛ لیکن طلاق نہیں ہوسکی تھی، لڑکی کی دوسری جگہ شادی کردی۔ اب پہلا شوہر لڑکی کو لانا چاہتا ہے اور دوسرا والا نہیں لے جانا چاہتا تو لڑکی کو کون سے شوہر کے گھر جانا شرعاً جائز ہے؟ (المستفتی: محمد اکرام مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

پہلے شوہر سے طلاق لیے بغیر دوسری جگہ جو نکاح ہوا ہے، اس میں اگر نکاح کرنے والے مرد کو یہ علم نہیں ہے کہ پہلے شوہر سے طلاق نہیں ہوئی ہے اور اس نے اس بات کی لاعلمی میں نکاح کیا ہے اور بعد میں اس کو پتہ چلا ہے تو یہ دوسرا نکاح فاسد ہوا، وہ بدستور پہلے شوہر کی بیوی ہے، اس کا نکاح بدستور باقی ہے۔ دوسرے شوہر کو جب معلوم ہوگیا ہے کہ دوسرے کی بیوی ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے تو فوراً اپنے پاس سے الگ کردینا واجب ہے، اسے لے جانے کا حق پہلے شوہر کو ہے، دوسرے کو لے جانے کا حق نہیں ہے اور چوں کہ دوسرے شوہر کے ساتھ دھوکہ میں نکاح ہوا ہے، ہمبستری بھی ہوچکی ہے تو اس میں لڑکی اور لڑکے والے دونوں گنہگار ہوں گے، دوسرے شوہر اور اس کے متعلقین گنہگار نہیں ہوں گے، البتہ دوسرے شوہر پر مہر ادا کرنا لازم ہوگا، جب کہ اس کے ساتھ صحبت کرلی ہو؛ لیکن جو مہر طے ہوا ہے، وہ اگر مہر مثل سے کم ہے تو طے شدہ مہر واجب ہوگا اور اگر مہر مثل سے زیادہ ہے تو مہر مثل واجب ہوگا، پہلے کے پاس جانے کے لیے لڑکی کو عدت گزارنی بھی لازم ہوگی۔ ==

پانچ بچوں کو چھوڑ کر بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کسی شخص کی بیوی جب کہ

== قال: بشبهة الملك أو العقد بأن زفت إليه غير امرأته، فوطئها، أو تزوج منكوحة الغير ولم يعلم بحالها وأنت خبير بأن هذا يقتضي الاستغناء عن المنكوحة فاسداً. (شامي، زكريا: ۱۹۸/۵، كراتشي: ۵۱۶/۳)

فإن دخل بها فلها مهر مثلها ولايزاد على المسمىٰ عندنا. (الهداية، اشرفي بكدپو ديوبند: ۳۳۲/۲)

إن الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب. (شامي، زكريا: ۱۹۷/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶/صفر المظفر ۱۴۲۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۷۰۱) (فتاوی قاسمیہ: ۴۲۹/۱۳، ۴۳۰)

منکوحۃ الغیر سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایسی عورت سے نکاح کرلیا ہے، جس کو اس کے شوہرِ اول نے طلاق نہیں دی ہے، لہٰذا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس صورت میں کسی بچہ کا وجود ہوگیا تو وہ بچہ حلال مانا جائے گا، یا حرام؟ اور یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ ایسے آدمی اور عورت کے بارے میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

یہ نکاح ناجائز ہے، جان بوجھ کر اِس عمل کا ارتکاب کرنے والے سخت گنہگار ہیں؛ تاہم اِس نکاح سے جو بچہ پیدا ہوگا، اُس کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت مانا جائے گا۔

عن سليمان بن يسار أن عمر رضي الله عنه قال: للتي نكحت في عدتها: فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبدًا، وجعل لها المهر بما استحل من فرجها، وأمرها أن تعتد من هٰذا وتعتد من هٰذا.

وعن الشعبي أن عليًا رضي الله عنه فرق بينهما، وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها، وقال: انقضت عدتها إن شاء تتزوجته فعلت. (سنن سعيد بن منصور، كتاب النكاح، باب المرأة تزوج في عدتها: ۱۸۹/۱، رقم: ۶۹۸-۶۹۹)

غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول، فالأولاد للثاني على المذهب الذي رجع إليه الإمام وعليه الفتوىٰ. (الدر المختار) شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدت وتزوجت، ثم بان خلافه ولما إذا ادعت ذٰلك ثم بان خلافه. (شامي: ۵۵۲/۳، كراتشي: ۲۴۷/۵، زكريا)

الخلوة بالأجنبية حرام. (شامي: ۳۶۸/۶، كراتشي، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر: ۲۰۳/۴، بيروت، الأشباه والنظائر، ص: ۱۵۹) / ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوّج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها لا تجب العدة حتىٰ لا يحرم على الزوج وطؤها. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۶۶/۴، رقم: ۵۵۴۴، زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذٰلك المعتدة. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۰/۱، زكريا، كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۶/۹، رشيدية، وكذا في التفسير المظهري: ۶۲/۲، كوئٹه)

والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير لا يكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعيًّا كفر وإلا فلا. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين ۲۰۶/۵، زكريا، كذا في رد المحتار، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مطلب: إذا استحل المحرم على وجه الظن: ۲۴/۴، كراتشي، وكذا في الدر المختار، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل إذا ارتد: ۲۴۶/۴-۲۴۷، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۸/۱۴۱۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۱۴/۸، ۲۱۵)

۵ر بچے موجود ہوں اور وہ کسی دوسرے شخص سے بغیر طلاق حاصل کئے نکاح کرلے، ایسی حالت میں سب بچے باپ کے پاس رہ رہے ہیں، باپ کو اس سلسلہ میں کیا قدم اٹھانا چاہیے؟ اور شریعت میں ایسی عورت کس درجہ کی مجرم ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

پہلے شوہر سے طلاق، یا تفریق کے بغیر دوسرا نکاح قطعاً معتبر نہیں ہے، ایسی عورت شرعاً بدترین گناہ کی مرتکب ہے اور وہ بدستور پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، پہلا شوہر اُسے اپنے پاس رکھنے کا حق دار ہے، خاندان کے معزز لوگوں کو ثالث بنا کر معاملہ کو حل کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ حرام کاری کا سلسلہ بند ہوسکے۔

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۲۸۰، زكريا)

ولكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر على صاحبه في الأصح خروجاً عن المعصية. (شامی: ۴/ ۲۷۴، زكريا، البحرالرائق: ۳/ ۱۶۹، كوئٹه)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً؛ ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونها زناً. (شامی: ۵/ ۱۹۷، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/ ۵/ ۱۴۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۲۱۸، ۲۱۹)

شوہرِ اَول سے طلاق اور فسخ کے بغیر نکاحِ ثانی حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسماۃ پروین اختر بنت سید محمد نے بحیثیت عاقلہ بالغہ وباکرہ مطابق سرٹیفکیٹ ۱۹ر سال کی عمر میں شرعی روایات کے مطابق نہایت آزادنہ ماحول میں والدین کی مرضی کے مطابق بخوشی طرفین وحسبِ رضاء خود محمد رشید بن محمد اسماعیل بحاضرین وشاہدین خصوصی مہر مقررہ مبلغ ۱۸ر ہزار روپیہ کے عوض عقد کیا، جس کے بیان عدالت جوڈیشل میں قلم بند ہو کر نقل درخواست بڑا ہے اور پھر مقامی علماء سے رجوع کیا گیا اور فتویٰ ملا کہ مسماۃ مذکور یہ مسمی مذکور کی زوجہ قرار پائی اور بروئے فتویٰ ایک ماہ نو دن مذکور کے گھر آباد بھی رہی، بعدازاں کسی غلط طریقہ سے مذکور کی عدم حاضری میں پولیس نے بہکا کر مذکورہ کو اپنے والدین کے گھر روانہ کردیا تو کیا ایسی صورت میں شرعی نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟ اور کیا والدین شوہرِ اول سے طلاق لیے بغیر دوسری جگہ نکاح کرسکتے ہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

بشرط صحتِ سوال جب کہ مسماۃ پروین کا نکاح برضا ورغبت طرفین مسمی محمد رشید کے ساتھ شرعی طور پر منعقد ہوچکا

ہے تو اب اِس شوہر سے باقاعدہ (طلاق، یا فسخ کے ذریعہ) جدائی کے بغیر اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کردینا قطعاً حرام ہوگا اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ حرام کاری ہوگی اور لڑکی کے والدین بھی اس گناہ کے ذمہ دار ہوں گے۔

وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار: ۲۸/۳، کراچی: ۱۰۰/٤، زکریا)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير، لقوله تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عام في جميع ذوات الأزواج، ... وعن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال في هٰذه الآية: "كل ذات زوج إتيانها زنا إلا ما سبيت"... ولأن اجتماع رجلين على امرأة واحدة يفسد الفراش؛ لأنه يوجب اشتباه النسب وتضييع الولد وفوات السكن والإلفة والمودة فيفوت ما وضع النكاح له. (بدائع الصنائع، بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير: ۵٤۸/۲-۵٤۹، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۸/۱۱/۱۴۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۲۱/۸، ۲۲۲)

رخصتی سے قبل جھگڑا ہوجانے کی وجہ سے لڑکی کا دوسرے سے کورٹ میرج کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی کا نکاح ہوجانے کے بعد رخصتی کرتے وقت لڑکے والوں سے جھگڑا ہوگیا، لڑکی کے گھر والوں نے لڑکی کو لڑکے کے گھر رخصت ہوکر جانے نہیں دیا، کچھ دنوں کے بعد پھر دوبارہ لڑکے کے والد صاحب لڑکی کو لینے آئے، لڑکا خود نہیں آیا؛ اس لیے لڑکی والوں نے لڑکے کے والد صاحب کے ساتھ لڑکی کو رخصت نہیں کیا، بغیر طلاق کے لڑکی نے چھ ماہ کے اندر اپنی مرضی سے کورٹ میں جاکر دوسری شادی کرلی، دوسرے لڑکے سے اس لڑکی کو دو بچے پیدا ہوئے ہیں، بغیر طلاق کے شادی کرلینے پر دوسے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس کے دو بچے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے، وہ دونوں بچے جائز ہیں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

برتقدیر صحتِ سوال جو نکاح پہلے شوہر سے طلاق، یا شرعی تفریق کے بغیر عدالت میں جاکر کیا گیا ہے، وہ شرعاً معتبر نہیں اور مذکورہ عورت کا اس دوسرے شخص کے ساتھ رہنا حرام کاری اور بدکاری ہے اور بچوں کے نسب کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس دوسرے شخص کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس عورت کا کوئی دوسرا شوہر اور بھی موجود ہے تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اسی دوسرے شخص سے ثابت ہوگا اور اگر دوسرے شخص نے اس علم کے باوجود عدالتی نکاح کیا ہے کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے تو اس سے جو اولاد پیدا ہوئی ہے، وہ اس دوسرے شخص سے منسوب نہ ہوگی، لہٰذا اگر پہلا شوہر ان بچوں کے نسب کو قبول کرلے تو یہ بچے اس کی طرف منسوب ہوجائیں گے اور اگر وہ شوہر لعان کے ذریعہ ان بچوں کا اپنے سے انتساب سے انکار کردے، تو پھر ان بچوں کو ماں کی طرف منسوب کردیا جائے گا؛ تاہم خواہ یہ بچے

کسی کی طرف منسوب ہوں، ان بچوں سے رشتے کرنا ناجائز نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم:۱۱/۶۹)

غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول فالأولاد للثانی علی المذهب. (الدرالمختار)

وفی الشامية: وهٰذا إذا لم يعلم بأن لها زوجاً غيره فيكف إذا ظهر زوج فلا شك فی عدم ثبوته من الثانی. (شامی :۲٤۷/٥، ۲٤۸/٥، زكريا)

إذا غاب امرأته، وهی بكر أوثيب عشر سنين، وتزوجت وجاء ت بالأولاد، فالأولاد من الزوج الأول عند أبی حنيفة رحمه اللّٰه تعالٰی، ووضع المسألة فی الأصل فيما إذا نعی إلی امرأة زوجها، فاعتدت، وولدت من الزوج الثانی، ثم جاء الزوج الأول حيا، فعلی قول أبی حنيفة رحمه اللّٰه تعالٰی: الولد للزوج الأول علی كل حال؛ لأنه صاحب الفراش الصحيح؛ لأن تغيبه لا يفسد فراشه، وفراش الزوج الثانی فاسد، ولا معارضة بين الصحيح والفاسد بوجه ما؛ بل الفاسد مدفوع بالصحيح. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الثانی والعشرون فی ثبوت النسب: ۳۱۳/٤، رقم: ٦۲۷۹، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۴/۱۴۲۲ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/۲۲۷-۲۲۸)

منکوحۃ الغیر کے نکاح سے متعلق چند سوالات کے جوابات:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ باہر سے آئی ہوئی ایک آوارہ عورت کو کسی شخص نے پکڑلیا، جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آئی ہے، تب اس نے جواب دیا کہ میں ایک پریشان عورت ہوں، میرا کوئی مددگار نہیں ہے، میں کہیں اپنا ٹھکانہ چاہتی ہوں، جب اس سے پوچھا گیا کہ تیری شادی ہوگئی ہے، یا نہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میری بہن نے ایک ایسے آدمی سے میرا نکاح کرادیا، جس کی ایک ٹانگ پولیوستائی ہوئی ہے، میں یہاں رہ کر کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرنا چاہتی ہوں، اب میں اس کے گھر نہیں جاؤں گی پوچھنے پر بھی اس نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا نکاح کہاں اور کس کے ساتھ ہوا ہے، تب یہ سوچا کہ نہ جانے یہ کہاں جائے گی ہوسکتا ہے کہ کسی غیر مسلم کے ہاتھ لگ جائے؛ اس لیے اس کا نکاح ایک مسلمان بالغ مرد کے ساتھ پڑھا دیا گیا ہے، آپ بتلائیں کہ اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۲) اس کے علاوہ جن لوگوں نے نکاح پڑھانے میں، یا نکاح کے بعد مٹھائی لینے میں، یا کھانا کھانے میں شریک ہوئے ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور ایسا نکاح کرنے والوں کے گھر کھانا کھانا، یا کھلانا کیسا ہے؟

(۳) جن لوگوں نے اس نکاح میں کسی طرح بھی شرکت کی ان کا نکاح ٹوٹ گیا، یانہیں؟ ان کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ (المستفتی: مولانا عتیق احمد بی بی مصطفیٰ پور)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱) صورت مسئولہ میں جب تک شوہر اول طلاق نہ دے دے اور عدت طلاق نہ گزر جائے، مذکورہ عورت کے لیے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے اور نکاح ثانی باطل ہے اور زوج ثانی کا وطی کرنا زنا ہے، جو شرعاً موجب حد ہے، مذکورہ عورت نے زوج اول سے طلاق حاصل کئے بغیر اور عدت گزارے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کر کے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے، اگر مذکورہ عورت زوج اول کو پسند نہیں کرتی تو وہ اس سے طلاق، یا خلع کے ذریعہ تفریق کرا سکتی ہے؛ لیکن بدون طلاق، یا تفریق دوسرے شخص سے نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا؛ اس لیے عورت پر لازم ہے کہ وہ زوج ثانی سے فوراً علاحدگی اختیار کرے۔

قال في الشامي: أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً؛ ولهذا يجب العدة مع العلم بالحرمة لأنه زنا، كما في القنية وغيرها. (شامي، زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، كراتشي: ١٣٢/٣، ٥١٦، البحرالرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤)

(۲) جولوگ نکاح پڑھانے میں، یا نکاح کے بعد مٹھائی لینے میں کھانا کھانے میں، یا کھانا کھلانے میں شریک ہوئے ہیں، وہ سب کے سب عاصی وگنہگار وفاسق ہیں، ان سب پر توبہ واستغفار لازم ہے، ان لوگوں کو چاہیے کہ اس بات کا اعلان کردیں کہ نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا، مذکورہ عورت بدستور زوج اول کی بیوی ہے۔

(مستفاد: عزیز الفتاوی ۴۶۲، ۴۶۳، امداد الاحکام: ۲۵۸/۳)

(۳) جن لوگوں نے نکاح میں شرکت کی ان کا نکاح بہر حال بدستور باقی ہے، ہاں البتہ اپنے اس عمل سے یہ لوگ شرعاً گنہگار رہیں، جس سے ان پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ البتہ جن لوگوں کو پہلی شادی کا علم نہیں تھا، وہ لوگ عاصی اور گنہگار نہیں ہوں گے۔ (مستفاد: عزیز الفتاوی ۴۴۶، امداد الاحکام: ۲۵۸/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳۶/۳۵ ۷) (فتاوی قاسمیہ: ۴۳۶/۱۳، ۴۳۸)

منکوحۃ الغیر سے نکاح کے متعلق چند سوالات وجوابات:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا داماد قریب دوسال ہوئے ایک شادی شدہ لڑکی کو بھگا کر لے گیا تھا، جس کا مقدمہ چلا اور وہ چھوٹ گیا، پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی، صرف عورت نے جج کے سامنے یہ بیان دیا کہ اب میں نے اس سے نکاح کرلیا ہے اور اب اس کے ساتھ رہوں گی، اس پر شرعاً کیا حکم بنتا ہے؟

(۲) جو اس لڑکے کے رشتے دار رہتے ہیں اور اس لڑکے سے واسطہ رکھے ہوئے ہیں، ان پر شرعاً کیا حکم بنتا ہے؟

(۳) میری لڑکی میرے گھر پر ہے اور اس حالت میں اس جگہ جانے کے لیے تیار نہیں ہے اور تین سال کا لڑکا بھی ہے، اب میری لڑکی کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) جو شخص یہ کہے کہ شرع کے خلاف کام کرلو، اس پر کیا حکم ہے؟

(المستفتی: بدرالدین ولد محمد یسین، باغیچہ سرائے ترین، سنبھل روڈ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) دوسرے کی بیوی کو بہکا کر لے جانا اور اس کے ساتھ بیوی جیسا تعلق رکھنا حرام کاری اور سخت ترین غضب الٰہی مسلط ہونے کا خطرہ ہے اور عدالت میں غیر شوہر سے نکاح ثابت کرنا، یا شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر غیر مرد کا اس سے نکاح کرنا شرعاً باطل ہے۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، كراتشي: ۱۳۲/۳، ۵۱٦، شامي، زكريا: ۲۷٤/٤، ۱۹۷/۵، البحر الرائق، كوئٹه: ۱٤٤/٤، زكريا: ۲٤۲/٤)

(۲) جو لوگ مذکورہ ناجائز تعلق رکھنے والے کا ساتھ دیں گے، وہ شرعاً تعاون علی المعصیۃ کی وجہ سے سخت گنہگار ہوں گے۔

﴿**وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ**﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۳) آپ کی لڑکی کے لیے ایسے شوہر کے ساتھ رہنا جائز ہے، اس سے آپ کی لڑکی گنہگار نہ ہوگی؛ بلکہ شوہر گنہگار ہوگا، ہاں البتہ اگر اب اس شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا ناگزیر ہو تو اس سے طلاق، یا خلع وغیرہ کے ذریعہ علاحدگی حاصل کرنا جائز ہوسکتا ہے۔

ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة (تحته في الشامية) ولا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا والفجور يعم الزنا وغيره. (شامي، كراتشي: ٤۲۷/٦، زكريا: ٦۱۱/۹)

(۴) شرع کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے اور اس کا حکم کرنے والا سخت گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۸/ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۷/۲۴۶۲) (فتاوی قاسمیہ: ۴۳۸/۱۳، ۴۳۹)

بغیر نکاح کے کسی عورت کو بیوی کی طرح رکھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو بغیر نکاح کے رکھ کر زنا کریں تو اس کی سزا کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

کسی بھی شخص کے لیے غیر منکوحہ اَجنبیہ عورت سے جسمانی تعلقات قائم کرنا قطعاً حرام ہے، اگر یہ شخص پہلے سے شادی شدہ ہو، پھر زنا کا ارتکاب کرے اور اس کا شرعی طور پر ثبوت ہوجائے تو اسلامی حکومت میں اس کی سزا سنگسار کرنا ہے؛ یعنی مجرم کو میدان میں کھڑے ہوکر اتنے پتھر مارے جائیں کہ وہ زندہ نہ رہے اور اگر یہ شخص کنوارا ہے تو اسے بر سر عام سو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: جاء ماعز الأسلمي إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: إنه قد زنى، فأعرض عنه، ثم جاء من الشق الآخر، فقال: إنه قد زنى، فأعرض عنه، ثم جاء من الشق الآخر، فقال: يا رسول اللّٰه! إنه قد زنى، فأمر به في الرابعة، فأخرج إلى الحرة فرجم بالحجارة، فلما وجد مس الحجارة فر يشتد، حتي مر برجل معه لحى جمل فضربه به، وضربه الناس حتى مات، فذكروا ذلك لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه فر حين وجد مس الحجارة ومس الموت، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: هلاّ تركتموه. (رواه الترمذی وقال: حسن (۱۷۱/۱) وفی نيل الأوطار (۱۷/۷) رجال إسناده ثقات. (إعلاء السنن، باب أن الإقرار أن يقر المقر على نفسه بالزنا أربع مرات في أربعة مجالس: ۵۵۲/۱۱-۵۵۳، رقم: ۳۵۹۸، دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبان بن عثمان قال: تعرف الزناة بنتن فروجهم يوم القيامة. (المصنف لابن أبی شيبة: ۴۷/۴، رقم: ۱۷۶۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

عن مسروق قال: إن أكبر ما يصيب الناس من الذنوب الزنا، وهو شهوة وليس له ريح ولا يكاد تقام حدوده. (المصنف لابن أبی شيبة: ۴۷/۴، رقم: ۱۷۶۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

ويرجم محصن في فضاء حتى يموت. (الدرالمختار) وفي الشامية: أشار إلى أنه لا بأس لكل من زنى أن يتعمد قتله؛ لأنه واجب القتل. (شامی: ۱۳/۶-۱۴، زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۵/۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۳۲/۸،۲۳۳)

کسی غیر کی بیوی سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ایک آدمی نے اپنی چھوٹی لڑکی دوسرے آدمی کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ نکاح کرکے دے دی، اب ایک تیسرے مولوی صاحب نے خفیہ طور پر اپنے لیے نکاح پڑھوایا اور اب وہ لڑکا لڑکی تیرہ، اٹھارہ سال کے ہیں اور مولوی صاحب نے اس لڑکی کو اپنے گھر میں رکھا ہے اور لڑکا اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دیتا۔ اب سوال یہ ہے کہ مولوی صاحب کا نکاح ثانی صحیح ہوا، یا غلط؟ اور نکاح اول صغرسنی کی وجہ سے؛ لیکن دونوں کے ولیوں نے کروایا، صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

پہلا نکاح صحیح ہوا اور ثانی نکاح مولوی صاحب کا بالکل کالعدم ہے،(۱) اسے چاہیے کہ لڑکی فوراً شوہر کے پاس پہنچادے اور جو شخص جان بوجھ کر دوسرے کی بیوی کو اپنے پاس رکھے وہ فاسق ہے، لہٰذا مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے جب تک علانیہ توبہ کا اعلان نہ کرے؛ تب تک اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ اللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۲/۱۷/۱۳۸۷ھ، الجواب صحیح: محمد عاشق الٰہی۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۸-۲۳۹)

منکوحہ غیر مطلقہ سے کسی غیر کے نکاح کا حکم:

سوال: میاں بیوی کے درمیان کسی جھگڑے کی وجہ سے لڑکی کے والدین نے لڑکی کی قوم کے اختیار میں دے دیا ہے اور قوم پورے اختیارات دے دیئے کہ قوم جو چاہے سو کرے، قوم مالک ہے، اس کے بعد قوم نے ایک شخص کو جو کہ قوم کا صدر بھی ہے، اسے قوم نے اپنا امین سمجھتے ہوئے بطور امانت رکھ دی؛ لیکن اس امین نے بغیر قوم سے دریافت کئے ہوئے لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سالے کے لڑکے سے کر دیا؛ کیوں کہ اس میں امین کا ذاتی فائدہ تھا، آیا شروع میں اس شخص کو اپنا امین سمجھا جائے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب لڑکی کا نکاح اپنے شوہر سے قائم تھا تو صدر نے بھتیجے سے اس کا نکاح کر کے سخت گناہ کا کام کیا،(۲) یہ نکاح باطل اور حرام ہے،(۳) لڑکی کا نکاح بدستور اپنے شوہر سے قائم ہے، جس شخص نے یہ حرکت کی، اسے توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور جب تک وہ اپنی اصلاح نہ کرے، مسلمانوں کو اپنا کوئی ذمہ داری کا عہدہ اسے سونپنا نہیں چاہیے، بشرطیکہ وہ واقعات درست ہوں، جو سوال میں تحریر کئے گئے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۰/۲/۴ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۴۰)

---

(۱) وفي التفسير المظهري: ٦٤/٢، تحت قوله تعالىٰ: ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ عطف علىٰ ﴿أمهاتكم﴾ يعني حرمت عليكم المحصنٰت من النساء أي ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. وفي الدر المختار (٣٨/٣): أسباب التحريم أنواع، قرابة، مصاهرة، رضاع ... وتعلق حق الغير بنكاح. وفي الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ٢٨٠/١، (طبع ماجدية): لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة.

(۲،۳) وفي الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، ج:۱، ص: ۲۸۰ (طبع ماجدية) لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، إلخ. نیز کفایت المفتی، ج:۵، ص:۲۸۵ (دارالاشاعت جدید ایڈیشن) وفي الدر المختار (٢٨/٣): أسباب التحريم أنواع، قرابة، مصاهرة، رضاع ... وتعلق حق الغير بنكاح. نیز دیکھئے: التفسير المظهري، ج:۲، ص: ٦٤، تحت قوله تعالىٰ "والمحصنٰت من النساء" [الآية] وفي رد المحتار (ج:۳، ص: ١٣٢): أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً.

غیر مطلقہ منکوحہ سے کسی دوسرے شخص کے نکاح کا حکم:

سوال: قاضی بشیر احمد کی بیوی بسا اوقات اپنے خاوند سے محض بیوقوفی اور سخت مزاجی سے پیش آیا کرتی تھی، لہٰذا خاوند مذکورہ نے علالت کے باعث منکوحہ سے تنگ آ کر اس کی والدہ کو بلا کر منکوحہ کو گھر بھیج دیا کہ میں فی الحال اس ہٹ دھرمی کو نا قابل برداشت سمجھتے ہوئے آپ کے حوالے کرتا ہوں اور جس طرح آپ صحت یاب ہونے پر حکم فرمائیں گی، میں تعمیل کروں گا، لہٰذا ان کی منکوحہ سے ایک، دو ماہ بعد فوری طور پر بغیر طلاق کے مولوی عبداللہ نے نکاح کر لیا، کیا یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر سوال میں درج شدہ واقعات درست ہیں اور قاضی بشیر احمد نے اپنی بیوی زلیخا بی بی کو کوئی طلاق نہیں دی تو وہ بدستور قاضی بشیر احمد کی بیوی ہے اور مولوی عبداللہ کے ساتھ اس کا نکاح شرعاً باطل اور کالعدم ہے، (۱) جتنے عرصے زلیخا بی بی، محمد عبداللہ کے پاس رہی ناجائز طور پر رہی، اب ان کا فوراً الگ ہونا ضروری ہے، دونوں توبہ استغفار کریں اور زلیخا بی بی اپنے اصلی شوہر قاضی بشیر احمد کے پاس واپس آ جائے اور چوں کہ محمد عبداللہ سے زلیخا کا نکاح ہی درست نہیں ہوا؛ اس لیے طلاق کی تحریریں بے کار ہیں، قاضی بشیر احمد عدالت کے ذریعے بیوی کو دوبارہ واپس آنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۱/۵/۱۳۹۱ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۵۰-۲۵۱)

منکوحۃ الغیر سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر ایک نکاح کے اوپر دوسرا نکاح ہو جائے اور شادی بھی ہو جائے اور پہلے نکاح والے آدمی نے اس کو طلاق نہ دی ہو تو یہ عورت اس پہلے شخص کی بیوی ہوگی یا دوسرے کی اور اب دوسرے شخص کے لیے شادی ہونے کے بعد اس کے ساتھ ہمبستری کرنا حلال ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

یہ عورت پہلے آدمی کے نکاح میں ہے، اس شادی شدہ عورت کے ساتھ دوسرے آدمی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ جب نکاح کرنا جائز نہیں ہے تو اس کے ساتھ ہمبستری کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

---

(۱) وفي الدر المختار (۸۲/۳): اسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع ... وتعلق حق الغير بنكاح، الخ، وفي الشامية (۲۳۱/۳): أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم انها للغير، لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد اصلاً.

وفي الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث (۲۸۰/۱) (طبع ماجدية): لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، الخ. نیز دیکھئے: کفایت المفتی، ج:۵، ص:۵۸۲ (جدید ایڈیشن دار الاشاعت)

لمافی القرآن الکریم (النسآء: ۲۳): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ﴾ (الآیۃ)

وفی الهندية (۱/ ۲۸۰، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير) : لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا في السراج الوهاج ... وبعد سطر: ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير لا تجب حتٰى لا يحرم على الزوج وطؤها، كذا في فتاوى قاضي خان. (نجم الفتاویٰ: ۴/ ۲۷۳) ☆

☆ **دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کا حکم:**

سوال: زید نے ایک عورت اغواء کی، دوسری کسی جگہ بکر سے دو ہزار روپے لے کر نکاح کر دیا، عورت کے اغوا ہونے کا علم نہ بکر کو اور نہ ہی گاؤں کے معززین اور نکاح خواں و گواہان کو تھا، عورت کی فروختگی میں ہاشم اور سرور شریک تھے، جو بکر کے گاؤں کے تھے، انہوں نے جان پہچان کا ثبوت دیا کہ ہم زید کو جانتے ہیں، چناں چہ وہ لڑکی بکر کے گاؤں پہنچی، گاؤں کے معززین اور نکاح خواں کو بکر اور اس کے گھر والوں نے نکاح کے لیے مدعو کیا، عورت سے بیان لیا گیا کہ کسی جبر کی وجہ سے نکاح نہیں کر رہی ہو؟ عورت نے رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے نکاح کی اجازت دی، زید عورت کو اپنے فوت شدہ بھائی کی بیوی بتاتا تھا، اور عورت نے بھی اس کو دیور تسلیم کیا، اس واقعے کے تیسرے روز اس کے شوہر منشی محمد نے بمعہ پولیس چھاپہ مار کر عورت کو برآمد کیا اور بتایا کہ یہ میری بیوی ہے، جو بال بچے دار ہے۔

(۱) اب فرمائیے کہ زید جس نے عورت کو اغوا کیا، وہ وکیل تھا، اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) گواہوں کے لیے شرعی تعزیر کیا ہے؟

(۳) نکاح خواں جب کہ غیر شادی شدہ ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) گواہان اور نمبر دار جس نے بیانات لیے اور نکاح کی اجازت دی، ان کا کیا حکم ہے؟

(۵) اور جنہوں نے اس فروختگی میں حصہ لیا اور انہیں علم بھی تھا، ان کے لیے کیا سزا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں بکر سے اس مغویہ عورت کا جو نکاح کیا گیا، وہ شرعاً بالکل باطل ہے۔ (وفی التفسير المظهری، ج: ۲ ص: ۴۶، تحت قوله تعالٰی: ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ عطف علٰى أمهاتكم يعنى حرمت عليكم المحصنٰت من النساء أوذوات الأزواج لايحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أويطلقها وتنقضى عدتها من الوفاة أو الطلاق. وفى الدالمختار: ۳/ ۲۸، أسباب التحريم أنواع، قرابة، مصاهرة، رضاع ... وتعلق حق الغير بنكاح. وفى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰ (طبع ماجدية) لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذالك المعتدة.) اور زید جس نے عورت کو اغواء کر کے بکر سے اس کا نکاح کیا وہ سخت گناہ گار ہوا اور جن جن لوگوں نے جان بوجھ کر اس نکاح میں حصہ لیا وہ بھی سخت گناہ گار ہوئے، البتہ جن لوگوں نے بے خبری کی بنا پر نکاح میں شرکت کی وہ معذور ہیں۔ (دیکھئے: کفایت المفتی، جواب نمبر ۱۰، ج: ۵، ص: ۵۳ (جدید ایڈیشن دارالاشاعت) اور مذکورہ گناہ کے لیے شریعت میں کوئی حد مقرر نہیں، قاضی اپنی صوابدید کے مطابق اس پر سزا جاری کرسکتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۰/ ۱۱/ ۱۳۹۶ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/ ۲۳۷-۲۳۸)

منکوحۃ الغیر سے نکاح اوراس کی دعوت قبول کرنے کا حکم:

سوال(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا، جس کا پہلا شوہر زندہ ہے اوراس نے اس عورت کو ابھی تک طلاق نہیں دیا، جیسا کہ بزرگوں نے بتایا ہے، ایسی حالت میں نکاح حرام ہوتا ہے اوراس عورت کے شکم سے دوسرے شوہر سے بچے بھی پیدا ہوئے ہیں اور اس شخص کے ماں، باپ، بھائی وغیرہ بھی اس کیساتھ زنا کرنے سے خوش ہیں، کیا اس سے اوراس کے ماں باپ بھائی وغیرہ سے بولنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲)　　کیا اس شخص اوراس کے ماں باپ، بھائی کے یہاں کھانا پینا جائز ہے، یا نہیں؟　(المستفتی: محمد خالد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر غیر آدمی کی بیوی جانتے ہوئے بغیر طلاق وعدت کے اس سے نکاح کیا ہے تو نکاح بالکل باطل ہے، شوہر اول ہی کی بیوی ہے پہلے شوہر کو ہر وقت لے جانے کا حق ہے، عدت ضروری نہیں اوراگر علم نہ تھا تو نکاح فاسد ہے، اب بھی فوراً علاحدگی ضروری ہے؛ لیکن شوہر اول کے یہاں عدت گزار کر جانا ہوگا۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً، قال فعلى هذا يفرق بين فاسد وباطله. (شامی، کوئٹه: ۲/ ۳۸۰، کراتشی: ۳/ ۱۳۲، ۵۱۶، زکریا: ۴/ ۲۷۴، ۵/ ۱۹۷، البحر الرائق، کوئٹه: ۴/ ۱۴۴، زکریا: ۴/ ۲۴۲)

(۲)　　ان کے یہاں سے خورد ونوش وغیرہ میل جول توبہ کر کے باز نہ آنے تک ختم کر دینا ضروری ہے، اگر عورت کو علاحدہ کر کے توبہ واستغفار کرلیں تو پھر معاشرہ بحال رکھا جائے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (سورة الهود: ۱۱۳) (فتاوی إحیاء العلوم: ۷/ ۸۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۴۹۴) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۴۴۴، ۴۴۵)

رجعت کردہ بیوی کا دوسری جگہ نکاح:

سوال:　　کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور پھر اس کے بعد وہ میرے پاس رہتی رہی اوراب بھی مجھ سے ملتی رہتی ہے، ایسے حالات میں اس کے ماں اور باپ لڑکی سے کہتے ہیں کہ دوسری شادی کردیں گے، ایسی حالت میں گناہ کس کے اوپر ہوگا اور لڑکی کا نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: غضنفر اللہ، لال مسجد، باڑہ شاہ صفا، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں زید نے ایک طلاق رجعی دے کر رجعت کر لی ہے؛ اس لیے مطلقہ رجعیہ اس کی بیوی ہوگئی ہے، اب اگر لڑکی کے والدین دوسرے سے اس لڑکی کا نکاح کرانا چاہتے ہیں تو فعل حرام کے مرتکب ہوں گے؛ کیوں کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ہے اور اگر نکاح کر بھی دیا تو نکاح جائز نہ ہوگا؛ بلکہ باطل وحرام ہوگا اور اس کا گناہ لڑکی کے والدین پر ہوگا اور وہ فاسق شمار ہوں گے اور جو اس لڑکی سے نکاح کرے گا وہ زانی سمجھا جائے گا اور نکاح پڑھانے والا بھی سخت گنہگار رہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت تحریم ﴿حرمت عليكم﴾ کے ذیل میں فرمایا:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء: ٢٤)

(یعنی تمہارے لیے دوسروں کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔)

كذا في الشامي: أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، كراتشي: ١٣٢/٣، ٥١٦، البحر الرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤، بدائع الصنائع، زكريا: ٥٤٨/٢، كراتشي: ٢٦٨/٢، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٥١، مبسوط، دار الكتب العلمية بيروت: ٢٨٩/٣٠، الهندية، زكريا: ٢٨٠/١، جديد زكريا: ٣٤٦/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۱۵۸/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۰/۵/۱۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۴۶۸/۱۳، ۴۶۹)

شرعی تفریق حاصل کئے بغیر دوسرے سے نکاح کرنے والی سے متعلق چند سوالات:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ابراہیم کا نکاح زینب کے ساتھ ہوا تھا؛ لیکن اتفاق سے ابراہیم اپنے والد کے ساتھ کہیں گئے ہوئے تھے، چند غنڈے ابراہیم کی بیوی زینب کو اغوا کر کے لے گئے اور زنا بالجبر کیا اور پھر ہائی کورٹ میں لے جا کر زبردستی اس مجبور لڑکی سے نکاح کر لیا اور لڑکی سے یہ بیان دلوایا کہ ''میں اپنی مرضی سے آئی ہوں اور بنیامین کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں'' پھر ہائی کورٹ نے نکاح کا فیصلہ صادر کر دیا اور اب بنیامین میری بہو کو رکھے ہوئے ہے، ہائی کورٹ میں ہم نے فریاد بھی کی اور تمام ثبوت نکاح نامہ اور شادی کے فوٹو وغیرہ دکھایا؛ لیکن کوئی سنوائی نہیں تو دریافت یہ کرنا ہے کہ:

(۱) کیا ہائی کورٹ کا فیصلہ شرعی قانون کے اعتبار سے ٹھیک ہے؟

(۲) کیا اس فیصلہ سے مسلم پرسنل لا کے اوپر اٹیک نہیں ہے؟

(۳) کیا ہائی کورٹ کے اس فیصلہ سے لڑکی زینب خاتون ابراہیم کے نکاح سے خارج ہو کر بنیامین کے نکاح میں داخل ہوگئی، جب کہ ابھی تک ابراہیم نے زینب کو طلاق نہیں دی ہے؟

(۴)　زانی اوراس کی مدد کرنے والوں کے لیے اسلام کا کیا حکم ہے؟

(۵)　کیا یہ لوگ بلا فیصلہ پوری برادری کے ساتھ رہنے کے لائق ہیں، یا ان سے قطع تعلق کیا جائے؟

(۶)　میری بہو زینب خاتون کے لیے اسلام کا کیا حکم ہے، جب کہ بنیامین پہلے سے شادی شدہ اور ایک بچہ کا باپ ہے؟ شریعت کے حکم کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں۔　(المستفتی: محمد علی ہماچل پردیش)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــ وبالله التوفيق

(۱)　اگر ابراہیم نے طلاق نہیں دی ہے اوراس کی بیوی زینب کو کوئی اغوا کر کے لے گیا ہے، یا زینب نے اپنی مرضی سے جا کر بنیامین سے بذریعہ ہائی کورٹ نکاح کرلیا ہے تو شرعی طور پر وہ نکاح باطل اور ناجائز ہے اور ہائی کورٹ نے جو نکاح کردیا ہے، وہ اسلامی شریعت کے ساتھ مذاق ہے اور شریعت اسلامی کے قانون کے مطابق اب بھی زینب بدستور ابراہیم کی بیوی ہے اور بنیامین کے ساتھ رہنا زناکاری ہوگی، اس کو فوراً اپنے شوہر ابراہیم کے پاس آجانا چاہیے۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، كراتشي: ۱۳۲/۳، ۵۱۶، البحر الرائق، كوئٹه: ۱۴۴/۴، زكريا: ۲۴۲/۴)

(۲)　یہ مسئلہ مسلم پرسنل لا سے متعلق ہے اور عدالت ہائی کورٹ کا مذکورہ فیصلہ مسلم پرسنل لا کے خلاف ہے؛ اس لیے یہ فصلہ واپس لینا ضروری ہے۔

(۳)　شریعت اسلامی کے خلاف ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کی وجہ سے ابراہیم کی بیوی زینب ابراہیم کے نکاح سے الگ نہیں ہوئی؛ بلکہ بدستور ابراہیم کے نکاح میں باقی ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر: ۱۵۲/۲)

(۴)　زانی اوراس کی مدد کرنیوالوں کو اپنے فعل شنیع سے توبہ کرلینا لازم ہے۔

عن ابن مسعود، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية: ۳۱۳/۱، دارالسلام رقم: ۴۲۵۰، المعجم الكبير للطبراني، دارإحياء التراث العربي: ۱۵۰/۱۰، رقم: ۱۰۲۸۱، مشكاة المصابيح: ۲۰۶/۱)

(۵)　اگر یہ لوگ توبہ کرلیتے ہیں تو ان سے قطع تعلق کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ان کے عیب کو بار بار ذکر کرنا جائز ہوگا۔

(۶)　زینب خاتون کے لیے اسلام کا حکم یہی ہے کہ فوراً توبہ کرکے اپنے شوہر ابراہیم کے پاس آکر حقوق زوجیت ادا کیا کرے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأما حقكم على نساء كم، فلا يؤطين فرشكم من تكرهون ولا يأذن في بيوتكم لمن تكرهون. (سنن الترمذي مع العرف الشذي، النخسة الهندية: ۲۲۰/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف رجسٹر خاص)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱/۹/۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۴۷۱-۴۷۳)

جب نکاح ہو چکا ہے تو عدالت انگلشیہ کے فیصلہ سے وہ ختم نہیں ہوسکتا:

سوال: ہندہ کا ایک شخص سے نکاح ہوا تھا؛ لیکن دوتین سال بعد منکر نکاح ہو کر شوہر کے مکان میں نہیں جاتی، شوہر نے مجبور ہو کر دعویٰ عدالت میں دائر کیا، حاکم نے گواہ لے کر یہ فیصلہ کیا کہ نکاح ہونے کا مجھے اعتبار نہیں ہے، اب ہندہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر نکاح درحقیقت ہو گیا تھا تو عورت کے انکار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹا، اس عورت کو دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں ہے، جب کہ اس کو معلوم ہے کہ میرا نکاح اول شخص سے ہو گیا ہے، باقی ثبوت نکاح عندالحاکم دو گواہان عادل سے ہوسکتا ہے۔(۱) پس شوہر دعویٰ نکاح کا کرے اور عورت انکار کرے تو مرد اگر دو گواہ عادل نکاح کے پیش کرے تو نکاح ثابت ہوگا، ورنہ ثابت نہ ہوگا؛ لیکن عورت کو جب کہ معلوم ہے کہ میرا نکاح اس سے ہو چکا ہے تو حاکم کے وقت نزدیک ثابت نہ ہونے سے اس کو یہ درست نہیں ہے کہ بدون طلاق دیئے شوہر اول کے دوسرے شخص سے نکاح کرے۔

قال فی الشامی: أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (۲/ ۳۵۰)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۴۷۳)

اگر کوئی سرکاری عدالت سے شوہر کے خلاف فیصلہ حاصل کرلے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے ہندہ اپنی زوجہ کو میکے نہ جانے دیا، ایک اجنبی آدمی جبراً قہراً زید کی بی بی کو لے گیا اور چار ماہ اپنے گھر رکھا، زید نے عدالت میں دعویٰ کیا، فیصلہ زید کے خلاف ہوا تو ایسی صورت میں اجنبی شخص ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

فیصلہ خلاف ہونے پر زید کی زوجہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی اور وہ شخص اجنبی عورت سے نکاح نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (الآیة) (۳)

(یعنی حرام ہے نکاح خاوند والی عورتوں سے۔) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۴۷۵)

---

(۱) ونصابها [أی الشهادة] لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً أوغيره كنكاح وطلاق ووكالة ... رجلان أورجل وإمرأتان. (الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الشهادة: ٤/ ٥١٥-٥١٦، ظفير)

(۲) ردالمحتار، باب العدة: ٢/ ٨٣٥، ظفير

(۳) سورة النساء: ٢٤، ظفير

غیر مطلقہ سے نکاح عدالت کے فیصلہ کے باوجود جائز نہیں:

سوال: اصغری واکبری دو بہنیں ہیں، اصغری کا نکاح زید کے ساتھ ہوا؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اصغری کے ساتھ اپنے نکاح کا دعویٰ عدالت میں دائر کرا کر بلکہ ثابت کر کے اصغری کو اپنے قبضہ میں کر کے نکاح کرلیا، بغیر طلاق دینے زید کے اور اکبری نے زید سے اپنا نکاح کرلیا، بعدہ عمر پاگل ہو کر پاگل خانہ پہونچ گیا، جس کو آٹھ دس سال ہوئے اور لا علاج ہے، اصغری بکر کے پاس رہنے لگی، جس سے بغیر نکاح کے ایک لڑکا تولد ہوا، جواب سات آٹھ سال کا ہو چکا ہے؛ لیکن اب بکر اصغری کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، زید وعمر سے طلاقنامہ حاصل کرنا ناممکن ہے، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب تک زید اصغری کو طلاق نہ دیوے اور عدت نہ گز جاوے، اس وقت تک بکر کے ساتھ اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا اور عمر کے ساتھ اصغری کا نکاح جائز نہ ہوا تھا، (۱) اور زید کا اکبری کے ساتھ؛ کیوں کہ اکبری کی بہن اصغری زید کے نکاح میں ہنوز موجود ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۸۱/۷)

شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر عدالت مجاز سے نکاح فسخ کرا کر دوسرے سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ کا نکاح رشید سے ہوا تھا، پھر اس سے طلاق حاصل کئے بغیر عدالت مجاز سے فسخ نکاح کرا کر مجید سے نکاح کروا دیا گیا تو دوسرا نکاح جو مجید سے ہوا ہے۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: عبدالواحد، کھوکران، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

ہندوستانی عدالت مجاز سے عورتوں کا اپنا نکاح فسخ کرانا شرعی طور پر معتبر نہیں ہے، لہٰذا ہندہ شرعی طور پر اب بھی رشید ہی کی بیوی ہے، دوسرا نکاح جو مجید کے ساتھ ہوا ہے، وہ شرعی طور پر معتبر نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر: ۱۵۲/۲)

﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ (النساء: ١٤١)

لم ينفذ حكم الكافر على المسلم. (ردالمحتار، كتاب القضاء، باب التحكيم، زكريا ديوبند: ١٢٦/٨، كراچی: ٤٢٨/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۹۳۹/۳۲) (فتاوی قاسمیہ: ۴۹۹/۱۳)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير، إلخ، فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (رد المحتار: ٤٨٢/٢)
اور حکومت کا فیصلہ غلط ہے۔ ظفیر

(۲) وحرم الجمع بين المحارم نكاحا وعدة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، فصل في المحرمات: ٣٩٠/٢، ظفير)

فیصلہ عدالت کے بعد نکاحِ ثانی:

سوال: ایک عورت عدالت میں دعویٰ پیش کرتی ہے، جس نے اپنے خاندان پر ایک عورت کے ساتھ زنا کی تہمت لگاتی ہے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی کہ مجھے میرا شوہر بری طرح مارتا پیٹتا ہے اور مجھ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے؛ مگر شوہر ان دونوں باتوں سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے نہ اس کو مار پیٹ کی، نہ کوئی تہمت لگائی ہے اور جس کے متعلق یہ مجھ پر تہمت لگاتی ہے، وہ میری نکاح کی ہوئی بیوی ہے اور یہ مدعیہ خود بھی یہ دعویٰ کرنے کے وقت اس عورت کو اپنے شوہر کے نکاح میں ہونے کا اقرار کرتی ہے اور مدعیہ اپنے اس دعویٰ کی بنا کہ مجھے مار پیٹ کرتا ہے اور مجھے بدچلن ہونے کی تہمت لگاتا ہے، عدالت سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ میں طلاق لینے کی حقدار ہوں؛ اس لیے عدالت مجھے طلاق دلوادے۔

عدالت کا مجسٹریٹ ایک غیر مسلم شخص ہے، خاوند کی غیر حاضری میں یہ حکم کردیا: ''مذکور سببوں کی بنا پر یہ دعویٰ منظور کیا جاتا ہے اور مدعیہ کی طلاق عدالت تسلیم کرتی ہے اور مدعیہ کو مدعیٰ علیہ کی بندش سے رہا کیا جاتا ہے''۔ عدالت کے اس حکم کے بعد اسی روز عورت مذکورہ کے باپ و چچا وغیرہ نے مل کر ایک دوسرے شخص سے اس کا نکاح کردیا اور عدالت سے یہ فیصلہ ہوتے ہی اسی روز عورت مذکورہ کی اصلی شوہر کی طرف سے اس فیصلہ کو رد کرنے کے لیے عدالت میں اپیل بھی دائر کردی گئی اور وہ اس کو یعنی مدعیٰ علیہ اپنے بیوی کو گھر لے جانے کے مطالبہ پر مصر ہوا، اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) صورتِ مذکورہ بالا میں عدالت میں دی ہوئی طلاق ہوئی، یا نہیں؟

(۲) عورت مذکورہ کا جو دوسرا نکاح کیا گیا، وہ درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کن کن وجہ سے؟

(۳) یہ نکاح کرنے والے اور کروانے والے شرع میں کیا حکم رکھتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) شرعاً یہ طلاق قطعاً غیر معتبر ہے،(۱) اس مذکورہ طلاق کی وجہ سے اپنے شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی؛ بلکہ بدستور اس کی بیوی ہے، غیر مسلم حاکم نہ تو کسی مسلم کا نکاح فسخ کرسکتا ہے اور نہ اس کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ غرض یہ کہ اس کا حکم صورت مسئولہ میں کسی طرح نافذ نہیں۔

''أهله: أی أهل القضاء أهل الشهادات، فلا تصح تولیة كافر و صبی''. (بحر: ۲٦/٦)(۲)

(۲) جب کہ پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا اور نہ طلاق واقع ہوئی تو یہ نکاح ثانی کیسے درست ہوسکتا ہے؟ نکاح ثانی شرعاً بالکل باطل ہے اور اس سے جو صحبت ہوگی، وہ بالکل حرام ہوگی۔

---

(۱) ''وأهله (أی أهل الطلاق) زوج عاقل بالغ مستیقظ''. (الدرالمختار، مطلب طلاق الدور: ۲۳۰/۳، سعید)

(۲) البحر الرائق، كتاب القضاء: ٤۳۷/٦، رشیدیه

"أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا". (الدر المختار: ۹۳۸/۲)(۱)

(۳) وہ عورت اور وہ شخص جس سے نکاح ثانی ہوا ہے اور اس نکاح میں تمام شرکت کرنے والے اور اس سے خوش اور راضی رہنے والے اور باوجود قدرت کے اس کو نہ روکنے والے سب کے سب گنہگار ہیں، سب کے ذمہ واجب ہے، علی الاعلان توبہ کریں، (۲) اور عورت کو پہلے شوہر کے پاس پہنچانے کی کوشش کریں، (۳) البتہ جن لوگوں کو پورا حال معلوم نہیں؛ بلکہ ناواقفیت سے نکاح میں شریک ہوئے، وہ گنہگار نہیں ہوئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۸/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۰/۱۱)

عدالت سے اجازت لے کر نکاح:

سوال: دو بہنیں تھیں، ان دونوں کا نکاح ہوگیا، بڑی کی رخصتی کردی، چھوٹی کی نہیں، پانچ سال بعد چھوٹی لڑکی کے شوہر نے کہا کہ رخصت کردو تو لڑکی والوں نے منع کردیا۔ اس کے بعد مقدمہ بازی شروع ہوگئی، مقدمہ لڑکے والے جیت گئے؛ مگر لڑکی والوں نے جب بھی نہیں بھیجا۔ اس کے بعد لڑکی والے نے دوسرا نکاح کردیا اور یہ کہہ دیا کہ ہم نے سرکار سے طلاق لے لی، کیا یہ نکاح درست ہے؟ منع کرنے والوں نے بہت منع کیا؛ مگر لڑکی والے نہیں مانے اور اس کے بارے میں پنچایت بھی ہوئی، پنچوں نے فیصلہ لڑکے کے حق میں دے دیا، لڑکی والے سے کہا کہ لڑکی بھیج دو، لڑکی والے نے کہا پنچ تمہارے رشتہ دار ہیں؛ اس لیے یہ ایسا فیصلہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

چھوٹی بہن جب رخصتی کے قابل ہوگئی تھی اور اس کا شوہر رخصتی کا مطالبہ کررہا تھا تو رخصتی کرنا لازم تھا، انکار کرکے عدالت سے اجازت لے کر دوسری جگہ اس کا نکاح کردینا صحیح نہیں ہوا، (۴) اس کے شوہر پر بڑا ظلم ہوا، یہ نکاح شرعی نکاح

---

(۱) ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد

(۲) قال الله تعالیٰ ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي". (تنبيه الغافلين، ص: ۶۰، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانية پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(۳) قال الله تعالیٰ ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

(۴) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

نہیں؛ بلکہ حرام کاری کا دروازہ ہے، فوراً لڑکی کو وہاں سے علاحدہ کریں، (۱) اور اصلی (پہلے) شوہر کے پاس رخصتی کردیں اور توبہ واستغفار کریں، (۲) اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کریں، ورنہ دنیا وآخرت میں سخت وبال ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۵/۷/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/شعبان/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۱۲)

عدالت سے دوسرے کا نکاح ناحق فسخ کرا کے خود نکاح کرنا:

سوال: آج سے کئی سال پہلے میں نے مسماۃ رضی سے شادی کی تھی، شادی کے وقت رضی کے والد نے مجھ سے ایک تحریر لی تھی، جس میں یہ تھا کہ میں سسرال میں رہ کر ان کی خدمت کروں گا اور بلا کسی وجہ کے گھر سے نہیں نکلوں گا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک ماسٹر محمد جمیل کی ڈیوٹی گھر کے پاس والے اسکول میں تھی، ماسٹر مذکور انتہائی شریر اور کمینہ رذیل خصلت آدمی ہے، اس نے میرے سسر کے ساتھ خفیہ تعلق بڑھا کر میرے خلاف کیا۔ اب سسر ہر وقت مجھے گھر سے چلے جانے کا حکم دینے لگا، گالم گلوچ شروع رکھا۔

مجبور ہو کر چند روز کے واسطے کاروبار کے لیے سسر کو اطلاع کر کے چلا گیا۔ کام پر مجھے عرصہ چھ ماہ گزر گیا۔ جب گھر واپس پہونچا تو ماسٹر مذکور نے میری منکوحہ سے تعلق پیدا کر کے اس کو بھی میرے خلاف کیا اور میری اس تحریر کو شرطیہ طلاق بنا کر سری نگر کے ایک رشوت خور مفتی بشیر سے پانچ سو روپیہ دے کر فتویٰ حاصل کر لیا۔

مفتی نے کہا: عدالت سے فیصلہ کرالو، میں بھی لکھ کر دیتا ہوں۔

چناں چہ ماسٹر مذکور نے مسماۃ رضی کو لے کر عدالت سے تنسیخِ نکاح کی درخواست دلائی، جس پر جج نے نکاح فسخ کر دیا اور ماسٹر نے رضی کو اپنے نکاح میں لے لیا اور ازدواجی زندگی بسر کرنی شروع کی۔ ماسٹر کی اس سیاہ حرکت سے سب مسلمان برہم ہیں اور چوں کہ اس فتویٰ میں سیاہ کارنامہ درج ہے؛ اس لیے وہ کسی کو دکھلاتا نہیں ہے۔

ہم نے علماء دیوبند سے انفرادی طور پر دریافت کیا، سب نے کہا وہ تمہاری بیوی ہے، ماسٹر زنا کا مرتکب ہو رہا ہے، اب مرکزِ دیوبند سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ کیا میری اس تحریر سے میری منکوحہ کو طلاق ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور کیا فریقین کی حاضری کے بغیر قاضی فیصلہ نافذ کرسکتا ہے، یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر بات اتنی ہی ہے تو آپ کی بیوی پر طلاق نہیں ہوئی ہے، بلا وجہ شرعی نکاح فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتا اور

---

(۱) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما". (الدر المختار، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(۲) "واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور، لا یجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

دوسرے نکاح کی اجازت نہیں۔(۱) مفتی صاحب کا فتویٰ یہاں بھیجیں تو اس کے متعلق کچھ کہا جائے، جیسا کہ سوال کرتا ہے، مفتی کا جواب اس موافق ہوتا ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۱/۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۱۳)

جس عورت کو شوہر نے سترہ سال سے چھوڑ رکھا ہو، وہ کیا کرے:

سوال: ایک عورت عرصہ سترہ سال سے نکاح کرا چکی ہے؛ مگر وہ اتنے ہی عرصہ سے اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی ہے، شوہر اس کا خرچ دیتا ہے، نہ خیال کرتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، آیا بلا طلاق دوسری جگہ نکاح کیا جاوے تو جائز ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

ولا يفرق بينهما بعجزه عنها بأنواعها الثلاثة ولا بعدم إيفائه لو غائباً حقها.(۲)

پس معلوم ہوا کہ عورت مذکورہ کو بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۴۸۹)

جس عورت سے کئی نکاح ہوئے، اس سے نکاح کی کیا صورت ہے:

سوال: ہمارے پڑوس میں ایک عورت تھی، جب ہمارا پڑوسی اس عورت کا نکاح کر کے لایا تھا، جب ہی سے سنا تھا کہ اس عورت کا پچھلا خاوند زندہ ہے، جب ہمارا پڑوسی اس کا خاوند مر گیا تو اکثر یہ عورت ہمارے گھر بیٹھا کرتی تھی؛ کیوں کہ ہمارے گھر کے پاس اس کا گھر ہے، درمیان میں صرف ایک دیوار ہے۔اس عورت کی ایک نابالغ لڑکی تھی، جس روز اس نابالغ لڑکی کا نکاح ہونے لگا تو میں نے انکار کر دیا؛ کیوں کہ سن رکھا تھا کہ اس لڑکی کی نابالغ کی ماں کا پچھلا خاوند زندہ ہے۔

انکار کر کے جب گھر میں آیا تو میں نے گھر میں کہا کہ میں نے تو اس لڑکی سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا ہے، کہنے لگی کہ کیوں انکار کر دیا؟ میں نے کہا کہ اس کی ماں کا پچھلا خاوند زندہ ہے سنا کرتے ہیں، کہنے لگی وہ تو کئی عورتوں کے سامنے ہمارے گھر بیٹھ کر کہا کرتی تھی کہ جس سے میرا پہلا بیاہ ہوا، وہ تو مر گیا، دوسرے مرد سے نکاح کیا، میرا اس سے

---

(۱) "ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ،عند الكل،ولو تزوج بمنكوحةالغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها (تجب العدة،وإن كان يعلم أنها منكوحةالغيرفوطئها) لاتجب العدة حيث لا يحرم على الزوج وطؤها". (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح ،الفصل الثامن فی بيان ما يجوز من الأ نكحة وما لا يجوز:۸/۳،قديمی)

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار ،باب النفقة،مطلب فسخ النكاح بالعجز:۲/۹۰۳

ایسا شوہر متعنت کہا جاتا ہے، ایسے شوہر سے چھٹکارا کی صورت مسلمان پنچائت یا قاضی کے ذریعہ بآسانی ہوسکتی ہے۔تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الفسخ والتفریق ازمولانا عبدالصمد رحمانی، یا الحیلة الناجزۃ از مفتی محمد شفیع [ظفیر]

اتفاق نہیں رہا، پھر ہمارے گھر چھوڑ گیا اور پھر لینے نہیں آیا، پھر تیسرا نکاح کیا، اس نے بھی چھوڑ دیا؛ کیوں کہ وہ ملازم تھا، جب وہ چھٹی آیا تو میں گھر پر نہیں ملی؛ کیوں کہ میری عادت پاس پڑوس میں بیٹھنے کی ہے، جب گھر پر نہ ملی تو اس نے کہا کہ میرے کام کی نہیں رہی؛ کیوں کہ میرے گھر پر نہیں ملی، پھر میں نے غسل کیا اور کپڑے بھی بدلی، پھر بھی کہا کہ میرے کام کی نہیں رہی، پھر اس نے بھی چھوڑ دیا، میں اپنے گھر چلی آئی۔

پھر یہ ہمارا پڑوسی نکاح کر کے چار سو روپے میں لے آیا، طلاق کا کبھی بھی ذکر نہیں کیا کہ مجھ کو طلاق بھی دے دی تھی، یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ میرا دوسرا تیسرا نکاح عدت کے بعد، یا عدت کے اندر ہوا ہے، جب ہمارا پڑوسی مر گیا تو پھر ایک دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، پھر وہ بھی مگر یا، پھر موضع بھاگلہ کا ایک مرد نکاح کر کے لے گیا، سنا ہے وہ عورت اب بھی زندہ ہے۔ جس عورت کی بابت یہ باتیں مشہور ہوں کہ اس کے کئی نکاح ہوئے ہیں، نہ عدت کا پتہ ہے، نہ طلاق کا اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس کا پچھلا خاوند زندہ ہے تو شرعاً ایسی عورت کا نکاح، یا ایسی عورت کی نابالغ لڑکی کا نکاح بغیر تحقیق کے کرنا چاہیے، یا نہیں؟ یا انکار کر دینا چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ اس عوت کا شوہر زندہ ہے اور دونوں میں شرعی علاحدگی ہو کر عدت نہیں گزری تو اس عورت کا نکاح دوسری جگہ جائز نہیں، (۱) اور نکاح پڑھانے والا بھی گنہ گار ہوگا، (۲) اگر تحقیق ہو جاوے کہ دونوں میں شرعی علاحدگی ہو چکی ہے تو پھر نکاح جائز ہے۔ اگر دونوں باتوں میں سے کسی کی تحقیق نہ ہو تو پھر اگر وہ عورت شرعاً عادلہ ہے اور اس کی شاہدت مقبول ہے تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور نکاح پڑھانا بھی درست ہے۔ اگر عادلہ نہیں؛ بلکہ فاسقہ ہے اور اس کی شہادت مقبول نہیں تو پھر تحری کی جاوے؛ یعنی اگر غور و فکر کے بعد غالب گمان ہو جاوے کہ عورت سچی ہے، جب تو نکاح درست ہے، اگر غور و فکر کے بعد معلوم ہو کہ عورت جھوٹی ہے؛ کیوں کہ اور باتوں میں بھی جھوٹ بولتی ہے اور حرام و حلال اور دوسرے احکامِ شرعیہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتی؛ بلکہ اغراض نفسانی کے درپے رہتی ہے، اس سے غالب گمان اگر ہو کہ اس امر میں بھی جھوٹ بولتی ہے، پھر اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح نکاح پڑھنے سے اجتناب چاہیے۔

"ولو أن امرأة قالت لرجل: إن زوجي طلقني ثلاثا وانقضت عدتي، فإن كانت عدلة وسعه أن يتزوجها، وإن كانت فاسقة، تحرى وعمل بما وقع تحريه، كذا في الذخيرة". (الفتاویٰ الهندية: ۳۱۳/۵) (۳)

---

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السارج الوهاج". (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، القسم السادس في المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(۲) قال العلامة الآلوسي في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا علم الاثم والعدوان﴾ "فيعم النهي كل ماهو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام". (روح المعاني: ۵۷/۶، مبحث في ﴿وتعاونو على البر والتقوى﴾ دار احياء التراث العربي بيروت)

(۳) الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الفصل الثاني في العمل بخبر الواحد في المعاملات: ۳۱۳/۵، رشيديه

اوراس کی نابالغ لڑکی کے نکاح میں یہ تفصیل ہے کہ بغیر شرعی ولی کے نکاح موقوف رہے گا؛ یعنی اگر کسی نے اس کا نکاح کردی تو ولی شرعی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر ولی شرعی نے اجازت دے دی، تب تو نافذ ہوگا، ورنہ نافذ نہیں ہوگا۔ اس لڑکی کے باپ نے اگر اس کی ماں کو طلاق دے دی تو اس سے اس کی ولایت سلب نہیں ہوئی، البتہ اگر اس کا انتقال ہوگیا ہوتو پھر جو کوئی اس کا ولی اقرب ہو، اس کی اجازت نکاح کے لیے درکار ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمود گنگوہی، ۶/۳/۱۳۵۳ھ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۱۸-۵۲۰)

داماد کے نو سال تک جدا رہنے کی وجہ سے لڑکی کا نکاحِ ثانی کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، تقریباً ۱۲/ یا ۱۳/روز ایک ساتھ رہے، اس کے بعد کچھ لین دین کے متعلق سسر سے نااتفاقی ہوگئی، اسی وجہ سے زید دہلی کام کرنے کی غرض سے گیا، ایک سال گزرا، پھر گھر واپس آیا، گھر اپنی بیوی ہندہ سے ملاقات نہیں کی، اسی طرح چار سال تک گھر اور دہلی آمد ورفت جاری رہی؛ مگر ہندہ سے مطلقاً ملاقات نہ کی؛ مگر اس چار سال کے بیچ میں ایک دوبار خرچ کے لیے کچھ زید نے دی تھی، چار سال کے بعد ہندہ کے والد نے زید پر مقدمہ دائر کردیا اور جان کی دھمکی بھی دی خلع کرانے کے لیے، جس کی وجہ سے زید مزید اور چار سال تک گھر نہیں آیا؛ مگر گھر والوں کی سسرال والوں سے ملاقات ہوتی رہی، اس بیچ میں زید پکڑا گیا اور تھانہ میں بند بھی رہا تو کل ملاکر زید کو اپنی بیوی سے ملے ہوئے تقریباً ۹/سال کچھ مہینے ہوگئے، حالات سازگار نہیں ہوئے اور نہ ہی زید کے سسر نے زید کی کوئی شرط پوری کی اور زید کے بغیر طلاق دئے ہندہ کے والد نے ہندہ کا دوسرا نکاح بکر کے ساتھ کردیا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو ان کے والد پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے اور زید ہندہ کو اپنے گھر لا سکتا ہے، یا نہیں؟ اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں زید سے شرعاً طلاق وتفریق حاصل کئے بغیر ہندہ کا بکر کے ساتھ کیا ہوا فرضی نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا، اس طرح بکر اور ہندہ کا آپس میں رہن سہن زنا کاری وبدکاری ہے، ہندہ وبکر کے والدین پر اور بااثر لوگوں پر ضروری ہے کہ اس فرضی نکاح کو ختم کرکے دونوں کے درمیان جلد از جلد تفریق وجدائیگی کرا کر اپنے کو غضبِ الٰہی سے بچائیں اور اس عملِ بد سے توبہ واستغفار کریں۔

أما منكوحة الغير... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی: ۴/ ۲۷۴، زکریا)

زید ہندہ کو اپنے گھر لا سکتا ہے، اس طور پر کہ درمیان میں بااثر لوگوں کو ڈال کر صلح وصفائی کرلیں اور پھر ہندہ کو اپنے گھر لے آئے؛ کیوں کہ ہندہ زید کی بیوی ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووی علی مسلم، کتاب التوبة: ۳۵٤/۲، روح المعانی ۲۸۱۵۹، دار إحياء التراث العربی بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۱۱/۱۴۲۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۲۴۳/۸، ۲۴۴)

بغیر طلاق کے ڈھائی سال بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں محمد شمشاد ولد ابرار حسین کا اپنی بیوی شاداب بیگم سے پانچ سال سے جھگڑا چل رہا تھا۔ ڈھائی سال پہلے میری بیوی اوراس کے گھر والوں نے مل کر مجھے میرے گھر سے نکال دیا، اَب میں دوسرے مکان میں رہتا ہوں، ڈھائی سال پہلے سے میری اپنی بیوی سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ میں نے اس کو کوئی طلاق دی۔ میں نے ایک آدمی کو بھیج کر اس کو بلوایا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے دوسرا نکاح کرلیا ہے تو اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ میری بیوی ہے، یا نہیں؟ اوراس کا دوسرے شخص سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

حسبِ تحریر سوال جب کہ آپ نے طلاق نہیں دی تو ڈھائی سال تک بیوی سے ملاقات نہ کرنے سے آپ کی بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوئی، لہٰذا اس درمیان اُس کا دوسرے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا اور اگر وہ دوسرے شخص کے ساتھ رہے گی تو سراسر حرام کاری ہوگی۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ عطف على أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنت من النساء أي ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. (التفسیر المظہری: ٦٤/٢)

أما نكاح منكوحة الغير ... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامی: ۱۳۲/۳، کراتشی، الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۱، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۸/۱/۱۴۳۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۴۴/۸، ۲۴۵)

داماد کا ساس کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی کا بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے اپنی ساس سے ناجائز تعلقات ہوگئے تھے، اپنی ساس سے نکاح بھی کرلیا، جس سے حرمتِ مصاہرت پیدا ہوگئی، اب زید کی بیوی سلمٰی نے یہ

صورتِ حال دیکھ کرایک دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، حالاں کہ زید نے اس کو طلاق نہیں دی ہے، یہ واقعہ پیش آنے کے تین سال بعد نکاح کیا اور زید سلمٰی کو چھوڑنے کی صراحت کئے بغیر اپنی ساس کو لے کر بھاگ گیا تھا اور سلمٰی نے دوسرا نکاح کرنے کے وقت زید سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور بغیر اُس کی اجازت کے دوسرا نکاح کرلیا اور فی الحال زید حیات میں نہیں ہے، کئی سال پہلے مرگیا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کی حیات میں سلمٰی کا یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اَب کیا کرنا چاہیے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے بعد زید نے اپنی بیوی سے باقاعدہ متارکت نہیں کی، اور ساس کو لے کر غائب ہوگیا تو اِس صورتِ حال میں اُس کی بیوی سلمٰی نے جو دوسرا نکاح کیا ہے، وہ شرعاً منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ وہ حکماً وقانوناً متارکت اور تفریق سے پہلے تک زید کی زوجیت میں داخل تھی، پھر جب زید کا انتقال ہوا تو اُس کی بیوی پر عدت وفات لازم ہوئی، جو حسبِ تحریر سوال گذر چکی ہے، اب سلمٰی کے دوسرے شوہر پر لازم ہے کہ وہ از سرِنو نکاح کرے، نکاح کے بغیر اُن دونوں کا ساتھ رہنا قطعاً حرام ہے؛ تاہم اِس دوران اگر کوئی اولاد پیدا ہوئی ہو تو اُن کا نسب دوسرے شوہر سے ہی ثابت ہوگا۔

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (الدرالمختار)

وفي الشامي: أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع؛ بل يفسد. (شامي: ۱۱۴/۴، زكريا)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل. (فتاوىٰ قاضي خان: ۳۶۶/۱، الفتاوىٰ الهندية ۲۸۰/۱، شامي: ۲۷۴/۴، زكريا)

عدة الحرة في الوفات أربعة أشهر وعشر أيام. (الفتاوىٰ الهندية: ۹۳۵/۱، الهداية ۴۲۳/۲)

فأبدا العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة، وإن جهلت المرأة بهما، أي بالطلاق والموت. (شامي: ۲۰۲/۵، زكريا، الهداية: ۴۲۵/۲، الفتاوىٰ الهندية: ۵۳۱/۱، زكريا)

للآخر أن يخطبها إذا انقضت عدتها من الأول؛ لأنها في عدته، ولا يخطبها غيره. (فتح القدير: ۳۲۶/۴، البحرالرائق: ۱۴۳/۴، زكريا)

إن انعقاد الفراش بنفس العقد، إنما هو بالنسبة إلى النسب؛ لأنه يحتاط في إثباته أحياءً للولد. (شامي: ۱۹۷/۵، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/۴/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۲۳۷،۲۳۹)

دوسرے کی بیوی کو اغوا کرکے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ایک عورت کا اغوا کیا ہے اور اس کے ساتھ نکاح کرلیا ہے، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ عورت زید کے ساتھ اغوا ہونے سے قبل

تین جگہ نکاح کر چکی ہے اور ہر جگہ سے دوسری جگہ بھاگنے کی صورت میں سرکاری عدالت میں جا کر کورٹ میرج کرالی ہے۔ بہر حال اس وقت وہ زید کے نکاح میں ہے، جب کہ زید سے پہلے شوہر محمد انتخاب کے نکاح میں تھی، جب کہ رسید بھی نکاح کی موجود ہے اور خود محمد انتخاب بھی موجود ہے اور انتخاب سے اسی عورت کے بطن سے تین بچے بھی ہیں، برادری کی پنچایت نے زید پر زور ڈالا کہ یہ عورت تیرے لیے حلال نہیں حرام ہے، لہٰذا اس کو چھوڑ دے، زید نے چھوڑنے سے انکار کر دیا، پنچایت نے پھر زور ڈالا تو زید نے بھری پنچایت میں یوں کہا کہ میں ہندو ہو جاؤں گا، کافر ہو جاؤں گا، ایمان بدل دوں گا، مذہب بدل دوں گا؛ مگر اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

اب اس حال میں زید کی پہلی بیوی جو ابھی تک زید کے نکاح میں تھی، اس کے نکاح میں تو کوئی نقص نہیں آیا؟ اگر نقص آیا ہے تو پھر اس کے نکاح کی تجدید کس طرح کریں، یا عدت گزارے، یا حلالہ کرے، بکر کا کہنا ہے کہ زید نے کافر ہونے کو کہا ہے کافر ہوا تو نہیں؟ تو اس حال میں اس کی پہلی بیوی کے نکاح میں کیا نقص ہو سکتا ہے؟ مگر اس کے ساتھ ہی عبدالقدیر کا بیان ہے کہ اس طرح بھری پنچایت میں زید ظاہراً نہیں کہہ سکتا؛ جبکہ اسے حرام کام سے باز رہنے کو کہا ہے اور اس عورت کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں؛ اس لیے ظاہراً نہیں؛ بلکہ باطنی طور پر ہی کہا ہے، ان سارے حالات میں زید کی بیوی کے ساتھ کیا عمل کریں؟ اور ایک بات بکر کی یہ ہے کہ زید بھی کافر اور پوری پنچایت کافر اور پنچایت والوں کا نکاح بھی فسخ ہو گیا۔ (المستفتی: حاجی قمرالدین، موضع: لکڑا اپرولہ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ———— وباللہ التوفیق

زید نے انتخاب کی بیوی بھگا کر لے جا کر جو نکاح کیا ہے، وہ شرعی طور پر نکاح نہیں ہوا، زید کے لیے اس عورت کو بیوی بنا کر رکھنا زنا کاری ہے، علاقہ کے بااثر لوگوں پر لازم ہے کہ فوراً زید سے اس عورت کو الگ کر دیں۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی، کراتشی: ۱۳۲/۳، ۵۱٦، البحر الرائق، کوئٹہ: ۱٤٤/٤، زکریا: ۲٤۲/٤)

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ وہ انتخاب ہی کی بیوی ہے، علاقہ کے لوگ اس عورت کو فوراً زید سے الگ کر کے انتخاب کے حوالہ کر دیں اور زید کا حرام کام اور زنا کاری کو اسلام و ایمان پر ترجیح دے کر کافر ہونے کو کہنا سخت خطرناک بات اور موجب کفر ہے فوراً توبہ کر لینی چاہیے اور تجدید ایمان بھی کر لینا چاہیے اور پہلی بیوی جو جائز طور پر زید کے نکاح میں ہے اس کے ساتھ بھی تجدید نکاح کر لے۔

ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار، والتوبة، وتجديد النكاح. (شامی، کراتشی: ۲٤۷/٤، زکریا: ۳۹۰/٦، ۳۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/رجب المرجب ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۱/۴۱۲۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/۷/۱۴۱۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۴۵۸/۱۳، ۴۶۱)

منکوحہ کی اجازت کے بغیر چوری چھپے دوسرے مرد سے نکاح کردینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زوجین میں اختلاف کسی قریبی واہم رشتہ دار کے گھر جانے کے بابت ہوا، جس پر اس کے شوہر نے اس کی پٹائی کی اور اس کے والدین اپنی صاحب زادی کو بطور نصیحت گھر لے آئے، چند ایام گزرے تھے کہ لڑکے والے مقدمہ کے لیے تیار ہوگئے، اس معلومات پر لڑکی والوں نے پہل کردی، تقریباً ایک سال کے بعد بغیر لڑکی کی اجازت کے مخصوص معزز حضرات وناکح جنہوں نے پہلے نکاح میں شرکت کی تھی، ان لوگوں نے خفیہ و چوری سے رات کی تاریکی میں دوسرے گاؤں میں نکاح کردیا، اول و ثانی نکاح کا قاضی بھی ایک رہا، جب کہ وہ لڑکی اسی شوہر کے نکاح میں ہے، اگر صلح کرلی جائے تو لڑکی کا گزر بسر شرعاً کیسے ہوگا؟ اگر نہیں تو فسخ نکاح کی کوئی ایسی سبیل بتائیں، جس سے اس کا نکاح دوسرے سے کیا جاسکے؟ وضاحت فرمائیں اور ان معزز حضرات وناکح کا فعل شرعاً کیسا ہے؟ (المستفتی: محمد اسرار انصاری، قصبہ: گولا، کھیری، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

جب تک پہلے شوہر سے باضابطہ صراحت کے ساتھ طلاق لے کر کے عدت نہ گزر جائے، اس وقت تک لڑکی کا نکاح کسی بھی دوسرے مرد کے ساتھ صحیح نہیں ہوگا، لہٰذا جن لوگوں نے لڑکی کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ نکاح کردیا ہے، وہ نکاح درست نہیں ہوا، اگر لڑکی نے اجازت دے دی ہوتی، تب بھی یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ وہ بدستور پہلے شوہر کی بیوی ہے اور جن لوگوں نے لڑکی کے دوسرے نکاح میں شرکت کی ہے، وہ سب گنہگار ہوں گے، ان کو توبہ کرنا لازم ہے۔

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی، زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، كراچی: ١٣٢/٣، ٥١٦، البحر الرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاوى الهندية، زكريا: ٢٨٠/١)

اور اگر سوال نامہ کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے نے دوسری جگہ خفیہ طور پر دوسری لڑکی سے نکاح کیا ہے، جس میں پہلے نکاح میں شرکت کرنے والوں نے شرکت کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ مرد کے لیے پہلی بیوی کے نکاح میں موجود ہوتے ہوئے دوسرا نکاح کرنا جائز اور درست ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۰۹۶۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۴/۲/۱۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۴۶۲،۴۶۱/۱۳)

نکاح کے بعد فرار ہوکر دوسرے سے نکاح کرنا:

سوال: ہندہ حنفیہ سنیہ ہے، اس کی شادی زید اہل حدیث؛ یعنی غیر مقلد کے ساتھ ہوئی تھی اور اس شادی کو تقریباً ایک سال ہوا، اس دوران ہندہ کے پاس شوہر کی آمد و رفت بھی رہی، پھر بکر جو کہ حنفی سنی ہے وہ ہندہ کو لے کر فرار ہوگیا اور ہندہ بکر کے ساتھ تقریباً ایک مہینہ غائب رہی، پھر ایک مہینہ کے بعد بکر کے ساتھ مکان واپس آئی اور بکر کے ساتھ شادی کرلی، حالاں کہ زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے تو اس بات کو لوگوں سے پوچھا تو کہا کہ یہ شادی جائز ہے؛ اس لیے حقیقت میں ہندہ کے ساتھ زید کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی؛ اس لیے ہندہ مقلدہ ہے اور زید غیر مقلد ہے تو اب علماء سنی وحنفی سے سوال ہے کہ یہ شادی بغیر طلاق کے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ اہل حدیث آمین بالجہر رفع یدین کا اہل حدیث ہے کہ آئمہ مجتہدین کو گالیاں نہیں دیتا اور علمائے مقلدین کو مشرک نہیں کہتا تو ہندہ کا نکاح اس کے ساتھ صحیح ہوگیا، (۱) پھر ہندہ کا بکر کے ساتھ فرار اختیار کرنا اور اس کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں، یہ شرعی نکاح نہیں، جب تک زید اس کو طلاق نہ دے اور پھر عدت نہ گزر جائے، اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۴/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۰۰)

شادی شدہ عورت کا نامحرم مرد کے ساتھ بھاگ جانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر اور بچوں کو چھوڑ کر ایک غیر مرد نامحرم کے ساتھ غیر شرعی طور پر چلی گئی، چند یوم اس نامحرم کے ساتھ گزارنے کے بعد واپس اپنے شوہر اور بچے میں آکر بقیہ زندگی گزارنا چاہتی ہے، محلّہ کے لوگوں کے اصرار پر اگر اس کا شوہر گھر میں دوبارہ رکھنے پر راضی ہوجائے تو دین کا کیا حکم ہے؟ (المستفتی: منجانب: اہل محلّہ باڑہ شاہ صفا، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شادی شدہ عورت غیر مرد کے ساتھ کیوں بھاگ گئی، اگر اس غیر مرد کے ساتھ عورت کے تعلق پیدا ہونے میں شوہر کی طرف سے ڈھیل اور کمزوری کا دخل ہے تو عورت کی بدکاری کے گناہ میں شوہر بھی شامل ہوگا اور ایسے شوہر کو شریعت نے

---

(۱) ”ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر“. (کفایت المفتی، کتاب النکاح: ۵/۱۹۶، دار الاشاعت کراچی)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة“. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

دیوث کہا ہے، جو اپنی بیوی کے پاس غیر مرد کو آنے جانے کا موقع دیتا ہو،عورت تو گناہ عظیم کی مرتکب ہو ہی گئی،اس گناہ سے توبہ کرنا عورت پر لازم ہے اور ایسی صورت میں شوہر پر بھی توبہ کرنا لازم اور واجب ہے؛ اس لیے کہ اسی نے بیوی کو یہ موقع دیا ہے۔حدیث شریف میں ایسے شوہر کے لیے سخت وعید آئی ہے۔حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عمار بن یاسر، عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ثلاثة لایدخلون الجنة أبداً، الدیوث من الرجال، والرجلة من النساء، ومدمن الخمر، فقالوا یا رسول اللّٰه! أما مدمن الخمر فقد عرفناه، فما الدیوث من الرجال؟ قال الذی لایبالی من دخل علیٰ أهله. (شعب الإیمان للبیهقی، دارالکتب العلمیة بیروت: ۴۲۱/۷، رقم: ۱۰۸۰۰)

اب رہی یہ بات کہ شوہر کے لیے اس بیوی کو دوبارہ رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ تو شرعاً شوہر اس بیوی کو اپنے پاس بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے اور آئندہ بیوی کے اوپر کڑی نگاہ رکھنا شوہر کی ذمہ داری ہے اور شوہر کی طرف سے سخت پابندی کے باوجود اگر بیوی غیر مرد کے ساتھ ملوث ہو جاتی ہے تو شوہر گنہگار نہ ہوگا اور سارا گناہ بیوی کے سر ہوگا؛ لیکن اس کے باوجود بیوی شوہر کے نکاح سے باہر نہیں ہوگی اور نہ ہی بیوی شوہر پر حرام ہوگی؛ بلکہ نکاح بدستور باقی رہے گا۔

لو زنت امرأة رجل لم تحرم علیه، وجازله وطؤها عقب الزنا. (شامی، کراتشی: ۳۴/۳)

والمزنی بها لاتحرم علی زوجها. (شامی، کراتشی: ۵۰/۳، زکریا: ۱۴۴/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/ربیع الاول ۱۴۲۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۵۴۴/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۳/۳/۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۴۶۲/۱۳-۴۶۴)

شوہرِ اول کے پاس سے بھاگ کر دوسرے کے ساتھ ''سول میرج'' کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے لڑکے کی بیوی نے ایک شخص کو اپنا بھائی بنالیا اور وہ شخص بھی میرے لڑکے کی بیوی کو بہن کہتا تھا، ایک دن میرے لڑکے کی بیوی گھر سے یہ کہہ کر گئی کہ میں اپنے میکہ جا رہی ہوں؛ مگر وہ میکے نہیں گئی اور وہ شخص بھی اپنے گھر سے چلا گیا اور تلاش کے بعد تصدیق ہوئی کہ وہ دونوں شہر کے باہر بھاگ گئے ہیں۔مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں نے عدالت سے ''سول میرج'' کرلیا ہے اور ایک بچہ بھی لکھوایا ہے، جب کہ وہ دو بچوں کی ماں ہے، ایک بچہ کو لے کر بھی گئی اور ایک بچہ کو یہاں چھوڑ گئی ہے، عدالتی شادی کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے، اب وہ واپس آگئی ہے اور اپنے میکے ہے، میکے والے اس کیس کو دبانا چاہتے ہیں اور اپنی لڑکی کو میرے لڑکے کے ساتھ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔برائے کرم شرعی فیصلہ سے آگاہ فرمائیں کہ وہ لڑکی میری لڑکی کی زوجیت میں رہی، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

جس آدمی کے ساتھ عدالت میں جا کر سول میرج کرالیا ہے، آپ کے لڑکے کی بیوی اُس کے نکاح میں داخل نہیں

ہوئی ہے، وہ بدستور آپ کے لڑکے کے نکاح میں باقی ہے، آپ کا لڑکا اس کو بدستور بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے اور بھاگ کر جو حرام کاریاں کی ہیں، اُن سب کا گناہ بیوی اور مذکورہ شخص پر ہوگا۔

أسباب التحريم أنواع... وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار، فصل في المحرمات: ١٠٠/٤، زكريا ديوبند) / **وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً.** (شامي: ١٣٢/٣، كراتشي، كذا في الفتاویٰ الهندية: ٢٨٠/١، بدائع الصنائع: ٤٥١/٣، بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته: ٦٦٤٦/٩، رشيدية، البحر الرائق، باب العدة: ٢٤٢/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۱۲/۱۴۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۲۴/۸، ۲۲۵)

منکوحۃ الغیر کے دوسرے کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نامی ایک شخص نے شادی کی، اور زید کی بیوی عمرو نامی شخص کے ساتھ فرار ہوگئی، عمرو نامی شخص کے ساتھ اپنی بیوی کے فرار ہو جانے کے باوجود زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دی، واقعہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد زید نامی شخص کا انتقال ہو گیا، پھر اور کچھ دنوں کے بعد عمرو کا بھی انتقال ہو گیا، اب عورت کیا کرے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عمرو کے ساتھ فرار ہونے کی وجہ سے مذکورہ عورت کا نکاح زید سے ختم نہیں ہوا، لہٰذا زید کے انتقال کے بعد اس کی عدت (چار ماہ دس دن) گزرنے کے بعد وہ عورت کسی بھی شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ (البقرة: ٢٣٤)

أما ركن الطلاق فهو هٰذه اللفظة الصادرة من الزوج. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق: ٣٧٧/٤، جزء رقم: ٦٤٧١، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۳۷/۸)

دوسرا نکاح منکوحہ کا جو زبردستی کیا گیا ہے، جائز نہیں:

سوال: ہندہ بیوہ نے اپنا نکاح اپنی رضا سے کیا اور گواہ بھی موجود ہیں، اب اس عورت کو کسی نے مار پیٹ کر نکاح سے منکر کرا دیا اور نکاح خواں سے بھی انکار کرا دیا، اب وہ نکاح خواں اس عوت کا نکاح دوسرے شخص سے کرتا ہے، حالاں کہ پہلے نکاح کا بھی مقر ہے؛ مگر جبراً منکر ہے، کوئی عالم صاحب کہتے ہیں کہ جب عورت منکر ہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے اور عورت سے خلوت بھی ہو چکی ہے پہلے شوہر سے؟

الجواب ــــــــــــــــ

بیوہ بالغہ کا نکاح خود اس کی رضا واجازت سے کفو میں صحیح ہو جاتا ہے اور جب کہ دو گواہ عادل نکاح کے موجود ہوں تو

عورت کا انکار شرعاً معتبر نہیں ہے،(۱) اور اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح اس کا جائز نہیں ہے اور نکاح کرنے والا وغیرہ شرکاء سب عاصی وفاسق ہیں، اگر دو گواہ معتبر نکاح سابق کے موجود نہیں ہیں اور عورت منکر ہے تو پھر وہ نکاح ثابت نہیں ہے، ایسی حالت میں کسی عالم کا فسخ، یا عدم جواز کا حکم کرنا صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۷)

منکوحہ کو فروخت کرنا:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت بیرون ملک سے بذریعہ نکاح لائی گئی، کچھ عرصہ گزارنے کے بعد اس کا شوہر اس کو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور طلاق بھی دے دیتا ہے، عورت اپنی عدت کس طرح پوری کرے، جب کہ اس کا کوئی بھی وارث ماں باپ، بھائی وغیرہ نہ یہاں پر ہے اور نہ بیرون ملک میں کرنا چاہتا ہے، اس کا نکاح اس کے ساتھ بغیر عدت پوری کئے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ عدت اس کی کون پوری کرائے؛ پہلا شوہر، یا ثانی؟

(۲) خریدار کا اس سے نکاح پڑھانا جائز ہے، یا ناجائز؟

(۳) اس طرح اس کا نکاح پڑھانا جائز ہے، یا ناجائز؟

(۴) اگر کسی نے بغیر معلومات نکاح پڑھا دیا تو نکاح جائز ہوگا، یا ناجائز؟ کیوں کہ نکاح پڑھانے والے کو تفصیل نہیں بتائی گئی، پڑھانے والا گنہگار ہوگا، یا نہیں؟　　(المستفتی: رشید احمد، پاکبڑہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جس عورت کو نکاح کر کے لایا گیا ہے، اس کو فروخت کرنا اور فروختگی کا پیسہ حاصل کرنا ناجائز اور حرام ہے، البتہ نکاح کے لیے مہر قرار دیا جا سکتا ہے، جو عورت کا حق ہوگا اور اب جب کہ شوہر اول نے طلاق دے دی ہے تو عدت اسی کے گھر میں گزارنا لازم ہوگا اور جب عدت پوری ہو جائے گی، تب دوسرا آدمی اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں اور عدت کے دوران کا خرچہ بھی شوہر اول پر لازم ہے۔

وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه. (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحد، کراچی: ۳/۵۳۶، زکریا: ۵/۲۲۵)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقه، والسکنیٰ فی عدتها. (الهداية، أشرفی بکڈپو: ۲/۴۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۸/ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴۴۸/۲۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۸/۴/۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۴۶۷، ۴۶۸)

---

(۱) فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاء ولی ... وله الاعتراض فی غیر الکفء. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۰۷-۴۰۸، ظفیر)

دوسرے کی منکوحہ سے شادی اوراس سے جولڑکا ہو، اس کا حکم:

سوال: ہندہ نے اپنا عقد ثانی بعد گزرنے ایام عدت کے زید سے کرلیا، تین ماہ بعد زید لڑائی پر چلا گیا، بعدہ ہندہ نے تین، یا چار ماہ بعد عمر سے عقد کرلیا، حالاں کہ عمر و نیز سب لوگوں کو اطلاع تھی کہ اس کا شوہر لڑائی پر ہے، اب زید لڑائی سے واپس آ گیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور عمر اور اس کے معین لوگوں کی متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ اور عمر سے جو لڑکا ہوا وہ حلال ہے، یا حرام؟ اور صحیح النسب لڑکی سے اس کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ہندہ کا نکاح عمر سے صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ باطل و ناجائز ہوا، (کذا فی کتب الفقہ) اور اگر وطی ہوئی تو وہ زنا ہوا، پس زید کے آنے پر وہ عورت اس کو ملے گی، ہندہ و عمر اور اس کے معین سب فاسق و آثم ہوئے، توبہ کریں، لڑکے کا نسب عمر سے ثابت نہ ہوگا اور وہ کفو صحیح النسب لڑکی کا نہیں ہے، باقی جن صورتوں میں غیر کفو سے نکاح ہوسکتا ہے، اس سے بھی ہوسکتا ہے، مکرر آنکہ غیر کفو کے ساتھ نکاح اس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ لڑکی اگر بالغہ ہے تو وہ بھی راضی ہو اور اس کے اولیاء بھی راضی ہوں تو غیر کفو سے بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۶۷)

غیر کی منکوحہ سے نکاح باطل ہے اور اگر اس سے اولاد ہو جائے تو اس کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مولی اپنی زوجہ نابالغہ عیدو کو اپنے ہمراہ لے کر عبدالغنی کے مکان پر آیا، کئی دنوں کے بعد مولی مذکور بیمار ہوگیا اور مولی خرچ وغیرہ سے بہت تنگ دست ہوگیا، اس وقت مولی نے عبدالغنی سے کہا کہ خرچ سے تنگدست ہوگیا ہوں، تم میرا علاج معالجہ کرو اور مسماۃ عیدو سے بخوشی اپنا نکاح کرلو اور میں نے مسماۃ مذکور سے صحبت داری نہیں کی۔ عبدالغنی نے مسماۃ سے نکاح کرلیا۔ تقریباً بارہ گھنٹہ کے بعد مولی مرگیا۔ آیا نکاح جائز رہا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

از حضرت مولانا مدظلہ
نہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے۔

بقیہ سوال بالا:

اور عیدو مذکور عبدالغنی کے یہاں بیس سال تک رہی اور پانچ چھ اولاد بھی عبدالغنی سے ہوئیں، جس سے ایک دختر بندی عبدالغنی کی موجود ہے اور عبدالغنی فوت ہوگیا، آیا عبدالغنی کے ترکہ میں سے مسماۃ عیدو و دختر بندی کو حق پہنچتا ہے، یا نہیں؟ عبدالغنی کی دو بیوی مسماۃ بخش زوجہ اول و مسماۃ عیدو مذکور، دختر بندی ایک چچازاد بھائی اسمی بندو چھوڑا اور کچھ قرض اپنے

ذمہ چھوڑا، ایک دوکان اور کچھ روپیہ نقد جو کہ امانت میں ہے اور سامان استعمالی چھوڑا اور عبد الغنی اپنی زندگی میں اپنے بھائی بندو مذکور سے ناراض تھا اور تندرستی کے وقت عبد الغنی کہا کرتا تھا کہ میں دوکان مسجد کے نام کروں گا؛ تا کہ دوکان میرے بھائی بندو مذکور کو نہ ملے اور بیماری کے وقت بھی عبد الغنی نے دو تین مرتبہ دوکان مسجد میں کرنے کو کہا؛ مگر ان دونوں عورتوں مسماۃ بخشن وعیدو نے نہ کرنے دی، عبد الغنی فوت ہو گیا، مسماۃ بخشن وعیدو نے بعد عدت کے نکاح کر لیے، بخشن مذکور نے برادری کے بھائی سے نکاح کیا اور عبدو نے عبد الغنی کے چچا زاد بھائی بندو نکاح کر لیا اور بندی مذکور اپنی ماں مسماۃ عیدو کے پاس موجود ہے، اب ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہیے اور بندی کا کون ولی ہونا چاہیے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں مولی نے اپنی زوجہ عیدو کو نہ طلاق دی ہے، نہ طلاق کا کوئی لفظ استعمال کیا ہے، لہٰذا اس کا نکاح زوجہ مذکور سے باقی تھا، اس حالت میں عبد الغنی کا اس سے نکاح کرنا بالکل باطل اور حرام ہوا اور اگر مولی نے کوئی لفظ طلاق کا استعمال کیا ہو تو سائل کو لکھنا چاہیے؛ لیکن اس صورت میں بھی اگر مولی اور عیدو مین تنہائی کسی وقت ہو چکی ہے، گو صحبت نہ ہوئی ہو تو زوجہ مذکورہ پر عدت کا گزارنا واجب تھا اور عبد الغنی نے عدت میں اس سے نکاح کیا ہے؛ اس لیے بھی یہ نکاح باطل ہے؛ مگر بہر صورت مسماۃ عیدو کو عبد الغنی کے ترکہ میں مہر مثل بطور عقر کے ملے گا، بشرطیکہ عبد الغنی نے اپنی حیات میں مہر نہ دیا ہو اور نہ عیدو نے معاف کیا ہو، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر نکاح کے وقت کچھ مقدار مہر کی مقرر کی گئی تھی اور وہ مقدار مہر مثل (یعنی خاندان مہر) سے کم، یا اس کی برابر ہے، تب تو وہی ملے گا، جو مہر نکاح میں مقرر ہوا ہے اور اگر مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہے، تو مہر مسمی نہ ملے گا؛ بلکہ مہر مثل دیا جائے گا اور عیدو کو عبد الغنی کے ترکہ میں سے میراث کچھ نہ ملے گی، البتہ مسماۃ بندی جو عبد الغنی کے نکاح کے بعد عیدو سے پیدا ہوئی ہے، اس کو عبد الغنی کے ترکہ میں سے میراث ملے گی، پس بعد ادائے دین مہر ہر دو زوجگان اور دیگر قرض وغیرہ کے جو عبد الغنی کے ذمہ ہو، اس کے باقی ماندہ ترکہ کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۸۔ عبد الغنی

زوجہ اولی	زوجہ حرام	دختر	برادر عم زاد
بخشن	عیدو	ہندی	ہندو
۱	م	۴	۳

اور عبد الغنی جو زندگی میں ہندو سے ناراض تھا، اس سے بندو میراث سے محروم نہ ہوگا اور جس دوکان کو عبد الغنی مسجد میں دینا چاہتا تھا، چوں کہ تندرستی میں وہ اس کو وقف نہ کر سکا؛ اس لیے وہ دوکان بھی سب وارثوں میں تقسیم ہو گئی، پس جس قدر سامان بعد ادائے قرض وادائے دین مہر وغیرہ کے باقی رہے، اس کے آٹھ سہام کر کے ایک سہم مسماۃ بخشن زوجہ اولی کو دیا جائے اور ۴ سہام مسماۃ بندی کو اور ۳ سہام بندو کو دئے جاویں، مسماۃ عیدو کو میراث کچھ نہ ملے گی۔

قال في الدر: (ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود (بالوطء) في القبل (لا بغيره) كالخلوة لحرمة وطئها (ولم يزد) مهر المثل (على المسمٰى) لرضاها بالحط ولو كان دون المسمى لزم مهر المثل لفساد التسمية بفساد العقد ولو لم يسم أو جهل لزم بالغا مابلغ ... (ويثبت النسب) إحتياطاً بلا دعوة،آه. (٥٧٤/٢-٥٧٧)(١)

وفي الشامية: (قوله: كشهود) ومثله تزوج الأختين معاً ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة،إلخ. (٥٧٤/٢)(٢)

وفيه أيضاً: (قوله: ويثبت النسب) أما الإرث فلايثبت فيه وكذا النكاح الموقوف ط عن أبي السعود،آه. (٥٧٧/٢)(٣) واللہ اعلم

۲۱/ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۲۶۲/۳) ☆

منکوحۃ الغیر کے دوسرے سے نکاح کے بعد مہر اور پیدا شدہ بچہ کا حکم:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خادم کا نکاح مسماۃ مزمل جہاں سے ۴/اکتوبر ۱۹۸۳ء کو ہوا تھا، اس کے متعلق شریعت کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کی درخواست ہے؛ تاکہ عمل کرسکوں۔

(۱) مزمل جہاں سے میرے پانچ بچے ہوشیار ہیں، بڑی لڑکی ۱۷/سال کی ہے، ۲۹/نومبر ۱۹۹۹ء کو دوسرا

---

(۱) الدر المختار، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۱/۳-۱۳٤، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۱/۳، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳٤/۳، دار الفكر بيروت، انيس

☆ **منکوحۃ الغیر کی دوسرے سے شادی اور اولاد کا حکم:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شوہر نے طلاق نہیں دی، بیوی نے دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا، دوسرے شوہر کے پاس دس سال سے ہے اور اس دوران دوسرے شوہر سے تین بچے ہوئے، ان بچوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس بیوی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (المستفتی: محمد نوشاد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

بشرط صحت سوال شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر دوسرے مرد سے کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد ونافذ نہیں ہوا، اب تک اس کے ساتھ رہنا حرام کاری وزنا کاری ہوئی اور اس سے پیدا شدہ بچے بھی حرام کی اولاد ہیں، بااثر لوگوں کو چاہیے کہ دونوں کے درمیان تفریق کرا کر پہلے شوہر کے یہاں بھیج دیں، یا پہلے شوہر سے طلاق حاصل کرلیں، اس کے بعد دوسرے سے نکاح جائز ہوسکتا ہے۔

أما نكاح منكوحة الغير...لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، كراچي: ١٣٢/٣، ٥١٦، البحر الرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ربیع الاول ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۰۸۲/۳۵) (فتاوی قاسمیہ: ۴۵۳/۱۳، ۴۵۴)

نکاح میرے بغیر علم میں لائے ہوئے اور طلاق لیے بغیر بیوی نے کرلیا ہے تو اب وہ میرے نکاح میں رہے گی؟

(۲)　مجھے اس کو طلاق دے دینا چاہیے، یا نہیں؟

(۳)　اس کے نکاح میں دس ہزار دین مہر کل معجّل بصورت مکان رجسٹری شدہ 278-7/3، اس حالت میں دینا چاہیے، یا نہیں؟

(۴)　اس کے نکاح کرنے سے جواب تین لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں، وہ اس حالت میں جائز ہیں، یا ناجائز؟

(المستفتی: زاہد حسین ولد حامد حسین، سنبھلی گیٹ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب شوہر زاہد حسین نے اپنی بیوی مزمل جہاں کو نہ طلاق دی ہے اور نہ کسی طرح سے شرعی تفریق اختیار کر کے اپنے نکاح سے الگ کیا ہے، جیسا کہ سوال نامہ سے واضح ہے تو مزمل جہاں اپنے اصل شوہر زاہد حسین ولد حامد حسین کے نکاح میں بدستور باقی ہے، شرعی طور پر زاہد حسین ہی کی بیوی ہے؛ اس لیے مزمل جہاں کا اصل شوہر کی موجودگی میں دوسرے مرد سے نکاح کرنا شرعی طور پر جائز نہیں ہے اور دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کر کے رہنا بدکاری اور زنا کاری کی زندگی ہے اور جو اولاد ہوگی وہ بدکاری اور حرامی کی اولاد ہوگی، لہٰذا مزمل جہاں کے لیے اس دوسرے مرد سے بات چیت میل جول سب قطعی طور پر ناجائز اور حرام ہے، اصل شوہر زاہد حسین کے ساتھ بیوی بن کر رہنا لازم ہے، ایسے حالات میں شوہر سے مکان کا مطالبہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور نہ شوہر سے مہر کا مطالبہ کرنے کی اجازت ہے۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. قال فعلى هذا يفرق بين فاسد وباطل في العدة؛ ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا كما في القنية وغيرها. (شامي، كراتشي: ۱۳۲/۳، ۵۱۶، زكريا: ۲۷٤/٤، ۱۹۷/۵، البحر الرائق، كوئٹه: ۱٤٤/٤، زكريا: ۲٤۲/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹/شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۱۴۸/۳۷) (فتاوی قاسمیہ: ۴۵۵/۱۳، ۴۵۶)

غیر کی منکوحہ سے نکاح اور اس کی سزا:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص عمر رسیدہ شادی شدہ، جس کی بیوی موجود ہو منکوحہ سے اپنی طلاق دیئے بغیر ترک تعلق کرے اور ایک عورت عمر رسیدہ شادی شدہ کثیر العیال کہ شوہر جس کا موجود ہو؛ لیکن شوہر سے بدخوئی سے پیش آتی ہو اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے، مذکورہ دونوں آپس میں تعلقات میاں بیوی کے قائم کرلیں اور سال دو سال پوشیدہ طور سے بصورت مذکورہ گزار دیں، پھر جب واقعہ کی تشہیر ہو تو کہیں کہ ہم نے تو نکاح کرلیا ہے، کیا ایسی صورت میں ان کا نکاح بقول ان کے درست مانا جاسکتا ہے؟ اگر

مذکورہ بالاصورت میں ان کا نکاح درست نہیں ہے تو شرعی طور سے ان کے تعلقات کی کیا نوعیت ہے؟ وہ کتنے خطاوار ہیں اور اسلامی قانون کے مطابق ان کی کیا سزا ہے؟

(۲) بعد تشہیر واقعہ کوئی شوہر سے عورت کے کہے کہ وہ طلاق دے دے کہ فعل بد ہو رہا ہے، یا شوہر خود ہی اس طرح سوچے تو کیا شوہر کے طلاق دینے سے ان کے تعلقات اور بقول ان کے ان کا نکاح درست مان لیا جائے گا اور ان کا فعل بد نہ رہے گا۔

(۳) شوہر کے طلاق دینے کے بعد عورت عدت نہ کرے اور مذکورہ شخص سے برابر ملتی رہے؛ یعنی تعلقات حسب سابق قائم رکھے، ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟

(۴) شوہر کے طلاق کے بعد دونوں حسب سابق ملتے رہے، عورت نے عدت نہیں کی کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد وہ دونوں یہ سوچیں کہ ہم اب پھر نکاح کر لیں، کیا ایسی صورت میں ان کا نکاح ہو جائے گا؟

(۵) طلاق کے بعد فوراً عورت نے عدت نہیں کی شخص مذکورہ کے سامنے آ گئی، اس سے بات کر لی، اب کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد وہ عورت عدت میں بیٹھ جائے اور عدت پوری کرے، پھر وہ دونوں نکاح کریں، کیا ایسی صورت میں ان کا نکاح ہو جائے گا؛ جبکہ طلاق سے پہلے اور طلاق کے بعد مذکورہ دونوں کا تعلق میاں بیوی جیسا رہا ہے؟

(المستفتی: وہاج العابدین)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) ایسی صورت میں ان کا نکاح صحیح نہیں ہوا، دونوں کا آپس میں ساتھ رہنا زنا کاری اور حرام کاری ہے، عذاب الٰہی کا سخت خطرہ ہے، اگر اسلامی قانون کے مطابق حکومت رہتی تو دونوں کو پتھر مار مار کر جان سے ختم کر دیا جاتا۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی، کراتشی: ۳/۱۳۲، ۵۱۶، البحر الرائق، کوئٹه: ۴/۱۴۴، زکریا: ۴/۲۴۲)

(۲) فعل بد جو ہوا ہے، وہ فعل بد ہی رہے گا، البتہ شوہر کے طلاق دینے کے بعد تین ماہواری تک عدت گزارنا لازم ہے اور عدت ختم ہو جانے کے بعد ہی غیر مرد سے نکاح صحیح ہو سکتا ہے، اس سے پہلے نہیں، جیسا کہ مذکورہ عبارت سے واضح ہو چکا ہے۔

(۳) عدت مکمل ہونے سے قبل ان کے تعلقات زنا کاری ہیں۔

(۴) اگر طلاق کے بعد تین ماہواری گزر گئی ہیں تو اب جو نکاح کرے گا، وہ جائز ہو جائے گا؛ لیکن اگر تین ماہواری سے قبل یہ حرکت ہوتی ہے تو نکاح جائز نہ ہوگا۔

(۵) جب عدت کی مدت پوری ہو جائے گی، تو اس کے بعد نکاح شرعی طور پر صحیح ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴/ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۹۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۴۶۹-۴۷۱)

لاعلمی میں منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا:

سوال: زید نے مسماۃ حمیدہ سے نکاح کیا، ایک ماہ بعد معلوم ہوا کہ حمیدہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور شوہر اول نے حمیدہ کو طلاق نہیں دی ہے، اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر زید نے حمیدہ منکوحۂ غیر سے لاعلمی میں نکاح کیا ہے تو نکاح فاسد ہوا، (۱) اس کو چاہیے کہ اس کو زبان سے چھوڑ دیا کہہ کر چھوڑ دے؛ کیوں کہ اس سے تعلق بدکاری ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۹/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۵۲/۴-۱۵۳)

دوسرے کی منکوحہ سے لاعلمی میں نکاح کر لینا اور اس سے ہونے والے بچوں کا حکم:

سوال: خان دیس سے ایک عورت اپنے رشتہ داروں کے یہاں آنند رہنے آئی اور اس عورت اور اس کے گھر والوں کی رضامندی سے اس عورت نے دوسرے سے نکاح کیا، اس بات کو آج پانچ سال گزر گئے، اب یہ عورت کہتی ہے کہ اس کا پہلا شوہر زندہ ہے میں آئی اس وقت میں شادی شدہ تھی، میرا شوہر زندہ تھا اور اب اس کا کیا حال ہے یہ مجھے نہیں معلوم، اس عورت کو اس دوسرے شوہر سے دو بچے بھی ہیں تو اس عورت کو ہمیں رکھنا چاہیے، یا جدا کر دینا چاہیے؟ اس عورت کا نکاح مذکور شخص سے صحیح ہوا، یا نہیں؟ ۵، ۶/ سال ہوئے اس کا پہلا شوہر اس کی خبر تک لینے کبھی نہیں آیا تو یہ عورت پہلے شوہر کے نکاح میں رہی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

خان دیس سے آکر اس عورت نے کیا یہ کہا تھا کہ میرا شوہر زندہ ہے، یا نہیں؟ یعنی تمہارے سامنے کسی بات کا خلاصہ کیا تھا، یا نہیں؟ (عورت کے کہنے سے، یا اس کے رشتہ داروں کے کہنے سے) اگر آپ کو مکمل یقین ہو گیا کہ یہ عورت کسی کے نکاح میں نہیں ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی کے نکاح میں ہے تو دوسرا نکاح صحیح نہیں کہلائے گا، البتہ اس مدت میں ہونے والے بچے دوسرے شوہر کے ہی کہلائیں گے اور اس میں آپ کو گناہ نہیں ہوگا، البتہ اب اس عورت کو جدا کر دینا چاہیے؛ اس لیے کہ وہ پہلے شوہر کی ہی بیوی کہلائے گی، اس سے طلاق لینے کے بعد اور اس طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد آپ از سر نو نکاح کر کے اسے رکھ سکتے ہیں۔ (شامی، درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ: ۲۸۸/۳)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ...إن علم أنها للغير؛ أنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً (ردالمحتار، مطلب فی النكاح الفاسد: ۳۵۰/۲)

(۲) والتفريق فی النكاح الفاسد إما بتفريق القاضی أو بمتاركة الزوج ولا يتحقق الطلاق فی النكاح الفاسد بل هو متاركة فيه (البحر الرائق باب المهر: ۳۰۰/۳)

لاعلمی میں غیر مطلقہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی ''نازیہ'' ساکنہ محلّہ بروالان مرادآباد کا نکاح زید سے ہوا تھا، نکاح کے بعد لڑکی اپنی سسرال میں کافی دن تک رہی؛ لیکن کسی وجہ سے لڑکی اپنے والدین کے یہاں آگئی اور سسرال جانا نہیں چاہتی تھی، کافی دنوں تک وہ لڑکی اپنے والدین کے یہاں رہی، اس سلسلہ میں لڑکی کے گھر والوں نے عدالت میں لڑکے کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا، ابھی تک چل رہا ہے، دوران مقدمہ آج سے آٹھ ماہ قبل اس لڑکی کا نکاح لڑکی کے والدین نے میرے (محمد شاکر) کے ساتھ یہ بتا کر کر دیا کہ وہ لڑکی مطلقہ ہے، جب کہ اُس کے سابق شوہر نے ابھی تک اُسے طلاق نہیں دی ہے، میرے ساتھ اُس لڑکی کا نکاح بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا، آٹھ ماہ تک لڑکی میرے پاس رہی، آٹھ مہینے کے بعد اُس کے سابق شوہر کے ذریعہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ لڑکی ابھی تک سابق شوہر کے نکاح میں ہے، لہٰذا میں نے لڑکی کو اُس کے والد کے ساتھ والد کے گھر بھیج دیا۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ نکاحِ ثانی نافذ ہوا، یا نہیں؟ اور نکاحِ ثانی میں پانچ ہزار روپئے مہر طے ہوئے تھے، کیا مہر کی ادائیگی میرے اوپر واجب ہوگی، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

لاعلمی میں جس غیر مطلقہ عورت کا نکاح آپ کے ساتھ ہوگیا ہے، فوری طور پر اُس عورت کو چھوڑ نا آپ پر واجب ہے۔ اور اِس نکاحِ فاسد کی وجہ سے مہر بہرحال ادا کرنا آپ پر لازم ہوگا؛ ہاں البتہ اتنا خیال رکھا جائے کہ اس لڑکی کا مہرِ مثل کیا بنتا ہے اور پھر پانچ ہزار روپیہ اور مہرِ مثل میں سے جو کم ہو رہا ہو، اَدا کرنا لازم ہوگا، اگر مہرِ مثل پانچ ہزار سے کم ہے، تو مہرِ مثل لازم ہوگا اور اگر مہرِ مثل پانچ ہزار سے زیادہ ہے تو پھر متعین شدہ پانچ ہزار روپیہ لازم ہوگا اور آپ کے چھوڑنے پر اُس لڑکی کے لیے تین ماہواری گزارنا بھی ضروری ہے، اِس عدت کے دوران اُس کا پہلا شوہر اُس سے جماع وغیرہ نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۰/۲)

عن إبراهيم قال: من وطء فرجًا بجهالة ردء عنه الحدّ، وضمن العقر. (سنن سعيد بن منصور، باب الرجل يتزوج المرأة فيدخل عليها ومعها نساء فوقع علىٰ امرأة منهن: ۲٤۹/۱، رقم: ۱۰۱۳)

والموطوءة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها. (الدرالمختار مع الشامی ۱۹۸/٥، زكريا)

والموطوءة بشبهة وأم الولد الحيض للموت وغيره، أي عدة هؤلاء ثلاث حيض في الحرة التي تحيض ... ووجوبها لسبب أن الشبهة تقام مقام الحقيقة في موضع الاحتياط، وإيجاب العدة من باب الاحتياط، وللموطوءة بشبهة أن تقيم مع زوجها الأول، ونفقتها وسكناها على زوجها الأول؛ لأن النكاح بينهما قائم إنما حرم الوطء، وقيّد الوطء بشبهة؛ لأنه لو تزوج امرأة الغير عالمًا بذٰلک ودخل بها لا تجب العدة عليها حتى لا يحرم على الزوج وطؤها وبه يفتي؛

لأنه زنا والمزني بها لا تحرم على زوجها. (البحر الرائق، باب العدة: ۲۳۵/٤، زكريا)

وفي النكاح الفاسد إنما يجب مهر المثل بالوطء ولم يزد على المسمّٰى؛ لأن المهر فيه لا يجب بمهر العقد لفساده وإنما يجب باستيفاء منافع البضع ... ولهٰذا لو كان مهر المثل أقل من المسمّٰى وجب مهر المثل فقط. (البحر الرائق، باب المهر: ۲۹٤/۳، زكريا، كذا في الدر المختار، باب المهر: ۲۷۵/٤، زكريا)

وروى عن أبي حنيفة رحمه الله قال: تفسير العقر هو ما يتزوج به مثلها، وعليه الفتوىٰ ... وسئل عن حمير الوبرى عن وطء المرأة بشبهة ملك يمين أونكاح ماذا يجب عليه؟ قال: إن كان بملك النكاح لا يوجب إلا عقرًا واحدًا...وسئل عن تقدير عقر؟ فقال: في حق الحرة بمثل المهر. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح، نوع منه في وجوب المهر بلا نكاح: ۲۳٤/٤-۲۳۵، رقم: ٦۰٦٦-٦۰٦۷، زكريا)

فإن دخل بها فلها مهر مثلها ولايزاد على المسمى عندنا. (الهداية: ۳۳۲/۲)

عدة المذكورات ثلٰث حيض، إن كن من ذوات الحيض، وإلا فالأشهر أو وضع الحمل. (شامي: ۱۹۹/۵، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۲/۱۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۳۹/۸، ۲۴۱)

شادی شدہ کا نکاح پڑھانے والا کیسا ہے:

سوال: شادی شدہ منکوحہ کا نکاح پڑھانے والا کیسا ہے؟

الجواب

فاسق ہے، کافر نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۵/۷)

غیر مطلقہ کا نکاح پڑھائے تو کیا نکاح صحیح ہے:

سوال: بھاگی ہوئی عورت جس کو شوہر نے ابھی طلاق نہیں دی ہے، یہ بات نکاح خواں کو معلوم ہے؛ تاہم دوسرے سے اس کا نکاح پڑھایا تو نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

شادی شدہ عورت جب تک اپنے شوہر سے طلاق، خلع وغیرہ شرعی طریقہ سے علاحدہ نہ ہو جائے، دوسرے کا نکاح اس سے درست نہیں، اگر کرے گی تو نکاح نہ ہوگا اور نکاح پڑھنے والا اور پڑھانے والا اور شاہدین جو اس حقیقت سے آشنا ہیں، سخت گنہگار ہیں۔ (۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/------)

---

(۱) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاوىٰ الهندية، المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱)

غیر مطلقہ سے شادی اوراس کے معاون کا حکم:

سوال: مسماۃ ہندہ کواس کے شوہر نے طلاق نہیں دی، چندروز آوارہ رہ کرایک دوسرے شخص نے بلا طلاق اس سے عقد کرلیا، اس کے ساتھ کھانا پینا نشست وبرخاست شرعاً جائز ہے، یانہیں؟ چندلوگوں نے دانستہ جا کر کھانا کھایا، ان کی کیا سزا ہے؟ اورایک شخص نے تہمت عیب لگا کر جرمانہ لیا تو مستحق سزا ہوئے، یانہ؟ اور جملہ برادران کی دولت تین آدمیوں نے چرایا، ان کی سزا کیا ہے؟

الجواب

منکوحہ غیر سے بدون طلاق کے نکاح کرنا حرام اور باطل ہے، وہ فاسق ہوا توبہ کرے اورس عورت سے علاحدگی کرے، یہی کفارہ اس کا ہے، (۱) اور جو شخص کھانے میں شریک ہوگئے، وہ بھی توبہ کریں، بعدتوبہ کےان کا گناہ معاف ہوجاوے گا اور جرمانہ مالی لینا شریعت میں ناروا ہے، (۲) اورتہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، اس سے توبہ کرے اور جرمانہ واپس کرے اورمعاف کرادے اور چوروں کی سزا یہ ہے کہ توبہ کریں اور مال واپس کریں اورحدوداس ملک میں جاری نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۶۶-۴۶۷)

غیر کی منکوحہ سے نکاح کو جودرست بتائے، اس کے متعلق کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت منکوحہ بیکانیر سے اجمیر شریف اپنی خالہ کے یہاں آئی، موضع تاروپور کا قاضی اس عورت کو اجمیر شریف سے فرار کر کے تاراپور لے آیا، اس کے ساتھ نکاح کرلیا، حالاں کہ شوہراول نے طلاق نہیں دی اوراس نکاح کوحلال کہتا ہے، کتب عقاید میں مشرح موجود ہے کہ جس چیز کا حرام قرآن، یا حدیث متواتر سے ثابت ہو، جواس کوحلال کہے گا، کافر ہوجائے گا، لہٰذا اس صورت میں اس نکاح اور ناکح منکوحۃ الغیر کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے، آیا ناکح کافر ہوگیا، یانہیں؟ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

الجواب

قال في ردالمحتار: أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فم ينعقد أصلا إلىٰ أن قال ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا. (ص: ٣٥٠) ومثله في عامة كتب الفقه. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ٢/٤٨٢، ظفير)

(۱) أما نكاح منكوحة الغير... فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنا. (ردالمحتار، باب المهر: ٢/٤٨٢، ظفير)

(۲) لايأخذ المال في المذهب. (الدرالمختار علىٰ ها مش رد المحتار، باب التعزير: ٣/٢٤٦، ظفير)

(۳) لأنه لاحد بالزنا في دارالحرب. (الدرالمختار، كتاب الحدود: ٣/١٩٥، ظفير)

الحاصل منکوحۃ الغیر سے بدون طلاق وانقضائے عدت کے نکاح درست نہیں ہے اور وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا اور حرمت منکوحۃ الغیر قطعیہ ہے، جیسا کہ آیت ﴿والمحصنات﴾ (الآیۃ)(۱) سے ثابت ہے، لہٰذا ناکح مذکور فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے، البتہ چوں کہ تکفیر مسلم میں فقہاء نے بہت احتیاط فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ننانوے وجوہ کسی شخص میں کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو اور وہ بھی ضعیف تو مفتی کو میلان عدم تکفیر کی طرف لازم ہے،(۲) اور چوں کہ صورت مذکورہ میں تاویل ممکن ہے؛ اس لیے تکفیر سے بچنا چاہیے اور اس شخص کو کافر نہ کہا جاوے اور معاملہ مسلمانوں کا اس کے ساتھ کیا جاوے، اس کو فاسق وعاصی کہا جاوے اور توبہ کرائی جائے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۸/۷-۴۶۹)

نکاح پر نکاح پڑھانے والے کا حکم:

سوال: مسماۃ فضل بیگم نابالغہ ولد احمد قوم حجام کا نکاح اس کے چچازاد بھائی حکیم محمد دین، امام دین اور اسی کی والدہ نے ۱۹۲۱ء میں پڑھایا تھا اور مسماۃ فضل بیگم نابالغہ کے باپ دادا فوت ہو چکے تھے اور حقیقی بھائی کوئی نہیں تھا؛ اس لیے چچازاد بھائیوں اور والدہ نے نکاح پڑھایا۔ اب بہت مدت گزر جانے کے بعد اس کی والدہ نے اس کا نکاح دوسری جگہ ۱۹۳۸ء میں پڑھا دیا ہے۔ کیا پہلا نکاح درست ہے، یا دوسرا؟ دوسرا نکاح واقع نہ ہوا تو جنہوں نے پہلے نکاح کی موجودگی میں نکاح پڑھا ہے، نکاح خواں، شاہدین کے حق میں کیا وارد ہے؟

(المستفتی: ۲۲۸۵، ناظم مدرسہ ڈنگہ، ضلع گجرات، ۵/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، ۵/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

چچازاد بھائی ولی تھے اور ان سے قریب تر کوئی اور ولی نہیں تھا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا تھا،(۳) اور جب تک کہ وہ نکاح قائم ہے، دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔(۴) اس کی والدہ نے دوسرا نکاح کیوں طور کس وجہ سے کیا، پہلے نکاح کے قائم ہونے کی صورت میں دوسرا نکاح پڑھانا بغیر کسی معقول وجہ شرعی کے حرام ہے؛ اس لیے نکاح پڑھانے والے اور شرکاء جن کو اس بات کا علم تھا کہ لڑکی منکوحہ ہے، سب گنہگار اور فاسق ہوئے۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۶/۵-۸۷)

---

(۱) سورۃ النساء: ۲٤، ظفیر

(۲) وقد ذكروا المسئلة والمتعلقة بالكفر إذكان لها تسع وتسعون إحتمالاً لكفرو إحتمال واحد في نفيه فالأولىٰ للمفتي والقاضي أن يعمل بالإحتملال النافي؛ لأن الخطأ في أبقاء ألف كافر أهون من الخطأفي أفناء مسلم واحد. (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۹۹، ظفير)

(۳) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

(۴) لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلک المعتدة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۸۰/۱، ماجدية)

(۵) والفتوىٰ على الترديد استعمل مستحلا كفر والا لا، فإن ارتكب من غير استحلال فسق. (شرح الفقه الأكبر لملا علي قاري، ص: ۱۸۸)

دعویٰ تنسیخِ نکاح کے بعد قاضی کا دوسرا نکاح پڑھا دینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی لڑکی کا کسی لڑکے کے ساتھ نکاح ہوا ہو، پھر لڑکی والے اس لڑکی کا نکاح تنسیخ کے ذریعے ختم کرا کے کسی مولوی صاحب کے پاس آجائیں اور کہیں اب آپ اس لڑکی کا نکاح کسی دوسرے سے کردیں اور پھر مولوی صاحب نے بھی نکاح پڑھا دیا اور پھر لڑکے والے یہ دعویٰ کریں کہ پہلا نکاح ختم نہیں ہوا تھا، اس مولوی صاحب نے ایک نکاح کے اوپر دوسرا نکاح پڑھایا ہے، ہم اس کو عدالت اور شریعت میں بلواتے ہیں، کیا یہ مولوی صاحب کو عدالت، یا شریعت میں بلوا سکتے ہیں، اس بات پر کہ تو نے نکاح کے اوپر نکاح کیوں پڑھایا؟ جب کہ مولوی صاحب کہتے ہیں، مجھے ان کے اس چکر کا پتہ نہیں تھا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غیر کی بیوی کا نکاح جان بوجھ کر کرانا حرام اور ناجائز ہے، جلد از جلد اس نکاح کا فسخ کرانا ضروری ہے، چوں کہ صورتِ مسئولہ میں مولوی صاحب کو صورتِ حال کا علم نہیں تھا، لہٰذا وہ معذور ہیں، ان پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا، ہاں جرم لڑکی والوں کا ہے؛ لیکن یہ مسئلہ اس وقت ہے جب صورتِ مسئولہ میں تنسیخِ نکاح شریعت کے قواعد کے مطابق نہ ہوئی ہو اور اگر یہ تنسیخ قواعدِ شرع کے مطابق ہوئی ہو تو لڑکی والوں پر بھی کوئی گناہ نہیں اور یہ دوسرا نکاح بھی صحیح ہوگا۔

لمافي القرآن الكريم (النساء:٢٤): ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾

وفي كنز العمال(٢٣٣/٤): رفع عن أمتي الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه. (طب عن ثوبان).

وفي تكملة فتح الملهم (٣٤١/١):(٩) ثم قد قصرت الشريعة الاسلامية حق الطلاق على الزوج، ولم يجعله بيد المرأة في الظروف العادية، لان المراة من طبيعتها الاستعجال في الأمور،فلو كان خيار الطلاق بيدها لكانت تقع الفرقة لاسباب بسيطة واغراض تافهة.

(١٠) ولكنها لم تسدد باب الفرقة من جهة المرأة بالكلية، وإنما أباحت لها ذلك في ظروف خاصة، فيمكن لها مثلاً ان تعقد النكاح بشرط تفويض الطلاق اليها، ولو لم تشترط ذلك في العقد فلها أن تختلع من زوجها برضاه، وان لم يكن ذلك فلها ان تطلب من القاضي فسخ النكاح اذا كان الزوج عنيناً او مجنوناً او متعنتاً او مفقوداً.

وفي الخانية (١٦٩/١): لايجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم انها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وان كان يعلم أنها منكوحة الغير لاتجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطئها. (نجم الفتاویٰ:۲۷۵/۴،۲۷۶)

منکوحہ کا جان بوجھ کر دوسرا نکاح پڑھانے والے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ آمنہ کا نکاح بکر سے ہوگیا، کچھ عرصہ

کے بعد آمنہ کے والدین نے آمنہ کا نکاح خالد سے کردیا، بکر سے طلاق لیے بغیر۔اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ:

(۱) آمنہ کا نکاح ثانی ہوگیا ہے؟

(۲) نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب کو نکاح ثانی کرتے وقت بتایا گیا تھا کہ یہ نکاح ثانی ہے، اس نے پھر بھی نکاح پڑھا دیا، کیا اس سے مولوی صاحب کے اپنے نکاح پر اثر پڑے گا؟ اس سے تعلقات رکھنا درست ہے؟ اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا درست ہے؟

(۳) جو لوگ اس نکاح ثانی میں دیدہ ودانستہ شامل ہوئے ہیں ان سے تعلقات رکھنا درست ہے؟

برائے مہربانی مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) صورت مسئولہ میں آمنہ کا بدستور بکر سے ہی نکاح باقی ہے، جب تک اس سے طلاق نہ لی جائے دوسری جگہ اس کا نکاح باطل وحرام ہے۔اگر دوسری جگہ رخصتی ہوچکی ہے تو فوراً ان کے درمیان تفریق کی جائے وگرنہ یہ زنا شمار ہوگا۔

(۲،۳) نکاح پڑھانے والے اور اس میں شریک ہونے والوں نے حرام کا ارتکاب کیا ہے، جب تک یہ توبہ واستغفار نہ کرلیں، ان سے قطع تعلق کیا جائے۔ایسے شخص کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس نے نکاح ثانی حلال سمجھتے ہوئے پڑھایا تو اس کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا، اس پر تجدیدِ ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔

لمافي الخانية (۱۶۹/۱): ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل.

وفي الشامية (۱۳۲/۳):أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا قال فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى كما في القنية وغيرها اه

وفيه أيضاً (۵۶۰/۱):(قوله:وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك كذا في البرجندي إسماعيل وفي المعراج قال أصحابنا لا ينبغي أن يقتدي بالفاسق إلا في الجمعة لأنه في غيرها يجد إماما غيره،آه، قال في الفتح وعليه فيكره في الجمعة إذا تعددت إقامتها في المصر على قول محمد المفتي به لأنه بسبيل إلى التحول. (نجم الفتاویٰ:۲۷۶/۴)

غلطی سے منکوحہ کا نکاح پڑھانے والا معذور ہے:

سوال: سہواً، یا خطاً منکوحہ عورت کا دوسرے شخص سے نکاح کیا گیا، آیا نکاح خواں اور گواہان پر کوئی تعزیر شرعی ہے، یا نہیں؟ بصورت ثانی جو یہ کہے کہ مذکورین اشخاص کا نکاح فاسد ہوگیا، اس قول کے قائل پر کوئی سزا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۹۳۲، باگی ولد عبدل، فیروز پور، ۲۰/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

منکوحہ عورت کا دوسرا نکاح پڑھ دینا اگر دیدۂ ودانستہ ہوتو موجب فسق ہے۔

﴿ولا تعانوا علی الإثم و العدوان واتقوا اللّٰہ إن اللّٰہ شدید العقاب﴾ (سورۃ المائدۃ: ۲)

اور اگر پڑھانے والے اور گواہوں کو اس بات کا علم نہ ہوتو وہ معذور ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۹۸/۵)

دھوکہ میں آکر منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶/جنوری ۱۹۲۷ء)

سوال: اگر اجنبی عورت آکر کہے کہ میرا خاوند مر چکا ہے، یا مجھ کو طلاق ہو چکی ہے (حالاں کہ دراصل نہ تو اس کا خاوند مرا ہے، نہ اس کو طلاق ہوئی ہے) اور امام اس کا نکاح پڑھاوے تو ایسے امام کی امامت کیسی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر اجنبیہ عورت کے کہنے کا یقین ہو جائے اور اس کی سچائی کے قرائن موجود ہوں تو نکاح کر لینا جائز ہے۔(۱) اگر شوہر زندہ ہے، یا طلاق نہیں ہوئی تھی تو عورت پہلے شوہر کو دلائی جائے گی اور لاعلمی میں نکاح پڑھنے پڑھانے والوں پر کوئی مواخذہ نہیں، البتہ اگر ان لوگوں نے عورت کے بیان جھوٹ، یا مشتبہ سمجھتے ہوئے نکاح پڑھا دیا ہے تو یہ لوگ گنہگار رہوں گے اور ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایت المفتی: ۳۰۹/۵)

معتدۃ الغیر سے نکاح:

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی، ہندہ نے دو ماہ دس دن کے بعد عمر سے نکاح کر لیا، عمر کو احساس ہوا کہ میرا یہ نکاح جائز نہیں ہوا اور اب آٹھ ماہ کے بعد وہ تجدید نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا اس نئے نکاح کے لیے نئی عدت درکار ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر ہندہ نے طلاق کے بعد اس دو مہینے دس دن میں تین حیض پورے کئے ہوں، تب تو اس کی عدت ختم ہوگئی تھی؛ کیوں کہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہے؛(۲) اس لیے اس کا نکاح عمر سے درست ہوا اور اگر عدت ختم

---

(۱) وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی أو کنت أمة لفلان واعتقنی وإن وقع فی قلبه صدقها وتمامه فی الخانية: قلت وحاصله أنه متٰی أخبرت بأمر محتمل فإن ثقة أو وقع فی قلبه صدقها لابأس بتزوجها.(الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع:٦/٤٢٠)

(۲) (وهی العدة (فی) حق حرة ... (تحیض لطلاق) ... (أو فسخ) .... (بعد الدخول حقیقة أوحکماً) ... (ثلاثة حیض کوامل) .(الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار،باب العدة :٢/٥٩٩، ٦٠٠)

نہیں ہوئی تھی تو اس کا نکاح درست نہیں ہوا، (۱) ہندہ کو اختیار ہے کہ وہ پھر زید سے نکاح کرے، یا مزید تین حیض ختم کر کے دوسرے سے نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۳/۹/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۵۳/۴-۱۵۴)

عدت طلاق میں نکاح کرنا:

سوال: ہندہ نامی ایک عورت کا نکاح زید سے ہوا، ہندہ اور زید دونوں کچھ دنوں ایک ساتھ رہے، زید نے کسی وجہ سے ہندہ کو طلاق دے دی، پھر ہندہ نے طلاق کے گیارہویں دن عمر سے نکاح کرلیا اور دونوں بطور میاں بیوی ایک ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے۔ اس صورت میں ہندہ کا نکاح عمر سے درست ہوا، یا نہیں؟ نیز اس بچہ کی پرورش کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ اور عمر کے ترکہ کا وارث ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر عمر کو معلوم تھا کہ ہندہ عدت میں ہے اور معلوم رہنے کے باوجود عمر نے ہندہ سے نکاح کرلیا تو سرے سے نکاح نہیں ہوا، (۲) اور بچے کی پرورش عمر پر لازم نہیں ہے؛ بلکہ بچہ ماں کے ساتھ رہے گا اور ماں اپنے مال یا لوگوں کے صدقات وعطیات سے بچے کے اخراجات پورا کرے گی اور بچہ عمر کے ترکہ سے حصہ نہیں پائے گا۔ اور اگر عمر نے لاعلمی میں نکاح کیا تو نکاح فاسد ہوا، دونوں پر ضروری ہے کہ فوراً علاحدگی اختیار کرلیں اور دونوں، یا کوئی ایک یہ کہہ دیں کہ ہم نے نکاح ختم کیا، (۳) اس صورت میں بھی بچہ عمر کے ترکہ سے حصہ نہیں پائے گا، (۴) البتہ بچہ ثابت النسب ہوگا۔ (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمت اللہ قاسمی، ۱۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۵۴/۴)

بغیر عدت گزارے نکاح:

سوال: زید کی شادی ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہوا، شادی کے بعد زید آٹھ ماہ اپنی بیوی کے ہمراہ رہا، اس دوران زید کی بیوی حاملہ ہوگئی اور پھر ایک لڑکی تولد ہوئی، اب چار سال چار ماہ سے زید کا اپنی بیوی سے کوئی ربط قائم نہیں ہے، زید کسی دور مقام پر ہے، معلوم ہونے پر زید کی بیوی کے ذمہ دار حضرات وہاں جا کر بیوی کی رضامندی سے

(۱) ﴿وَلَاتَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَه﴾ (البقرة: ۲۳۵)

(۲) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (رد المحتار: ۳۵۰/۲)

(۳) لأن الطلاق لايتحقق في النكاح الفاسد بل هو متاركة. (ردالمحتار: ۳۵۱/۲)

(۴) أما الإرث فلا يثبت فيه. (ردالمحتار: ۳۵۰/۲)

(۵) (ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) ... (بالوطء) ... (ويثبت النسب). (المصدر السابق)

خلع لے کر آئے ہیں، اب زید کی بیوی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کے لیے عدت کے دن گزارنا ضروری ہے، یا نہیں؟ زید کی بیوی بغیر عدت کے اگر نکاح کر لے تو کیا یہ نکاح درست ہوگا؟ (باکودرم، آر،اے)

الجواب

خلع دراصل ایک معاہدہ ہے، جو شوہر اور بیوی کے درمیان طے پاتا ہے، جس میں شوہر حق طلاق معاوضہ لے کر دے دیتا ہے؛ اس لیے یہ طلاق بائن کے حکم میں ہے اور شریعت نے طلاق واقع ہونے کی صورت میں عورت کو عدت گزارنے کا حکم دیا ہے، چناں چہ ارشاد باری ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوءٍ﴾(۱)

یہی بات فقہاء نے بھی لکھی ہے کہ وہ عورت جسے طلاق بائن دی گئی ہو، تین حیض عدت میں گزارے گی۔

"إذا طلق الرجل إمرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو وقعت الفرقة بغير طلاق و هي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء". (۲)

اس لیے اس عورت پر عدت واجب ہوگی، اس عورت کا بغیر عدت گزارے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا سخت گناہ ہے، نیز یہ نکاح باطل بھی ہے، یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، کم سے کم اب صحیح طور پر نکاح کر لیں؛ تا کہ آئندہ زندگی معصیت سے محفوظ رہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۴۳،۳۴۴)

عدت کے اندر نکاح جائز نہیں اور جو ایسا کریں، یا کرائیں، وہ فاسق ہے:

سوال: بعض اشخاص عدت طلاق کے اندر نکاح کرتے کراتے ہیں، ان کی بابت کیا حکم ہے اور یہ صحیح ہے، یا نہیں، ان کے لیے کیا کفارہ ہے؟

الجواب

عدت کے اندر نکاح ثانی کرنا باطل ناجائز ہے، عدت کے اندر نکاح منعقد نہیں ہوتا، عدت کے اندر ہرگز نکاح نہ کرنا چاہیے، عدت طلاق کی تین حیض ہیں، اس کے بعد نکاح جائز ہے اور جو شخص ایسا کرتے ہیں اور کراتے ہیں، وہ مرتکب فعل حرام کے ہیں اور گنہ گار ہیں، (۳) ان کے لیے یہی کفارہ ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ہرگز ایسا نہ کریں، سواء توبہ کے اور کوئی سزا، یا جرمانہ ان کے لیے نہیں ہے، البتہ یہ سزا ہو سکتی ہے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان سے متارکت کر دی جائے اور کوئی تعلق کسی قسم کا ان سے نہ رکھا جاوے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۴۸۳)

---

(۱) سورة البقرة:٢٢٨

(۲) الهداية:٢/٤٠٢

(۳) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته إلخ لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (الدر المختار، باب العدة:٢/٨٣٥، ظفير)

نکاح معتدہ:

سوال: میری بیٹی کو خاوند نے طلاق دے دی اور عدت کے اندر صرف آٹھ ہی دن کے بعد میں نے اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، سنا ہے کہ یہ نکاح نہیں ہوا، اس کو کئی سال سے گزر جاوے تو آئندہ کے لیے گناہ سے حفاظت ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

بیشک یہ نکاح ثانی عدت کے اندر ہوا ہے؛ اس لیے درست نہیں ہوا اور ان دونوں کا اب دوبارہ نکاح کر دینا ضرور چاہیے اور اس زمانہ میں جو وطی ہوئی ہے، وہ وطی بالشبہ کے حکم میں ہے، اگر زوجین اپنے نکاح کو نکاح بھی سمجھتے تھے اور وطی بالشبہ سے اولاد حرامی نہیں ہوتی اور اگر زوجین اول ہی سے اپنے نکاح کو حرام سمجھے ہوئے تھے تو سوال دوبارہ کیا جائے اور صورت مذکورہ میں زوج اول کی عدت تو تمام ہو چکی ہے، پس اگر اس وقت نکاح زوج ثانی کے ساتھ ہی کیا جائے تو بس اور عدت کی ضرورت نہیں اور اگر زوج ثانی کے علاوہ اور سے کیا جائے تو ایک اور عدت لازم ہوگی۔ والسلام

۲۰/ جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ (امداد الاحکام: ۳/ ۲۷۷)

عدت کے اندر نکاح درست نہیں ہوا اور ایک دو طلاق کے بعد بھی شوہر سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص اپنی عورت کو طلاق دیدی، اس کا نکاح عدت میں دوسرے شخص سے کرایا گیا، اب زوج ثانی نے بھی طلاق دے دی، عورت چاہتی ہے کہ میرا نکاح عدت کے اندر زوج اول سے کرا دیا جاوے، آیا اس صورت میں زوج اول سے نکاح اس عورت کا ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

دوسرا نکاح جو عدت کے اندر ہوا باطل ہوا، اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوئی، (۱) اور شوہر اول نے اگر تین طلاق نہ دی تھی؛ بلکہ ایک یا دو طلاق دی تھی تو اگر صریح الفاظ میں طلاق دی تھی تو عدت کے اندر وہ بلا نکاح رجوع کر سکتا ہے اور اگر صریح الفاظ سے طلاق نہ دی تھی؛ بلکہ یہ کنایہ کے الفاظ سے طلاق دی تھی اور طلاق بائنہ تھی تو بلا نکاح رجعت نہیں ہو سکتی؛ لیکن شوہر اول سے نکاح عدت میں اور بعد عدت کے ہو سکتا ہے اور اگر تین طلاق دی تھی تو پھر بلا حلالہ شوہر اول سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۴۸۵-۴۸۶)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته...لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار، باب المحرمات: ۴۸۲/۲، ظفير)

(۲) إذا أطلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية أوتطليقتين فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذلک أولم ترض. (الهداية، باب الرجعة: ۳۷۳/۲، ظفير)

وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلث فله أن يتزوجها فى العدة وبعد إنقضائها ... وإن كان الطلاق ثلثاً ... لم تحلله حتىٰ تنكح زوجاً غيره ويدخل بها يطلقها أويموت عنها. (أيضاً، فصل فيما يحل به المطلقة: ۳۷۸/۲، ظفير)

عدت میں نکاح:

سوال: ایک عورت کو اس کے شوہر نے خلوت کے بعد میں طلاق دی، اس عورت نے ایک دوسرے شخص سے اسی تاریخِ طلاق کی شب کو بغیر عدتِ طلاق پوری کئے ہوئے نکاح کرلیا اور آٹھ ماہ دس یوم بعد بچہ پیدا ہوگیا۔ آیا یہ نکاح کرنا اس کا جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ عورت اس موجودہ شخص کی بیوی قرار دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر بیوی قرار نہیں دی جاسکتی تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

عدت کے اندر نکاح ناجائز ہے، لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، بچہ پیدا ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہیے۔(۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۳۵)

عدت کے دوران میں نکاح کالعدم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہے، شوہر کے بھائی نے اس عورت کے ساتھ عدت گزرنے سے پہلے نکاح کیا، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد قدیر سواتی، ۱۲/۳/۱۹۷۴ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

معتدہ کا نکاح ناجائز اور کالعدم ہے۔

لما فی الهندية (۱/۲۹۸): لایجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا فی السراج الوهاج سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول فی نكاح فاسد. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۸۰، القسم السادس المحرمات التی يتعلق بها حق الغير) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۹۷)

طلاق کے بعد عدت میں نکاح:

سوال: حسن محمد خان نے اپنی منکوحہ بیوی مسماۃ سردارنی کو بوجہ بے الفتاتی اور زبان درازی کے جنوری ۱۹۴۲ء میں ایک طلاق دے دی، پھر اس کو سمجھایا گیا، نہ سمجھنے پر ایک ماہ بعد اس کو دوسری طلاق دے دی گئی، بعد ازاں ۱۹۴۳ء میں اس کو تیسری طلاق تحریری دے دی۔ اب میری برادری مسماۃ سردارنی کو میرے گھر آباد کرنا چاہتی ہے۔ اب کیا کریں؟ فقط

---

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر دوسری طلاق کے بعد رجعت کر لی ہے؛ یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لے کر شوہر و بیوی کی طرح رہنا شروع کر دیا تھا اور پھر تیسری طلاق دی ہے، یا دوسری طلاق کے عدت ختم ہونے سے قبل تیسری طلاق دی ہے، وہ مغلظہ ہوگئی ہے، (۱) اس عورت کو رکھنا حرام ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر عورت کسی شخص سے با قاعدہ نکاح کرے اور وہ ہمبستری کے بعد یا طلاق دے، یا مر جائے تو عدت گزار کر آپس میں نکاح درست ہوگا، اس سے قبل درست نہیں، (۲) اگر دوسری طلاق کی رجعت نہیں کی یہاں تک کہ عدت ختم ہوگئی، پھر تیسری طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی؛ بلکہ بے کار ہوگئی، (۳) اس صورت میں اگر طرفین رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے بغیر نکاح کے رکھنا پھر بھی درست نہیں؛ لیکن اس نکاح کے بعد اگر پھر طلاق دے گا تو ایک طلاق سے مغلظہ ہو جائے گی۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۷/۶۲/۱۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/رجب ۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴۲/۱۱)

طلاق کے بعد عدت میں نکاح اور تجدیدِ نکاح سابق:

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق بائن دی، پھر دوسرا ایک مرد عدت کے اندر عورتِ مطلقہ سے نکاح کر کے برابر جماع کرتا تھا اور بی بی ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی، یہاں تک کہ چار حیض اس کے نکاح میں رہی، پانچ حیض کے بعد مرد نے تجدیدِ نکاحِ ثانی صحیح ہوا اور عدت کے اندر نکاح کیا معصیت ہوئی؛ اس لیے شرعاً اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ کس لفظ سے تین طلاق بائن دی، لہذا جواب میں بائن اور مغلظہ کے متعلق کوئی حکم نہیں تحریر کیا جاتا، صرف آپ کی مزعومہ صورت (وقوع مغلظہ) کا حکم بیان کیا جاتا ہے: اگر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی تھی تو عورت

---

(۱) "الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة" (الدر المختار) "(قوله: بشرط العدة) الشرط لا بد منه في جميع صورة الإلحاق". (ردالمحتار: ۳۰۶/۳، باب الكنايات، سعيد)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق: ۴۷۳/۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۳) ومحلها المنكوحة. (الدر المختار) "أي ولو معتدة عن طلاق رجعي أو بائن غير ثلاث في حرة". (رد المحتار: ۲۳۰/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(۴) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها وبعد انقضائها". (الفتاویٰ الهندية: ۴۷۱/۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

کے ذمہ (بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو) واجب تھا کہ عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے شریعت کے موافق نکاح کرتی اور پھر صحبت کے بعد وہ شخص اگر فوت ہو جاتا، یا طلاق دے دیتا تو عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح درست ہوتا۔

صورت مسئولہ میں وقوع طلاق کے بعد عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح ہوا ہے، اگر دوسرے شخص کو معلوم تھا کہ یہ عورت عدت میں ہے اور عدت میں نکاح ناجائز ہے، تب تو یہ نکاح قطعاً باطل اور زنا محض ہو، (۱) اور حلالہ کے لیے نکاح صحیح لازم ہے، نکاح فاسد سے حلالہ نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اس نکاح کے بعد طلاق واقع نہیں ہوئی، لہذا شوہر اول نے جو دوبارہ نکاح کیا ہے، وہ قطعاً صحیح نہیں ہوا، (۲) جس نے عدت کے اندر نکاح اور جماع کیا ہے، اس کے ذمہ توبہ واستغفار لازم ہے، حکومتِ اسلامیہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حد جاری نہیں کی جا سکتی۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ذی قعدہ/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۴۴)

نکاح معتدہ:

سوال: زید و بکر حقیقی بھائی تھے، ہندہ اور زبیدہ حقیقی بہن تھیں، دونوں کی شادی دونوں بھائیوں کے ساتھ ہوئی؛ یعنی ہندہ کی زید کے ساتھ اور زبیدہ کی بکر کے ساتھ؛ مگر زید عرصہ آٹھ سال کا ہوا کہ فوت ہو گیا، ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑا۔ اب ہندہ مع اپنے لڑکا و لڑکی کے بکر اپنے دیور کے ساتھ پرورش پاتی رہی۔ اس کے بعد بکر نے اپنی بیوی زبیدہ کو طلاق دے دیا؛ مگر مطلقہ زبیدہ کو گھر سے نہیں نکالا اور طلاق کے تین چار روز بعد ہندہ اپنی بھاوج و نیز سالی سے نکاح کر لیا، بغیر گواہ و شادی کے قاضی کے سامنے کر لیا، صبح کو قاضی نے بکر و ہندہ کے نکاح کا اعلان کر دیا۔

اب دونوں میں زن وشوئی کا برتاؤ ہونے لگا اور مطلقہ زبیدہ بھی اسی مکان میں رہتی تھی؛ مگر پھر ڈیڑھ سال بعد ہندہ سے نکاح کر لیا، اس نکاح میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی۔ اس واقعہ کو ڈیڑھ ماہ ہوئے اور زبیدہ بھی اب تک بکر کے مکان میں رہتی ہے اور کچھ لوگ بکر کے ساتھ میل جول خورد و نوش رکھتے ہیں اور کچھ لوگ بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں۔ اب دریافت طلب چند امور ہیں، جو ذیل میں مذکور ہیں:

---

(۱) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، ويجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا، كذا في القنية وغيرها". (رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية". (الفتاویٰ الهندية، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۷۳/۱، رشيديه)

(۳) "فإن كان في دار الحرب أو في دار البغي ، فلا يوجب الحد ، لأن المقيم للحدود هم الأئمة". (بدائع الصنائع ، كتاب الحدود ، فصل فيما يرجع إلى المقذوف فيه: ۲۲۹/۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) بکر نے زبیدہ کوطلاق کے بعد رکھا ہے، کیا یہ جائز ہے، یانہیں؟

(۲) جو بکر نے زبیدہ کوطلاق دینے کے چار پانچ روز بعد اس کی بہن ہندہ سے نکاح کرلیا، یہ جائز ہے، یانہیں؟

(۳) بکر نے ہندہ کوطلاق دینے کے بعد دوبارہ ڈیڑھ سال بعد نکاح کیا جائز ہے، یانہیں؟ اور جولوگ شریک ہوئے بعد کے نکاح میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) جولوگ بکر کی حمایت کرتے ہیں، یا کیسا ہے؟

(۵) جولوگ بائیکاٹ کئے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) جب اس کوطلاق دی کر تعلقِ زن وشوئی منقطع کر چکا ہے تو اب اس کو اپنے مکان میں رکھنا نا جائز ہے، اس کو علاحدہ کرنا واجب ہے۔(۱)

(۲) یہ نکاح نا جائز ہوا۔

”ولا يجوز أن يتزوج أخت معتدته ، سواء كانت العدة من طلاق رجعي أو بائن أو ثلث أو عن نكاح فاسد أو عن شبهة، آه“.(الفتاویٰ الهندية: ۲۸۷/۲)(۲)

جب تک زبیدہ کی عدت پوری نہ ہو جائے ،اس کی بہن سے بکر کو نکاح کرنا جائز نہیں۔اگر نکاح کے وقت بکر اور ہندہ نے صرف قاضی کے سامنے ایجاب وقبول کیا ہے اور کوئی شخص موجود نہ تھا تو یہ شہادت بھی تام نہیں،شرعاً نکاح کے لیے کم ازکم دومرد یا ایک مرد اور دوعوروں کا حاضر ہونا ضروری ہے، بغیر اس کے نکاح فاسد ہوتا ہے۔(**كذا في الدر المختار والهندية وغيرهما**)(۳)

---

(۱) ”وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثاً بكلمة واحدة ، أو ثلاثاً في طهر واحد، وإذا فعل ذلك وقع الطلاق ، وبانت منه وكان عاصياً“.(اللباب في شرح الكتاب،كتاب الطلاق:۱٦۸/۲،قديمي)

”وطلاق البدعة أن يطلقها ثلثاً بكلمة واحدة أو ثلثاً في طهر واحد، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق، وكان عاصياً ... ولنا أن الأصل في الطلاق هو الحظر لما فيه من قطع النكاح الذي تعلقت به المصالح الدينية والدنياوية، والإباحة للحاجة إلى الخلاص، ولا حاجة إلى الجمع بين الثلث، وهي في المفرق على الأطهار ثابتة نظراً إلى دليلها، والحاجة في نفسها باقية فأمكن تصوير الدليل عليها، والمشروعية في ذاته من حيث أنه إزالة الرق لا تنافي الحظر لمعنى في غيره“.(كتاب الطلاق ، باب طلاق السنة: ۳۵٥/۲،مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) الفتاویٰ الهندية،الباب الثالث في بيان المحرمات ، القسم الرابع المحرمات با الجمع: ۲۷۹/۱،رشيديه

(۳) ”ويشترط العدد فلا ينعقد النكاح بشاهد واحد، هكذا في البدائع ، ولا يشترط وصف الذكورة حيث ينعقد بحضور رجل وامرأتين،كذا في الهداية“.(الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق،الباب الأول: ۲٦۷/۱،رشيديه)

”وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح فاهمين أنه نكاح على المذهب،بحر، مسلمين لنكاح مسلمة ولوفاسقين أو محدودين في قذف ... أمر الأب رجلاً ان يزوج صغيرته فزوجها عند رجل أو امرأتين والحال أن الأب حاضر، صح لأنه يجعل عاقداً حكماً“.(الدرالمختار،كتاب النكاح:۲۳/۳_۲٤،سعيد)

(۳) ہندہ نے جو دوبارہ نکاح کرلیا تو شرعاً نکاح صحیح اور معتبر ہے، جائز نکاح میں شرکت جائز اور ناجائز میں ناجائز، ناجائز کام میں امداد ناجائز ہے، بکر کو سمجھانا چاہیے کہ وہ پہلی مطلقہ یعنی زبیدہ کو علاحدہ کردے، اگر مان جائے تو خیر ورنہ (اگر مفید ہوتو) اس سے ترکِ تعلق کردیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۸/۵ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/شعبان/۱۳۵۸ھ۔ صحیح: عبداللطیف: ۷/شعبان/۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۴۶)

نکاح معتدہ:

سوال: ایک لڑکی جو اپنے شوہر سے نااتفاقی کی وجہ سے تقریباً تین سال سے تین میل دور اپنے شوہر سے علاحدہ رہ رہی تھی، بسیار پریشانی کے بعد طلاق حاصل کی گئی، آج طلاق کا صرف ایک ہی ہفتہ ہوا ہوگا کہ خاموشی سے اس کا نکاحِ ثانی کردیا گیا۔ یہ نکاح صحیح ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر رخصتی اور خلوتِ صحیحہ ہوچکی تھی، اس کے بعد نااتفاقی ہوکر تین سال تک علاحدہ رہنے کے باعث طلاق حاصل کی گئی ہے تو عدت تین حیض ہے، (۲) عدت ختم ہوئے بغیر خاموشی کے ساتھ نکاح ثانی کردیا گیا ہے، وہ صحیح نہیں ہوا، اس نکاح کی بنا پر صحبت وغیرہ درست نہیں؛ بلکہ دونوں میں تفریق لازم ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۴۷)

ایضاً:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ بالغہ صحبت کی ہوئی کو تین طلاق بائن دے دی تھی، دوحیض گزرنے کے بعد

---

(۱) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾(سورۃ المائدۃ:۲)

فقال أبو سعید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ: أما ھذا فقد قضی ما علیہ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یقول:"من راٰی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلک اضعف الإیمان".(الصحیح لمسلم،کتاب الإیمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان: ۵۱/۱،قدیمی)

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿لعن الذین کفروا من بنی إسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یتعدون ٥ کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون﴾(سورۃ المائدۃ:۷۸،۷۹)

(۲) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسھن ثلاثۃ قروء﴾(سورۃ البقرۃ:۲۲۸)

"عدۃ الحرۃالمدخولۃ التی تحیض ثلاثۃ قروء:أی حیض،لقولہ تعالٰی: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسھن ثلاثۃ قروء﴾.(مجمع الأنھر،کتاب الطلاق، باب العدۃ: ۴٦٤/۱،دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۳) "﴿ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب أجلہ﴾ یعنی انقضاء العدۃ عام ... ومنع غیرہ:أی غیر الزوج فی العدۃ لا شتباہ النسب بالعلوق".(ردالمحتار، باب الرجعۃ، مطلب فی العقد علی المبانۃ:۴۰۹/۳،سعید)

دوسرے ایک مرد نے نکاح کرلیا ہے۔ یہاں کا عبداللطیف قاری کہتا ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ اس لیے پھر سات مہینے کے بعد اس کے ساتھ نکاح دہرایا گیا۔ دہرانے کے بعد ۹/ مہینے کے اندر اسی سے حاملہ ہوگئی، کیا زوج ثانی کا نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور زوج اول کی عدت کس طرح ادا کرے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر صریح الفاظ میں تین طلاق دی ہے تو وہ مغلظہ ہوگئی، (۱) اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ تین حیض عدت گزارنا واجب ہے، (۲) صرف دو حیض گزرنے پر جو نکاح کرلیا ہے، وہ درست نہیں ہوا، اگر باوجود مسئلہ جاننے کے یہ نکاح کیا ہے تو یہ زنا ہے، اس کی وجہ سے دوبارہ عدت واجب نہیں؛ (۳) بلکہ دو حیض پہلے گزر چکے، ایک حیض اور گذارنا واجب ہے، پس دوبارہ نکاح جو سات ماہ بعد ہوا ہے، ظاہر یہ ہے کہ اتنی مدت میں ایک حیض اور آچکا ہوگا، لہذا یہ نکاح صحیح ہے۔ اگر اتنی مدت میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک حیض نہیں آیا تو یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا، ایک اور حیض آنے پر صحیح ہوگا۔ (۴) اگر یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا تو تین حیض مستقل طور پر عدت واجب ہے، پس سات ماہ میں اگر تین حیض آچکے تھے تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا، ورنہ وہ بھی صحیح نہیں ہوا، (۵) اگر صریح الفاظ میں طلاق نہیں دی تو الفاظ طلاق لکھنے سے حکم معلوم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۴/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۹/ ربیع الثانی/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۴۹)

---

(۱) "كرر لفظ الطلاق ،وقع الكل ، وإن نوى التاكيد". (الدر المختار، كتاب الطلاق،باب طلاق غير المدخول بها،فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان،الخ: ۳/۲۹۳،سعيد)

"وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، أن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً،وإن كانت غير المدخولة طلقت واحدة". (الفتاوىٰ الهندية،الباب الثانى فى إيقاع الطلاق، الفصل الأول: ۱/۳۵۵،رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التى تحيض ثلاثة قروء: أى حيض،لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق،باب العدة: ۱/۴٦٦،دار أحياء التراث العربى بيروت)

(۳) "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ،فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً ، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونها زنا، كما فى القنية وغيرها". (ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب العدة،مطلب فى النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱٦،سعيد)

(۴،۵) "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته،فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ؛لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة ، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونها زنا، كما فى القنية وغيرها "(رد المحتار، كتاب الطلاق ، باب العدة ، مطلب فى النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱٦،سعيد)

اگر حیض آنے سے پہلے حمل ہوگیا تو عدت وضع حمل ہے، وضع حمل کے بعد نکاح ہونا چاہیے۔ "وعدة الحامل وضع الحمل مطلقاً". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴٦٦،دار إحياء التراث العربى بيروت)

مطلقہ کا نکاح بلا عدت:

السوال: ماقولكم رحمكم الله:إن الرجل طلق امرأته طلاقاً ثلاثاً، وتزوجت برجل آخر بلا انقضاء العدة بدليل أن الطلاق وقع بعد العقد قبل الزفاف، والحضار عند عقد الثانى يسئلونهما عن الدخول الآن، فيقول الزوج الأول بالحلف:إن الخلوة الصحيحة وقعت بيننا بلا مانع، وتقول المرأة: إن الزوج الأول جامعني، ويقولان: إن سكوتنا عن هذا الأمر عند العقد الثانى لعدم العلم، فالمطلوب أن عقد الثانى صحيح أم باطل ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

العقد الثانى ليس بصحيح، فعلى الثانى أن يفارقها، وعليها أن تعتد للأول، والجهل ليس بعذر بينهما، إلا أن حد الزنا لا يجب لعدم العلم بالمسئلة:"أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنهاللغير، ويجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كذا فى القنية وغيرها، آه". (ردالمحتار: ۹۳۸/۲)(۱)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (هندية)(۲)وبعد مضى العدة لا يكفى العقد السابق بل يجب العقد الجديد. فقط والله سبحانه تعالىٰ اعلم.

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶۱/۲/۷ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مظاہر علوم۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۰/۱۱)

مطلقہ بائنہ کا عدت میں نکاحِ ثانی:

سوال: عورت موطوءَ جس کو طلاق بائن دی گئی ہے، کسی اور شخص سے عدت کے اندر نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ بشرط اثبات صحبت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

ایسا نکاح کرنا حرام ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۱/۱۱)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة مطلب فى النكاح الفاسد والباطل : ۵۱۶/۳، سعيد

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه

(۳) "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ،فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ؛لأنه لم يقل أحد بجوازه، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة،ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا،كما فى القنية وغيرها". (رد المحتار ، كتاب الطلاق ، باب المهر ، مطلب فى النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعيد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ الهندية ،كتاب النكاح،الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

دوران عدت نکاح کی خاص صورت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ کو طلاق دے دی، بعد از طلاق پانچ یوم بعد قبل انقضاء عدت ہندہ نے عمرو سے نکاح کرلیا، دس برس تک عمرو کے گھر میں اسی نکاح سے یعنی جو کہ قبل از انقضاء عدت ہوا تھا رہی۔ عمرو کو لوگ کہتے رہے کہ تو عدت گزار کر نکاح پھر کر لے، عمرو نے دس برس بعد ایک روز بیٹھے بیٹھے نکاح پھر کرلیا اور پھر وہ باہمی نکاح کرنا چاہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمرو نے جو نکاح دس برس بعد کیا تھا، اس میں بھی طلاق کی عدت گزارنی چاہیے تھی، بعدہ نکاح کرنا چاہیے تھا، انہوں نے ایسا نہیں کیا، لہٰذا بعد از طلاق بلا حلالہ نکاح عمرو کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اب دریافت طلب صرف یہ امر ہے کہ ہندہ کا نکاح عمرو سے بلا حلالہ ہوسکتا ہے، یا حلالہ کرنے کے بعد ہوسکتا ہے، جواب باصواب دیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں دوبارہ جو نکاح کیا گیا تھا، وہ صحیح ہوگیا تھا؛ اس لیے اس کے بعد تین طلاق دینے سے حرمت مغلظہ ہوگئی، اب بدون حلالہ عمرو سے نکاح نہیں ہوسکتا، جو لوگ یہ کہتے ہین کہ دس سال کے بعد جو نکاح کیا گیا، اس میں بھی عدت طلاق لازم تھی (یعنی عورت کو زوج ثانی کے جدا کر دینے اور تفریق کے بعد عدت گزرنے پر نکاح کیا جاتا، تب صحیح ہوسکتا تھا) ان کا یہ قول تو وقت طلاق سے تین حیض آنے تک ختم ہوجاتا ہے، البتہ بعض صورتوں میں خود اس نکاح فاسد کی وجہ سے دوسرے شخص کے لیے عدت واجب ہوتی ہے؛ یعنی دوسرا کوئی شخص نکاح کرنا چاہے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بدون تفریق اور تفریق کے بعد عدت گزرے بغیر نکاح کرے اور اگر خود وہی شخص نکاح کرے کہ جس نے عدت سابق میں نکاح کیا تھا تو اس کے لیے اس نکاح فاسد کی وجہ سے عدت واجب نہیں ہے۔

قال الشامي: فلو كانت وطئت بعد حيضة من الأولٰى فعليها حيضتان تكملة للأولٰى وتحتسب بهما من عدة الثاني فإذا حاضت واحدة بعد ذلك تمت الثانية أيضاً، نهر، وهٰذا إذا كان بعد التفريق بينها وبين الواطي الثاني أما إذا حاضت حيضة قبله فهي من عدة الأول خاصة وتمامه في البحر عن الجوهرة. (۱۰۰۲/۲)(۱) **وفي الصفحة الآتية: وإذا تمت عدة الأول حل للثاني أن يتزوجها لا لغيره ما لم يتم عدة الثاني بثلاث حيض من التفريق.**

وفيه أيضاً (۵۷۵/۲) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً وبعد سطر وعلٰى هٰذا فيقيد قول البحر هنا (أي في وجوب العدة. منه) ونكاح المعتدة بما إذا لم يعلم بأنها معتدة، إلخ.

کتبہ الاحقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ، جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۸۱/۳)

---

(۱) ردالمحتار، مطلب في وطء المعتدة بشبهة: ۵۱۹/۳، دار الفكر بيروت، انيس

دوران عدت نکاح کی خاص صورت کا حکم:

سوال: عرض ہے کہ ایک لڑکی کا نکاح گیارہ سال کی عمر میں نابالغی کی حالت میں ہوااور رواجاً خاوند کے مکان پر بھیجی گئی، بعد یک شب کے واپس بلالی گئی اور خاوند کے ساتھ تنہا رہنے کا اتفاق ہوا، ممکن ہے کہ صحبت ہوئی ہو؛ لیکن لڑکی نابالغ تھی، پھر دوبارہ کبھی خاوند کے مکان پر نہیں گئی، باہمی تکرار کی وجہ سے اور چار سال ماں باپ کے مکان پر ہی نکل گئے، آئندہ اتفاق کی صورت نظر نہ آنے کی وجہ سے چار سال بعد جب کہ لڑکی بالغہ ہو چکی تھی اور عمر بھی پندرہ سال کی ہو چکی تھی، خاوند نے طلاق دے دی طلاق دینے کے بعد ایک ماہ چار دن کے لڑکی نے دوسرا نکاح کرلیا، نکاح سے پہلے تحقیقات کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ خاوند سابقہ کے یہاں جو شب کو رہی تھی، خاوند سے علاحدہ رکھی گئی تھی، اس پر علماء نے بلا عدت نکاح کا حکم دے دیا، نکاح ثانی ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ خاوند سابقہ سے صحبت، یا خلوت کا اتفاق رہا، اب اس صورت میں جب کہ طلاق کے ایک ماہ اور چار دن بعد بلا عدت پورے کئے ناواقفی کی وجہ سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں اور اگر نکاح ناجائز ہوا تو عدت کب سے شمار کی جاوے۔ تاریخ طلاق سے جو کہ اگلے خاوند نے دی تھی، یا جب سے صحبت کا ہونا، اگلے خاوند سے معلوم ہوا تھا، اس وقت سے کیوں کہ طلاق سے ایک ماہ چار دن بعد تو نکاح ہوا اور نکاح ہونے کو پندرہ روز ہوئے کل ایک ماہ انیس دن ہو چکے ہیں، یہ عدت میں شمار کئے جائیں گے، یا کیا؟ اور ایام عدت میں موجودہ خاوند سے عورت علاحدہ رہے، یا کیا بعد طلاق لڑکی کو ایک مرتبہ حیض بھی پچیس یوم کے بعد آیا۔ فقط جواب سے جلد مطلع فرمایا جاوے؟

تنقیح:

اس سوال کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں، ان کا جواب آنے کے بعد ان شاء اللہ حکم شرعی لکھا جائے گا۔

(۱) دوسرے خاوند سے قبل خلوت وصحبت کی تحقیق کس کس سے کی گئی تھی؟

(۲) اور اب کون کون صحبت کو بیان کرتا ہے، اگر پہلے اس لڑکی، یا زوج سابق نے انکار کیا تھا اور اب وہی اقرار کرتے ہیں تو انکار سابق کی وجہ کیا بیان کرتے ہیں۔

(۳) اگر لڑکی اور زوج سابق خلوت اور صحبت کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں تو یہ بھی لکھا جاوے کہ دوسرے گھر والے کیا کہتے ہیں؟

(۴) دوسرے خاوند سے اب تک صحبت، یا خلوت ہوئی، نہیں؟

(۵) اگر ہوئی تو زوج سابق سے صحبت کا علم ہونے کے قبل، یا بعد؟

تمام واقعات اور بیانات مع اس سوال و تنقیح کے واپس کیا جاوے۔ فقط

۲۰/ربیع الاولی ۱۳۴۸ھ

جواب تنقیح:

(۱) لڑکی کے والدین سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ سابق خاوند سے خلوت کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔

(۲) دوسرا نکاح ہونے کے بعد خود لڑکی نے دریافت کرنے پر اقرار کیا کہ سابق خاوند سے مجھے خلوت صحبت دونوں کا اتفاق ہوا، یہ اتفاق سابق کرنے پر اقرار کیا کہ سابق خاوند سے مجھے خلوت اور صحبت دونوں کا اتفاق ہوا، یہ اتفاق سابق شادی کے دن صرف دو تین گھنٹہ کے لیے اس کے بعد میں پھر سابق خاوند سے ملنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔

الجواب

فی الشامی تحت قول الدر: (والمرئی)من الحیض(منها): وهٰذا إذا کان بعد التفریق بینهما وبین الواطی الثانی أما إذا حاضت حیضة قبله فهی من عدة الأول خاصة وتمامه فی البحر من الجوهرة (إلٰی أن قال) وفی البحر عن الخانیة: وإذا تمت عدة الأول حل للثانی أن یتزوجها لا لغیره ما لم تتم عدة الثانی بثلاث حیض من التفریق، (۱) وهٰکذا فی العالمغیریة إلاأنه لم یذکر حکم الحیض قبل التفریق واللّٰه أعلم بالصواب

احقر عبدالکریم عفا عنہ، ۱۶ ربیع الثانیہ ۱۳۴۸ھ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ۔ (امداد الاحکام: ۳/۲۸۴)

اقرار نامہ کے خلاف ورزی کی صورت میں بیوی کے نکاح ثانی کی ایک صورت:

سوال: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے خاوند سے ناراض ہوکر اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد شوہر نے رضا مندی کے ساتھ حسب ذیل اقرار نامہ تحریر کیا۔ اس میں مبلغ چھ روپیہ ماہوار دینے قرار پائے، جب کہ شوہر نے تقریباً آٹھ ماہ تک کچھ نہیں دیا تو زوجہ نے اس کے بعد اس اقرار نامہ کی رو سے اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر شوہر مذکور کی زندگی میں دوسرا نکاح کرلیا اور کئی سال اس کے گھر میں رہی؛ مگر کسی نے زوج سے اس رقم کا مطالبہ بھی نہیں کیا، جو اس نے اپنے ذمہ مقرر کر لی تھی، لہٰذا یہ عقد جائز ہوا، یا نہیں؟

نقل اقرار نامہ:

منکہ حفیظ ولد نبی بخش قوم شیخ ساکن گوٹمکیٹر کا ہوں، جو کہ نان نفقہ کے مبلغ چھ روپیہ ماہوار دینے قرار پائے، اس کے ادا کرنے میں مجھ کو کسی وقت کوئی عذر نہ ہوگا اور مبلغ دو روپیہ ماہوار بچوں کے کپڑوں وغیرہ کے صرف کے واسطے میں نے مقرر کر دیئے ہیں، جو میں اس اقرار سے کسی قسم کا کوئی عذر کروں تو مع بی بی بچوں کے بالکل قطعی دست بردار ہوں گا، لہٰذا چند کلمے بطریق اقرار نامہ کے لکھ دئے کہ سند ہوں اور بوقت ضرورت کام آویں۔ فقط

---

(۱) ردالمحتار، مطلب فی وطء المعتدة بشبهة: ۳/۵۱۹، دارالفکر بیروت، انیس

تنقیح:

اقرار نامہ جو یہ لکھا ہے کہ اس کے ادا کرنے میں مجھ کو کسی وقت عذر نہ ہوگا۔ اس کے متعلق وہاں کے سمجھ دار محاورہ شناس لوگوں سے دریافت کرکے لکھا جاوے کہ وہاں کے لوگ اس کا مطلب یہ سمجھے ہیں کہ میں خود رقم مقررہ دے دیا کروں گا، یا یہ مطلب ہے کہ جب مانگا کرے گی، جب ادا کرنے میں عذر اور حیلہ بہانہ نہ کروں گا۔

جواب تنقیح:

اس عبارت کا محاورہ میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ بلا مطالبہ رقم معینہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔

الجواب ـــ

اگر جواب تنقیح کے موافق اس عبارت کا یہی مطلب متعین ہو کہ بلا مطالبہ ادا کرتا رہوں گا اور وہاں کے لوگوں کو سن کر اس کے خلاف کا شبہ نہ ہوتا تو طلاق واقع ہوچکی ہے اور زوج ثانی کا نکاح صحیح ہوگیا، بشرطیکہ عدت کے بعد ہوا ہو اور اگر اس عبارت میں یہ شبہ بھی ہوتا ہو کہ مطالبہ کرنے پر رقم معینہ ادا کروں گا تو طلاق واقع نہیں ہوئی اور نکاح باطل ہے، کما ہو الظاہر؛ لیکن بہر حال زوج ثانی پر مہر واجب ہے، صحت نکاح کی صورت میں تو مہر مقررہ اور فساد نکاح کی صورت میں مہر مثل اور مہر مقررہ دونوں میں سے جو کم ہو وہ واجب ہے؛ کیوں کہ ہمبستری کے بعد نکاح فاسد میں بھی مہر واجب ہوتا ہے۔

فی العالمغیریة (۲/۴۰): وإن کان قد دخل بها فلها الأقل مما سمی لها ومن مهر مثلها إن کان ثمة مسمی.(۱)**فقط واللّٰہ أعلم**

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ، مورخہ ۲/ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ (برضمیمہ، ص:۴۴) (امداد الاحکام: ۳/۲۸۵)

مزنیہ منکوحہ سے زانی کا بلا عدت نکاح:

سوال: ایک شخص کسی دوسرے کی عورت کو لاتا ہے، چار پانچ سال اپنے گھر رکھتا ہے، اس سے بچے بھی پیدا ہوگئے، اب اس کو طلاق بھی ہوگئی تو کیا اب بغیر توبہ واستغفار وعدت اس زانیہ مطلقہ سے اس زانی کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ بغیر عدت کے نکاح ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جس طرح زنا کرنا حرام ہے، اسی طرح طلاق کے بعد عدت میں نکاح کرنا بھی حرام ہے، اگرچہ وہ عورت اپنے شوہر سے کتنی ہی مدت سے الگ اور زنا میں مبتلا ہو، ایسی ہٹ بہت خطرناک ہے، اس کو لازم ہے کہ اس عورت کو فوراً

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۱/۳۳۰، دار الفکر بیروت، انیس

جدا کر دے اور توبہ واستغفار کرے۔(۱) جب طلاق کے بعد عدت تین ماہواری ختم ہو جائے؛ تب اس سے نکاح کرے، ورنہ سخت قہر میں گرفتار ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۱۵۲/۱۱)

زانیہ بیوی کا بغیر طلاق کے زانی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے شادی کی اور شادی کے چند دن بعد معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے، اب لڑکی بھی زید کو نہیں چاہتی، وہ اپنے پہلے والے لڑکے کی خواہشمند ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ اور لڑکی ہر وقت بداخلاقی سے بات کرتی اور جھگڑتی رہتی ہے۔

(المستفتی: نسیم احمد، محلہ اڑپورہ، کٹگھر، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زید کا نکاح زانیہ حاملہ عورت کے ساتھ ہو چکا ہے؛ لیکن پیدائش سے پہلے اس کے ساتھ ہمبستری کرنا زید کے لیے جائز نہیں ہے اور زید سے طلاق حاصل کئے بغیر زانی کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوگا۔

صح نكاح حبلٰى من زنا... وإن حرم وطؤها حتٰى تضع. (الدر المختار، كراتشي: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤، ١٤٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴ر شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۷/۷۸۷۶) (فتاوی قاسمیہ:۴۸۷/۱۳)

حمل کی حالت میں طلاق کے بغیر دوسرے سے نکاح اور بچہ کا ثبوت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ معتصم بن عبدالغفور کا نکاح لحاظاً بنت عنایت علی سے ہوا اور وہ امید سے ہوگئی، اس کے تین ماہ بعد لحاظا کا نکاح بغیر طلاق کے بشارت بن عبدالودود سے ہوگیا، اب اس لڑکی سے پیدا ہونے والا لڑکا ہے اور اتفاق کہ معتصم اور بشارت دونوں کا انتقال ہوگیا ہے، اب موجودہ بچہ کا نسب کون سے شوہر سے جڑے گا اور ترکہ دونوں سے ملے گا، یا کسی ایک سے؟

(المستفتی: محمد عمران، تنکار، بھاگل پور، بہار)

---

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ٢٨٠/١، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ٢٢٨)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات تيربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ٤٦٤/١، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ٢٣٥)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ میں جو شکل لکھی گئی ہے، اس میں لحاظاً بنت عنایت علی کا نکاح محمد معتصم بن عبدالغفور کے ساتھ صحیح ہو گیا اور اس سے طلاق لیے بغیر بشارت ابن عبدالودود کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے، وہ درست نہیں ہوا، بشارت کے ساتھ بدکاری ہوئی ہے اور لحاظاً سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے، وہ معتصم ہی کا ہے، بشارت کا نہیں ہے اور آگے سلسلہ نسب اور وراثت وغیرہ کی بات معتصم ہی کے ساتھ جاری ہوگی۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبهات، النسخة الهندية: ۲۷۶/۱، رقم: ۲۰۰۷، ف: ۲۰۵۳)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً؛ ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى. (شامی، کراتشی: ۵۱۶/۳، ۱۳۲/۳، زکریا: ۲۷۴/۴، ۱۹۷/۵، البحر الرائق، زکریا: ۲۴۲/۴، کوئٹہ: ۱۴۴/۴)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳۴۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۷/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۹۳۹/۳۸) (فتاوی قاسمیہ: ۵۱۰/۱۳، ۵۱۱)

عورت سے عدت میں نکاح کرنا حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک خاتون کا کسی شخص سے نکاح ہوا۔ رخصتی بعد میں طے تھی۔ نکاح کے آٹھ ماہ گزرنے پر مذکورہ شخص کا انتقال ہو گیا۔ شوہر کی وفات کے تین ماہ، چھ دن گزرنے پر مذکورہ خاتون نے اس کے بھائی سے نکاح کرلیا۔ اب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ کیا اس کو از سرِ نو عدت گزارنی ہوگی، یا صرف بقیہ ایام پورے کرنے ہوں گے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اس عورت پر چار ماہ، دس دن عدت لازم ہو جاتی ہے، چاہے رخصتی ہوئی ہو، یا نہیں؟ دورانِ عدت اس عوررت سے نکاح کرنا حرام ہے۔

اگر کوئی شخص مذکورہ عورت سے نکاح کر لیتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ وہ عورت عدت میں ہے اور عدت میں نکاح کرنا حرام ہے تو اس صورت میں اس شخص کا اس عورت کے ساتھ نکاح باطل اور ازدواجی تعلق زنا ہوں گے؛ کیوں کہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔ عورت کو پہلی عدت کے بقیہ ایام پورے کرنے ہوں گے، البتہ اگر کسی کو شبہ ہو گیا اور وہ یہ سمجھا کہ مذکورہ عورت سے نکاح جائز ہے تو اس صورت میں نکاح فاسد ہوگا، اس میں بھی وطی حرام ہے اور اس نکاح کو فوراً ختم کرنا ہوگا، جس کی صورت یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی فسخ کے الفاظ کہہ دے (میں یہ عقد فسخ کرتا/کرتی

ہوں) یا لڑکا متارکت کے الفاظ کہہ دے (میں تجھے چھوڑتا ہوں وغیرہ) تو یہ عقد ختم ہو جائے گا۔ اب وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوں گے۔ اس صورت میں اگر اس نکاح فاسد کے بعد وطی ہوگئی تھی تو عورت عدت کے تین حیض گزارے گی، ورنہ صرف پہلی عدت کے بقیہ ایام پورے کرے گی۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر دوسرے بھائی کو شبہ ہوا اور اس نے یہ سمجھ کر نکاح کرلیا کہ چوں کہ رخصتی نہیں ہوئی تھی، لہٰذا عورت پر عدت بھی نہیں ہے تو یہ نکاح فاسد ہوگا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے فوراً جدا ہو جائیں۔ عورت تین ماہواریاں عدت میں گزارے گی۔ اگر کوئی شبہ نہیں ہوا؛ بلکہ یہ معلوم تھا کہ مرحوم بھائی کی بیوہ عدت میں ہے اور عدت میں نکاح کرنا حرام ہے تو یہ نکاح باطل ہوگا اور ازدواجی تعلق زنا ہوگا، اس صورت میں تین ماہ، چھ دن اور اس کے بعد نکاح کے ایام ملا کر اگر عدت مکمل نہیں ہوئی تو بقیہ عدت مکمل کرنا ہوگی اور اگر عدت کے دن (چار ماہ دس دن) مکمل ہو گئے ہوں تو عورت کے ذمہ کوئی عدت نہیں۔

لما فی الهندية (۵۳۳/۱، الباب الثالث عشر فی العدة): لو تزوجت فی عدة الوفاة فدخل بها الثانی ففرق بينهما فعليها بقية عدتها من الأول تمام أربعة أشهر وعشر وعليها ثلاث حيض من الآخر ويحتسب بما حاضت بعد التفريق من عدة الوفاة كذا فی معراج الدراية.

و فی الشامية (۵۱۶/۳، مطلب فی النكاح الفاسد والباطل): (قوله: فلا عدة فی باطل) فيه أن لا فرق بين الفاسد والباطل فی النكاح بخلاف البيع كما فی نكاح الفتح والمنظومة المحبية لكن فی البحر عن المجتبى كل نكاح اختلف العلماء فی جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فی العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونها زنا كما فی القنية وغيرها، اهـ. (نجم الفتاویٰ: ۲۷۴/۴، ۲۷۵)

مطلقہ ثلاثہ سے اس کی عدت میں نکاح اور نسب کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، ابھی وہ عدت میں ہے اور اسے ایک یا دو حیض آچکے ہیں اس کے بعد عدت ہی کے اندر جان بوجھ کر کے دوسرے مرد نے اس سے نکاح کرلیا، ایسی صورت میں آپ لکھیں گے کہ نکاح باطل ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک یا دو حیض گزرنے کے بعد پہلی رات میں استقرار حمل ہوگیا اور بچہ بھی پیدا ہوگیا تو اس بچہ کا نسب پہلے شوہر سے ثابت ہوگا، جس کی عدت میں ہے، یا دوسرے مرد سے، یا کیا حکم ہے؟ اور اب احساس پیدا ہوا کہ جائز طریقے سے نکاح ہو جانا چاہیے، اب جائز طریقے پر نکاح کی کیا صورت ہوگی؟ وضع حمل کے بعد دوبارہ عدت گزارنی ہوگا، یا فوراً نکاح جائز ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــ وبالله التوفيق

طلاق مغلظہ کی عدت میں ایک یا دو حیض گزرنے کے بعد دوسرے مرد نے جان بوجھ کر اس سے نکاح کیا اور استقرار حمل ہوگیا تو اس بچہ کا نسب نہ تو دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا؛ کیوں کہ نکاح باطل ہے اور نکاح باطل میں احکام نکاح مثلاً مہر ونسب وغیرہ ثابت نہیں ہوتے اور نہ ہی پہلے شوہر سے ان بچوں کا نسب ثابت ہوگا؛ کیوں کہ عدت میں حیض آنے کی وجہ سے استبراء رحم ہو چکا ہے اور اب دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کا جائز طریقہ وضع حمل کے فوراً بعد کا ہے دوبارہ عدت کا گزارنا لازم نہ ہوگا۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، كراتشي: ١٣٢/٣، ٥١٦، البحر الرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤)

الظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه، ولذا لا يثبت النسب. (شامي، زكريا: ٢٧٤/٤، كراتشي: ١٣٢/٣)

أما إذا لم تكن هناك شبهة تسقط الحد، بأن كان عالماً بالحرمة فلا يلحق به الولد عند الجمهور وكذلك عند بعض مشائخ الحنفية؛ لأنه حيث وجب الحد فلا يثبت النسب. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ١٢٤/٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۳۸۳/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۴۸۳/۱۳، ۴۸۴) ☆

☆ مطلقہ ثلاثہ سے اس کی عدت میں نکاح کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میری موجودہ بیوی کو ان کے پہلے خاوند نے تین طلاقیں دی تھیں، جس کے بعد ان کی عدت گزرنے سے پہلے پہلے میرے ساتھ ان کا نکاح ہوا ہے اور نکاح کے بعد ہی میں فوراً اپنے کورس پر چلا گیا۔ واضح رہے کہ میرے کورس پر جانے اور گھر واپس آنے کے درمیان تین مہینے گزر گئے ہیں اور اس درمیان ہمبستری کا موقع تک نہیں ملا اور اب اس عورت کا پہلا خاوند یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ تم ان کو طلاق دے دو؛ کیوں کہ تمہارے ساتھ جو ان کا نکاح کرایا تھا، وہ حلالہ کے لیے تھا، جب کہ وہ عورت اس بات پر راضی نہیں ہے اور وہ ان کے پاس واپس جانا نہیں چاہتی۔ اب مفتی صاحب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا میرا نکاح اس عورت کے ساتھ ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا ہے تو کیا میں اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہوں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ میں نے جو اس عورت سے عدت گزرنے سے پہلے نکاح کیا ہے، اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب ــــــــــ بعون الملك الوهاب

دورانِ عدت کسی عورت سے نکاح کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، چناں چہ صورت مسئولہ میں آپ نے جس اجنبیہ عورت سے دورانِ عدت نکاح کیا ہے، وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، البتہ عدت گزرنے کے بعد اگر آپ اس عورت سے نکاح کرنا چاہیں تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا۔ نیز چوں کہ آپ نے دورانِ عدت اس اجنبیہ عورت سے نکاح کیا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے خوب توبہ واستغفار بھی کریں۔ نیز عدت میں کیا گیا نکاح جب صحیح نہ ہوا تو یہ پہلے شوہر کے لیے حلالہ شمار نہ ہوگا؛ کیوں کہ حلالہ کے لیے نکاح صحیح مع دخول کے ضروری ہے، لہٰذا یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہے۔ ==

دوران عدت دوسرے سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، بیوی ابھی عدت میں تھی تقریباً ایک یا دو حیض گزرنے کے بعد اس نے جان بوجھ کر دوسرے مرد سے شادی کر لی تو ایسی صورت میں یہ نکاح باطل ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ پہلی ہی رات میں استقرار حمل ہو گیا تو اس بچہ کا نسب پہلے مرد سے ثابت ہوگا، یا دوسرے سے جب کہ اسی حمل سے یہ بچہ پیدا ہوا۔ اب احساس ہوا کہ جائز طریقہ سے نکاح ہونا چاہئے، تو کیا اب نکاح کرنے کے لیے دوبارہ عدت گزارنی ہوگی، یا وضع حمل کے فوراً بعد نکاح جائز ہے؟ (المستفتی: عبداللہ)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اس بچہ کا نسب نہ پہلے شوہر سے ثابت ہوگا اور نہ ہی دوسرے سے ثابت ہوگا، اس بچہ کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا، پہلے شوہر سے نسب ثابت اس لیے نہ ہوگا کہ شوہر ثانی نے ایک، یا دو حیض گزرنے کے بعد اس سے نکاح کیا ہے اور حیض کا آنا رحم کے خالی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے شوہر سے اس لیے ثابت نہ ہوگا کہ یہ نکاح باطل ہے اور نکاح باطل میں نسب کا ثبوت نہیں ہوتا اور وضع حمل کے بعد عدت پوری ہوگئی ہے، صحیح طریقہ سے نکاح کرنے کے لیے دوبارہ عدت گزارنا لازم نہیں، لہٰذا فوراً نکاح کرنا جائز ہے۔

أما منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً قال فعلٰى هٰذا يفرق بين فساده و باطله فى العدة؛ ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنىٰ. (شامی، زکریا: ۲۷۴/۴، کراتشی: ۱۳۲/۳، زکریا: ۱۹۷/۵، کراتشی: ۵۱۶/۳، البحر الرائق، زکریا: ۲۴۲/۴، کوئٹہ: ۱۴۴/۴)

والظاهر أن المراد بالباطل ماوجوده كعدمه ولذا لا يثبت النسب ولا العدة فى نكاح المحارم أيضاً. (شامی، زکریا: ۲۷۴/۴، کراتشی: ۱۳۲/۳)

أما إذا لم تكن هناك شبهة تسقط الحد بأن كان عالما بالحرمة فلا يلحق به الولد عند الجمهور، وكذلك عند بعض مشائخ الحنفية؛ لأنه حيث وجب الحد فلا يثبت النسب. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۱۲۴/۸)

== لمافى القرآن الكريم (البقرة: ۲۳۵) ﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ﴾

وفى الهندية (۵۳۴/۱): لا يجوز للأجنبى خطبة المعتدة صريحا سواء كانت مطلقة أو متوفى عنها زوجها، كذا فى البدائع.

وفى الشامية (۱۳۲/۳): أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا قال فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى كما فى القنية وغيرها، آه. (نجم الفتاویٰ: ۲۷۳/۴، ۲۷۴)

الحيضة الواحدة: لتعريف براءة الرحم، والثانية: لحرمة النكاح، والثالثة: لفضيلة الحرية. (مبسوط، دارالكتب العلمية بيروت:٦/٤٢)

أى عدة هولاء ثلاث حيض فى الحرة التى تحيض وإنما كان كذلك لأنها وجبت لتعرف براءة الرحم لالقضاء حق النكاح. (البحرالرائق، زكريا: ٤/٢٣٥، كوئٹه: ٤/١٣٨)

العدة لاتجب إلا فى نكاح صحيح، كذا فى السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، زكريا ديوبند: ١/٥٢٨، جديد: ١/٥٨٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۳۸۵) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۱۶، ۵۱۷)

مطلقہ کا عدت کی تکمیل سے قبل دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت کو تین طلاق دیدی گئی اور دوسرے ہی دن اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے پڑھا دیا گیا، وہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: عبدالصمد قاسمی، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عدت پوری ہونے سے قبل جو نکاح ہوا ہے، وہ شرعاً باطل ہوا ہے، اس نکاح سے وہ عورت اس دوسرے شخص کی بیوی نہیں ہوئی، ان کا ایک ساتھ رہنا حرام کاری ہوگی۔

﴿**وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ**﴾ (البقرة: ٢٣٥)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته... لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً. (شامى، كراتشى: ٣/١٣٢، ٥١٦، زكريا: ٤/٢٧٤، ٥/١٩٧، البحرالرائق، كوئٹه: ٤/١٤٤، زكريا: ٤/٢٤٢)

ومنه أن لا تكون معتدة الغير. (بدائع الصنائع، كراتشى: ٢/٢٦٨، زكريا: ٢/٥٤٩، دارالكتب العلمية بيروت: ٣/٤٥١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/صفر المظفر ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۱/۳۸۸۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۲/۱۴۱۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۱۷، ۵۱۸)

کیا مطلقہ دوران عدت نکاح کر سکتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے اور تقریباً دس گیارہ دن گزر گئے ہیں تو اس اثناء عدت میں وہ عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد ابراہیم شاہ، پیپت پور، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

پوری عدت تین حیض گذرنے سے پہلے دوسرے مرد سے نکاح شرعاً جائز نہیں ہے، اگر نکاح کیا جائے تو وہ شرعاً صحیح نہیں ہوگا اور یہ دونوں میاں بیوی نہیں کہلائیں گے۔

أما نكاح الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنها لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً. (شامي، كراتشي: ٥١٦/١٣٢٣/٣،زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، البحر الرائق، كوئٹه: ١٤٤/٤، زكريا: ٢٤٢/٤، هٰكذا في البدائع، كراتشي: ٢٦٨/٢، زكريا: ٥٤٩/٢، دار الكتب العلمية بيروت: ٢٨٩/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۵؍۱۸۱۲) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳؍۵۱۹، ۵۲۰)

طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوانے سے طلاق اور عدت کے اندر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا نواب جان جو کہ بالغ ہے، جس کے والدین نہایت شریف ہیں لڑکا بے نمازی بے ادب بدتمیز ہے ناکارہ ہے، آئے دن اس کی یہ شکایتیں ملتی ہیں کہ اس نے فلاں کی لڑکی کو پکڑلیا، عزت دار ماں باپ نے کئی جگہ سے رشتہ چلانے کی کوشش کی؛ لیکن درمیانی لوگوں نے رشتہ نہیں ہونے دیا، مجبوراً ایک ایسی لڑکی سے جس کے ماں باپ نہایت غریب ہیں اور یہ لڑکی ایک سال سے چھوٹی ہوئی ہے، اپنے والدین کے گھر پر تھی لڑکی اور لڑکے کے والدین نے آپس میں مشورہ کر کے پہلے شوہر کا انگوٹھا لے کر لڑکی کو آزاد کرالیا اور مجبوری کے تحت ایک ماہ گیارہ دن کے بعد دوسرے لڑکے نواب جان سے نکاح کر دیا، حالات کی مجبوری کو سامنے رکھتے ہوئے کیا یہ نکاح درست ہے؟ اور اس نکاح میں شامل ہونے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

(المستفتی: قمر الدین، کندرکی، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

انگوٹھا لگانے کا مطلب اگر طلاق دلوانا ہے اور زبانی، یا تحریری طلاق ہی دینا مراد ہے تو اگر چہ شوہر سے طلاق ہوگئی ہے؛ مگر ایک ماہ گیارہ دن میں عدت پوری نہیں ہوسکتی؛ اس لیے دوسرا نکاح جو نواب جان کے ساتھ ہوا ہے، وہ شرعی طور پر نہیں ہوا ہے دونوں میں فوراً علاحدگی لازم ہے، وہ نواب جان کی بیوی نہیں ہوئی۔

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى. (شامي، كراتشي: ٥١٦/٣، ١٣٢/٣، زكريا: ٢٧٤/٤، ١٩٧/٥، البحر الرائق، زكريا: ٢٤٢/٤، كوئٹه: ١٤٤/٤)

اور جو لوگ اس دوسرے نکاح میں شریک ہوئے ہیں، ان کو توبہ کر لینی چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲؍۴۸۰۷) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳؍۵۲۸، ۵۲۹)

عدت میں نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں:

سوال: عدت طلاق، یا عدت وفات ختم ہونے سے پہلے ایک شخص نے اس لیے نکاح کیا کہ عدت کے بعد دوسرے سے نکاح نہ کر سکے۔ صحبت نہیں کی تو یہ نکاح معتبر ہے، یا نہیں کہ بعد عدت دوبارہ نکاح کرے؟ عدت کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ یا اسی کے ساتھ رہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

عدت میں کیا ہوا نکاح معتبر نہیں، عدت میں نکاح کرنا حرام ہے۔ عدت کے بعد عورت راضی ہو تو دوبارہ نکاح کر لے۔ عدت میں کئے ہوئے نکاح سے عورت بیوی نہ ہوگی اور ناکح اس کا حق دار نہیں، عورت اس کو چھوڑ کر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

"وفيه إشارة إلٰى أنه ليس أحق بها من غيره، بل هو خاطب من الخطاب، فتنكح من شائت". (التعليق الممجد، ص: ۱۹۳، باب المرأة تزوج فى عدتها) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ــــ) ☆

عدت میں کئے گئے نکاح کی عدت کا حکم:

سوال: عدت کے اندر نکاح کرنا کیسا ہے؟ ایک مطلقہ عورت نے عدت کے اندر کسی دوسرے آدمی سے نکاح کیا؛ یعنی دو حیض گزر گئے تھے، تیسرا حیض ابھی باقی تھا کہ اس نے نکاح کیا اور دوسرے آدمی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت عدت کے اندر ہے، اب دوسرے شوہر نے بھی طلاق دے دی تو پوچھنا یہ ہے کہ اس عورت پر نکاح ثانی کی عدت واجب ہے، یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو پہلی عدت کے ساتھ تداخل ہوگا، یا نہیں؟ یعنی تیسرا حیض صرف عدت اول میں شمار کیا جائے گا، یا دونوں میں شمار ہوگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) دورانِ عدت نکاح کرنا ناجائز ہے۔

☆ **مطلقہ عدت میں دوسرا نکاح کرے تو معتبر ہے، یا نہیں:**

سوال: ایک عورت کو طلاق ہوئی۔ اس نے ایک حیض کے بعد (عدت کے اندر) دوسرے سے نکاح کر لیا؛ لیکن جماعت نے اس کو جدا کر دیا کہ عدت کے اندر نکاح معتبر نہیں۔ اب دریافت کرنا یہ ہے کہ دوسرے دو حیض گزرنے پر دہ نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

دو (۲) حیض گزرنے پر نہیں؛ بلکہ عدت از سر نو شروع ہوگئی اور تین حیض گزر جائیں گے، تب عدت ختم ہوگی۔

درمختار میں ہے:

"وإذا وطئت المعتدة بشبهة وجبت عدةً أخرىٰ لتجدد السبب وتداخلتا". (شامی: ۸۳۸-۸۳۷/۲، باب العدة) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ــــــــ)

(۲) صورت مسئولہ میں دوسری عدت بھی واجب ہوگی اور دونوں عدتوں کا آپس میں تداخل ہوگا؛ یعنی مرد نے جس تیسرے حیض میں نکاح کیا تھا، اس حیض کے ختم ہونے پر پہلے شوہر کی عدت ختم ہوجائے گی اور یہ تیسرا حیض دوسرے شوہر کی عدت کا بھی پہلا حیض شمار ہوگا؛ یعنی تیسرا حیض دونوں عدتوں میں سے شمار ہوگا اور اس حیض کے گزر جانے کے بعد عورت دو حیض اور گزارے گی، اس کے بعد عورت کی عدت مکمل ہوجائے گی۔

لمافي الهندية (۵۳۲/۱): العدتان تنقضيان بمدةواحدةعندنا كانتا من جنس واحد أو من جنسين صورة الأولى المطلقةإذاحاضت حيضة ثم تزوجت بزوج آخر ووطئها الثاني وفرق بينهما وحاضت حيضتين بعدالتفريق كان لهذاالزوج الثاني أن يتزوجها لانقضاء عدة الأول.

وفي الدر المختار (۵۱۸/۳): (وإذا وطئت المعتدة بشبهة)ولو من المطلق (وجبت عدة أخرى لتجدد السبب (وتداخلتا). (نجم الفتاویٰ:۲۷۵/۴)

بیوی کو طلاق دینے کے بعد دوران عدت اس کی بہن سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ایک آدمی کا نکاح ایک عورت سے ہے، اس کو طلاق دے دی، طلاق دے کر اس جگہ اس وقت اس کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، یہ نکاح ثانی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح جائز نہیں، جب تک پہلی بیوی کی عدت ختم نہ ہوجائے، (یعنی اسے تین مرتبہ حیض نہ آجائے، یا اگر اسے حیض نہیں آتا تو تین مہینے پورے نہ ہوجائیں) اس وقت تک اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں ہے اور ایسا نکاح کالعدم ہوگا۔

لما في البدائع: وكما لايجوز للرجل أن يتزوج المرأة في نكاح أختها لا يجوز له أن يتزوجها في عدة أختها. (بدائع الصنائع: ۲۶۳/۲)(۱) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲/۷/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد عاشق الٰہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲۴۲/۲)

مطلقہ معتدہ سے کیا ہوا نکاح فاسد ہے اور نکاح فاسد سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہے:

سوال: زید نے خالد کی مطلقہ معتدہ سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعا جائز ہے؟ ناجائز ہونے کی صورت میں جو اولاد پیدا ہوگی، کیا وہ ولدالزنا کہلائے گی؟ کیا وہ وہ اولاد اپنے باپ زید کے ترکہ کی شرعاً وارث ہوسکتی ہے؟ ایسی اولاد قاضی اور خطیب بننے کے لائق ہے، یا نہیں؟ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک عورت کے ساتھ ایک

---

(۱) (طبع سعيد) وفي المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، ج:٤،ص:٢٠٤ (طبع دارالمعرفة، بيروت) وعدة الأخت تمنع نكاح الأخت.

وفي الهداية، كتاب النكاح، ج:٢،ص:٣٠٩ - ٣١٠،(طبع شركة علمية) وإذا طلق الرجل امرأته بائناً أورجعياً لم يجز له أن يتزوج بأختها حتىٰ تنقضي عدتها.

عرصہ تک گزارہ کیا ہے تو وہ اسی کی عورت سمجھی جائے گی اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد اسی شخص کی اولا سمجھی جائے گی، چاہے اس عورت سے اس کا نکاح واقعتاً نہ ہوا ہو۔ اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے بیان فرمائیں۔

الجواب

ھو الموفق للصواب: زید نے خالد کی مطلقہ معتدہ سے جو نکاح کیا، وہ نکاح فاسد ہے چاہیے کہ اس کی عدت گزرنے کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کرائیں، اس سے جو اولاد پید ہوگی، ان کو اولاد زنا نہیں کہیں گے اور مذکورہ اولاد زید کے وارث ہوں گے، اگر وہ اولاد صالح اور قضا وخطابت کے مسائل سے واقف ہوں تو انہیں قاضی وخطیب بھی بنایا جاسکتا ہے، چناں چہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

ویثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد. (۱)

اور اسی میں لکھا ہے:

ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث: بالنسب وھو القرابة والسبب وھو الزوجیة والولاء، انتھٰی. (۲)

سوال میں جو لکھا ہے کہ ''اگر کسی شخص نے ایک عورت کے ساتھ، الخ'' اس کتاب کا نام اور مصنف کا نام معلوم کرائیں تو اس کا جواب لکھا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۶۵)

نہ عدت میں نکاح درست ہے اور نہ بالغہ کی رضامندی کے بغیر:

سوال: ایک بیوہ نے عدت کے اندر بخوشی اپنے دیور سے نکاح کرلیا، ابھی عدت ختم نہیں ہوئی تھی کہ لڑکی کا باپ جبراً لڑکی کو لے گیا اور ایک غیر شخص سے جس کی عمر پچاس سال ہے، بلا رضامندی اس لڑکی کے نکاح کردیا اور عورت کے دیور مذکور نے دخل زوجیت کا دعویٰ کردیا ہے، اس وجہ سے عورت کے باپ نے عورت کے دیور کے یہاں جس سے اول نکاح ہوا تھا بھیج دیا۔ اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

عدت میں جو نکاح دیور سے ہوا، وہ شرعاً باطل اور لغو ہے، اس کا اعتبار نہیں ہے، (۳) اور باپ نے جو نکاح لڑکی کا دوسرے شخص پچاس سالہ سے کیا، وہ بھی بلا رضامندی واجازت لڑکی کے صحیح نہیں ہوا، (۴) کیوں کہ اس صورت

---

(۱) الفتاویٰ الھندیة، الباب الثامن فی النکاح وأحکامه: ۱/۳۳۰، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الفتاویٰ الھندیة، الباب الثانی فی ذوی الفروض: ۶/۴۴۷، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته... لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد. (ردالمحتار، باب المحرمات: ۲/۴۸۲، ظفیر)

(۴) ولاتجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۲/۴۱۰، ظفیر)

میں لڑکی کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً ضروری ہے اور دلالۃً اجازت یہ بھی ہے کہ مہر، یا نفقہ کا مطالبہ شوہر سے کرے، یا اس کو وطی پر قدرت دے۔ (کما فی الدر المختار) (۱) اور یہ رضا دلالۃً اس وقت معتبر ہوسکتی ہے کہ اس سے پہلے وہ لڑکی اس نکاح سے انکار نہ کرچکی ہو اور اگر انکار کردیا تھا تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔ (۲) الغرض اگر لڑکی کی رضامندی قولاً، یا دلالۃً نہیں پائی گئی تو دوسرا نکاح بھی باطل ہوا، اس حالت میں دونوں میں سے کوئی نکاح ہی صحیح نہیں ہے اور کسی کے گھر بھی رخصت کرنا درست نہیں ہے، اب جس سے لڑکی رضامندی ہو، اس کے ساتھ دوبارہ نکاح ہونا چاہیے۔

تنبیہ (بجواب سوال مکرر):

بندہ کی مراد اس سے وہ نکاح ہے، جو باپ نے کیا تھا، پس اگر پہلے سے لڑکی کو خبر نہ تھی تو بعد نکاح کے جب اس کو خبر ہوئی، اگر اس نے انکار کردیا تو نکاح باطل ہوا اور اگر انکار نہیں کیا اور پھر اس خاوند کے گھر رخصت ہوکر وطی وغیرہ بخوشی واقع ہوئی تو یہ بھی رضامندی سمجھی جاتی ہے، لہذا نکاح صحیح ہوگیا اور جس سے عدت میں نکاح ہوا، وہ بالکل باطل ہوا، عدت میں نکاح صحیح نہیں ہوتا اور اس میں قرابت داری کا کچھ لحاظ اور خیال نہیں ہوا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۵/۸)

حالت نفاس میں نکاح:

سوال (۱) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا جب وہ حالت نفاس میں تھی اور اس کی گود میں بچہ ۲۶/ یوم کا تھا۔ اس حالت میں نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

(۲) نفاس کی کم سے کم مدت کیا ہے؟ نفاس سے فراغت کے بعد کب نکاح درست ہوتا ہے؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

(۱) اگر بچہ پید ہونے سے پہلے اس عورت کا شوہر مرگیا، یا اس نے طلاق دے دی تو بچہ پیدا ہونے پر اس کی عدت ختم ہوگئی، (۴) حالت نفاس میں نکاح درست ہے؛ مگر صحبت درست نہیں، اس کے لیے نفاس ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوگا، اگر بغیر شادی کے اس کو حمل تھا، تب بھی درست ہوگیا۔ (۵)

---

(۱) بل لابد من القول كالثيب البالغة ... أوما هو في معناه من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطء. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۳/۲، ۴۱۴، ظفير)

(۲) بخلاف مالو بلغها فردت ثم قالت رضيت لم يجز لبطلانه بالرد. (الدر المختار، باب الولي: ۴۱۲/۲، ظفير)

(۳) لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، مصری، كتاب النكاح، القسم السادس: ۲۶۲/۱، ظفير)

(۴) وعدة الحامل ان تضع حملها، كذا في الكافي ... وسواء كانت عن طلاق أو وفاة". (الفتاویٰ الهندية، الباب الثالث عشر في العدة: ۵۲۸/۱، رشيدية)

(۵) ويحرم الحيض والنفاس الجماع والاستمتاع بماتهب السرة إلى تجب الركبة، لقوله تعالىٰ: ﴿ولاتقربوهن حتى يطهرن﴾". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱۴۵، قديمي) ==

(۲)　نفاس کی کم سے کم مدت کچھ نہیں، جب بھی ختم ہو جائے، بعض کو بالکل ہی نفاس نہیں آتا، ختم ہونے کے بعد کچھ مزید انتظار ضروری نہیں، انتہائی مدت چالیس روز ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۸/۷/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۴۸-۵۴۹)

زنا کا حمل پیدا ہونے کے بعد حالت حمل میں نکاح:

سوال:　ایک کنواری لڑکی کے زنا کے ذریعے بچہ پیدا ہوتا ہے، پھر اس کا نکاح مسنونہ ایام نفاس ختم ہونے سے قبل کیا جاتا ہے اور وہ لڑکی قاضی جو کہ محلّہ کی مسجد کے امام بھی ہے، ان ہی کے گھر میں وہ لڑکی رہتی اور زنا اور ولادت کا واقعہ قاضی صاحب اہلیہ اور دوسرے آدمیوں کا چشم دید ہے۔ اب ایسی صورت میں اس لڑکی کا نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ آیا قاضی کو مکمل ہوتے ہوئے پھر نکاح پڑھانا اس پر کوئی گناہ عائد ہوگا، یا نہیں؟ اور وہ لڑکا جس کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے اس کو اس واقعہ کا بالکل علم نہیں ہے۔ اب ایسی صورت میں لڑکا بیوی کے پاس شب زفاف کے لیے جائے گا، جو بحالت نفاس حرام ہے تو اس حرام کاری کا ذمہ دار قاضی ہوگا، یا نہیں؟ چوں کہ وہی اس کا سبب ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حالت نفاس میں نکاح جائز ہے، البتہ صحبت ناجائز ہے، جیسے کہ حالت حیض میں ناجائز ہے،(۲) جب لڑکا اس کے پاس آئے گا تو بتادے کہ اس حالت میں صحبت درست نہیں؛ لیکن اگر لڑکے کو یہ بتایا گیا کہ یہ لڑکی باکرہ ہے، نہ اس کے اولاد ہوئی ہے اور نہ نکاح ہوا ہے تو یہ بتانا غلط ہے اور جھوٹ ہے، ایسا بتانے والے گنہگار ہوئے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۹/۸/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۴۹-۵۵۰)

==　حالت حیض اور نفاس کے جو ممنوعات ہیں ان میں نفس نکاح کی ممانعت نہیں ہے؛ بلکہ وطی ماتحت الازار کی ممانعت ہے، لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت حیض اور نفاس میں نکاح کرنا ممنوع نہیں؛ بلکہ درست ہے۔

(۱)　"وأقل النفاس لاحد له ... واکثره أربعون یوماً".(الهدایة،فصل فی النفاس: ۱/۷۰،مکتبه شرکة علمیة ملتان)

(۲)　قال اللّٰه تعالیٰ:﴿ویسلؤنک عن المحیض قل هو أذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تربواهن حتی یطهرن﴾(البقرة: ۲۲۲)

"ولا یأتیها زوجها، لقوله تعالیٰ:﴿ولاتقربواهن حری یطهرن﴾آه".(الهدایة، کتاب الطهارة، باب الحض والاستحاضة: ۱/۶٤،شرکة علمیة ملتان)

"وحکمه کالحیض فی کل شئ إلا فی سبعة ذکرتها فیالخزائن".(الدرالمختار،باب الحیض، مطلب فی حکم المستحاضة ومن بذکره تجاسة: ۱/۲۹۹،سعید)

(۳)　عن أبی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"آیة المنافق ثلاث:إذا حدث کذب، وإذا وعد اخلف، وإذا اؤتمن خان".(صحیح البخاری، کتاب الایمان،باب علامة المنافق: ۱/۱۰،قدیمی)

مطلقہ عورت کا وضع حمل سے پہلے نکاح ثانی کرنا:

سوال: اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دے کہ وہ اس سے دو تین ماہ کی حاملہ ہو اور پھر یہ عورت وضع حمل سے پہلے دوسری جگہ نکاح کرے تو کیا اسی عورت کا یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی مطلقہ عورت جو کہ حاملہ ہو اور حمل بھی ثابت النسب ہو، کا نکاح ثانی کرنا باطل ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں اس مطلقہ کا نکاح وضع حمل سے قبل باطل ہے، لہٰذا اس عورت کو وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح باندھنا چاہیے۔

وفی الهندیة: وحبلی ثابت النسب لایجوز نکاحها جماعًا. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۸۰/۱، کتاب النکاح،القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۳۹/۴)

توبہ کرے اور بعد عدت پھر نکاح کرے تو اسے معاف کر دیا جائے:

سوال: زید نے عورت بیوہ سے ایام عدت میں نکاح کر لیا، اس خیال سے کہ تا ایام حمل واختتام عدت زید کے والدین عورت کو عدت گزارنے کے لیے اپنے مکان میں نہ رہنے دیں گے، برادری نے علاحدہ کر دیا، کیا حکم ہے؟

الجواب

عورت حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، پس اس سے پہلے جو نکاح کیا گیا، وہ باطل اور حرام ہے، اسے معدوم سمجھ کر بعد عدت کے پھر نکاح برضاء زوجین ہونا ضروری ہے اور زید نے اگر چہ کسی خیال سے عدت میں نکاح کیا ہو، وہ عاصی اور فاسق ہوا، توبہ کرے اور نکاح پھر بعد عدت کے کرے اور زید اگر توبہ کرے اور عدت کے ختم ہونے تک اس کو علاحدہ کر دے تو برادری کو چاہیے کہ اس کا قصور معاف سمجھیں اور اس سے میل جول قائم کریں، اس وقت جو کچھ برادری نے زید وغیرہ مجرموں کی تنبیہ کے لیے کیا اچھا کیا، بعد توبہ کرنے کے اور اپنے گناہ سے نادم ہونے کے پھر اس سے میل جول قائم کرلیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۷/۷)

عدت کا علم ہوتے ہوئے معتدہ سے نکاح حرام ہے:

سوال: اگر کوئی شخص کسی عورت سے جو طلاق کی عدت کے اندر ہے؛ یعنی قبل از اختتام عدت طلاق دیدہ ودانستہ نکاح پڑھالے تو کیا نکاح صحیح ہوگا اور اگر نہیں تو کیوں اور پھر اب کیا ہونا چاہیے اور اس درمیان میں جو اولاد ہو چکی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ (المستفتی: ۲۴۹۵، منشی عبداللہ صاحب، احمد آباد، ۲۹/ربیع الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۰/مئی ۱۹۳۹ء)

---

(۱) **قال العلامة ابوبکر الکاسانی: ومنها أن لایکون بها حملٌ ثابتُ النسب من الغیرفإن کان لا یجوزنکاحها وإن لم تکن معتدة ... لوجود حمل ثابت النسب،إلخ.(بدائع الصنائع: ۲۶۹/۲،کتاب النکاح،فصل ومنها أن لایکون بهاحل)/ومثلهٗ فی البحرالرائق:۱۰۶/۳،أوائل کتاب النکاح**

الجواب

عدت ختم ہونے سے پہلے معتدہ عورت کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ یہ قرآن پاک کا صریح حکم ہے:

﴿ولاتعزموا عقدة النكاح حتٰى يبلغ الكتاب أجله﴾(۱)

پس جو نکاح عدت کے اندر ہوا وہ جائز نہیں ہوا اور اگر باوجود اس علم کے کہ عورت معتدہ ہے، نکاح کیا گیا تو اس کا وجود وعدم برابر اور اولاد بھی حرامی ہوئی،(۲) البتہ اگر شوہر کو عورت کے معتدہ ہونے کا علم نہ ہوا ہو تو اولاد ثابت النسب ہوگی۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۵۷/۵)

جس کا شوہر مر گیا، اس کا نکاح عدت کے اندر درست نہیں:

سوال: ایک عورت کا خاوند ۳/ماہ رمضان وفات ہو گیا، پورے چار ماہ گزرنے پر اس کے رشتہ داروں نے اس کا نکاح جبراً ایسے شخص سے کر دیا کہ جس سے وہ متنفر تھی، یہ نکاح ۴/ماہ محرم کو ہوا، کیا یہ نکاح جو عدت کے اندر ہوا، جائز ہے؟

الجواب

عدت وفات کی دس دن چار ماہ ہے، عدت کے ختم ہونے سے پہلے اگر چہ ایک دو دن پہلے بھی ہو، نکاح ثانی حرام ہے اور باطل ہے، وہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا۔

قال اللّٰه تعالٰى:﴿ولاتعزموا عقدة النكاح حتٰى يبلغ الكتاب أجله﴾(الآية)(۴)

(ترجمہ: اور نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت پوری ہو جاوے۔)

وقال اللّٰه تعالٰى:﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً﴾(الآية)(۵)

اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جاویں اور زوجات کو چھوڑ دیں تو وہ بیوہ عورتیں چار ماہ اور دس دن تک اپنے آپ کو نکاح وغیرہ سے روکیں اور عدت کے پورا ہونے کا انتظار کریں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۸۵/۷)

(۱،۴) سورة البقرة: ۲۳۵

(۲) اولاد اس صورت میں حرام ہوگی، جب پہلے شوہر سے اس کا نسب ثابت ہونا ممکن نہ ہو، اگر ممکن ہوا تو حلال ہوگی۔ ولو تزوجت معتدة بائن فولدت لأقل من سنتين مذبانت ولامن الأقل مذ تزوجت فالولد للأول لفساد نكاح الآخر... عن البدائع: أنه للثاني معللاً، فإن إقدامها على النكاح دليل إنقضاء عدتها حتٰى لوعلم بالعدة فالنكاح فاسد وولدها للأول إن أمكن إثباته منه بأن تلد لأقل من سنتين مذ طلق أومات (الدر المختار، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب: ۵۵۵/۳، سعيد)

(۳) هٰذا إذا لم يعلم قبل التزوج أنها تزوجت في عدتها، فإن علم ذلك وقع النكاح الثاني فاسداً. (الهندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۸/۱، ماجدية)

(۵) سورة البقرة: ۲۳۴، ظفير

عورت کا عدت وفات میں نکاح کر لینے کا حکم اور شرائط متارکہ:

علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں؟

سوال اول: ہندہ کے شوہر نے انتقال کیا اور ہندہ نے قبل تمام ہونے عدت وفات کے، زید سے نکاح کیا تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

سوال دوم: ہندہ ایک سال تک بعد نکاح مذکور کے زید کے ساتھ رہی، جب پنچوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عدت کے اندر ہندہ کا نکاح ہوا ہے؛ اس لیے پنچوں نے ہندہ کو اس کے باپ کے یہاں بھیج دیا، جس کو عرصہ تین ماہ کا ہوا، اب اگر ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہے تو اس میں عدت کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

سوال سوم: صورت مسئولہ میں اگر عدت واجب ہے تو عدت کی ابتدا کب سے ہوگی اور کون سی عدت واجب ہوگی اور دوسرے مرد سے کب اس کا نکاح جائز ہوگا؟

سوال چہارم: صورت مسئولہ میں پنچوں نے پنچایت کر کے ہندہ کا جہیز زید کے بھائی وغیرہ کے ذریعہ منگا کر ہندہ کو واپس کر دیا؛ لیکن نہ زید پنچایت میں آیا اور نہ اس نے کوئی لفظ بابت انکار نکاح کہا تو اس پر متارکہ کا اطلاق ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ تو متارکہ کی کیا تعریف ہے؟

سوال پنجم: اگر زید مذکور متارکہ نہ کرے تو اس ملک میں جہاں غیر مسلم کی حکومت ہے اور قاضی شرع مقرر نہیں ہے، تفریق کی کیا صورت ہے؟ اور کیا پنچوں کو تفریق کا حق شرعاً حاصل ہے، یا نہیں؟

سوالات مذکورہ بالا کا جواب بالتفصیل معہ حوالہ معتبرہ ارقام فرما کر اجر عظیم حاصل فرمائیے؟

هو الموفق للصواب

جواب بعض علماء:

جواب سوال اول: ہندہ کا نکاح جو عدت کے اندر ہوا ہے، صحیح نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتٰى يبلغ الكتاب أجله﴾(۱)

جواب سوال دوم: ہندہ نے جو عدت کے اندر نکاح کیا ہے، یہ نکاح فاسد ہے۔

الدر المختار میں ہے:

(ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذي فقد شرط من شرائط الصحة كشهود.(۲)

رد المحتار حاشية الدر المختار میں علامہ ابن عابدین تحت (قوله: كشهود) فرماتے ہیں:

---

(۱) البقرة: ۲۳۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۷۴/۴، ط: الرياض، انيس

ومثله تزوج الأختين معاً،ونكاح الأخت في عدة الأخت،ونكاح المعتدة والخامسة في عدة الرابعة،إلخ. (۱)

اورفتاوی عالمگیری، باب نکاح فاسد میں ہے:

لوتزوجت في عدة الوفات فدخل بها الثاني ففرق بينهما فعليها بقية عدتها من الأول تمام أربعة أشهر وعشر وعليها ثلاث حيض من الآخر ويحتسب بما حاضت بعد التفريق من عدة الوفاة، كما في معراج الدراية،انتهى. (۲)

عبارت مذکورہ سے ثابت اور متحقق ہوا کہ نکاح فاسد میں بعد دخول عدت واجب ہوتی ہے اور چوں کہ ہندہ سال بھر تک زید کے ساتھ رہی ہے، لہٰذا اس پر عدت واجب ہے۔

جواب سوال سوم: صورت مسئولہ میں ہندہ پر تفریق قاضی، یا متارکہ زوج کے بعد سے عدت کی ابتدا ہوگی۔

الدرالمختار میں ہے:

وتجب العدة بعد الوطء لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفريق أومتاركة الزوج، انتهى. (۳)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

والعدة في النكاح الفاسد عقيب التفريق أوعزم الواطي علٰى ترك وطيها. (۴)

اور یہ عدت عدت طلاق کی ہوگی؛ یعنی حائضہ کے لیے تین حیض اور آئسہ کے لیے تین ماہ اور حاملہ کے لیے وضع حمل عدت ہوگی۔تنویرالابصار میں ہے:

والمنكوحة نكاحاً فاسداً والموطوءة بشبهة وأم الولد غير الآئسة والحامل الحيض للموت وغيره،انتهى. (۵)

الدرالمختار میں ہے:

أي عدة المذكورات ثلاث حيض إن كن من ذوات الحيض وإلا فالأشهر أو وضع الحمل وهٰذا إذا كانت المنكوحة نكاحاً فاسداً،إلخ. (۶)

الحاصل: تفریق قاضی، یا متارکہ زوج کے بعد سے عدت کی ابتدا ہوگی اور جب تک عدت پوری نہ ہو، دوسرے مرد سے ہندہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔

---

(۱) رد المحتار: ۲۷۴/۴،ط:الرياض،انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية: ۵۳۳/۱،كتاب الطلاق،دارالفكربيروت،انيس

(۳) الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار: ۱۷۶/۴،ط:الرياض،انيس

(۴) الفتاویٰ الهندية: ۵۳۲/۴،كتاب الطلاق،باب العدة،دارالفكربيروت،انيس

(۵) دیکھئے:رد المحتار: ۱۹۹/۵،ط:الرياض،انيس

(۶) الدرالمختارمع رد المحتار: ۵۱۸/۳،ط:الرياض،انيس

جواب سوال چہارم: ہندہ کا اپنے باپ کے یہاں رہنے اور مجہوزہ سامان واپس پانے سے متارکہ صحیح نہ ہوگا، متارکہ کے لیے ضروری ہے کہ واطی؛ یعنی مرد ترک وطی کا ارادہ کر کے زبان سے بھی اس کا اظہار کرے کہ میں نے تجھ کو علاحدہ کیا، میں نے تجھ کو چھوڑ دیا، یا میں نے تیری راہ خالی کردی، یا میں نے تجھ کو طلاق دی وغیرہ۔

قال العینی فی شرح الکنز: ولاتتحقق المتارکة إلابالقول بأن یقول تارکتک أوتارکتها أوخلت سبیلک أو خلیتها،إلخ. (۱)

وفی العالمکیریة: المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لایکون إلا بالقول کخلیت سبیلک أو ترکتک ومجرد إنکار النکاح لایکون متارکة،إلخ،وبعد مجی أحد هما إلی الآخربعد الدخول لایحصل متارکة،انتهی. (۲)

فی رد المحتار: فی البزازیة: المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لایکون إلا بالقول کخلیت سبیلک أوترکتک ومجرد انکار النکاح لایکون متارکة أمالو أنکر وقال اذهبی وتزوجی کان متارکة والطلاق به متارکة لٰکن لاینقص به عدد الطلاق وعدم مجی أحدهما إلی الآخر بعد الدخول لیس متارکة؛لأنها لایحصل إلابالقول،انتهٰی. (۳)

جواب سوال پنجم: تفریق کے لیے قاضی کا ہونا ضروری ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے:

لو کان النکاح فاسداً ففرق القاضی بینهما،إلخ. (۴)

الدرالمختار میں ہے:

بل یجب علی القاضی التفریق بینهما،الخ. (۵)

اور پنچوں کو حق تفریق حاصل نہیں ہے اور ایسے مسائل جن میں قاضی شرع کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہند کی اسلامی ریاستیں جیسے ریاست بھوپال، ریاست رامپور، ریاست حیدرآباد دکن کے قاضی سے تفریق حاصل ہوسکتی ہے، خود وہاں جا کر، یا بذریعہ تحریر حکم تفریق طلب کرنے سے۔

مجموعہ فتاوی حضرت مولانا عبدالحی میں ہے:

در بلادیکہ زیر حکومت کفار راند وقضای قاضی درانجا مفقود است اگر ہچو واقعہ افتد ضروراست کہ صاحب معاملہ بہ بلاد اسلام کہ دراں قضاء قاضی موجود مثلاً بلاد حجاز و بلاد روم وغیرہ واز بلاد ہند رامپور و بھوپال وغیر رفتہ انفصال سازد، یا

---

(۱) تبیین الحقائق،باب العدة: ۱۵۳/۲،باب المهر،ط:بولاق القاهرة،انیس

(۲) الفتاویٰ الهندیة: ۳۶۳/٤،کتاب النکاح،باب بکاح الرقیق،انیس

(۳) رد المحتارمع الدرالمختار: ۲۷۷،۲۷٦/٤،ط:الریاض،انیس

(۴) الفتاویٰ الهندیة: ۵۵۲/۱،کتاب الطلاق،باب العدة،انیس

(۵) رد المحتار: ۲۷٦/٤،کتاب النکاح،باب المهر،ط:الریاض،انیس

بذریعہ تحریر از قضاۃ بلاد اسلام حکم فسخ طلب سازد، انتھی واللہ أعلم بالصواب وإلیه المرجع والمآب

حررہ الراجی عفور به اللطیف أبو الطیب محمد حنیف عفی عنه ومن والدیه

المدرس لمدرسة أنوار العلوم الواقعة فی فصبة مئو آمله من مضافات إلٰہ آباد

الجواب من جامع امداد الاحکام:

(۱) جواب دوم صحیح نہیں؛ کیوں کہ علامہ شامی نے اولا نکاح فاسد کی بہت سی مثالیں بیان کرکے آگے چل کر مجتبی سے قاعد کلیہ نقل کیا ہے اور تصریح کردی ہے کہ نکاح معتدہ موجب عدۃ نہیں، پس نکاح معتدہ کو فاسد کہنا بمعنی باطل ہے، جو اصلاً منعقد نہیں ہوتا۔

قال الشامی: وسیأتی فی باب العدة أنه لاعدة فی نکاح باطل ولکن فی البحر هناک عن المجتبی: أن کل نکاح اختلف العلماء فی جواز کالنکاح بلاشهود فالدخول فیه موجب للعدة، وأما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم ینعقد أصلاً، قال: فعلٰی هٰذا یفرق بین فاسده وباطله فی العدة ولهٰذا یجب الحد مع العلم بالحرمة؛لأنه زنا، کما فی القنیة وغیرها،آہ. (۵۷۵/۲)(۱)

پس ہندہ پر نکاح زید کی وجہ سے کوئی عدت نہیں۔

(۲) جواب سوال سوم بھی صحیح نہیں؛ کیوں کہ نکاح فاسد زوجین میں سے ہر ایک کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے اور متارکہ وفسخ میں کچھ فرق نہیں، البتہ اگر نکاح اصل سے صحیح ہوا اور فساد بعد (الفرق بینهما علٰی رأی سیدی حکیم الأمة. ظفر) میں طاری ہوا ہو، اس صورت میں متارکت زوج کے ساتھ مخصوص ہے اور صورت موجودہ میں فساد اصل عقد میں ہے، لہٰذا ہندہ کا بھی فسخ رمتارکت کافی ہے۔

قال العلامة الشامی: وخص الشارح المتارکة بالزوج کما فعل الزیلعی لأن ظاهر کلامهم أنها لا تکون من المرأ ۃ إصلا مع أن فسخ هٰذا النکاح یصح من کل منهما بمحضر الآخر اتفاقاً والفرق بین المتارکة والفسخ بعید کذا فی البحر، وفرق فی النهر بأن المتارکة فی معنی الطلاق فیختص به الزوج أما الفسخ فرفع العقد فلا یختص به وإن کان فی معنی المتارکة ورده الخیر الرملی بأن الطلاق لایتحقق فی الفساد فکیف یقال:إن المتارکة فی معنی الطلاق، فالحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم الکنز،إلخ وتمامه فیما علقناه علی البحر،آہ. (۵۷۷/۲)(۲)

وفی البحر: وظاهر کلامهم أن المتارکة لاتکون من المرأة أصلاً کما قیده الزیلعی بالزوج لکن فی القنیة لکل واحد منهما أن یستبد بفسخه قبل الدخول بالإجماع وبعد الدخول مختلف فیه

---

(۱) ردالمحتار،مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) ردالمحتار،مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳-۱۳۴،دارالفکر بیروت،انیس

وفی الذخیر ة، ولکل واحد من الزوجین فسخ ھٰذا النکاح بغیر محضر من صاحبه عند بعض المشائخ وعند بعضهم إن لم یدخل بها فکذلک وإن دخل بها فلیس لواحد منهما حق الفسخ إلا بمحضر من صاحبه،آه،وهٰکذا فی الخلاصة وهٰذا یدل علیٰ أن للمرأة فسخه بمحضر الزوج اتفاقاً ولاشک أن الفسخ متارکة إلا أن یفرق بینهما وهو بعید واللّٰه سبحانه وتعالیٰ أعلم.(۱۷۲/۳)(۱)

وفی الدر: (و) یثبت (لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها أولا) فی الأصح خروجاً عن المعصیة،آه.(۵۷۵/۲)(۲)

جب مجیب نے قضای قاضی کی صورت اہل ہند بیان کر کے جو یہ لکھا ہے کہ خود وہاں جا کر، یا بذریعہ تحریر حکم تفریق طلب کرنے سے، یہ تردید بھی صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ جن مسائل میں قضاء شرط ہے،ان میں قاضی کی تحریر کافی نہیں ہے، اگر تحریر مثل کتاب القاضی الی القاضی کے ہوتو معتبر ہوسکتی ہے اوراس کے لیے پھر یہاں قاضی کے ہونے کی ضرورت ہے، پس مسائل قضاء میں بجز ریاستوں میں جا کر دعویٰ دائر کرنے کے کوئی صورت نہیں ۔ واللہ اعلم

۲۱ر صفر ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام:۲۷۶/۳)

معتدہ وفات نے عدت کے اندر نکاح کرلیا اور چھ ماہ بعد تجدید نکاح کی تو کیا نکاح جدید صحیح ہوگیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ متوفی زید کی بی بی کو عدت وفات کے اندر یعنی چالیس دن رہتے عمر نے نکاح کر کے اس سے وطی کرتا رہا اور نکاح کے بعد ان دونوں کے تفریق نہ ہوئی اور نہ اس عورت نے مابقی عدت وفات کو بھی پوری کی، اس حالت میں رہتے ہوئے زید کی وفات کی مدت چھ مہینے گزر جانے سے پھر عمر نے اس عورت کو بعض مولوی صاحب کے حکم سے ثانیاً نکاح کرلیا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں باب العدة میں مرقوم ہے:

لو تزوجت فی عدة الوفاة فدخل بها الثانی ففرق بینهما فعلیها بقیة عدتها من الأول تمام أربعة أشهر وعشر وعلیها ثلٰث حیض من الآخر ویحتسب بما حاضت بعد التفریق من عدة الوفاة کذا فی معراج الدرایة وهٰکذا فی المبسوط.

وأیضاً فیه:المطلقة إذا حاضت حیضتین بعد التفریق کان لهٰذا الزوج الثانی أن یتزوجها لإنقضاء عدة الأول،إلخ.

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مابقی عدت وفات پوری کرنا اس عورت پر واجب ہے،بغیر پورا کرنے عدت وفات کر عمر کا نکاح اس سے ثانیاً بھی درست نہیں، اگر چہ مدت وفات زید کی چھ مہینہ سے گزر گئی ہو؛لیکن بعض مولوی صاحب

(۱) البحر الرائق،باب المهر:۱۸۵/۳،دار الکتب الإسلامی بیروت،انیس

(۲) الدر المختار،مطلب فی النکاح الفاسد:۱۳۲/۳-۱۳۳،دار الفکر بیروت،انیس

کا قول ہے کہ جب عمر نے اس عورت کو زید کے مرنے سے چھ مہینہ کے بعد پھر ثانیاً نکاح کرلیا ہے تو وہ نکاح درست ہوا ہے اور مابقی عدت وفات بغیر تفریق کے بھی اسی حالت میں پوری ہوگئی ہے؛ چوں کہ مسئلہ مذکور کے بارے میں تنازع ہورہا ہے اور جناب حامی دین متین وارث سید المرسلین ہیں، لہٰذا دفع تنازع اور حقیقت مسئلہ دریافت کے لیے جناب عالی میں عرض پرداز ہوں کہ متوفی زید کی بی بی کو اس وقت عمر سے جدا کرکے ماقبی عدۃ وفات پوری کرنا اس پر واجب ہے، یا نہیں؟ جناب از روئے مہربانی وشرع پروری کے بہ ادلہ شرعیہ بیان فرمائیں اور نکاح ثانی اور عدت وفات پورا نہ ہونے کی تقدیر پر اگر اس عورت کو پھر نکاح کرے تو عالمگیری ومبسوط کے قول "لو تزوجب فی عدة الوفاة، إلخ" کے رو سے تین حیض پورا گزر جانے، یا صرف ماقبی عدۃ وفات چالیس دن گزر جانے کے بعد نکاح کرے از روئے شرع ارشاد فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر معتدۃ الوفات عدت کے اندر نکاح کرے تو عدت کا تمام ہونا تفریق پر موقوف نہیں؛ بلکہ جب چار ماہ دس دن گزر جائیں گے (وهی غیر حامل) تو عدت پوری ہوجائے گی، اب اگر یہ مدت تفریق سے پہلے ہی گزر گئی تو زوج ثانی کو اس سے ثانیاً نکاح کرلینا معاً درست ہے اور اگر چار ماہ دس دن گزرنے سے پہلے ان دونوں میں تفریق ہوگئی تو عورت کو ماقبی عدت کا پوری کرنا ضروری ہے، ماقبی عدت پوری ہوجانے کے بعد زوج ثانی کو تو معاً اس سے نکاح درست ہے اور دوسروں کو بعد تفریق کے تین حیض گزر جانے کا بھی انتظار کرنا لازم ہوگا۔ عالمگیریہ کی عبارت مرقومۃ الصدر کا مطلب یہ ہے کہ عورت نے عدت وفات میں نکاح کرلیا اور عدت ہی میں زوج ثانی نے دخول کیا اور عدت ہی کے اندر دونوں میں تفریق کردی گئی تو اس عورت پر زوج اول کی ماقبی عدت کا پورا کرنا ضروری ہے اور چوں کہ زوج ثانی کے دخول سے بھی اس کے ذمہ عدۃ وطی بالشبہ لازم ہوگئی ہے تو اگر وہ زوج ثانی کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس پر تین حیض کا بھی تفریق کے بعد سے انتظار کرنا ضروری ہے، حیض کے گزرنے کے ساتھ ساتھ عدت وفات بھی گزرتی رہے گی، آہ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر عدت وفات بحالت نکاح فاسد پوری ہوچکی ہو، تب بھی دونوں میں تفریق کے بعد عدت وفات پورا کرنے کی ضرورت ہے۔ (کلا و حاشا)

قال فی الدر: (ومبدأ العدة بعد الطلاق و) بعد (الموت) علی الفور (وتنقضی العدة وإن جهلت) المرأة (بهما) أی بالطلاق والموت؛ لأنها أجل فلایشترط العلم بمضيه، آه. (۱۰۰۳/۲)(۱)

وفی البدائع: والدليل علىٰ أنها إسم للأجل أنها تنقضی من غير فعل التربص بأن لم تجتنب عن محظورات العدة حتىٰ إنقضت المدة ولو كانت فعلاً لما تصور إنقضاء ها مع ضدها وهو الترك سلمنا أنه كف لكنه ليس بركن فی الباب بل هو تابع بدليل أنه تنقضی العدة بدونه (أی بدون الكف عن المحظورات) إلىٰ أن قال ولما كان الركن هو الأجل عند نا أوهو معنی الزمان لا يقف وجوبه

(۱) الدر المختار، مطلب فی وطء المعتدة بشبهة: ۵۲۰/۳، دار الفکر بیروت، انیس

کمضی سائر الأزمنة ثم قد بيناه أنه ليقف علىٰ فعلها أصلاً وهو الكف فإنها لو علمت(بالموت)فلم تكف ولم تجتنب ما تجتنبه المعتدة حتىٰ إنقضت المدة إنقضت عدتها،آه. (۱)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ انقضاء عدت عورت کے تربص اور کف عن المحظورات پر موقوف نہیں؛ بلکہ انقضاء عدت کے لیے صرف مدت کا پورا ہوجانا کافی ہے، پس صورت مسئولہ میں جب معتدہ ۶/ماہ تک زوج ثانی کے پاس رہی تو اگر وہ غیر حامل ہے، اس کی عدت پوری ہوگئی اور عمرو کا نکاح جو پہلے شوہر کی موت کے ۶/ماہ بعد کیا ہے، اس کے ساتھ درست ہوگا اور عدت وفات گزر جانے کے بعد تین حیض کے گزرنے کا انتظار عمرو پر لازم نہیں۔ ہاں اگر یہ عورت عمرو سے تفریق حاصل کرکے کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو دوسری عدت وفات گزرنے کے ساتھ بعد از تفریق عمر تین حیض گزرنے کا بھی انتظار لازم ہوتا۔

قال في ردالمحتارعن البحر:وإذا تمت عدة الأول حل للثاني أن يتزوجها لا لغيره ما لم تتم عدة الثاني بثلاث حيض من حيض التفريق.(۱/۱۰۰۳)(۲)

تنبیہ: عدت وفات کا تمام ہونا تو اس پر موقوف نہیں کہ نکاح فاسد عدت میں کیا گیا ہے، اس سے تفریق ہو، تب ہی عدت گزرے، عدت وفات بحالت بقاء نکاح فاسد بھی تمام ہوجائے گی، البتہ تداخل عدتین تفریق پر موقوف ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ معتدت وفات پر عدت میں نکاح ودخول بالثانی کرنے سے دوسری عدت وطی بالشبہ کی وجہ سے لازم ہوجاتی ہے، جب کہ وہ زوج ثانی کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہے اور اگر وہ زوج ثانی ہی سے نکاح کرنا چاہے، اس کا حکم اوپر گزر چکا ہے۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) یہ کہ ان دونوں میں عدت کے اندر ہی تفریق ہوجائے، اس صورت میں تین حیض تفریق کے بعد گزرنے کے ساتھ عدت وفات بھی پوری ہوتی رہے گی۔

(۲) یہ ان دونوں میں عدت کے اندر تفریق نہیں ہوئی؛ بلکہ چار ماہ دس دن کے بعد تفریق ہوئی اور ان چار مہینوں اس کو تین حیض بھی آچکے، اس صورت میں صرف عدت وفات تمام ہوئی عدت وطی بالشبہ باقی ہے، اگر یہ عورت کسی تیسرے سے نکاح کرنا چاہے تو اس کو تین حیض تفریق کے بعد اور گزارنا واجب ہے۔

قال في رد المحتار:فلو كانت وطئت بعد حيضة من (العدة)الأولىٰ فعليها حيضتان تكملة للأولىٰ وتحتسب بهما من عدة الثاني فإذا حاضت واحدة بعد ذالك تمت الثانية أيضاً،نهر ، وهٰذا إذا كان بعد التفريق بينهما وبين الواطي الثاني أما إذا حاضت حيضة قبله (أي قبل التفريق) فهي من عدة الأولىٰ خاصة،آه.(۲/۱۰۰۲)(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع:۳/۱۹۰-۱۹۱،انیس
(۲) رد المحتار:۳/۵۱۹،مطلب في وطء المعدة بشبهة،ط:الرياض،انیس
(۳) رد المحتار:۵/۲۰۱،ط:الرياض،انیس

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ زوج اول کی عدۃ تو بدون تفریق کے تفریق سے پہلے ہی تمام ہوسکتی ہے، البتہ تداخل عدت اول ثانی بدون تفریق کے نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر احمد عفا اللہ عنہ بامر سیدہ حکیم الامۃ، ۱۷/شوال ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۳/۴۷۲)

عدت وفات میں نکاح:

سوال: ایک لڑکی کو بیوہ ہوئے بیس دن نہیں ہوئے تھے کہ اس کے بڑوں نے اس کا دوسرا نکاح کر دیا، کیا شرعاً یہ عمل درست ہے؟ (محمد سردار خان، رائچور)

الجواب

شوہر کے انتقال کے بعد عورت پر عدتِ وفات گزارنا واجب ہے، جو حاملہ عورتوں کے لیے ولادت ہے، (الطلاق: ٤) اور دوسری خواتین کے لیے چار ماہ دس دن، (۱) اس سے پہلے نہ صرف نکاح؛ بلکہ بیوہ عورت کو صراحت کے ساتھ پیغامِ نکاح دینا بھی حرام ہے، (۲) اور اگر نکاح کر بھی دیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ اسی لیے جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں نکاح نہیں ہوا، عدت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا اور اس وقت تک مرد و عورت کا الگ رہنا ضروری ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۴۲)

عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت سے نکاح کرنے والے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص عدت وفات گزارنے والی حاملہ ثابت

(۱) البقرة: ۲۳٤

(۲) البقرة: ۲۳٥

☆ **عدت وفات میں کیے گئے نکاح کا حکم:**

سوال: اگر ایک عورت خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ کے اندر اندر دوسرے آدمی سے نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

طلاق، یا وفات کی عدت میں کیا گیا نکاح کالعدم رہے گا، عدت گزرنے کے بعد جو نکاح پڑھایا جائے، اس کا اعتبار ہوگا۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله: ومنها أن لايكون معتدة الغير لقوله تعالىٰ: ”وَلَاتَعزموا عقدة النكاح حتىٰ يبلغ الكتاب أجله.“ أي ماكتب عليها من التربص ثم قال وسواء كانت العدّة عن طلاق أوعن وفات،إلخ. (بدائع الصنائع: ۲/۲٦۸، ۲٦۹، كتاب النكاح،فصل أن لايكون بها حمل)(قال في الهندية: لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذٰلك المعتدة كذا في السراج الوهاج سواء كانت العدّة عن طلاق أووفات. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح. الباب الأوّل. القسم السادس المحرمات التي يتعلق،الخ)/ومثله في الدرالمختار علىٰ صدررڈالمحتار: ۳/٤۷، كتاب النكاح. فصل في المحرمات) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۳۳)

النسب عورت سے نکاح کرے، کیا یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس کے حلال سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟ اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ حاملہ ہے، اگر وہ اس نکاح کی وجہ سے وطی کرے تو کیا اس پر حد جاری کیا جائے گا؛ یعنی تعزیر دی جائے گی؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ضیاء المرسلین دار العلوم ربانیہ ہری پور ہزارہ، ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ)

الجواب

خروج عدت سے قبل یہ نکاح حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (الآية) (۱) وقال تعالیٰ: ﴿واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن﴾ (الآية) (۲) فالناكح ان كان جاهلا فلا يكفر وإن كان عالما بالحرمة فعند الاستحلال يكفر وإلا فيفسق. (۳) ولا سبيل لنا إلى الجزم وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۷/۴)

عدت میں نکاح:

سوال: ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور اس وقت اس کو امید نہ تھی، دو ماہ کے بعد ایام عدت میں امید ہوگئی، عدت کے بعد عورت نے اپنا نکاح اس مرد سے پڑھالیا، جس سے امید تھی؛ یعنی بچہ پیدا ہونے سے قبل۔ آیا نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اور بچہ کیسا قرار پائے گا؟ ایام عدت میں ایسا کرنے کی وجہ سے مرد وعورت دونوں کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

عدتِ وفات ختم ہونے کے بعد اگر نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور نکاح سے کم از کم چھ ماہ گزرنے سے پہلے بچہ ہوا ہے تو وہ اس ناکح سے ثابت النسب نہ ہوگا اور عدتِ وفات اس صورت میں صحیح قول پر چار ماہ دس روز ہی رہے گی، وضع حمل کو عدت نہیں قرار دیا جائے گا۔

” والصحيح ما ذكره محمد أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تتغير بوجود الحمل بعد الوفات، ولا تنتقل من الأ شهر إلى وضع الحمل، ويعلم كون الحمل من الزنا بولادتها قبل ستة أشهر من حين العقد“. (شامی: ۹۳٤/۲) (۴)

---

(۱) سورة البقرة: ۲۳۵

(۲) سورة الطلاق: ٤

(۳) قال الملا على بن سلطان محمد: فمن اعتقد حل شيىء محرم كفر وجاز قتله وأخذ ماله ومن جهل تحريم نكاح واحدة من محارمه فتزوجها لم يكفر ومن علم تحريمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بينهما وعزر هذا اذا لم يجر بينهما دخول. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۲۲۸/٦، التعزير على النكاح بالمحارم)

(۴) ردالمحتار میں اصل عبارت اس طرح ہے: ”والذی ذكره محمد أن هذا فی عدة الطلاق ، أما فی عدة الوفاة فلا تتغير بالحمل ، وهو الصحيح، كذا فی البدائع، آه ... وإنما العدة لموت الزوج أو طلاقه، قال الرحمتی: ويعلم كون الحمل من زنا بولادتها قبل ستة أشهر من حين العقد“. (ردالمحتار، باب العدة، مطلب فی عدة الموت: ۵۱۱/۳، سعيد)

اگر زنا کا شرعی ثبوت ہو جائے اور شرائطِ رجم موجود ہوں تو حکومت اسلامی دونوں کو رجم کرا دے، اگر شرائط رجم موجود نہ ہوں تو سو سو کوڑے لگوائے، (۱) حکومت اسلامی جس جگہ موجود نہ ہو تو وہاں یہ حد زنا جاری نہیں کی جائے گی۔ (۲) ایسی جگہ ترک تعلقات وغیرہ کی سزا دی جائے؛ تاکہ وہ دونوں تنگ آ کر توبہ کرلیں اور آئندہ دوسروں کو عبرت ہو۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۳۲)

ایضاً:

سوال: ہندہ بیوہ ہوگئی، عدتِ وفات ابھی اس کی ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کا نکاح اس کے متوفی شوہر کے بھائی کے ساتھ کر دیا گیا، حالاں کہ مسماۃ مذکورہ رضامند نہ تھی، اس واسطے وہ تین روز گھر سے بے گھر رہی، تیسرے دن اس نے شخص مذکور جس کے ساتھ نکاح کرلیا گیا تھا، مجبور کیا طلاق دینے پر، چناں چہ اس نے طلاق دے دی، سرکاری کاغذ پر بموجب قانون انگریزی طلاق نامہ لکھ دیا، اس کے بعد اب مسماۃ ہندہ اسی شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا اس کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ پہلا نکاح تو بسبب عدت میں ہونے کے صحیح نہ ہوا، پھر طلاق کس بات کی ہے؟ اگر دوبارہ نکاح جائز ہو تو کیا مزید عدت کی ضرورت ہوگی، یا نہیں؟ پہلا نکاح عدت کے اندر اگر دانستہ کرایا گیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور شرکائے مجلس گناہ گار ہوئے، یا نہیں؟ شرعاً ان کی تادیب وتنبیہ اور ان کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اگر نکاح پڑھانے والا پیش امام بھی ہے، حکمِ شرعی کا منکر ہو اور بے جا تاویلات سے کام لے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی، یا نہیں؟ مفصل تحریر ہو۔

---

(۱) "وإذا وجب الحد وكان الزاني محصناً، رجمة الإحصان، وعلى هذا إجماع الصحابة ... وإن لم يكن محصناً وكان حراً فحده مأة جلدة، لقوله تعالىٰ: ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مأة جلدة﴾الخ". (الهداية، كتاب الحدود، فصل في كيفية الحد وأقامته: ۲/۵۰۹، مكتبة شركة علمية ملتان)

(۲) "وهو أن يكون المقيم للحدهوالإ مام أو من ولاه الإمام". (بدائع الصنائع، كتاب الحدود، فصل في شرائط جواز إقامتها: ۹/۲۵۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"تجب على الإمام إقامتها يعني بعد ثبوت النسب". (مجمع الأنهر، كتاب الحدود: ۱/۵۸٤، دار أحياء التراث العربي بيروت)

(۳) " قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجر ان في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلک ... فإن هجرة أهل الأ هواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع واتباع العوارت، الفصل الأول، رقم الحديث ۵۰۲۷)

فوق ذلک فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم ينهى منه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات. (مرقاة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷) ۸/۷۵۸، رشيديه)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

عدت میں نکاح جائز نہیں،(۱) نکاح کرنے والا اور نکاح پڑھنے والا اور تمام شرکائے مجلس، نیز جو لوگ اس نکاح کے روکنے پر قادر تھے، پھر خاموش رہے اور نہیں روکا تو یہ سب کے سب گناہگار ہوئے، (۲) سب کو توبہ لازم ہے،(۳) امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے، بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق کوئی دوسرا آدمی موجود ہو، نیز اس کی علاحدگی میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو،(۴) اگر توبہ کر لے تو پھر اس کی امامت میں بھی مضائقہ نہیں۔(۵) عدت میں نکاح ہوا ہے، وہ باطل ہے؛ کیوں کہ عورت اور مرد ہر دو کو اس کے ناجائز اور حرام ہونے کا علم تھا، اس لیے اس نکاح کے بعد اگر صحبت کی ہے تو وہ حرام اور زنا کے حکم میں ہے، جو طلاق دی ہے وہ بھی بے کار، اس طلاق کی وجہ سے عدت لازم نہیں، محض عدتِ وفات گزرنے کے بعد نکاح درست ہے۔

"وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغيره؛لأنه لم يقل أحد بجوازه ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا، كما في القنية وغيرها". (ردالمحتار)(۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۶/۱۳۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۳۵)

ایضاً:

سوال: متوفی زید کی بیوی ہندہ نے بعد انتقال زید کے تین مہینہ پانچ دن کے عمرو سے نکاح کر لیا اور بعد نکاح دو تین روز کے عمرو کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے عدت ہی کے اندر نکاح کیا، بعد معلوم ہو جانے کے بھی عمرو نے ہندہ مذکورہ کو

(۱،۵) قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"التائب من الذنب كمن لا ذنب له".(فيض القدير (رقم الحديث: ۳۳۸۵) ۲۷۳۶/۵ ،مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال:"من راى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان".(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف،الفصل الأول: ۴۳۶/۲ ،قديمي)

(۳) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور،لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً".(شرح النووي على الصحيح المسلم: ۳۵۴/۲،كتاب التوبة ، قديمي

(۴) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى ومبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها يصح الاقتداء به أصلاً،وولد الزنا ،هذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة".(تنوير الأبصار مع الدرالمختار،باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰،سعيد)

(۶) رد المحتار ،باب المهر ،مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳ ،سعيد

تفریق، یا متارکت وفسخ کچھ بھی نہیں کی اور اس طرح دونوں باہم زندگی بسر کرنے لگے؛ یعنی وطی بھی کرنے لگے۔ اس حالت پر آٹھ مہینے گزرنے کے بعد عمرو نے کسی ملا صاحب کے ذریعہ سے صرف نکاح دہرالیا، بعد نکاح اس آٹھ مہینہ کے اندر تفریق، متارکت فسخ ان تینوں میں سے کسی ایک کو ایک لحظہ کے لیے بھی اختیار نہ کیا۔ اب عمرو نے جس طرح نکاح دہرالیا، از روئے شرع عمرو کے لیے نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟ اگر عمرو کے لیے نکاح مذکورہ جائز نہ ہو تو از روئے شرع جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟ کتب معتبرہ و حدیث صحیحہ سے مع عبارت ونام کتاب تحریر فرمائیں، روز جزا میں اس کا اجر ملے گا۔

نوٹ: اس کے بعد سائل نے مجموعہ فتاویٰ، جلد اول: ۳۱۱، باب النکاح سے استفتاء: ۲۹۶/۲، (۱) مع جواب نقل کر کے لکھا ہے کہ سوال دوم کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کا نکاح صرف دہرانے سے صحیح نہیں ہوا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

عدتِ وفات غیر حاملہ کے لیے چار ماہ دس روز ہے، (۲) عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح ناجائز ہے، اگر عمرو کو علم ہو کہ ہندہ کی عدت پوری نہیں ہوئی تو یہ نکاح باطل اور زنائے محض ہوا ہے، آٹھ ماہ بعد جب دوبارہ نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے، جب پہلا نکاح قطعاً باطل ہوا تھا تو دوبارہ نکاح کے لیے مستقل عدت کی ضرورت نہ تھی، تفریقِ قاضی متارکت، فسخ کی ضرورت بھی شبہ کے موقع پر ہوتی ہے اور جہاں خالص زنا ہو، وہاں ان اشیاء کا محل ہی نہیں؛ بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر معتدۃ الغیر سے باوجود علم کے نکاح کرے تو حدِ شرعی؛ یعنی حدِ زنا واجب ہے (جب کہ شرائط متحقق ہوں)۔

اگر عمرو کو علم نہیں تھا تو پہلا نکاح جو کہ بحالتِ عدت کیا ہے وہ فاسد ہوا، اس سے متارکت واجب ہے، جب تک متارکت نہ ہو جائے، نکاح صحیح نہیں، لہذا بغیر متارکت جو آٹھ ماہ بعد نکاح کیا ہے، وہ صحیح نہیں، اب جواز کی شکل یہ ہے کہ عمر ومتارکت کرے؛ یعنی زبان سے ایسے الفاظ کہے جس سے مضمونِ ترک سمجھا جائے، مثلاً یہ کہے کہ ''میں نے تجھ کو علاحدہ کردیا، چھوڑ دیا، میرا تیرا کوئی تعلق نہیں'' وغیرہ وغیرہ، یا طلاق دے دے، اس کے بعد عدت تین حیض گزارے، اور اس مدت میں عمرو ہندہ بالکل علاحدہ رہیں، وطی، خلوت وغیرہ کچھ نہ ہو، جب یہ عدت پوری ہو جائے، تب از سر نو نکاح کریں۔

''وعدة المنكوحة نكاحاً فاسداً فلا عدة في باطل والموطوءة بشبهة، ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها... الحيض للموت وغيره كفرقة أو متاركة؛ لأن عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحيض، ولم يكتف بحيضة احتياطاً، آه''. (الدر المختار مختصراً)

---

(۱) مجموعۃ الفتاویٰ (اردو): ۲۶/۲، سعید

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ ﴿والذين يتوفون منكم ويذورن أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً﴾ (البقرة: ٢٣٤)

''(قوله: وللموت أربعة أشهر وعشراً): أي عدة المتوفى عنها زوجها بعد نكاح صحيح إذا كانت حرة أربعة أشهر وعشرة أيام، لقوله تعالیٰ: ﴿والذين يتوفون﴾ الخ''. (البحر الرائق، باب العدة: ٢٢٢/٤، رشيديه)

"(قوله:نكا حاً فاسداً) هى المنكوحة بغيره شهود،ونكاح امرأة الغير بلا علم بأنها متزوجة، ونـكـاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عنده خلافاً لهما،(قوله: فلا عدة فى باطل) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا.

(قوله:الحيض)جمع حيضة: أى عدة المذكورات ثلاث حيض،(قوله: كفرقة)الأول كتفريق القاضى، وسيأتى أن ابتداء العدة فى الموت من وقت الموت، وفى غيره من وقت التفريق والمتاركة: أى أظهار العزم من الزوج على ترك وطيها بأن يقول بلسنانه: تركته بعد وطئه ونحوه ومنه الطلاق،آه". (الدرالمختار)(۱)

اور یہ بھی جائز ہے کہ بغیر عدت گزارے بعد متارکت کے نکاح کرلیں؛ لیکن اگر عمرو کے علاوہ کسی اور سے ہندہ نکاح کرنا چاہے تو متارکت کے بعد عدت گزارنا ضروری ہے، بغیر عدت گزارے نکاح درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۳/۲۶ھ۔

"لا تجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة ،سواء كانت العدة أن يتزوجها ، كذا فى محيط السرخسى ، آه". (الفتاویٰ العالمگيرية)(۲)

نقلِ فتویٰ منسلکہ اس کے حق میں ہے کہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اس صورت میں بغیر عدت گزارے نکاح درست نہیں، (۳) صورتِ مسئولہ میں خود صاحب عدت (عمرو) سے نکاح کرنا بعد متارکت بلاعدت گزارے بھی درست ہے۔ (۴)

محمود، بقلم بخود

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۳۸)

اگر حاملہ کا شوہر مرجائے تو وضع حمل سے قبل اس کا نکاح:

سوال: ہندہ نے بعد وفات شوہر چار ماہ دس دن گزار کر عقد ثانی کرلیا، دراں حالیکہ شوہر متوفٰی کا ہندہ کو حمل تھا، جس کی واقفیت جانبین کو کامل تھی، یہ عقد ثانی جائز ہوا، یا ناجائز؟ اور بعد ولادت تجدید عقد کی ضرورت ہوگی، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب العدة، مطلب:عدة المنكوحة فاسداً والموطوءة بشبهة:۵۱٦/۳،سعيد

(۲،۳) الفتاویٰ الهندية،الباب الثالث ، القسم السادس:المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱،رشيديه

(۴) "أذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث ، فله أن يتزوجها فى العدة وبعد انقضاء ها" (الفتاویٰ الهندية،الباب السادس فى الرجعة، فصل به الطلاق المطلقة: ۴۷۲/۱)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بصورت مسئولہ ہندہ کا نکاح ناجائز ہوا، شوہر کے مرجانے پر وضع حمل کے بعد نکاح کرنا درست ہے، وضع حمل کے قبل ناجائز وحرام ہے۔ شرح وقایہ میں ہے:

وللحامل الحرة أو الأمة وإن مات عنها صبي و ضع حملها أی وإن کان زوجها المیت صبیاً فعدتها بوضع الحمل. (۱)

بنابریں بعد وضع حمل نکاح کیا جائے، اس نکاح کی بناپر شوہر ثانی کو ہندہ کے ساتھ تعلق رکھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، یکم ربیع الاول ۱۳۴۴ھ۔ الجواب صواب: محمد حفیظ الحسن۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۵۴-۱۵۵)

عدت وفات میں نکاح:

سوال: زید کی بیوی نے زید کے مرنے کے بعد تین مہینہ پندرہ دن بعد نکاح ثانی کرلیا، یہ نکاح شرعاً درست ہوا، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شوہر کے مرنے کے بعد عورت کو چار مہینے دس دن (۱۳۰/دن) عدت گزارنا فرض ہے، (۲) اور عدت کے اندر نکاح کرنا ناجائز، حرام اور باطل ہے۔ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۵/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۵۶)

عدت وفات میں نکاح:

سوال: ہندہ کا شوہر مرگیا، اور اس کی عدت معہودہ میں دس روز باقی تھا کہ اس کے لوگوں نے زید سے ہندہ کا نکاح کردیا، اس صورت میں نکاح درست ہوا، یانہیں؟ اور اسی درمیان میں زید نے خلوت صحیحہ بھی کرلیا اور نکاح کے ایک سال بعد اس کے میکہ والے آئے اور اپنی لڑکی کو لے جاکر دوسرا عقد کردیا۔ اس صورت میں کون سا نکاح جائز ہوا اور کون سا ناجائز، یا زید ہی سے نکاح قائم رہا؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر زید واقف تھا کہ ہندہ عدت وفات کے اندر ہے اور باوجود اس کے نکاح کرلیا تو یہ نکاح باطل ہوا، (۴) اور اس صورت میں جو تیسرے مرد سے نکاح ہوا، وہ صحیح ودرست ہے اور اگر ناواقفیت میں زید نے نکاح

(۱) باب العدة: ۲/۱٤٦

(۲) ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾ (البقرة: ٢٣٤)

(۳،۴) **أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا.** (ردالمحتار، باب المهر: ٢/٣٥٠)

کرلیا ہے تو یہ نکاح فاسد ہے، ایسے نکاح کے بعد متارکہ لازم ہے؛ یعنی مرد عورت سے یا عورت مرد سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا پھر علاحدہ ہو جائے اور متارکہ کے بعد عدت طلاق عورت کو گذارنا ضروری ہے اس لئے اگر زید نے ناواقفیت میں نکاح کیا تھا اور ہندہ نے بغیر متارکہ اور بغیر عدت گذارے ہوئے تیسرے مرد سے نکاح کرلیا ہے تو یہ نکاح بھی فاسد ہے، ایسی حالت میں ہندہ کو چاہیے کہ ان دونوں مردوں سے متارکہ کرلے پھر عدت طلاق گذار کر جس سے چاہے نکاح کرے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۵/۴/۱۳۵۳ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۵۶/۴-۱۵۷)

عدت میں نکاح:

سوال: طلاق کے کتنے مہینے کتنے دن کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کرنا چاہیے؟ طلاق دیئے ہوئے پانچ مہینے ہوئے اور ایک سال کا لڑکا ہے اور مہینہ (ماہواری) نہیں ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں عدت پوری ہونے پر نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

طلاق کے بعد جب تین مرتبہ ماہواری آجائے، تب عدت ختم ہوگی اور دوسرا نکاح درست ہوگا، (۲) بچہ گود میں ایک سال کا ہے اور طلاق کو پانچ مہینے ہوئے اور ماہواری نہیں ہورہی ہے تو ابھی نکاح کی اجازت نہیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۹/۱۱)

تکمیل عدت سے قبل دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا انتقال ہوگیا، اب اس کی بیوی ہندہ نے عدت پوری ہونے سے پہلے ہی دوسرے سے نکاح کرلیا، اس صورت میں اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

(المستفتی: محمد اختر، حافظ بننے کی پلیہ، مرادآباد، یوپی)

---

(۱) (ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد)....(و) یثبت (لکل واحد منهما فسخه ولوبغیر محضر من صاحبه دخل بها أولا)...(وتجب العدة) بعدالوطء (من وقت التفریق) أو متارکة الزوج وإن لم تعلم المرأة بالمتارکة (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد: ۳۵۰/۲، ۳۵۱)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾(سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التی تحیض ثلاثة قروء: أی حیض لقوله تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. (مجمع الأنهر، باب العدة: ٤٦٤/١، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "لا تجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ الهندیة: ۲۸۰/۱، رشیدیه)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر سوال نامہ کا درج شدہ بیان صحیح ہے تو ہندہ کا دوسرا نکاح شرعاً درست نہیں ہے، اگر دوسرے شوہر کو عدت پوری نہ ہونے کا علم ہے تو نکاح بالکل باطل ہے اور اگر علم نہیں ہے تو نکاح فاسد ہے، بہرحال مذکورہ نکاح صحیح نہیں ہے۔

أما نكاح الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، قال فعلٰى هٰذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة. (شامي، كراتشي: ۱۳۲/۳، ۵۱۶/۳، زكريا: ۲۷٤/٤، ۱۹۷/۵، البحر الرائق، كوئٹه: ۱٤٤/٤، زكريا: ۲٤۲/٤، هٰكذا في المبسوط، دار الكتب العلمية بيروت: ۲۸۹/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶؍رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۳۹۰/۲۵) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۵۱۸، ۵۱۹)

عدت میں نکاح اور صحبت سے ممانعت:

سوال: متوفی کے ورثاء نے امام مسجد سے کہا کہ ہمیں عورت کے اغوا ہونے کا خطرہ ہے؛ اس لیے کسی طرح جلد از جلد اس کا نکاح ہمارے خاندان کے فلاں آدمی سے کرود، امام مسجد نے ایک اور مولوی صاحب سے مشورہ لیا، جس نے کہا عدت گزرنے سے پہلے نکاح نہیں ہوسکتا؛ مگر عورت کو ڈرانے کے لیے آپ نکاح پڑھ دیں اور عورت کو کہہ دیں کہ بس اب تیرا نکاح ہوگیا ہے؛ مگر خاوند کو اس مدت میں صحبت سے منع کردیں؛ تاکہ وہ زنا کا مرتکب نہ ہو، پھر جب عدت گزر جائے گی تو از سر نو نکاح پڑھنا اور اس کے بعد عورت خاوند پر حلال ہوگی، چناں چہ امام مسجد نے نکاح کردیا اور خاوند کو صحبت سے منع کردیا؛ لیکن خاوند نے اس پابندی کی کوئی پرواہ نہیں کی اور عورت سے تعلقات زن وشوہر قائم کرلیے۔ اسی دوران عورت کو پتہ چل گیا کہ اس کا نکاح نہیں ہوا تو وہ ایک شخص کے ساتھ بھاگ گئی۔ از روئے شریعت مطہرہ ہر ایک کا حکم تحریر فرمائیں، امام مسجد، شرکائے نکاح اور امام کو مشورہ دینے والے پر کیا کیا تعزیر ہے؟ عورت کا نکاح کس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے؟ نکاح مذکور کے بعد صحبت کرنے پر کیا حکم ہے؟ اور اغوا کنندہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً ومصلياً

حالتِ عدت میں نکاح کی بات اور وعدہ لینا بھی جائز نہیں، قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے۔ (۱) قرآن کریم کی قدر نہ کرتے ہوئے اپنی مصالح کو پیش نظر رکھ کر یہ غلط کام کیا گیا، جس کے نتیجے میں مرد اور عورت حرام کاری میں مبتلا ہوئے اور مصلحت بھی فوت ہوگئی، جس نے یہ غلط مشورہ دیا وہ بھی توبہ کرے اور جو اس غلط نکاح میں شریک ومعاون

---

(۱) قال اللّٰه تعالٰى ﴿ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء أو أكننتم في أنفسكم علم اللّٰه أنكم ستذكرونهن ولكن لا تواعدوهن سرّاً إلا أن تقولوا قولاً معروفاً ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵)

ہوئے، سب توبہ واستغفار کریں۔(۱) اجنبی کے ساتھ بھاگ جانا بھی مستقل معصیت ہے، بھگا کر لے جانے والا بھی سخت گناہ گار ہے۔(۲) تعزیر کے لیے اپنے علاقے کے اہل علم سے دریافت کریں۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۱۱)

عدت میں نکاح کرنے سے جو اولاد ہوئی، اس کا نسب:

سوال: ایک شخص نے عدت میں نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی، اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ نکاح شرح میں جائز ہے تو یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور اولاد کا نسب ثابت ہوگا، یا نہیں؟ اور اس کی وارث ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

زمانہ عدت میں نکاح باطل ہے؛ لیکن نسب ثابت ہے اور اولاد وارث ہوگی۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۶۸)

جس مقام پر رہتے ہوئے عورت پر عدت واجب ہوئی، اسی مقام پر رہ کر عدت پوری کرنا واجب ہے، بغیر عذر شدید کے وہاں سے منتقل ہونا جائز نہیں:

سوال: زید کے وقت اخیر ہونے کی خبر پہنچنے پر زید کی بی بی ضلع ویلور سے بنگلور کے لیے نکلی اور بنگلور پہنچی، اس وقت جب کہ زید کا انتقال ہو چکا تھا۔ آج چالیس دن سے وہ بنگلور ہی میں عدت گزار رہی ہے۔ ایام عدت کے پورا کرنے کے لیے، بنگلور کی آب وہوا معمرہ زید کی بی بی کے لیے موافق نہیں آرہی ہے، چناں چہ ہمیشہ ناسازئ طبع کی شکایت لگی رہتی ہے۔ کیا وہ اپنی صحت کی خاطر اس صورت میں اپنے وطن ضلع ویلور کو جاسکتی ہے، یا تکمیل عدت شرط ہے اور زید مرحوم کا خاص مکان دونوں شہر میں موجود ہے؟

الجواب

هو المصوب: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ زید مرحوم کا مکان بنگلور اور ضلع ویلور دونوں مقام میں ہے اور زید کی بی بی

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر اللّٰه يجد اللّٰه غفوراً رحيما﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي". تنبيه الغافلين، باب التوبة: ٦٠، قديمي)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، على الفور ،سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ٣٥٤/٢، قديمي)

(۲) "وفي الأشباه: خدع امرأة وأخرجها وزوجها، يحبس حتى يتوب أو يموت لسعيه في الأرض بالفساد". (الدر المختار) "(قوله: حتى يتوب أو يموت) عبارة غيره حتى يردها وفي الهندية: وغيرها: قال محمد: احبسه أبداً حتى يردها أو يموت". (ردالمحتار، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مطلب: العامي لا مذهب له: ٨١/٤، سعيد)

(۳) وتقدم في باب المهر أن الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد و الباطل: ٨٣٥/٢. ظفير)

کی عدت وفات بنگلور میں واجب ہوئی، لہٰذا بغیر انقضائے مدت عدت وہاں سے دوسری جگہ جانا جائز نہیں۔ ہاں اگر ناسازیٔ طبع کا عذر واقعی ہو اور مرض کے زیادہ ہونے کا گمان غالب ہو اور دوسری جگہ جانے سے صحت کی امید بھی ہو تو نکل کر اس دوسری جگہ عدت پوری کرنے میں مضائقہ نہیں، جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے:

وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجب فیه ولایخرجان إلا أن تخرج أوینهدم المنزل أوتخاف إنهدامه أوتلف ما لها ونحوذلک من الضرورات فتخرج لأقرب موضع إلیه، انتهٰی.(۱)

اور ردالمحتار میں لکھا ہے:

(قوله ونحو ذلک) منه ما فی الظهیریة لوخافت باللیل عن أمرالمیت والموت ولا أحد معها لها التحول لوالخوف شدیداً وإلا فلا انتهیٰ.(۲)

اورشرح وقایہ میں ہے: **وتعتد فی منزلها وقت الفرقة والموت والطلاق إلا أن تخرج أوخافت تلف مالها أوالإنهدام أولم تجد کراء البیت انتهٰی.(۳)فقط واللّٰه أعلم بالصواب**

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۵۰، ۱۵۱)

معتدہ کو نکاح کا پیغام دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اب سے بارہ سال قبل اپنے بڑے بھائی کی بیوی سے ناجائز جنسی تعلقات قائم کئے اور کئی سال تک زنا کاری کرتا رہا، جب ان ناجائز تعلقات کا علم رشتہ داروں کو ہوگیا تو وہ اپنی محبوبہ کو لے کر فرار ہوگیا اور آج بھی اس کے ساتھ رہتا ہے، کچھ عرصہ گزارنے کے بعد زید کے سگے بھتیجے کا مشتبہ حالات میں انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے پیچھے جوان العمر بیوہ اور تین نابالغ بچے چھوڑے، مرحوم کی زندگی میں کچھ حالات اس طرح کے پیش آئے، جن سے اندازہ ہوا کہ زید نے مرحوم کی زندگی میں ہی اس کی مسماۃ سے ناجائز تعلقات قائم کر لیے تھے، ان تعلقات کا علم اس وقت ہوا، جب کہ ان کی آپسی گفتگو سنی گئی اور ٹیپ کر لی گئی، جو ثبوت کے طور پر محفوظ ہے، ان کی گفتگو اور یہ باور کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ زید اور بیوہ مذکورہ نے راستہ کا کانٹا دور کرانے کے لیے مرحوم کو زہر دے کر ہلاک کیا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں زید اور مسماۃ مذکورہ کے لیے فتویٰ صادر فرمائیں۔　　(المستفتی: ظہیر عالم ڈانگ، بارہ دری، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

مرحوم ومغفور کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی بات اس وقت تک شرعی طور پر معتبر نہ ہوگی، جب تک دو شرعی گواہوں

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار: ۲۲۵/۵، ط: الریاض، انیس

(۲) رد المحتار: ۲۲۵/۵-۲۲۶، ط: الریاض، انیس

(۳) شرح الوقایة مع عمدة الرعایة: ۴۸۴/۳، ط: دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

کے خود دیکھنے پر شہادت نہ ہو یا خود وہ لوگ اقرار نہ کریں، جن کا ایسے فعل شنیع میں دخل دینے کا شبہ ہے، اس کے بغیر محض شکوک وشبہات اور فون پر گفتگو اس کے ثبوت پر حجت نہیں ہوسکتی ہے؛ اس لیے شرعی طور پر زید اور بیوہ مذکورہ پر کوئی سزا نہیں ہے، البتہ اگر ان دونوں نے بے حیائی کی بات کی ہے تو ان پر بے حیائی کا گناہ ہوگا، توبہ کرنی چاہیے اور عدت گزرنے کے بعد دوسرے مرد سے شادی کی گفتگو کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ جائز اور درست ہے، البتہ نکاح سے قبل باقاعدہ فحش اور بے حیائی کی بات کرنا گناہ ہے؛ اس لیے اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس عدت میں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس عدت ختم ہوتے ہی اگر کوئی نکاح کا پیغام آئے گا تو مجھے بتلا دینا، چناں چہ اس کے بعد حضرت معاویہ اور ابوالجہم کی طرف سے دو پیغام آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ تو فقیر ہے اور ابوالجہم عورتوں پر بہت سخت ہے، تم اسامہ بن زید کے ساتھ نکاح کرلو، چناں چہ عدت کے بعد ہی حضرت اسامہ کے ساتھ نکاح ہوگیا۔ حدیث شریف کی عبارت حسب ذیل ہے:

فإذا انقضت عدتک فجاء أحد يخطبک، فأتيني، فلما انقضت عدتی خطبنی أبو جهم، ومعاوية، قالت: فأتيت رسول الله صلی الله عليه وسلم فذكرت ذلک له،فقال: أما معاوية فرجل لا مال له، وأما أبوجهم فرجل شديد علی النساء، قالت: فخطبنی أسامة بن زيد، فتزوجنی. فبارک الله فی أسامة. (سنن الترمذی، كتاب النكاح، باب ماجاء أن لا يخطب الرجل علی خطبة أخيه، النسخة الهندية: ۱/۲۱۵، دارالسلام رقم: ۱۱۳۵)

اور محض نکاح کے ارادہ سے عاشقانہ گفتگو سے زہر کا گمان کرنا قرآنی حکم سے منع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ (الحجرات: ۱۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۶۳۱) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۱۴، ۵۱۵)

جو نکاح صرف گھنٹہ دو گھنٹہ عدت سے پہلے ہو، وہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید کا نکاح عدت گزرنے سے پہلے گھنٹہ دو گھنٹہ ہندہ کے ساتھ غلطی سے ہوگیا تو وہ نکاح نافذ ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

وہ نکاح نافذ وصحیح ہوا۔ (كما فی عامة المعتبرات) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۶۸)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (ردالمحتار: ۴/۲۷۴، باب المهر، ظفير)

مطلقہ نے طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرلیا، اب بذریعہ عدالت پھر اس عورت کو حاصل کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: خلاصہ سوال یہ ہے کہ میاں دین نے اپنی زوجہ تبولن کو خط میں طلاق بائن لکھ کر بھیج دی، عورت نے دوسرا نکاح کرلیا، اس کے بعد جب میاں دین گھر آیا تو اس نے نالش کردی کہ میری عورت کو فلاں شخص نے بھگادیا، بخوف قید عقد ثانی والے شوہر نے انکار کردیا کہ میرے یہاں عورت نہیں ہے، عدالت نے مسماۃ بتولن میاں دین کو واپس کرادی تو وہ عورت میان دین کے لیے حلال ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں موافق اس طلاق نامے کے اگر یہ طلاقنامہ میاں دین کا لکھا ہوا ہے، یا اس نے دوسرے شخص سے لکھوا کر اس کی تصدیق کی اور خوشی سے دستخط کئے تو اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ واقع ہوگی، (۱) اور عدت کے بعد جو دوسرے شخص سے اس نے نکاح کیا وہ صحیح ہوگیا، اب وہ عورت میاں دین کے لیے حلال نہیں ہے، البتہ لوگوں کو طلاق نامہ لکھنے سے، یا اس کے تسلیم کرنے سے انکار کرے اور دو گواہ عادل نہ ہوں تو پھر وہ عورت میاں دین کے لیے حلال ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۱-۴۷۲)

عدت کے بعد نکاح:

سوال: راقم نے ایک مطلقہ خاتون سے ختم عدت کے تین ماہ بعد روبرو محفل عقد نکاح ثانی کیا، قبل نکاح قاضی صاحب نے طلاق نامہ سابق شوہر اور زر مہر ونفقۂ عدت کے جو کہ صدر قاضی شریعت پناہ بلدہ کے جاری کردہ تھے، بعد از ملاحظہ نکاح پڑھایا اور میرے نام نکاح نامہ جاری کیا، تقریبا دو ماہ میری زوجیت میں رہنے کے بعد میری بیوی اپنے برادر کلاں کی عیادت کے لیے امریکہ روانہ ہوئیں (مجھ سے تین ماہ کے قیام کی اجازت لے کر) لیکن تین ماہ سے زیادہ عرصہ وہاں قیام ہے اور میری زوجہ کے برادر کلاں حقیقی نے مجھے بذریعہ خط لعن طعن کرتے ہوئے میرے نکاح کو غلط اور ناجائز ٹھہرا رہے ہیں اور مجھے اپنی زوجہ سے کسی قسم کا ربط ضبط نہ رکھنے، خط وکتابت، یا ٹیلی فون پر بات نہ کرنے کی سختی کے ساتھ ذریعہ خط ہدایت دیے ہیں، نکاح میری زوجہ کی دوسرے بڑے بھائی نے اپنے اقرباء کی گواہی سے بہ حیثیت وکیل کاغذات نکاح پر اور لڑکی کی رضامندی حاصل کرتے ہوئے دستخط کیے اور لڑکی کا دستخط بھی موجود ہے۔

(محمد سلیم خاں، باغ جہاں آرا، یاقوت پورہ)

---

(۱) کتب الطلاق إن مستبيناً علىٰ نحو لوح وقع إن نوى وقيل مطلقاً وعلىٰ نحو الماء فلا مطلقاً فلو كتب علىٰ وجه الرسالة والخطاب كأن يكتب يا فلانة!إذا أتاك كتابي هٰذا فأنت طالق طلقت بوصول الكتاب. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ٤/٢٥٥-٢٥٦، ظفير)

أما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد فأنت طالق فكما كتب هٰذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة. (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ٢/٥٨٩، ظفير)

الجواب

اگراس خاتون کو پہلے شوہر نے طلاق دے دی اور طلاق کے بعد عدت گزر گئی، جوان عورتوں کے لیے تین ماہواری کا آنا(۱) اور نابالغ لڑکیوں اور سن رسیدہ عورتوں کے لیے تین ماہ کا گزر جانا، نیز حاملہ عورتوں کے لیے بچہ کا پیدا ہوجانا ہے،(۲) اور وہ عاقل و بالغ ہوں، انہوں نے اس نکاح کو قبول کیا ہو تو نکاح منعقد ہوگیا، اب ان کے بھائی کا یہ کہنا کہ نکاح غلط اور ناجائز ہے، درست نہیں، مناسب ہوگا کہ آپ دونوں کسی ایسے عالمِ دین، یا مفتی کو ثالث بنائیں، جن پر آپ دونوں اعتماد رکھتے ہوں اور باہمی نزاع کو حل کرلیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۴۴، ۳۴۵)

شوہر کی موجودگی میں جس غیر کا حمل ہوگیا، اس سے نکاح:

سوال: زید کا ہندہ سے نکاح ہوا، ہندہ چند ماہ اپنے شوہر کے پاس رہ کر اپنے عزیزوں میں آگئی اور چند سال رہی، کچھ دن بعد ہندہ اور خالد میں تعلقات ہوگئے اور خالد سے ہندہ کو حمل رہ گیا، حمل سے تین ماہ بعد ہندہ کے عزیزوں نے خالد زید کے انتقال کی خبر دی اور اس قدر مدت کے بعد خبر دی، جو ایام عدت کے برابر ہیں، اس صورت میں دونوں کا نکاح صحیح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ کا نکاح خالد سے بعد وضع حمل کے ہوسکتا ہے، اس سے پہلے درست نہیں؛ کیوں کہ مسئلہ یہ ہے کہ شوہر کی موت سے اگر دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوجائے تو نسب اس کا شوہر متوفی سے ثابت ہوتا ہے۔

كما في الدرالمختار: ويثبت نسب ولد معتدة الموت لأقل منهما من وقته أى الموت إذا كانت كبيرة ولو غير مدخول بها، إلخ. (باب ثبوت النسب)(۳)

وفيه أيضاً من العدة: وفي حق الحامل مطلقاً ولو أمة أو كتابية أو من زنا، بأن تزوج حبلى من زنا ودخل بها ثم مات ... وضع جميع حملها. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۷۶)

جس عورت کا شوہر مرجائے، وہ کب نکاح کرسکتی ہے:

سوال (۱) بیوہ عورت کا نکاح کم از کم کس قدر مدت میں ہونا چاہیے، آیا تین مہینہ سترہ دن میں بھی ہوسکتا ہے، یا چار مہینہ دس روز ہی مشروط ہیں۔

---

(۱) البقرة: ۲۲۸

(۲) الطلاق: ٤

(۳) الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب ثبوت النسب: ۲/۸٦۰، ظفير

(۴) الدرالمختار، باب العدة: ۲/۸۳۱، ظفير

(۲) شوہر اول کی فوت گاہ قبل از عدت بلا ضرورت چھوڑنے سے عقد ثانی میں کچھ قسم تو نہیں ہے۔
(۳) اگر قبل از مدت چار ماہ دس روز نکاح ہوا تو جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو طلاق دے کر مکرر اسی شخص سے تو نکاح کرنا ضروری نہیں، یا اسی کو مجبوراً ختم عدت پر کرنا ہوگا؟
(۴) نکاح ثانی قبل از عدت ہوا تو شب حیض کی تھی، اس وجہ سے مجامعت متروک ہوئی تو اس کے واسطے طلاق کی کیا شکل ہے؟
(۵) کسی شخص کا نکاح بالا اسی طریقہ پر کیا گیا ہو کہ عورت کی جھوٹی توصیف کی گئی ہے اور اس کے برخلاف پا کر ناکح متنفر ہو گیا ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیے اور آدمی مہر کی بھی طاقت نہیں رکھتا ہو؟

الجواب

عدت بیوہ یعنی متوفی عنہا زوجہا کی چار ماہ دس یوم ہیں، (۱) اس مدت سے پہلے نکاح نہیں ہوسکتا اور جو نکاح عدت میں ہوا وہ باطل ہے، منعقد نہیں ہوا، اس میں طلاق کی ضرورت نہیں ہے اور نہ وہ عورت اسی مرد سے نکاح کرنے پر مجبور ہے، بعد گزرنے عدت کے جس سے چاہے نکاح کرے اور ایسے ناجائز نکاح میں بلا دخول وصحبت کے مہر لازم نہیں ہوتا، اگر صحبت ہوگئی ہے تو مہر مثل لازم ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۸۳-۴۸۴)

شوہر پاگل ہو اور نان ونفقہ کی خبر نہ لے، آیا بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: زید چھ برس سے پاگل ہے اور اس حالت میں بیوی کے نان ونفقہ کی خبر نہیں لے سکتا، ایسی حالت میں اس کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

مجنون کی زوجہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی؛ (۳) لیکن اگر مجنون کے پاس کچھ مال جائداد ہے تو اس میں سے زوجہ کو خرچ دیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۶۹-۴۷۰)

---

(۱) والعدة للموت أربعة أشهر بالأهلة لوفي الغرة وعشر من الأيام بشرط بقاء النكاح صحيحاً إلى الموت مطلقا. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب العدة: ۲/ ۸۳۰، ظفير)

(۲) بأن النكاح الفاسد إنما يجب فيها مهر المثل والعدة بالوطء لا بمجرد العقد ولا بالخلوة. (رد المحتار، باب العدة: ۲/ ۸۳۶، ظفير) / اس سلسلے میں اصل اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً﴾ (البقرة: ۲۳۴) کہ عدت وفات چار ماہ دس دن ہے اور اس دوران نکاح نہ وہ عورت کرسکتی ہے اور نہ کسی کے لیے جائز ہے کہ اس سے نکاح کرے، عدت گزر جانے کے بعد پھر اجازت ہے، چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتىٰ يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵) [انیس]

(۳) ولا يتخير أحد الزوجين بعيب الآخر ولو فاحشاً كجنون وجذام وبرص ورتق وقرن. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲/ ۸۲۲) مجنون کی بیوی کس طرح چھٹکارا حاصل کرے، اس کے لیے دیکھئے: الحیلۃ الناجزہ اور کتاب الفسخ والتفریق [ظفیر]

شوہر پاگل ہوجائے تو عورت دوسری شادی کرسکتی ہے یانہیں:

سوال: زید کی منکوحہ تقریباً دس سال تک زید کے پاس رہی؛ لیکن اتفاقاً زید پاگل ہوگیا، عورت نے چند ماہ مزدوری کر کے اپنا گزارہ کیا، آخر کار مرد کی طمع دامن گیر ہوئی، وہ دوسرے شہر میں چلی گئی اور مثلاً عمر کے پاس سکونت اختیار کی، سات سال تک عمر کے پاس رہی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ عورت عمر سے نکاح کرسکتی ہے، یانہیں؟ اگر نکاح کے جواز کی صورت ہوتو اطلاع بخشی جاوے۔

الجواب

بدون طلاق دینے شوہر اول زید کے دوسرا نکاح عمر سے درست نہیں ہے اور زید چوں کہ مجنون ہوگیا ہے، اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوسکتی، جب تک زید کو افاقہ نہ ہو، اس وقت تک اس کی طلاق واقع نہیں ہوسکتی، (۱) بعد افاقہ اگر وہ طلاق دے اور عدت گزر جاوے، اس وقت دوسرے شخص سے نکاح ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۸۸-۴۸۹)

خنثیٰ سے جب نکاح کردیا گیا ہوتو دوسرا نکاح جائز ہے، یانہیں:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے والدین نے ایک مرد خنثیٰ سے کردیا، اعضائے تناسل بہت صغیر ہے اور اس کی جڑ میں ایک سوراخ اس میں سے پیشاب آتا ہے، بعد بلوغ لڑکے کے یہ بات ظاہر ہوئی، اس صورت میں اگر وہ لڑکی دوسرے شخص سے عقد کرنا چاہے تو بلا طلاق کرسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

اگر وہ شخص جس سے لڑکی نابالغہ کا نکاح کیا گیا ہے، خنثیٰ مشکل ہے کہ اس کا مرد وعورت ہونا متحقق نہیں ہے تو وہ نکاح موقوف رہتا ہے، بعد میں اگر متحقق ہوجاوے کہ مرد ہے تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اگر متحقق ہوجائے کہ وہ عورت ہے تو نکاح باطل ہے؛ کیوں کہ عورت کا نکاح عورت سے صحیح نہیں ہے اور خنثیٰ مشکل وہ ہے کہ اس کے دونوں علامتیں ہوں، مرد کی بھی، عورت کی بھی، یا کوئی بھی نہ ہو اور اگر اخیر تک بھی اشکال باقی رہے کہ نہ اس کا مرد ہونا معلوم ہو، نہ عورت ہونا تو نکاح باطل ہوجاتا ہے۔ (۲)

صورت مسئولہ میں سائل نے یہ لکھا ہے کہ عضو تناسل اس کا بہت صغیر ہے اور اس کی جڑ میں سوراخ ہے کہ اس سے پیشاب آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ خنثیٰ نہیں ہے؛ بلکہ فرج ہے؛ لیکن نامرد اور عنین ہے، اس میں حنفیہ نے یہ

(۱) ولایقع الصبی والمجنون. (الهداية، كتاب الطلاق: ۳۳۷/۲) اس سے جھٹکارہ کے لیے دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ [ظفیر]

(۲) هو عقد يفيد ملک المتعة أی حل إستمتاع الرجل من إمرأة لم يمنع من نكاح مانع شرعی فخرج الذكر والخنثیٰ المشكل. (الدرالمختار) أی إيراد العقد عليهما لايفيد ملک إستمتاع الرجل بهم العدم محليتهما. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۳۵٦/۲، ظفير)

تفصیل فرمائی ہے کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے، پھر اگر عضو تناسل شوہر کا اس قدر صغیر ہے کہ مثل گھنڈی کے ہے کہ ادخال اس کا فرج زوجہ میں ممکن نہیں ہے تو حکم اس کا مجبوب یعنی مقطوع الذکر کا سا ہے کہ عورت کی طلب پر قاضی ان میں فوراً تفریق کرادے گا اور جو ایسا نہیں؛ بلکہ عنین ہے تو ایک سال کی مہلت شوہر کو بغرض علاج دی جاتی ہے، اس کے بعد اگر عورت طلب کرے قاضی تفریق کرادے گا؛(۱) مگر اس زمانہ میں جب کہ قاضی نہیں تو حکم مسلم فریقین یہ کام کرے گا، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے اگر خلوت ہو چکی ہے، دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۸۱-۴۸۲)

زوجہ عنین کا بغیر طلاق کے نکاح ثانی کرنا باطل ہے:

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی عمر ۱۴/سالہ کی نابالغہ اور اس کا شوہر عمر ۱۹/سال کا، وہ لڑکی شوہر کے یہاں سے باپ کے یہاں بھاگ آئی، اس کے پیچھے اس کا شوہر اور شوہر کا بھائی آئے لے جانے کو، لڑکی بولی: میرا شوہر دیوث اور نامرد ہے، ناک کان چھیدا اور پیر میں گھونگرو باندھ کر ناچتا گاتا ہے، ایک مرتبہ اس نے ایک غیر آدمی کو گھر میں بھیجا اور آپ باہر کھڑا رہا، میں شور غل کیا تو وہ شخص بھاگ گیا، اس نے مجھے ایک لات مارا کہ کیوں شور کی؟ یہ کل باتیں لڑکی نے اپنے شوہر کے روبرو کہیں۔ لڑکی کے باپ نے کہا: تم جماعت میں آؤ، تصفیہ ہوگا اور تمہارا ملاحظہ کیا جائے گا، تب لڑکی بھیجوں گا، اس دہشت سے وہ بھاگ گیا، اس کو لڑکی کی طرف سے نوٹس دیا گیا تو واپس کیا اور کئی خط دیئے؛ مگر جواب نہیں آیا۔ کچھ دن بعد اس کے باپ بھائی آئے، جماعت نے کہا: لڑکے کو لاؤ، وہ پندرہ کا وعدہ کر کے گیا، ایک ماہ میں اکیلا آیا اور کہا کہ ایک ہفتہ میں لاؤں گا، جس کو ڈیڑھ ماہ ہوا، پتہ نہیں ہے، نہ کچھ خط ہے۔ اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے اور بارہ ماہ سے باپ کے یہاں بیٹھی ہے اور اس کا باپ بہت غریب شخص ہے، عدالت نہیں کر سکتا اور وہ ایسی جگہ ہے کہ کوئی مسلمان وہاں نہیں ہے، اب کیا کیا جاوے؟ معروضہ ہے کہ جو حکم شرع میں ہو، اطلاع بخشیں، ویسا عمل میں لاویں گے؟ فقط

الجواب

صورت اولیٰ میں جب تک شوہر اپنی بی بی کو طلاق نہ دے دے اور عدت نہ گزر جاوے، اس وقت تک اس کا نکاح دوسرے سے نہیں ہو سکتا۔ (امداد الاحکام: ۳/۲۵۹)

---

(۱) إذا وجدت المرأة زوجها مجبوباً أو مقطوع الذكر فقط أو صغيرة جداً كالزر ولو قصيراً لا يمكنه إدخاله داخل الفرج. (الدر المختار)

(قوله: فرق بينهم) الحاكم بطلبها في الحال ... ولو وجدته عنيناً أو خصيا ...أجل سنة ... وطء مرة وإلا بانت بالتفريق بطلبها. (الدر المختار: ۲/۲۰٤، ظفير)

شوہر کے لنگڑے پن کی وجہ نکاحِ ثانی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی کا نکاح ہوا، اس کے گردے کا آپریشن ہوا، لڑکی کے شوہر نے کہا میں اس کو نہیں رکھوں گا، ایک گردے والی ہے، یہ بات پانچ سال تک چلتی رہی، خدا کی شان یہ لڑکے کا ایک پیر کٹ گیا، اب لڑکی اور لڑکی کے گھر والے کہتے ہیں کہ اب ہم اپنی بیٹی کو لنگڑے کے گھر نہیں بھیجیں گے، نکاح کو سات سال ہو گئے ہیں، اب لڑکی والے چاہتے ہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر دیں اور لڑکا طلاق نہیں دے رہا ہے، ایسی صورت میں دوسرے سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے، یا اُس سے شرعی تفریق حاصل نہ کر لی جائے، اُس وقت تک اُس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہرگز نہیں ہوگا، پہلے شوہر سے طلاق اور اُس کی عدت گزرنے کے بعد ہی دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذٰلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۱، شامي، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، كراتشي، البحر الرائق، باب العدة: ۲۴۲/۴، زكريا، بدائع الصنائع: ۴۵۱/۳، بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۶/۳/۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۲۶/۸)

شوہر کے مار پیٹ کرنے کی وجہ سے نکاحِ ثانی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نکاح کرنے کے بعد تقریباً ۱۰؍مہینہ تک گھر سے غائب رہا، اِس دوران اُس کی اہلیہ اپنے میکہ میں رہی، اس کے بعد وہ گھر آیا اور اپنی بیوی کو رخصت کرا کے اپنے گھر لے آیا اور تھوڑی سی بات پر اس کے ساتھ بے مروتی سے مار پیٹ کی، حتی کہ کچھ دیر تک باندھ کر بھی رکھا، لڑکی والوں نے معاملہ کو سلجھانے کے لئے پنچ کو بٹھایا، لڑکے نے لڑکی کو قتل اور شدید مار پیٹ کی دھمکی دی اور اس بات پر مجبور کیا کہ تم سب کے سامنے یہ کہنا کہ میں لڑکے (شوہر) کے یہاں نہیں رہنا چاہتی، مجھے طلاق دلوادی جائے۔ الغرض پنچایت اس بات پر ختم کر دی گئی کہ سنجیدگی کے ساتھ لڑکی سے تفتیش کی جائے گی، اس کے بعد وہ لڑکا پھر دوبارہ گھر سے چلا گیا، اور تقریباً ۷؍مہینہ سے اب تک نہیں آیا، اور نہ ہی وہ اپنی بیوی کی خیر وخیرت معلوم کرتا ہے، نہ ہی نان ونفقہ برداشت کرتا ہے، اس وقت لڑکی اپنے میکہ ہی میں ہے، لڑکے کا اس سے منشاء معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی سے دست بردار ہو جائے؛ لیکن وہ اس بات کو ظاہر نہیں کرتا۔ الغرض معلوم یہ کرنا ہے کہ از روئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں یقیناً شوہر کی طرف سے زیادتی ہے؛ لیکن جب تک شوہر طلاق نہ دے، یا شرعی طریقہ پر زوجین

میں تفریق نہ ہوجائے، اس وقت تک لڑکی کا نکاح کسی اور جگہ جائز نہیں ہے۔

أما نكاح منكوحة الغير ... لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار مع الدر المختار: ۵۱۶/۳، کراچی: ۲۷۴/۴ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۱، البحر الرائق، باب العدة ۲۴۲/۴، زکریا، بدائع الصنائع: ۴۵۱/۳، بیروت)

ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۹/۱۱/۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۳۰/۸، ۲۳۱)

جس کو کالا پانی کی سزا ہوگئی، اس کی بیوی دوسری شادی کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو بحکم سرکار کالا پانی ہوگیا، اب اس کے آنے کی امید نہیں ہے تو اس کی بیوی کو دوسرا نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب تک وہ شخص زندہ ہے، یا طلاق نہ دیوے، اس وقت تک اس کی زوجہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی، وہ نکاح شرعاً باطل ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۷۰/۷-۴۷۱)

شوہر چوری کی وجہ سے جیل چلا جائے تو بیوی دوسری شادی کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: میری لڑکی کی شادی بھرتپور میں ایک شخص سے ہوگئی تھی، وہ شخص جواری اور چور ہے، اس وجہ سے اس کو ڈھائی برس کی سزا ہوگئی ہے، میری لڑکی کا ایسی حالت میں دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

شوہر سے طلاق دلوائی جائے، بدون طلاق دینے شوہر کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۷۵/۷)

شوہر اگر قید ہو تو زوجہ کا نکاح ثانی کرنا باطل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی نانی مسلمان ہوئی اور ہندہ کی والدہ کا ایک مسلمان پردیسی سے نکاح کردیا، جب ہندہ پیدا ہوئی اور سات آٹھ سال کی عمر ہوئی ہندہ کے والدین کا انتقال ہوا اور کسی ولی وعصبہ کا کوئی پتہ نہ چلا اور ہندہ اپنی خالہ بدچلن کی پرورش میں چندروز رہی، پھر چند خدا ترس لوگوں نے بمشورہ اس کی خالہ کے زید سے ہندہ کا نکاح کردیا، جو کہ مسلمان تھا اور حیثیت میں ہندہ کے باپ کی برابر تھا اور قومیت طرفین میں سے کسی کی کسی کو معلوم نہیں، ملازم پیشہ لوگ تھے، بعد نکاح کے کئی سال تک ہندہ زید کے پاس رہی، اتفاق سے کسی بدچلنی کی وجہ سے زید

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ... فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار، باب العدة: ۸۳۵/۲، ظفير)

قید ہوگیا، زید کے گھر والے ہندہ کو تنگ رکھتے تھے، ہندہ نے اپنی تنگی اپنی خالہ سے بیان کی تو خالہ نے اس کو چکلہ میں بٹھادیا، چکلہ والوں نے کسی سے کچھ روپیہ ٹھہرا کر ہندہ کے پاس بھیجا تو ہندہ بھاگ گئی، قابو میں نہ آئی اور اسلامی مسائل سے بالکل ناواقف تھی، ناٹک والوں میں مسلمان سمجھ کر شامل ہوگئی، پھر بلوغ کے [بعد] بوجہ غلبہ شہوت ایک غیر مسلم شخص سے ہندہ ملی اور اپنا کل حال بیان، کیا اس شخص نے اس کو وعید سنائی اور یہ کہا کہ تو مسلمان ہے اور یہ شخص جس سے تیرا تعلق ہے، غیر مسلم ہے، ہندہ پر خوف الٰہی پیدا ہوا اور مسائل دریافت کیئے اور اولاد کو چھوڑنے پر آمادہ ہوئی تو اس غیر مسلم نے کہا: میں تیری خاطر اپنے گھر والوں سے علاحدہ ہوا اور یہ تیری اولاد ہے، ان سب کو چھوڑ کر کہاں جاتی ہے، میں بھی مسلمان ہوتا ہوں، گھر نہ بگڑنا چاہیے، ہندہ نے کہا: میرا شوہر اصلی قید میں ہے اور یہ اولاد حرامی ہے تو غیر مسلم ہے، میں ترے پاس نہ رہوں گی، پھر ہندہ نے اپنا کل حال عمرو سے بیان کیا، عمرو نے کہا تو کسی اور مسلمان سے نکاح کرلے، ہندہ نے کہا: میرا نکاح ہو چکا تھا اور شوہر قید میں ہے، نہ وہ مرا ہے اور نہ طلاق دی، میں کیسے نکاح کرسکتی ہوں۔ عمرو نے چند مسلمان غیر عالم سے ہندہ کی تسلی کرادی کہ تیرا شوہر قید میں ہے تو نکاح کرلے تیرے کئی اولاد ناجائز تعلق سے پیدا ہوچکی ،اب نکاح ٹوٹ گیا، بے نکاح رہنا درست نہیں۔ ہندہ نے مسئلہ کا خیال کرکے عمرو سے ہی نکاح کرلیا، پھر ایک شخص مسلمان اس کو ملا، اس سے تمام حال اپنا سنایا، وہ مسلمان عالم نہ تھا، کچھ مسائل سے وقف تھا، اس کو دیکھ کر اور زیادہ اسلام سے ہندہ خوش ہوئی اور مفصل حال سنایا تو اس شخص نے کہا کہ دوسرا نکاح نہیں ہوا، اب اور زیادہ ہندہ کو تشویش ہوئی، لہٰذا عرض ہے کہ پہلا نکاح درست تھا، یا اور؟ بدوں طلاق کے یہ دوسرا نکاح درست ہوا، یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ولی عصبہ کے نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام کو حنفیہ کے نزدیک ولایت نکاح نابالغہ حاصل ہے، اسی طرح اگر ولی عصبہ موجود ہو؛ مگر لاپتہ ہو کہ کسی کو اس کا پتہ نہ معلوم ہو، جب بھی ولی ابعد کو نکاح کی ولایت حاصل ہوتی ہے۔

قال في العالمغيرية (۱۱/۲): وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة، آه. (۲)

وفيه (۱۲/۲): وإن كان الأقرب غائباً غيبة منقطعة جاز نكاح الأبعد، كذا في المحيط. (۳)

پس صورت مسئولہ میں ہندہ کی خالہ اس کی ولی تھی اور اس کا بدچلن ہونا مسقط ولایت نہ تھا۔

قال في العالمغيرية (۱۲/۲): والفسق لايمنع الولاية، كذا في فتاوى قاضي خان، آه. (۴)

(۱) سائل سے دریافت کیا گیا کہ ہندہ کا پہلا نکاح مہر مثل پر ہوا تھا، یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مہر مثل پر ہوا تھا۔ ظفر

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۲۸۳/۱-۲۸۴، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۲۸۵/۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۲۸٤/۱، دار الفكر بيروت، انيس

البتہ اگر ولی فاسق اگر چہ باپ ہی ہو،کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو میں، یا مہر مثل سے بہت زیادہ قلیل پر کرے، اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا۔

قال فی البحر: فما فی الجوامع أن الأب إذا کان فاسقاً للقاضی أن یزوج الصغیرة من کفء غیر معروف، نعم إذا کان متهتکا لاینفذ تزویجه إیاها بنقص عن مهر المثل ومن غیر کفء وسیأتی هذا، کذا فی فتح القدیر. (۱۲٤/۳)(۱)

اور ولی ابعد اگر ایسا کرے کہ غیر کفو میں، یا مہر مثل سے کم پر نکاح کر دے، وہ تو مطلقاً باطل ہے، اگر چہ ولی فاسق بھی نہ ہو، صالح ہی ہو۔

قال فی الدر: (وإن کان المزوج غیرهما) أی غیر الأب وأبیه ولو الأم أو القاضی ... (لایصح) النکاح (من غیر کفء أو بغبن فاحش أصلاً) وما فی صدر الشریعة صح ولهما فسخه وهم (وإن کان من کفء وبمهر المثل صح...)، آه ملخصاً. (۵۰۰/۱)(۲)

پس صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کا پہلا نکاح زید سے مہر مثل پر اور کفو میں ہوا ہے تو چوں کہ خالہ ولی تھی اور اس کی اجازت سے نکاح ہوا؛ اس لیے وہ نکاح صحیح ہوگیا، اب ہندہ کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا بغیر زید شوہر اول سے طلاق حاصل کئے اور بدون عدت طلاق گزرنے کے ہرگز جائز نہیں، اگر پہلے شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر اس نے کسی سے نکاح کرلیا ہے تو وہ نکاح باطل ہے، ہندہ کو اس سے فوراً الگ ہوجانا چاہیے۔ شوہر اول کے قید ہوجانے، یا کسی غیر مسلم سے ہندہ کے ناجائز تعلق کر لینے سے پہلا نکاح باطل نہیں ہوسکتا، وہ بدستور باقی ہے، البتہ ہندہ نے اس ناجائز تعلق پیدا کرنے میں گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے، بالخصوص غیر مسلم کے ساتھ **فإنه أشد زنی فی الإسلام**، لہٰذا ہندہ کو دوسرے خاوند سے فوراً علاحدگی اختیار کر کے ان تمام گناہوں سے بصدق دل توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور بارگاہ الٰہی میں رو رو کر دعا کرنی چاہیے، کیا عجب ہے کہ مغفرت ہوجاوے، وہ اپنی رحمت سے شرک وکفر کے علاوہ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ واللہ اعلم **(ولا عاصم من أمر الله إلا من رحم)**

۲۲/ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۲۵۷/۳)

قیدی کی بیوی کا نکاح کرلینا:

سوال: ایک شخص کو خونی مقدمہ میں بیس سال کی سزا ہوجانے کے بعد اس کی بیوی نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

(۱) البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء فی النکاح: ۱۳۳/۳، دار الکتب الإسلامی بیروت، انیس

(۲) الدر المختار، باب الولی: ۶۷/۳-۶۹، دار الفکر بیروت، انیس

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس قیدی کی بیوی نے شوہر سے طلاق لیے بغیر، یا قاضی شریعت پھلواری شریف سے فسخ نکاح کرائے بغیر جو نکاح کرلیا ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔(۱) اس پر فرض ہے کہ اس مرد سے علاحدہ ہو جائے اور اپنے شوہر سے طلاق لے، یا قاضی شریعت پھلواری شریف کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۹/۷۱۳۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۵۳/۴)

دائم الحبس کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو حکام وقت نے دائم الحبس کیا اور آبِ شور سے گزران کردیا، باقی عورت منکوحہ بالغہ غیر مدخولہ اس کے گھر موجود ہے، بسبب خوف فتنۂ زنا اور عدم نفقہ بعد فرقت و فسخ نکاح اول اس عورت کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس صورت میں عورت اپنے نکاح کو فسق نہیں کرسکتی اور دوسرا نکاح نہیں کرسکتی، مفقود کا مسئلہ یہاں جاری نہیں ہوسکتا، جب تک شوہر طلاق نہ دے، یا موت کی خبر نہ آجاوے اور عدت نہ گزر جاوے، اس وقت تک دوسرا نکاح درست نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۲/۷-۴۸۳)

کیا پھانسی کی سزا سے بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کو عدالت نے سزائے موت سنادی کچھ عرصے بعد اس کو پھانسی دے دی جائے گی تو کیا اس شخص کی بیوی اس وقت دوسری شادی کرسکتی ہے؛ کیوں کہ کچھ عرصے بعد اس کا مرنا یقینی ہوگیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت جب تک کسی شخص کے عقد نکاح میں ہو تو کسی دوسرے شخص کے لیے اس سے نکاح کرنا حرام ہے، البتہ جب پہلا شوہر مر جائے، یا اس کو طلاق دے دے اور پھر اس کی عدت بھی گزر جائے تو عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا، لہٰذا صورت مسئولہ میں صرف سزائے موت کا فیصلہ سنانے سے عورت چوں کہ اس کے عقد نکاح سے نہیں نکلی، لہٰذا اس کے لیے کسی دوسری جگہ شادی کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ... إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (رد المحتار، مطلب في النكاح الفاسد: ۳۵۰/۲)

لما فی قوله تعالیٰ (النساء: ٢٤): ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾

وفی تفسير روح المعانی (٢/٥): وقال شيخ الاسلام المراد من المحصنات ذوات الأزواج.

وفی الدر المختار (٢٨/٣، فصل فی المحرمات): أسباب التحريم أنواع قرابة مصاهرة رضاع جمع ملک شرک إدخال أمة علی حرة فهی سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب وبقی التطليق ثلاثا وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة ذكرهما فی الرجعة. (نجم الفتاویٰ: ۴/ ۲۷۶، ۲۷۷)

شوہر کے پاکستان جانے پر دوسرا نکاح اور طلاق پر نزاع:

سوال: زید اور ہندہ کی شادی بحالتِ نابالغی ہوئی، چند سال بعد زید نے اپنے باپ کے ساتھ پاکستان جا کر وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی، اب دونوں بالغ ہو چکے ہیں، ایسی کوئی صورت نہیں کہ ہندہ زید کے پاس پاکستان جا سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک تحریر عمر کی اپنے بھائی امین کے پاس آئی کہ ''میں نے اپنے زید کو ذی قعدہ میں شادی مقرر کر لی، لہٰذا بھائی امین کو معلوم ہو کہ ہندہ کے باپ خالد سے اپنے زیورات وغیرہ وصول کر لینا''۔ ایک تحریر پاکستان سے خالد کے پاس اس کے بھائی بکر کی آئی ''عمر نے اپنے لڑکے زید کی شادی کر لی اور میں نے راضی نامہ لے لیا ہے، لہٰذا آپ اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح کوئی اچھا رشتہ تلاش کر کے دوسری جگہ کر دینا، راضی نامہ میرے پاس ہے''۔

یہ دونوں تحریریں دوسرے ملک کے ذریعہ وصول ہوئی تھیں، امین و خالد نے یہ دونوں تحریریں چند علماء کے سامنے پیش کیں تو فیصلہ دیا کہ ان تحریروں سے طلاق کا ثبوت نہیں ملتا، جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ واقعی زید نے طلاق دے دی ہے، ہندہ کا نکاحِ ثانی جائز نہ ہوگا، امین کے پاس خالد کی طرف سے چند لوگ یہ تحریر لینے کے لیے آئے؛ لیکن امین نے یہ خط دینے سے انکار کر دیا، جس کو امین اپنی سمجھ کے مطابق طلاق نامہ سمجھے ہوئے تھا، حالاں کہ لڑکی کے متعین خط میں مندرجہ ذیل بالا الفاظ کے علاوہ عمر نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ ان چند لوگوں میں سے چار آدمی دہلی مدرسہ امینیہ میں مفتی صاحب کے پاس پہونچے، انہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ ہم نے زید کے چچا کے پاس طلاق نامہ دیکھا ہے۔ نیز مفتی صاحب کے سامنے تحریر کی زید اور اس کے باپ نے پاکستان سے لکھا ہے (حالاں کہ زید کی تحریر نہیں تھی) کہ ہم نے شادی کر لی ہے، تم لوگ زیور وغیرہ وصول کر لو اور یہ طلاق کے بعد ہی وصول کیا جاتا ہے۔ ہماری قوم میں دستور ہے کہ بغیر طلاق دیئے ہوئے دوسرا آدمی اپنی لڑکی نہیں دیتا۔

جب ان لوگوں نے تحریر و تقریر سے مفتی صاحب کو اعتماد دلایا کہ تحریر ہے تو مفتی صاحب نے ہندہ کو مطلقہ تسلیم کرتے ہوئے اس کے نکاحِ ثانی کو جائز قرار دے دیا، یہاں آتے ہی ان لوگوں نے ہندہ کا نکاحِ ثانی کر دیا۔ خالد اور امین کے پاس جو تحریر تھی مندرجہ بالا تحریروں کو لفظ بلفظ لکھ کر چند آدمیوں نے علمائے دہلی اور علمائے دیوبند کے پاس پہونچا کر فتویٰ طلب کیا، دونوں جگہ سے یہی فتویٰ ملا کہ زید کے باپ ہندہ کے چچا کی تحریر عندالشرع قابلِ تسلیم نہیں اور ثبوت طلاق کے لیے یہ تحریریں ناکافی ہیں، لہٰذا ہندہ کا نکاح ناجائز و حرام ہے، زید کے چچا امین کا تحریر دینے سے انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ہندہ کے نکاح کے بعد قوم میں دو فریق ہو گئے: فریق اول مفتی صاحب کے فتوی پر جمع ہوئے ہیں، وہ سوال کی غلطی جہالت وضد کی وجہ سے نہیں مانتے، بس کہتے ہیں کہ مفتی صاحب نے لکھ دیا تو نکاح ہو گیا۔فریقِ ثانی اصل تحریر کے مطابق جو فتوی ہے ان کو تسلیم کرتے ہوئے ہندہ کے نکاح کو ناجائز کہتے ہوئے آج تک اس کو زنا قرار دیتے ہیں۔

ہندہ کے نکاحِ ثانی کے چند ماہ بعد بذریعہ کوئٹ پاکستان سے سرکاری اسٹامپ پر تحریر شدہ طلاق نامہ پانچ گواہوں کی شہادت وزید کے دستخط شدہ آیا، اس میں مندرجہ تاریخ سے چار ماہ قبل ہندہ کا نکاح ہو چکا تھا، نیز زید کے باپ نے پاکستان سے لکھا کہ اصل طلاق نامہ یہی ہے، اگر کوئی ہماری طرف سے دوسری تحریر طلاق نامہ کی صورت میں کوئی بھیجے تو اسے جعلی تسلیم کرنا، ہم نے اس سے قبل طلاق نہیں دی ہے۔فریقِ اول کے پاس آج تک کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا، جس کو زید نے اپنے نکاح کے وقت تحریراً دیا ہوگا، بقول ہندہ کے چچا کے کہ میرے پاس طلاق نامہ ہے؛ لیکن ہندہ کے چچا نے آج تک وہ طلاق نامہ فریق اول کے پاس نہیں بھیجا، جس میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہو گیا۔

فریقِ ثانی کے ایک دو آدمی حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے، ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مکہ مکرمہ میں پاکستانی حاجیوں سے ملاقات ہوئی تھی اوران سے مفصل گفتگو اس سلسلے میں ہوئی ہے۔پاکستانی حاجی جو زید کے نکاح کے وقت موجود تھے ، وہ کہتے ہیں کہ ہندہ کا نکاح ثانی سے قبل زید نے طلاق دے دی تھی اوران حاجیوں نے بطور شہادت اپنی طرف سے یہ تحریر حاجی صاحبان ہند کو دے دی کہ زید کا نکاح فلاں سن میں ہوا تھا اوراس نے اسی وقت طلاق نامہ تحریر کر دیا تھا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عند الشرع ان حاجیوں کی تحریر کا اعتبار ہوگا، جو نکاح بعد الطلاق ثابت کرتے ہیں، یا زید کی تحریر کا جس سے نکاح قبل از وقت ثابت ہوتا ہے؟ اب اگر بالفرض کوئی تحریر زید کی طرف سے ایسی دستیاب ہو جس سے یہ احتمال نکاح بعد الطلاق ثابت ہو جائے تو کیا یہ ثبوت عند الشرع قابل تسلیم ہوگا، اور یہ نکاح باقی رہے گا، کیا نکاح ہندہ کا ہر حال میں دوبارہ ہوگا؟ فریقِ اول بضد ہے کہ ہم نے جائز سمجھ کر نکاح کیا تھا، وہ ہمارے لیے اب بھی جائز ہے، فریقِ ثانی نکاح کو ناجائز اور زید کی تحریر ملنے کے بعد نکاح جدید کو لازم بتاتا ہے، اس قصے کو لے کر قوم میں اختلاف شدید پیدا ہو گیا اور یہ احتمال ہے کہ حدود شرعیہ کے خلاف ورزی کسی ضد میں نہ کر بیٹھیں، لہذا شریعت مطہرہ کے مطابق حقیقت کو واضح فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مفتی صاحب کے پاس جس طرح سوال پہونچے گا، اس کے مطابق جواب لکھ دیا جائے گا۔واقعہ کے مطابق صحیح سوال کرنا سائل کے ذمہ ہے، اگر کوئی شخص مردار کا گوشت لائے اور مفتی صاحب سے کہے کہ میں بکری کا گوشت لایا ہوں جو کہ عبد الرحمان نے مسلمان نے میرے سامنے خرید کر ''بسم اللہ، اللہ اکبر'' پڑھ کر ذبح کیا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ مفتی صاحب کا جواب یہی ہوگا کہ یہ جائز ہے؛ مگر ظاہر ہے کہ اس فتویٰ کی وجہ سے وہ مردار کا گوشت حرام ہی رہے گا، حلال نہیں ہو جائے گا۔

اس تمہید کے بعد سنئے:

طلاق کا اختیار شوہر کو ہوتا ہے،(۱) شوہر کے والد کے زبانی، یا تحریری طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، الا یہ کہ شوہر نے ہی اپنے والد کو طلاق دینے کا وکیل بنا دیا ہو۔ صورت مسئولہ میں جب اس کا کوئی پختہ ثبوت نہیں کہ ہندہ کا نکاحِ ثانی شوہر اول کے طلاق کے بعد ہوا ہے؛ بلکہ اس کے خلاف ثبوت ہے اور نکاحِ ثانی کا مدار صرف طلاق نامہ قرار دے کر لیا گیا، حالاں کہ وہ طلاق کے لیے کافی نہیں ہے۔

اور جو طلاق نامہ شوہر کے دستخط سے آیا ہے، اس کی تحریر سے پہلے ہی نکاح ثانی کر دیا گیا تھا تو اب دوبارہ ایجاب وقبول کرادیا جائے؛ تاکہ نکاح بالیقین صحیح ہو جائے،(۲) شک وشبہ نہ رہے، باہمی نزاع بھی ختم ہو جائے، حرام سے بچنے کے لیے یہی صورت اختیار کی جائے۔ حاجی صاحبان کا بیان بھی زید سے مل کر، یا زید کی طرف سے طلاق نامہ دیکھ کر نہیں ہے، جیسا کہ انہوں نے سنا ویسا ہی بیان کر دیا؛ اس لیے ان کا بیان بھی شرعی شہادت کے درجہ میں نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۰۵) ☆

---

(۱) ”وأهله (أي الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ ... الطلاق لمن أخذ بالساق“. (الدر المختار) ”كناية عن ملك المنعة“. (ردالمحتار: ۳/۲۳۰، ۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد

(۲) ”وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعا للمضى“. (الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۹، كتاب النكاح، سعيد)

☆ جس عورت کا شوہر دوسرا ملک چلا جائے، اس کا بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری بھانجی جس کا نام شہناز جہاں ہے، میں نے اس کی شادی ۱۹۹۵ء میں کی تھی، اس کا شوہر شمیم اختر ۱۹۹۶ء میں چھوڑ کر پاکستان چلا گیا ہے اور آج تک واپس نہیں آیا ہے، اس نے وہاں اپنی شادی بھی کر لی ہے اور یہ لڑکی قریب دس سال سے میرے پاس رہ رہی ہے، میں چاہتی ہوں کہ اس کی شادی دوسری جگہ کر دوں، آپ بتائیں شادی کس طرح کروں اس کے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، کیا بغیر طلاق اس کی شادی ہوسکتی ہے؟

(مستفتیہ: رئیسہ بیگم، جامع مسجد، وارثی نگر، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

جب تک شہناز جہاں کے شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق نہ ہو، اس وقت تک شہناز جہاں کا دوسرا نکاح جائز نہیں ہوگا، چاہے دونوں کے درمیان علاحدگی کا زمانہ کتنا ہی لمبا ہو جائے، کوئی فرق نہیں پڑے گا، لہٰذا کسی بھی طریقہ سے شہناز جہاں اپنے شوہر سے تفریق شرعی حاصل کر لے، تب ہی دوسرا نکاح ہوسکتا ہے۔

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي، كراتشي: ۳/۱۳۲، ۵۱۶، زكريا: ۴/۲۷۴، ۵/۱۹۷، البحر الرائق، كوئٹه: ۴/۱۴۴، زكريا: ۴/۲۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۹۰۰۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۷/۵/۱۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۴۷۹، ۴۸۰)

شوہر کے پردیس چلے جانے کی وجہ سے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ چودہ سال پہلے میں نے اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر عشرت سے نکاح کرلیا تھا، دوسال وہ میرے گھر رہی، اُس کے بعد میں نے اس کو طلاق دے دی، اُس کے بعد عشرت کی شادی دوسری جگہ ہوگئی، اب کچھ مہینہ پہلے عشرت سے میری ملاقات ہوئی، اُس کا شوہر پردیسی ہے، وہ باہر گیا ہوا تھا، عشرت مجھ سے ملتی تھی اور اپنے شوہر کے پاس جانے کو بھی کہتی تھی؛ لیکن پھر اُس کا اردہ بدل گیا اور عشرت نے مجھ سے کہا کہ میری طلاق ہوگئی ہے، اب میرا کوئی سہارا نہیں ہے، اس بات پر میں نے عشرت سے نکاح کرلیا؛ لیکن اب مجھے معلوم ہوا اور عشرت کے رشتہ دار اور ماں یہ کہتے ہیں کہ عشرت کے آدمی نے اُس کو طلاق نہیں دی، عشرت کا شوہر اُس کو اُس کے رشتہ داروں کو سونپ کر گیا تھا، اب جب اُن سے ملا تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح عشرت سے نہیں ہوا؛ کیوں کہ عشرت کا شوہر موجود ہے، عشرت کی ماں کے کہنے کے مطابق اب عشرت کو رکھنے کا دل گواہی نہیں دیتا، جب کہ میری بیوی تسلیم اختر اور میرے تین بچے پہلے سے ہی موجود ہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورتِ مسئولہ میں عشرت کے دوسرے شوہر کی غیر موجودگی میں آپ کا اس سے تعلق رکھنا گناہ کا کام تھا، پھر ایسی حالت میں محض عشرت کے دعویٰ طلاق کی بنا پر آپ کا اُس سے نکاح کرلینا بھی آپ کی کوتاہی اور لاپرواہی کی دلیل ہے۔ آپ نے دوسرے شوہر کے طلاق دیئے بغیر عشرت سے جو نکاح کیا ہے، وہ قطعاً باطل ہے، آپ پر لازم ہے کہ فوراً عشرت کو اپنے سے الگ کردیں اور دونوں اپنے سابقہ فعل پر صدق دل سے توبہ واستغفار کریں۔

عن إبراهيم النخعي عن علي رضي الله عنه أنه قال في المرأة تتزوج في عدتها: يفرق بينها وبين زوجها الآخر، ولها الصداق منه بما استحل من فرجها، وتستكمل ما بقي من عدتها من الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقبلة، ثم يتزوج الآخر إن شاء. (رواه محمد في الحجج له (۲۹۷) وهو مرسل صحيح ومراسيل النخعي صحاح)(إعلاء السنن،باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء: ۱۵۳/۱۱،رقم: ۳۲۱۵،دار الكتب العلمية بيروت)

عن مجاهد أنه قال: قد رجع عمر رضي الله عنه في التي تنكح في عدتها والمفقود زوجها إلى قول علي رضي الله عنه. (رواه محمد في الحجج أيضًا (۲۹۷) وهو مرسل حسن وقال البيهقي: روى الثوري عن أشعث عن الشعبي عن مسروق عن عمر أنه رجع، فقال: لها مهرها ويجتمعان إن شاء، كذا في التلخيص الحبير (۲۲۸/۲) (إعلاء السنن،باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء: ۱۵٤/۱۱، رقم: ۳۲۱٦،دار الكتب العلمية بيروت)

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عطف على أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنات من النساء

أی ذوات الأزواج، لا یحل للغیر نکاحهن ما لم یمت زوجها أو یطلقها وتنقضی عدتها من الوفاة أو الطلاق. (التفسیر المظهری: ۶۶/۲، کوئٹه، الفقه الإسلامی وأدلته، الفصل الثالث فی المحرمات من النساء ،باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۶/۹، رشیدیة، الفتاویٰ الهندیة: ۲۸۰/۱،زکریا، وکذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل:۵۱۶/۳،کراتشی)

اتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لا یجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً. (شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۳۵۴/۲، وکذا فی روح المعانی: ۱۵۹/۲۸،مبحث فی:﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾[التحریم:۸] دار إحیاء التراث العربی بیروت)

أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة إن علم أنها للغیر لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً. (شامی:۱۳۲/۳،کراتشی، ۱۹۷/۵،زکریا، قاضی خان علی الهندیة: ۳۶۶/۱، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۴/۸/۵ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۲۱۹/۸،۲۲۱)

پاکستانی شوہر سے طلاق، یا شرعی تفریق کے بغیر ہندوستان میں نکاح جائز نہیں:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ معلوم ہوا کہ میری لڑکی جس کا نام شیما ہے، اس کا نکاح پاکستان میں کردیا تھا، نکاح کو تیرہ سال ہونے والے ہیں، جب سے نکاح کرکے وہ لوگ گئے ہیں، ابھی تک نہیں آئے ہیں، جب کہ میرے شوہر کا بھی انتقال ہوا، میرا لڑکا بھی ختم ہوگیا، جس کی عمر ۲۱رسال تھی، اب ایک لڑکی ایک لڑکا رہ گئے ہیں۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ بتائیں کہ میں لڑکی کو آزاد کیسے کروں؟ کیوں کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ پاکستان سے ختم ہوجائے اور ہندوستان میں اپنی بستی میں شادی کردوں، جب سے وہ لوگ نکاح کرکے گئے ہیں، تین سوٹ، تین جوڑے، جوتے اور چارسو روپئے آئے ہیں اور ۳رسال میں مولانا صاحب لڑکی پاکستان جانا نہیں چاہتی ہے، آپ مجھ کو اس کا فتویٰ دیں کہ کیسے ختم کروں؟ جب کہ وہ لوگ آئے نہیں ہیں، بس خط آتے ہیں تو یہ لکھتے ہیں کہ ویزا نہیں مل رہا ہے، ہم آنے کے لیے پریشان ہیں، لڑکی کا نام شیما پروین ہے اور لڑکے کا نام نوید اختر ہے، آپ اس کا جواب صحیح دیں، بڑی مہربانی ہوگی؛ کیوں کہ مولانا صاحب میرا آدمی تو ہے نہیں، جو دوڑ بھاگ کرلے، میں ایک عورت کیا کرسکتی ہو؟ لڑکی کی طرف سے بہت پریشان ہوں کہ اگر پاکستان سے ختم ہوجائے تو میں یہاں کہاں شادی کروں، جوان لڑکی ہے، دن رات فکر ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفیق

لڑکی کے موجودہ شوہر سے طلاق، یا شرعی تفریق حاصل کئے بغیر دوسری جگہ لڑکی کا نکاح صحیح نہ ہوگا، یا اب لڑکی کو اس

کے شوہر کے ساتھ کسی طرح پاکستان بھیج دیا جائے اور اگر کوئی صورت نہ بن سکے تو شرعی عدالت سے رابطہ قائم کرے، ممکن ہے وہاں سے کوئی صورت نکل جائے، بہرحال تفریق حاصل کرنے سے پہلے نکاح صحیح نہ ہوگا۔

أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته .... لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً. (شامی ۱۳۲/۳، کراتشی)

ولا یجوز لأحد أن یتزوج زوجة غیره، وکذٰلک المعتدة. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۸۰/۱، بدائع الصنائع: ۴۵۱/۳، بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۲/۱۴۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۲۳/۸، ۲۲۴)

غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دی، اب نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنی منکوحہ غیر مدخولہ کو تین طلاق دی، آیا ایک سال کے بعد بلا حلالہ کے زید کے نکاح میں آ سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

کتب فقہ میں ہے کہ اگر غیر مدخولہ کو تین طلاق متفرق طریق سے دی جاویں تو وہ ایک طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے، دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اکٹھی تین طلاق ایک کلمہ سے دی جاویں، یہ کہے کہ ''أنت طالق ثلاثاً''، یعنی تجھ کو تین طلاق ہے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔(۱)

اس صورت میں بدون حلالہ کے اس سے نکاح درست نہیں اور پہلی صورت میں بلا حلالہ کے نکاح صحیح ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۹۰/۷)

اپنی مطلقہ سے دوبارہ نکاح:

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے، کیا عرصہ پانچ ماہ بعد مطلقہ اسی شخص کے نکاح میں آ سکتی ہے؟

الجواب

اگر اس عورت کو شوہر نے تین طلاق دی تھی تو بلا حلالہ کے شوہر اول سے اس کا نکاح صحیح نہیں ہے اور اگر ایک، یا دو طلاق دی تھی تو بعد عدت کے یا پہلے عدت کے شوہر اول سے نکاح درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۹۰/۷)

---

(۱) (قال لزوجته غیر المدخول بها: أنت طالق) ...(ثلاثاً) ... (وقعن)... (وإن فرق) ... (بانت بالأول) لا إلیٰ عدةٍ (و) لذا (لم تقع الثانیة). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب طلاق غیر المدخول بها: ۶۲۴/۲-۶۲۶، ظفیر)

(۲) وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة، إلخ، لم تحل له حتیٰ تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها. (الهدایة، باب الرجعة: ۳۷۸/۲، ظفیر)

وإذا کان الطلاق بائناً فله أن یتزوج فی العدة وبعد إنقضائها. (أیضاً، ظفیر)

طلاق کے بعد دوبارہ نکاح:

سوال: زید اور ہندہ کی شادی ٹھیک چار سال پہلے ہوئی،صرف پندرہ بیس دن ساتھ رہے،کچھ دنوں پہلے زید نے وکیل کے ذریعہ ہندہ کو طلاق نامہ بھیج دیا،ہندہ بہت ہی دشواری کی حالت میں ہے،دوسری شادی کرنے میں لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ ہے،شادی نہ کرے تو ماں،باپ اور بھائی کے لیے بوجھ ہے،اب زید اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا دوبارہ ان دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے۔ (ترنم،مظفر پور)

الجواب

یہ اس بات پر موقوف ہے کہ زید نے کتنی طلاق دی ہے،طلاق نامہ کو دیکھ کر ہی اس بات کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے، یانہیں؟ مناسب ہوگا کہ آپ کسی قریبی دارالافتاء سے رجوع کریں اور طلاق نامہ کا مضمون دکھا کر حکم شرعی معلوم کرلیں،اللہ تعالی آپ کی مشکلات آسان فرمائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳۴۳،۳۴۲/۴)

خلع کے بعد دوبارہ نکاح:

سوال: شادی ہوئے ایک ڈیڑھ سال کے عرصہ میں دونوں میاں بیوی میں نااتفاقی کی وجہ سے بیوی نے قاضی کے ذریعہ شرعی طور پر شوہر سے خلع لے لیا،تین مہینے کا عرصہ ہوا ہے،اب دونوں طرف ندامت ہونے پر میاں بیوی نکاح کرنا چاہتے ہیں،کیا ان دونوں کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟ (نام نامعلوم،نرمل)

الجواب

خلع سے مراد یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے کر طلاق حاصل کرلے،اسی کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر مہر ادا نہ کررہا ہو،تو مہر معاف کرکے طلاق حاصل کرلے،ایسی صورت میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

"وحكمه أن الواقع به ... أى بالطلاق ... علىٰ مال طلاق بائن". (۱)

طلاق بائن کی صورت میں دوبارہ نکاح کی گنجائش ہوتی ہے؛لیکن اگر خلع میں تین بار طلاق دے دی گئی ہو تو پھر دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳۴۶،۳۴۵/۴)

شوہر ثانی نے جب وطی سے پہلے طلاق دے دی تو اس پر عدت نہیں ہے؛لیکن وہ شوہر اول کے لیے درست نہیں ہوگی:

سوال: مطلقہ نے نکاح ثانی کرلیا؛لیکن شوہر ثانی نے بھی کسی وجہ سے اسی وقت طلاق ثلاثہ دے دی اور وطی نہ کی،اس صورت میں خاوند اول سے نکاح ثانی کرسکتی ہے،یانہیں؟

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۹۱/۵-۹۲

الجواب

اگر شوہر نے قبل وطی وقبل خلوت طلاق دے دی ہے تو اس کی عدت نہیں ہے۔

لقوله تعالیٰ: ﴿وإن طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فما لكم عليهن من عدةٍ تعتدونها﴾(۱)

لیکن شوہر اول نے اگر تین طلاق دی تھی تو بدون وطی شوہر ثانی وہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ حلالہ میں وطی شوہر ثانی کی شرط ہے۔(كما في عامة كتب الفقه)(۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۹۰-۴۹۱)

مراہق سے حلالہ میں نکاح ہوتو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے زوجہ کو تین طلاق دے دی اور حلالہ ایسے شخص سے ہوا، جس کے بلوغ میں بظاہر کمی معلوم ہوتی ہے اور عمر تخمیناً پندرہ سال کی ہے، اس صورت میں نکاح زید کا دوبارہ شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حلالہ کے بعد زید اس مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرسکتا ہے اور وہ نکاح شرعاً صحیح ہے اور حلالہ میں اگر شوہر ثانی جس سے دوسرا نکاح ہوا تھا، مراہق یعنی قریب البلوغ بھی تھا اور اس نے بعد دخول ومجامعت کے طلاق دی تو عدت گزرنے کے بعد شوہر اول اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔(كذا في كتب الفقه)(۳) فقط

(مراہق بعد بلوغ طلاق دے گا، واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔[ظفیر])(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۹۱)

حلالہ کے بعد نکاح درست ہے اور حلالہ کی نیت سے شادی مکروہ تحریمی ہے:

سوال: زید نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی اور پھر وہ نکاح اس عورت سے کرنا چاہتا ہے تو کسی شخص سے کہتا ہے کہ تم فلاں عورت سے ایک رات کے لئے نکاح کرلو اور وطی کر کے طلاق دے دوں؛ تا کہ میں دوبارہ اس عورت سے نکاح کرسکوں تو اس شرط سے نکاح درست ہے، یا نہ؟ اور ملا جی نکاح خواں کہتا ہے کہ میں نے کتاب سے اس مسئلہ کا استخراج کیا ہے، مجھ کو کچھ روپیہ دینا پڑے گا تو اس کو یہ لینا جائز ہے، یا نہ؟ اور وہ ملا جی غنی ہے، وہ صدقۃ الفطر وچرم قربانی بھی لیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) سورة البقرة: ۲۳۷، ظفير

(۲) ولاينكح مطلقة بها أي بالثلاث، إلخ، حتى يطأها غيره، إلخ، بنكاح نافذ، إلخ، والشرط التيقن بوقوع الوطء في المحل المتيقن. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الرجعة: ۲/۷۳۹-۷۴۰، ظفير)

(۳) ولو الغير مراهقاً يجامع مثله. (الدرالمختار)(قوله: ولو مراهقا) هو الداني من البلوغ، نهر، ولابد أن يطلقها بعد البلوغ؛ لأن طلاقه غيره واقع. (الدرالمنتقى عن التتارخانية ... والأولى أن يكون حراً بالغاً فإن الإنزال شرط عند مالك فالأولى الجمع بين المذهبين. (ردالمحتار، مطلب في العقد على المبانة: ۲/۷۴۰)

معلوم ہوا کہ اگر مراہق بالغ نہیں ہے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔[ظفیر]

الجواب

درمختار میں ہے:

وكره التزوج للثاني تحريماً لحديث "لعن المحلل والمحلل له" بشرط التحليل، إلخ، وإن حلت للأول، إلخ، أما إذا أضمر ذلك لايكره وكان الرجل ما جوراً، إلخ. (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بشرط تحلیل نکاح کرنا مکروہ ہے؛ لیکن وہ عورت اس طرح نکاح ثانی کرنے اور بعد وطی کے طلاق ہونے سے شوہر اول کے لیے حلال ہو جاوے گی اور ملا جی کو اس صوررت میں روپیہ لینا جائز نہیں ہے اور غنی کو صدقۃ الفطر اور قیمت چرم قربانی اور زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۱/۷-۲۹۲)

حلالہ میں وطی شرط ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا، اس عورت نے تین ماہ دس دن بعد ایک شخص سے نکاح کر لی، اس نے ہمبستر ہونے سے پہلے اس کو طلاق دے دی۔ اب وہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہ؟

الجواب

اگر اس شخص شوہر اول نے تین طلاق دی تھی تو بلا حلالہ کے شوہر اول اس مطلقہ سے نکاح نہیں کر سکتا اور حلالہ میں دوسرے شوہر کا وطی کرنا ضروری ہے، پس شوہر ثانی نے جب کہ بلا وطی کے اس کو طلاق دے دی تو وہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتٰى تنكح زوجاً غيره﴾ (الآية) (۲)

الشرط التيقن بوقوع الوطء في المحل المتيقن. (الدرالمختار)

فلذا اشترطوا فيه الوطء الموجب للغسل بإيلاج الحشفة بلاحائل في المحل المتيقن إحترازاً عن المفضاة والصغيرة من بالغ أومراهق قادر بعقد صحيح لا فاسد ولاموقوف. (۳)

اور شوہر جب کہ طلاق کا مقر ہو تو کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے اور عورت دعویٰ طلاق کا کرے تو دو گواہوں کی ضرورت ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۲/۷-۲۹۳)

---

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الرجعة، قبيل مطلب في حكم لعن العصاة: ۷۴۳/۲ - ۷۴۴، ظفير
والحديث أخرجه أحمد برقم الحديث: ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، والترمذي، برقم الحديث: ۱۱۲۰، والنسائي في السنن الكبرىٰ برقم الحديث: ۳۲۵/۳، عن ابن مسعود وابن ماجة برقم الحديث: ۱۹۳۴، عن ابن عباس رضي الله عنهما ولكن إسناده ضعيف؛ لأن فيه ذمعة بن صالح وهو حديث ضعيف. (أنظر التلخيص الحبير: ۳۷۲/۳، انيس)

(۲) سورة البقرة: ۲۹

(۳) ردالمحتار، باب الرجعة: ۷۴۱/۲-۷۴۲. ظفير

حلالہ میں چھوٹے بھائی سے نکاح کر دیا تو کیا حکم ہے:

سوال: کسی شخص نے اپنی حاملہ عورت کو تین طلاق دی، بعد وضع حمل مرد اور عورت جو بسبب جدائی کے رنجیدہ تھی، اتفاقاً دونوں یکجا ہو گئے، دوبارہ نکاح کی تجدید کر کے مطلق مذکور نے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ پانچ روپیہ مہر پر نکاح کرادیا، بعد یک ماہ کے چھوٹے بھائی نے بھی طلاق دے دی، اب شوہر اول سے اس عورت کا نکاح کر دیں تو درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

بعد وضع حمل اس مطلقہ ثلاثہ کی عدت گزر گئی، لہٰذا مطلق کے چھوٹے بھائی سے نکاح صحیح ہوا اور پھر اگر اس نے مجامعت اور دخول کے بعد طلاق دی ہے تو اس طلاق کی عدت گزرنے کے بعد شوہر اول سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے،(۱) اور عدت طلاق کی جب کہ وہ حاملہ نہ ہو تو تین حیض ہیں اور اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ ہیں، الغرض عدت گزرنے سے پہلے شوہر اول نکاح نہیں کرسکتا اور اگر کیا جاوے تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا؛ بلکہ باطل اور حرام ہوگا۔

كما قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقهافلاتحل له من بعد حتىٰ تنكح زوجاً غيره﴾(الآية)(۲)

وطلاق الزوج الثاني ووطيه وإنقضاء عدتها ثبت من نصوص آخر. (۳)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹۳/۷)

مدخولہ سے تین طلاق بعد بلا حلالہ نکاح درست نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دی تھی، چار پانچ یوم بعد ایک قاضی نے اسی عورت کا نکاح شوہر اول سے کر دیا۔ آیا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

تین طلاق کے بعد بدون حلالہ کے شوہر اول سے نکاح نہیں ہوسکتا، ایسی حالت میں جو نکاح پڑھا گیا، وہ باطل اور حرام ہے نکاح نہیں ہوا، ان میں علاحدگی کرادی جاوے۔(۴)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹۴/۷)

---

(۱) لوحرة ... حتىٰ يطأها غيره ... بنكاح نافذ.(الدرالمختار)

ولابد من كون الوطأ بالنكاح بعد مضى عدة الأول لومدخولابها.(رد المحتار،باب الرجعة، مطلب فى العقد على المهانة: ۷۳۹/۲.ظفير)

(۲) سورة البقرة: ۲۹،ظفير

(۳) دیکھئے: الهداية،باب الرجعة: ۳۷۸/۲،ظفير

(۴) وإن كان الطلاق ثلثاً فى الحرة ... لم تحل له حتىٰ تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أويموت عنها.(الهداية،باب الرجعة،فصل فيما تحل به المطلقة: ۳۷۸/۲،ظفير)

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ نکاح کا عدم جواز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شریف احمد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور آزاد کئے ہوئے تقریباً ۲؍سال ہوگئے۔ اب شریف احمد کی بیوی چاہتی ہے کہ میں شریف احمد سے اپنا نکاح کرلوں۔ مفتی ہند سے گزارش ہے کہ اب شریف احمد صاحب کو نکاح کرلینا چاہیے، یانہیں؟ یا حلالہ ہونے کے بعد ہوگا؟ اور حلالہ ہونے کے بعد دوران عدت بھی نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ اگر کوئی صورت حال ہو تو فرمایا جائے؟ نیز شریف احمد نے روبرو مجمع عام کے ۳؍مرتبہ طلاق دی اور تحریری کتابت بھی ہوئی۔

(المستفتی: سمیع اللہ، جواہر نگر، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب دوسال قبل طلاق دی تھی تو اس دوران بیوی کی عدت بھی شرعاً گزرچکی ہے اور تین ۳؍طلاق شرعاً طلاق مغلظہ ہے؛ اس لیے بلا حلالہ نکاح درست نہیں ہوگا، لہٰذا فی الحال بیوی کسی دوسرے کے ساتھ شرعی نکاح کرکے اس کے ساتھ ہمبستر ہوجائے، پھر شوہر ثانی اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو دوبارہ عدت گزار کر شریف احمد شوہر اول کے ساتھ نکاح درست ہوسکتا ہے۔

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها،أويموت عنها. (الفتاوى الهندية، زكريا: ۴۷۳/۱ ،جديد زكريا: ۵۳۵/۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۷؍محرم الحرام ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۶۱۱/۲۵) (فتاوی قاسمیہ: ۴۸۲/۱۳، ۴۸۳)

طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ نکاح ثانی اور ان ایام میں عورت کے نفقہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی مع تین طلاق کے، جس کے گواہ موجود ہیں، پھر دوبارہ بروز نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔ از روئے فتوی کے ان کہنے پر زید نے نکاح ثانی کرلیا۔ بعد نکاح ثانی کے زید نے فتوی دریافت کیا۔ فتوی ناجائز ٹھہرا۔ جب ثبوت فتوی ناجائز کا ٹھہرا تو زید نے اپنی زوجہ کو چھوڑ دیا۔ اب والد ہندہ نے زید پر مقدمہ دائر کیا ہے کہ میری لڑکی ہندہ دس ماہ سے خرچ خانہ داری نہیں دیتا ہے اور اس مقدمہ میں یک طرفہ ڈگری حاصل کرلیا ہے۔ نمبر وار جواب ارسال فرمائیں کہ طلاق ہوئی، یانہیں؟ نکاح ثانی جائز ہوا، یانہیں؟ خرچ خانہ داری عائد ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں چوں کہ نکاح ثانی بدون حلالہ ہوا ہے؛ اس لیے درست نہیں ہوا، ہندہ پر تین طلاق ہوچکی ہیں،

جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا مع تین طلاق کے اور جب نکاح ثانی درست نہیں ہوا تو زید پر ایام نکاح ثانی کا نفقہ بھی لازم نہیں ہوا، البتہ عورت پر زید علاحدہ گی کے بعد اس نکاح ثانی کی وجہ سے معلوم ہوا تو زید پر ایام نکاح ثانی کا نفقہ بھی لازم نہیں ہوا، البتہ عورت پر زید سے علاحدگی کے بعد اس نکاح ثانی کی وجہ سے بھی عدت لازم ہوگئی، اگر ہمبستری ہوئی ہو۔

لكون الوطء فيه بشبهة، قال في الدر: (فتجب للزوجة) بنكاح صحيح.

(قوله: بنكاح صحيح) فلا نفقة علىٰ مسلم في نكاح فاسد لانعدام سبب الوجوب وهو حق الحبس الثابت للزوج عليها بالنكاح وكذا في عدته لأن حق الحبس وإن ثبت لكنه لم يثبت بالنكاح بل لتحصين الماء،آه. (۱۰۶۰/۲)(۱)

اس سے معلوم ہوا مدت نکاح ثانی کا نفقہ زید پر تو واجب ہے ہی نہیں؛ بلکہ اگر اس نے اس مدت میں ہندہ کو کچھ نفقہ دیا ہو تو اس کو ہندہ سے واپس لے سکتا ہے۔ واللہ اعلم

۸/جمادی الاخری ۱۳۴۳ھ (امداد الاحکام: ۲۱۷/۳) ☆

---

(۱)　الدرالمختار مع ردالمحتار، باب النفقة: ۵۷۲/۳، دارالفکر بیروت، انیس

☆　**مطلقہ حلالہ سے منع کرے تو کیا حکم ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد حنیف ولد محمد خلیل صاحب مرحوم محلّہ نئی بستی کو بڑا نیم مراد آباد زوجہ کا نام فرمیدہ بیگم ولد یامین صاحب مرحوم محلّہ چھپر والی مسجد عیدگاہ روڈ، ان دونوں کی شادی کا عرصہ تقریباً ۲۶/ سال ہو گیا تھا، ۲۶/ سال کے بعد دونوں میاں بیوی میں اس قدر جھگڑا ہوا کہ محمد حنیف نے اپنی بیوی فرمیدہ بیگم کو طلاق دے دی، طلاق کے بعد فرمیدہ بیگم اپنے والد مرحوم کے گھر آ گئی اور طلاق کی عدت ۳/ماہ ۱۰/دن کی پوری کر لی گئی؛ مگر فرمیدہ بیگم کہتی ہے کہ میں دوسرا نکاح نہیں کروں گی اور نہ میں حلالہ کروں گی اور میں پہلے شوہر محمد حنیف کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں، میں دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں کروں گی، بار بار یہی کہتی ہے، میرے بچے جوان ہیں اور لڑکی بھی جوان ہے، اب آپ بتائیے شریعت کیا کہتی ہے؟ (المستفتی: محمد حنیف، نیا بستی، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر شوہر نے دوران جھگڑا بیوی کو تین طلاق دے دی ہوں تو پہلے شوہر کے پاس بغیر حلالہ شرعی کے نکاح کر کے بھی جانا جائز نہیں، اگر پہلے شوہر کے پاس رہنا ہے تو شرعی حلالہ کے بعد ہی جا سکتی ہے اور شرعی حلالہ کی شکل یہ ہے کہ تین ماہواری گزر جانے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اس مرد سے ہمبستری ہو جانے کے بعد وہ مرد مر جائے، یا طلاق دے دے، پھر اس کے بعد تین ماہواری گزر جانے کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ شرعی نکاح کر کے میاں بیوی والی زندگی گزار سکتے ہیں، اس کے بغیر پہلے شوہر کے پاس جانے کی کوئی شکل نہیں۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۲۰۹/۹)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها،ثم يطلقها،أو يموت عنها. (الفتاوى الهندية، زكريا: ۴۷۳/۱، جديد: ۵۳۵/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶/جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۸۰۷/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۵/۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۰۸/۱۳، ۵۰۹)

مطلقہ مغلظہ کی شادی بعد تین حیض درست ہے اور پہلے شوہر سے بغیر حلالہ درست نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کا نکاح دوسرے سے کر دیا، بعد پندرہ یوم کے اس نے طلاق دے دی، جس کو تین ماہ پندرہ یوم ہو گئے، اب اس کا نکاح پہلے شوہر سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں؛ یعنی اگر اس کو حیض آتا ہو، جس وقت تین حیض پورے ہو جاویں، اس وقت دوسرا نکاح صحیح ہوتا ہے اور تین طلاق میں بدون حلالہ کے شوہر اول سے اس مطلقہ کا نکاح صحیح نہیں ہوسکتا اور طریقہ حلالہ کا یہ ہے کہ عدت طلاق یعنی حیض کے بعد وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے اور یہ بعد وطی اور صحبت کے طلاق دے، پھر اس کی عدت بھی گزر جاوے؛(۱) یعنی تین حیض پورے ہو جاویں، اس وقت شوہر اول سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾(۲)

یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے نفس کو روکیں یعنی عدت ان کی تین حیض ہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۴۹۴)

حلالہ میں اختلاف ہوا، شوہر ثانی کہتا ہے: صحبت نہیں ہوئی، عورت کہتی ہے: ہوئی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دی، پھر عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، ڈیڑھ ماہ کے بعد اس نے بھی طلاق دے دی، پھر شوہر اول نے نکاح کر لیا، اس کے بعد شوہر اول ثانی میں جھگڑا ہوا اور زوج ثانی کہتا ہے کہ میں نے عورت سے صحبت نہیں کی؛ لیکن حلفیہ نہیں کہتا اور عورت حلفیہ بیان کرتی ہے کہ صحبت ہوئی ہے اور صورت میں کس کا قول معتبر ہے؟

الجواب

اس صورت میں قول عورت کا معتبر ہے اور حلالہ صحیح ہو گیا اور نکاح شوہر اول کا اگر بعد گزرنے عدت طلاق شوہر ثانی کے ہوا تو صحیح ہو گیا۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۴۹۵)

---

(۱) وهی أی العدة فی حق حرة تحیض لطلاق ... بعد الدخول حقیقة أو حکماً ... ثلاث حیض کوامل. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب العدة: ۲/۸۲۵، ظفیر)

لاینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ بها أی بالثلاث لو حرة ... حتٰی یطأها غیره ... بنکاح نافذ ... وتمضی عدته. (الدر المختار، باب الرجعة: ۲/۷۳۹-۷۴۰، ظفیر)

(۲) البقرة: ۲۲۸، انیس

(۳) قال الزوج الثانی کان النکاح فاسداً أو لم أدخل بها وکذبته فالقول لها. (الدر المختار)

وعبارة البزازية: ادعت أن الثانی جامعها وأنکر الجماع حلت للأول وعلی القلب. (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۷۴۶، ظفیر)

حلالہ کے بعد نکاح کا حکم جب کہ زوج ثانی منکر وطی ہو اور عورت مدعی دخول:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق ثلاثہ سے فارغ کر دیا، بعد عدت کے عمر کے پاس حیلہ کیا؛ یعنی عمر سے نکاح دیا، بعد چند روز کے زید نے کسی طرح پھر طلاق دلوا کے بعد عدت کے پھر اپنے نکاح میں لایا؛ مگر نکاح کرتے وقت اس کی زوجہ سے یہ بات نہیں پوچھی کہ عمر نے اس کے ساتھ صحبت کیا ہے، یا نہیں؟ مگر یہ بات مشہور ہے کہ عمر نے طلاق دینے کے وقت جو لوگ حاضر تھے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ عمر نے طلاق دینے کے وقت صاف صاف کہہ دیا کہ زید نے اپنی بیوی کو جیسا امانت رکھا ہے، ابھی ویسا ہی میرے پاس امانت ہے، کسی طرح خیانت نہیں ہوئی؛ یعنی میرے ساتھ فقط نکاح ہوا ہے، صحبت نہیں ہوئی، زید کے نکاح جدید کے دو، یا تین مہینہ کے بعد جب مشہور ہوا کہ زید نے جو نکاح کیا ہے، وہ فاسد ہے، تب زید کی بیوی نے قسم کھا کر کہا کہ عمر نے میرے ساتھ صحبت کیا ہے، حالاں کہ عمر نے پہلے طلاق کے اور بعد طلاق کے بھی لوگوں کے پاس ظاہر کیا ہے کہ میں نے زید کی بیوی کو صحبت سے پہلے ہی طلاق دیا ہے۔ موافق شرع شریف کے عمر کا قول معتبر ہے، یا زید کی بیوی کا معتبر ہے؟ اور کس کے قول کے موافق فیصلہ ہوگا؟ اور زید نے جو نکاح جدید کیا ہے، اگر فاسد ہوا اور وہ توبہ نہ کر کے باز نہ آوے تو اس سے اختلاط؛ یعنی زید کے ساتھ اکل وشرب درست ہے، یا نہیں؟ کس کے قول پر ترجیح ہے؟ کتب کی کوئی عبارت برائے مہربانی نقل کر کے دینا؛ تاکہ ہر طرح اطمنان ہو؟ بینوا توجروا۔ فقط

الجواب

قال فی الدر: قال الزوج الثانی کان النکاح فاسداً أولم یدخل بها وکذبته فالقول لها، آه.

قال فی الشامیة: (قوله: فالقول لها) کذا فی البحر وعبارة البزازیة: ادعت أن الثانی جامعها وأنکر الجماع حلت للأول وعلی القلب لا، آه. (۸۶۲/۲)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں عورت کا قول معتبر ہے اور زید کا نکاح جدید اس عورت سے درست ہے۔ واللہ اعلم

وفی العالمغیریة: لوأخبرت المرأة أن زوجها الثانی جامعها وأنکر الزوج الجماع حلت للأول ولوکان علی القلب بأن أنکرت وأقر الزوج الثانی لاتحل، آه. (۱۲۹/۲)(۲)

(وقوله: لوأخبرت، إلخ) یدل علیٰ أنه لااحتیاج إلیٰ قضاء القاضی فی المسئلة، فافهم.

۱۰/شعبان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۲۰۸/۳)

(۱) الدر المختار معع ردالمحتار، مطلب فی حیلة إسقاط عدة المحلل: ۴۱۷/۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) الفتاویٰ الهندیة، فصل فیما تحل به المحللة وما یتصل به: ۴۷۴/۱، دار الفکر بیروت، انیس

دباؤ سے تین طلاق دلوادی تو پھر نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں:

سوال: اہل برادری نے ایک شخص پر دباؤ ڈال کر اس کی زوجہ کو اس سے تین طلاق دلوادی، اب وہ مرد اس عورت کو پھر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے۔ جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

اس صورت میں تین طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہوگئی،(۱) اور حرام مغلظہ ہوگئی، اب بلا حلالہ کے شوہر اول اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹۵/۷)

تین طلاق کے بعد ہندہ پہلے شوہر کے پاس اس وقت تک نہیں جاسکتی، جب تک دوسرا شوہر طلاق نہ دے دے:

سوال: زید ہندہ را شادی کردہ باوے سہ سال روزگار گزارنید بعدازا جہت عدم موافقت باز ید بخانہ پدر رفتہ دوسال بسر بردوزید گاہ گاہ برائے آوردن اومیرفتی اما او برآمدن راضی نشدے وبعد دوسال ہندہ نوٹسی اعلان نمو کہ اندریں مدت مراخوروپوش دادہ نجانہ تو بروی وگرنہ من حسب تفویض طلاق کابین نامہ نفس خود را طلاق خواہم داد، زید نوٹس رانہ گرفتہ وخاموش ماند، بعدازاں ہندہ پیش قاضی رجسٹر رفتہ بحضور قاضی نفس خود را سہ طلاق داد، قاضی انگشت زدہ گرفتہ طلاقنامہ رجسٹری نمود، پس از یک سال عمرد، از ہندہ نکاح کردو ہندہ نزدعمرو بست روز ماندہ، باز نزدزید آمد، پس عمرو بنام زید مذکور وخالد دیگر بایں طور فوضدائے نمود کہ زید وخالد زنم را از خانہ من بردند وطلاق نامہ ہندہ پیش حاکم نمودہ، زید وخالد وہندہ بردز مقررہ پیش حاکم زماں حاضر شدند، ہندہ جواب دادہ زید شوہر من است بخانہ او ماندم، وعمرو شوہرم نے، پرسیدہ شد کہ شادی از عمر کردۂ جواب داد کہ نہ، باز پرسیدہ شد کہ ایں طلاق نامہ رجسٹری کردہ داۂ، جواب داد کہ من ندانم لیکن از انگشت من زدہ گرفت بعدازاں حاکم ہردو زوج وہندہ را معائنہ نمودہ حکم داد کہ ایں برائے زید است نہ عمرو، پس بحسب دادن حاکم کافرمر زید را بعدعدت شبہ حلال گردد، یانہ؟

الجواب

ہرگاہ ہندہ موافق تفویض زید نفس خود را سہ طلاق داد ہندہ بعدعدت بعمرو نکاح کرد، دریں صورت حکم حاکم آنکہ ہندہ زوجہ زید است، ہندہ را برائے زید حلال نمی کند کہ از شرائط نفوذ قضاء باطناً ایں است کہ آں زن منکوحۃ غیر نباشد۔

---

(۱) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ... و لوعبداً أومکرھا فإن طلاقه صحیح. (الدرالمختار)
أی طلاق المکرہ. (الدرالمختار علی ھامش رد المحتار، کتاب الطلاق: ۵۷۹/۲، ظفیر)

(۲) وإن کان الطلاق ثلثا فی الحرۃ إلخ لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً ویدخل بھا ثم یطلقھا أویموت عنھا. (الھدایة، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقته: ۳۷۸/۲، ظفیر)

وفی الشامی: قوله و کما کانت المرأة محرمة، هٰذا محترز قوله حیث کان المحل قابلاً، آه.

فإذا ادعی أنها زوجته و أثبت ذالک بشهادة الزور و هو یعلم أنها محرمة علیه لکونها منکوحة الغیر أو معتدته أو یکونه مرتدة فإنه لاینفذ باطناً اتفا قاً. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۴۹۵-۴۹۶)

حلالہ کی صورت مطلقہ ثلاثہ سے نکاح عدت کے بعد ہوسکتا ہے؛ مگر نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی:

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق ثلاثہ مغلظہ دی، بعد اس کے ایک نابالغ لڑکے مسمیٰ عمر کے ساتھ ہندہ کا نکاح کیا، عمر نے فوراً اسی مجلس میں تین طلاق دے دی، بدونِ عدت گزارے زید نے نکاح کرلیا، پھر علماء کے قول پر چوں کہ نابالغ سے وطی نہیں ہوئی تو ہندہ کا نکاح بکر سے کیا؛ مگر یہ نکاح عدت کے اندر ہوا، پھر بعد خلوت صحیحہ کے طلاق دی، اب عدت کے بعد زید نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی ردالمحتار: أما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لایوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً. (۲)

پس اگر اس نابالغ نے عدت میں نکاح کیا تھا، منعقد نہیں ہوا تو طلاق کی ضرورت بھی نہیں تھی، البتہ اگر نابالغ سے بعد عدت کے اس مطلقہ ثلاثہ کا نکاح ہوا تو نکاح منعقد ہوگیا اور پھر طلاق نابالغ کی واقع نہیں ہوئی، پھر جو بکر سے نکاح ہوا، وہ جائز ہوا اور زید نے جو نکاح کیا، وہ بھی غیر صحیح ہوا۔ واضح ہوا کہ مطلقہ ثلاثہ سے شوہر اول کے نکاح صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح ہو اور وہ بعد وطی کے طلاق دے، پھر عدت اس طلاق کی بھی گزر جاوے، اس وقت شوہر اول سے نکاح درست ہوسکتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۴۹۶-۴۹۷)

تین طلاق کے بعد جماع حرام ہے اور عدت میں نکاح درست نہیں:

سوال: ہندہ کے رشتہ داروں نے زید کو دھمکا کر ہندہ کو طلاق دلوادی تین مرتبہ، بعد میں پھر زید اور ہندہ ایک جگہ رہے، ہندہ زید سے حاملہ ہوگئی، اس نے حالت حمل میں دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہ؟ اور حمل ہندہ کا حلال ہے، یا حرام؟

الجواب

اس صورت میں تین طلاق واقع ہوگئی اور دوسرا نکاح جو ہندہ نے قبل انقضائے عدت کیا، وہ صحیح نہیں ہوا اور عدت

(۱) ردالمحتار، کتاب القضاء، فصل فی الحبس، مطلب فی القضاء بشهادة الزور: ۴/۳۳۴، ظفیر

(۲) ردالمحتار، باب العدة: ۲/۸۳۵، ظفیر

(۳) وإن کان الطلاق ثلثا فی الحرة إلخ لم تحل له حتٰی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها. (الهدایة، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۳۷۸، ظفیر)

اس کی وضع حمل ہے اور اگر زید جانتا تھا کہ ہندہ مجھ پر حرام ہوگئی اور پھر اس نے اس سے جماع کیا تو یہ زنا ہے اور وہ حمل حرام کا ہے۔شامی میں ہے:

ومفاده أنه لووطئها بعد الثلاث فی العدة بلا نکاح عالماً بحرمتها لاتجب عدة أخری؛لأنه زنا، وفی البزازیة:طلقها ثلثاً ووطئها فی العدة مع العلم بالحرمة لاتستأنف العدة بثلث حیض ویرجمان إذاعلما بالحرمة.(۶۹۰/۲)(۱)

وفی الدرالمختار:وفی حق الحامل مطلقاً ... أومن زنا ... وضع جمیع حملها.(۲)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۴۹۷/۷-۴۹۸)

عدت کے اندر حلالہ معتبر نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی، پھر وہ پچھتایا، حلالہ کی غرض سے ایک شخص دیگر سے نکاح کر دیا اور پھر طلاق دلوادی،زوج اول کی طلاق سے سات مہینے گزرنے کے بعد اس عورت کے بچہ پیدا ہوا۔اسی سات مہینے میں نکاح ثانی اور حلالہ بھی ہوا۔اب بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ نکاح ثانی عدت میں ہوا تھا۔جواب طلب یہ امر ہے کہ یہ نکاح صحیح اور یہ حلالہ معتبر ہوا، یا نہیں؟

الجواب

سات مہینے کی مدت اتنی مدت ہے کہ اس میں زوج اول کی طلاق کی عدت ختم ہوکر دوسرے سے علوق ہونا اور اقل مدت حمل میں بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں،زوج اول کی عدت گزرنے کے لیے اگر عدت بالحیض ہوکم ازکم انتالیس چالیس روز درکار ہیں اور اس کے بعد علوق ہوکر وضع حمل سات مہینے میں غیر ممکن ہے؛لیکن چوں کہ عدت طلاق مغلظہ کی ہے اور دوسرے سے نکاح کرلیا ہے اور دو سال سے قبل بچہ پیدا ہوا ہے؛اس لیے بچہ کا نسب زوج اول ہی سے ثابت ہوگا اور دوسرا نکاح نکاح فاسد ہوگا اور حلالہ غیر معتبر سمجھا جائے گا،زوج اول کے لیے حلال ہونے کے واسطے کافی نہ ہوگا۔(۳)

وإن الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة لم تحل له حتٰی تنکح زوجاً غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها.(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲۵۷/۵)

(۱) ردالمحتار،باب العدة:۸۳۷/۲،مطلب فی وطء المعتدة بشبهة، ظفیر

(۲) الدر المختارعلٰی هامش رد المحتار،باب العدة:۸۳۱/۲،ظفیر

(۳) إذا تزوجت المعتدة بزوج اٰخرثم جائت بولد إن جائت به لأقل من سنتین منذ طلقها الأول أومات أولأقل من ستة أشهرمنذ تزوجها الثانی فالولد للأول.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الطلاق،الباب الخامس عشرفی ثبوت النسب:۵۵۵/۳،سعید)

(۴) الهندیة:کتاب الطلاق،الباب السادس فی الرجعة:۴۷۳/۱، ماجدیة

مطلقہ ثلاثہ شیعہ ہوگئی تھی تو اب پہلے شوہر کے لیے بلا حلالہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی، بعد اس کے ایسی صورت کا متلاشی ہوا کہ اپنے نکاح میں وہ بلا حلالہ آس کے، مفتیوں نے اس کو انکاری جواب دیا، شیعوں نے اس کو بہکایا کہ ہمارے مذہب میں بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے، شیعہ ہو جاؤ، چناں چہ دونوں شیعہ ہو گئے اور اس عورت مطلقہ کو اپنے نکاح میں لے آیا، اس شخص کی والدہ نے اس سے گفتگو اور ملنا جلنا چھوڑ دیا، اب وہ شخص اس امر کا خواستگار ہے کہ میں سنی ہو جاؤں گا، بشرطیکہ یہ عورت نکاح میں باقی رہے، اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ جب کہ اکثر علماء کے نزدیک شیعہ کافر ہیں تو اب سنی ہو جانے کی صورت میں وہ عورت بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے؟ اور اسلام ''یهدم ما كان قبله'' کا اثر ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

قال في الشامي: أي لو طلقها ثنتين وهي أمة ثم ملكها وثلاثاً وهي حرة فارتدت ولحقت بدار الحرب ثم سبيت وملكها لايحل له وطئها بملك اليمين حتٰى يزوجها فيدخل بها الزوج ثم يطلقها. (۱)

پس اگر تسلیم کر لیا جاوے کہ رافضی ہونا ارتداد ہے، تب بھی بعد سنی ہونے کے حلالہ کی ضرورت ہے، بدون حلالہ کے مطلقہ ثلاثہ اپنے شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۹۸)

نکاح نومسلمہ محصنہ جو اسلامی ریاست میں بردہ ہو کر آئے تو یہ تباین دارین موجب بینونت ہے، یا نہیں:

سوال: کافرہ عورت کے متعلق مسئلہ ہے کہ کافرہ عورت ہو اور کافر کے ملک میں مسلمان ہو کر نکاح کرے تو چھ ماہ تک اس کو مسلمان ہونے کے بعد نکاح کرنا چاہیے، جب جائز ہوگا، اگر اس عورت کو مسلمان کرنے پر تین ماہ کے بعد کسی اسلامی سلطنت میں لے جا کر نکاح کیا جاوے تو درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کافرہ عورت اگر خاوند والی ہو تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ دار الحرب میں جب تک اس کو تین حیض نہ آئیں گے، اس وقت تک اس کا کافر شوہر سے نہیں ٹوٹتا، تین حیض آنے کے بعد دونوں میں فرقت ہوگی، چھ مہینے کی قید نہیں؛ بلکہ تین حیض کا آنا ضروری ہے، چاہے تین ماہ میں آئیں، یا سال بھر میں۔

قال في الدر: (ولو أسلم أحدهما) ... (ثمة) أي في دار الحرب ... (لم تبن حتٰى تحيض ثلاثاً) أو تمضي ثلاثة أشهر.

(قوله: أو تمضي ثلاثة أشهر) أي إن كانت لاتحيض لصغر أو كبر، كما في البحر. (۲/٦٤٠)(۲)

---

(۱) ردالمحتار، باب الرجعة، مطلب حيلة إسقاط عدة المحلل: ۲/۷٤۱، ظفير

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۳/۱۹۱، دارالفكر بيروت، انيس

رہا یہ کہ اس کو اسلامی سلطنت میں لے جا کر نکاح کیا جاوے، سواس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) یہ کہ اسلامی سلطنت میں اس کو اسلام لانے سے پہلے جبراً لے جایا جائے، اس کی خوشی کے ساتھ نہ لے جایا جائے، اس صورت میں اسلامی سلطنت میں پہونچتے ہی اس کے ساتھ نکاح درست ہے، بشرطیکہ حاملہ نہ ہو۔

لكونها فى هٰذه الصورة كالأسيرة أخرجت من دارالحرب إلٰى دارالإسلام فبطل النكاح بينهما لتباين الدارين.

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو اسلام کے بعد، یا اسلام سے پہلے اسلامی سلطنت میں خوشی کے ساتھ لے جایا جائے؛ مگر ارادہ یہ ہو کہ اسلامی سلطنت ہی میں رہیں گے؛ یعنی وہاں توطن کا ارادہ ہو، جس کے لیے کم از کم ایک سال کے قیام کا ارادہ شرط ہے، اس صورت میں بھی وہاں پہونچ کر فوراً نکاح درست ہے، بشرطیکہ حاملہ نہ ہو۔

لأن التوطن يبطل الوطن الأول فتباين الداران فبطل النكاح، والحربى لايمكن أن يقيم بدارالإسلام سنة كاملة وإذا تم الحول ضرب عليه الجزية وصار ذمياً.

باقی محض دو چار روز کے واسطے اسلامی سلطنت میں لے جانا مفید نہیں اور اس سے نکاح بالکافر باطل نہ ہوگا۔

لكونها مستأمنة وبالاستيمان لايبطل الدارفلم يوجب تباين الدارين، قال فى الدر: والمرأة تبين بتباين الدارين حقيقة وحكماً.

المراد بتباين الدارين حقيقة تباعدهما شخصاً وبالحكم أن لايكون فى الدار التى دخلها علٰى سبيل الرجوع بل علٰى سبيل الفرار ولاسكنٰى حتٰى لودخل الحربى دارنا بأمان لم تبن زوجته؛لأنه فى داره حكماً إلا إذا قبل الذمة،آه. (۱)

قال فى الدر: أوأخرج مسبياً وأدخل فى دارنا. [وفى الشامى]: أفاد أنه لايتحقق التبائن بمجرد السبى بل لابد من الاحراز بدارنا، كما فى البدائع. (٦٤١/٢-٦٤٢)(۲)

وبالجملة فالدخول بدار الإسلام بالأمان لايكفى للتبائن، بل لابد من الإدخال مسبية أودخولها مهاجرة والله أعلم

۲۵/ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ (امدادالاحکام:۲۱۸/۳)

نومسلمہ سے قبل از انقضاء عدت نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ زید نے ایک غیر مسلمہ منکوحہ کو اغوا کر کے مسلمہ کرالیا اور بغیر انتظار کے اس کے ساتھ وطی کرتا رہا اور وہ عورت زید سے حاملہ بھی ہوگئی اور بعد دو ماہ کے زید نے اس عورت سے نکاح کرلیا تو آیا یہ نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

(۱،۲) ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۱۹۳/۳، دارالفكر بيروت، انيس

الجواب

فی العالمغیریة (۴۵/۲): وإذا أسلم أحد الزوجين فی دارالحرب ولم يكونا من أهل الكتاب أو كانا والمرأة هی التی أسلمت فإنه يتوقف إنقطاع النكاح بينهما علٰی مضی ثلاث حيض سواء دخل بها أولم يدخل بها كذا فی الكافی، فإن أسلم الأخرقبل ذلک فالنكاح باق ولو كانا مستأمنين فالبينونة أما بعرض الإسلام أوبإنقضاء ثلث حيض، كذا فی العتابية. (۱)

اس عورت سے جواز نکاح تین حیض گزرنے پر موقوف ہے، پس اگر وقت نکاح زید تک اس عورت کو تین حیض آ چکے تھے، تب تو یہ نکاح درست ہو گیا اور اگر تین حیض نہیں آئے تھے تو یہ نکاح درست نہیں ہوا، بعد وضع حمل کے تجدید کی جائے اور اس وقت تک اس عورت سے قربت وغیرہ اور تقبل ولمس سب حرام ہے۔ واللہ اعلم

۲۲ / جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۲۷۷/۳)

نومسلمہ منکوحہ کا رسے قبل از انقضاء عدت نکاح جائز نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس صورت میں کہ ہندوستان میں موجودہ حالت میں اگر کوئی غیر مسلمہ مشرف باسلام ہو اور حالت کفر میں منکوحہ بھی ہو، زوج اول کا اسلام سے انکار بھی ہو، اس صورت میں نومسلمہ کا نکاح وقت اسلام سے کتنے دن بعد جائز ہے۔ اگر فقہ حنفیہ کے اس اصل کو مدنظر رکھا جاوے کہ عورت مہاجرہ نہ ہو تو بعد گزرنے تین ماہ کے ابانت ہوتی ہے۔ زمانہ موجودہ میں اتنی مدت کا انتظار موجب ارتداد ظاہر ہوتا ہے۔ ضرورت وقت واصل فقہیہ کے توافق کی صورت رقم فرما کر شکریہ کا استحقاق بخشیں؟

الجواب

جب تک اس نومسلمہ کو اسلام لانے کے بعد تین حیض نہ آ جائیں، اس وقت تک اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے جائز نہیں اور جس عورت کے لیے اتنی مدت کا انتظار موجب ارتداد ہو، اس کا اسلام ہی قابل اعتبار نہیں؛ کیوں کہ اسلام یہ ہے کہ مسلمان ہونے والا حکم شرعی کا پابند ہو، نہ یہ کہ وہ قانون شرعی کو اپنا پابند بنانا چاہے، پس ایسے شخص کے مرتد ہونے سے کچھ رنج نہیں۔ بس ہم سمجھ لیں گے کہ اس نے پہلے ہی سے اسلام کو اسلام سمجھ کر قبول نہیں کیا تھا؛ بلکہ محض شہوت رانی کے لیے اس نے اسلام کا نام لیا ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ، ۲۰ / محرم ۱۳۴۷ھ۔

نعم الجواب الذی لایتجاوزہ الصواب: اشرف علی، ۲۳ / محرم ۱۳۴۷ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۸۰/۳)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب العاشر فی نكاح الكافر: ۳۳۸/۱، دارالفكر بيروت، انيس

نومسلمہ کا نکاح قبل عدت:

سوال: ہندہ نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں داخل ہونے کے فوراً بعد کہتی ہے کہ میرا نکاح زید (جو خاندانی مسلمان ہے) سے ہوجائے اور زید بھی راضی ہے، مگر شرعاً تین حیض گزارنے کے بعد ہی نکاح کی اجازت دی گئی ہے تو اس صورت میں میں قاضی وقت ان دونوں کے اصرار پر نکاح پڑھا دے تو نکاح بلا کراہت درست ہوگا، اگر صحیح بھی ہوجائے تو کیا ترکِ عدت کا گناہ ان دونوں کے ذمہ عائد ہوگا؟ کیا قاضی صاحب بھی گنہ گار ہوں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر اس کا شوہر موجود ہے تو فوراً اس کا نکاح درست نہیں، اس سے وہ بھی گناہ گار ہوگی اور مرد بھی گناہ گار ہوگا اور قاضی صاحب بھی گنہ گار ہوں گے۔ قبول اسلام کے بعد (اگر شوہر مسلمان نہ ہو) تین حیض گزرنے پر وہ بائنہ ہوگی، پھر اس کے بعد تین حیض بطور عدت لازم ہوں گے، پھر نکاح درست ہوگا۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۵۳)

نومسلمہ سے عدت ختم ہونے سے قبل نکاح کرنا:

سوال: اگر کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کرلے تو کیا عدت گزارنے سے قبل اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

جب کوئی غیر مسلمہ شادی شدہ عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا خاوند غیر مسلم ہو تو اس کا نکاح از خود ختم ہوجاتا ہے، اب اگر وہ عورت دار الحرب میں ہو تو صرف تین حیض گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کرسکتی ہیا ور اگر دار الاسلام میں ہو تو تفریق قاضی کے بعد دوبارہ نکاح کے لیے تین حیض گزارنا لازمی ہے، بدون اس کے نکاح جائز نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: ولو أسلم أحدهما إن أحد المجوسين أو امرأة الكتابي ثمة أي في دارالحرب وملحق بها كالبحر الملح لم تبن حتٰى تحيض ثلاثًا وتمضي ثلاثة أشهر قبل إسلام الأٰخر إقامة لشرط الفرقة مقام السبب. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار: ۲/ ۲۹۰، كتاب النكاح) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۳۵۴)

---

(۱) "ولو أسلم أحدهما ثمة: أي في دار الحرب، لم تبن حتى تحيض ثلاثاً أشهر قبل أسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة قيام السبب، وليست بعدة لدخول غير المدخول بها". (الدر المختار)

قال الشامي: "(قوله: وليست بعدة): أي ليست هذه المدة عدة لأن غير المدخول بها داخلة تحت هذا الحكم، ولو كانت عدة، لأنه لاعدة على الحربية، وإن كانت هي المسلمة، فخرجت إلينا، فتمت الحيض هنا، فكذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالٰى خلافاً لهما لأن المهاجر ة لا عدة عليها عنده خلافاً لهما كما سيأتي". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مطلب الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق، الخ: ۳/ ۱۹۱، ۱۹۲، سعيد)

نومسلمہ کنواری لڑکی کے نکاح کی شرائط صحت:

سوال: ایک عورت عاقلہ وبالغہ مسلمان ہوئی ہے اور نکاح کیا چاہتی ہے اور اس کا زوج حاضر نہیں ہے اور نہ اس کا کچھ پتہ ونشان ہے کہ عرض اسلام کیا جائے، اس صورت میں اس کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ غرض اسلام [کے لیے] اگر انتظار ضروری ہے تو کس قدر انتظار ہونا چاہیے، بعد انتظار تو اس کا کچھ حق نہ رہے گا؛ یعنی اس کے زوج کا۔

الجواب ــ

اگر اس کو حیض آتا ہے، تو بعد اسلام کے تین حیض آنے کا انتظار کرنا چاہیے اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل کا انتظار کرنا چاہیے اور اگر نہ ذات حیض ہے اور نہ حاملہ تو تین ماہ گزرنے دینا چاہیے، اس کے بعد نکاح اس کا درست ہے، (اس کی اور زیادہ تفصیل امداد مبوب، ص:۴۴۱، ص ۵۵۱ پر ملاحظہ ہو)۔

فی الدر المختار، باب نكاح الكافر: ولو أسلم أحدهما ثمة أی فی الدار الحرب ... لم تبن حتٰی تحيض ثلاثاً أو تمضی ثلٰثة أشهر قبل إسلام الآخر. (۱)

وفی ردالمحتار: (قوله أو تمضی ثلٰثة أشهر) أی إن كانت لاتحيض لصغر أو كبر كما فی البحر وحاملاً فمتٰی تضع حملها ح عن القهستانی. (۲)

لیکن اگر اس مدت کے گزرنے کے قبل اتفاقاً پہلا زوج مسلمان ہو جائے تو پھر دوسرا نکاح درست نہیں، اسی سے نکاح باقی ہے۔ **لما مر من الدر المختار من قوله قبل إسلام الآخر.**

فی رد المحتار: (قوله: لم تبن حتٰی تحيض، إلخ) أفاد بتوقف البينونة علی الحيض أن الأخر لو أسلم قبل إنقضائها فلا. (۳) **والله تعالٰی أعلم**

۶/رجب ۱۳۲۲ھ (امداد: ۲/۲۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۰۲)

سوال: اول ایک کافر عورت کو مسلمان کرتے ہی اس کا نکاح مسلمان سے کر دیا ہے اور یہ عورت کنواری ہے اور اسی مسلمان سے مدت تک زنا کرتی رہی، جس سے نکاح ہوا ہے اور یہ عورت مذکورہ اس کے نکاح کو بیس برس کا زمانہ ہو چکا ہے اور اولاد بھی ہو چکی ہے، اب یہ نکاح جائز ہے، یا ناجائز ہے، اس مسئلہ کے پوچھنے کی اس لیے ضرورت پڑی کہ عدت سے یعنی تین حیض کے گزرنے سے پہلے نکاح کر دیا گیا ہے؟

الجواب ــ

حیض کی شرط کہیں اس لیے ہے کہ یہ قائم مقام اباء کے ہے، جو سبب ہے تفریق قاضی کا اور کہیں عدت کے لیے ہے

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴/۳۱۲-۳۱۳، ط: الرياض، انيس

(۲) ردالمحتار مع الدر المختار: ۴/۳۱۳، ط: الرياض، انيس

(۳) رد المحتار: ۴/۳۱۳، ط: الرياض، انيس

اور یہ دونوں امر منکوحہ میں متحقق ہوتے ہیں، پس کنواری نومسلمہ میں اس کی شرط نہ ہوگی قبل حیض آنے کے مسلمان مرد سے اس کا نکاح درست ہے۔

ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۲۳۸)

از ترجیح خامس، ص: ۱۵۱، در فائدہ متعلقہ نکاح نومسلمہ:

دار الحرب میں کافر عورت کے مسلمان ہو جانے کے بعد اس کا نکاح کسی مسلمان سے کرنے کی جو شرط ہے کہ حائضہ کی تین حیض اور غیر حائضہ کے تین مہینے گزر جائیں، یہ شرط اس صورت میں ہے، جب وہ کسی کے نکاح میں ہو، گو نابالغ ہی کے نکاح میں ہو۔ درمختار میں ہے:

ولو کان الزوج صبیاً، إلخ.

اور نیز درمختار میں ہے: **ولیست بعدۃ بغیر المدخول بھا.**

اور اگر کسی کے نکاح میں نہ ہو، یا تو نکاح ہی نہ ہو، یا مطلقہ، یا متوفی عنہا زوجہا ہو اور حاملہ نہ ہو، اس کے نکاح کے لیے یہ شرط نہیں، البتہ حاملہ میں وضع حمل کا انتظار واجب ہے۔ (**کذا فی الدر المختار، باب العدۃ**) پس اگر کہیں میری تحریرات میں یہ مضمون مطلق آیا ہو، اس کا اس قید کے ساتھ مقید سمجھنا چاہیے۔

۹/ جمادی الاخری ۱۳۴۳ھ

سوال: ایک شخص نے ہندہ سے اول عقد کیا، بعد عرصہ کے اس کی حقیقی بہن سے نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں اور اگر درست ہو گیا تو فسخ نکاح کیوں کر ہو، یا دونوں کو طلاق دے، یا صرف دوسری کو مہر وغیرہ ادا کر کے طلاق دے دے اور زوجہ سابقہ اس کی زوجہ بنی رہے گی، یا اس کو بھی طلاق دینا واجب ہے، تا عدت سکنی نفقہ بھی دینا پڑے گا، یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحۃ کشھود بالوطء ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم أو جھل لزم بالغاً مابلغ ویثبت لکل واحد منھما فسخہ وتجب العدۃ من وقت التفریق أو متارکۃ الزوج.

فی رد المحتار عن البزازیۃ: المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لا تکون إلا بالقول کخلیت سبیلک أو ترکتک. (۵۷۴/۲-۵۷۶، باب المھر)

وفی رد المحتار عن البحر: أنہ قدم فی النکاح الفاسد من باب المھر أن المراد بھٰذہ العدۃ عدۃ المتارکۃ فلا عدۃ علیھا بموتہ إلا الحیض بعد الدخول وأنہ لا حداد ولا نفقہ فیھا وأنہ تحرم علیہ إمرأتہ لو تزوجہ أختھا فاسداً إلٰی إنقضاء العدۃ، آہ. (۱۰۰۷/۲، باب العدۃ)

ان روایات سے یہ امور معلوم ہوئے:

(۱)　یہ نکاح جائز نہیں ہوا۔

(۲)　طلاق دینے کی ضرورت نہیں ؛ بلکہ اگر دخول نہیں ہوا، صرف جدا ہو جانا کافی ہے اور اگر دخول ہو گیا تو مرد زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس کو علاحدہ کر دیا۔

(۳)　اگر صحبت ہوئی تو مہر مثل واجب ہوگا کہ مقدار میں مہر مقرر سے زائد نہ ہو اور اگر صحبت نہیں ہوئی تو مہر واجب نہ ہوگا۔

(۴)　اگر دخول ہوا تو عدت واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔

(۵)　اس عدت میں نفقہ سکنی واجب نہ ہوگا۔

(۶)　جب تک یہ عدت نہ گزر جائے، اپنی زوجہ سے صحبت درست نہیں۔

(۷)　زوجہ نکاح سے خارج نہ ہوگی، نہ اس کو دینا واجب ہے۔ واللہ اعلم

۲۰/رمضان ۱۳۲۲ھ (امداد: ۲/۲۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۰۴)

جب شوہر بارہ سال تک خبر نہ لے تو دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال:　مسماۃ رحمت بیوہ نے اپنی دختر مسماۃ چراغی نابالغہ کا نکاح مسمیٰ بندو کے ساتھ کر دیا تھا، جس کو عرصہ بارہ سال کا ہو چکا ہے، بندو مذکور نے کوئی خبر گیری اپنی بیوی کی نہیں کی ؛ بلکہ پاس تک بھی نہیں گیا اور نہ طلاق دیتا ہے، نہ خبر گیری کرتا ہے، لڑکی جوان ہے، خاوند کے گھر جانا نہیں چاہتی اور اس کی والدہ بھی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، اس صورت میں جو حکم شرعی ہو، اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

مسئلہ شرعی اس صورت میں یہ ہے کہ مسماۃ رحمت جب کہ ولی جائز چراغی نابالغہ کی تھی اور اسی حالت میں اس نے چراغی کا نکاح مسمیٰ بندو کے ساتھ کیا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا۔(۱) اب جب تک بندو طلاق نہ دے، یا فوت نہ ہو جائے، چراغی کو دوسرا نکاح کرنا درست نہیں ہے، جس طرح ہو، جبراً بندو سے طلاق لی جاوے۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۷۳-۲۷۴)

صرف وہم گمان سے شوہر کو مردہ سمجھ کر نکاح کرنا درست نہیں:

سوال:　امام الدین کا کچھ روپیہ اس کے بھائی کے پاس تھا، اس نے خط لکھا کہ میرا روپیہ بھیج دو، جب روپیہ کے

---

(۱)　بہار واڑیسہ میں قاضی شریعت کے یہاں درخواست دے کر فسخ نکاح کرا سکتی ہے اور دوسرے صوبوں میں مسلمان پنچایت کے ذریعہ جس میں عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ (دیکھئے الحیلۃ الناجزۃ از تھانویؒ، یا کتاب الفسخ والتفریق از مولانا رحمانی۔ [ظفیر]

پہونچنے میں دیر ہوئی تو بیماری کی حالت میں وہ خود آیا، اس وقت مرض وبائی تھا، اس کے بھائی نے کہا کہ میں نے تمہارا روپیہ بذریعہ منی آڈر روانہ کردیا ہے، تم خود جاؤ اور وصول کرلو وہ واپس اپنے وطن کو چلا گیا؛ مگر اس وقت زیادہ بیمار ہوگیا تھا، بھائی اور بھانجہ نے ریل میں سوار کرادیا، جب امام الدین وطن نہ پہونچا، اس کی بیوی نے اس کے بھائی کو خط لکھا کہ میرے خاوند کو جلد بھیج دویا؛ تاکہ منی آڈر کا وصول کرلے، یہاں سے جواب لکھا گیا کہ اس کو فلاں تاریخ کو ریل میں سوار کردیا تھا اور وہ بیمار بھی تھا، تب اس کی بیوی بچوں کو فکر ہوئی اور تلاش سے بھی پتہ نہ چلا، اس کی بیوی نے یہ سمجھ کر کہ وہ مرگیا، عدت وفات گزار کر نکاح کرلیا۔ آیا یہ نکاح اس صورت میں صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت کو یہ خبر پہنچی کہ تیرا شوہر مرگیا ہے اور اس خبر پر اس نے عدت وفات دس دن چار ماہ پورے کرکے دوسرا نکاح کیا تو دوسرا نکاح صحیح ہے اور اگر بلا کسی کی خبر دینے کے محض یہ خیال کرکے کہ میرا شوہر فوت ہوگیا ہوگا، ورنہ ضرور آتا، عدت گزار کر نکاح ثانی کیا تو نکاح ثانی اس صورت میں صحیح نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے:

غاب عن إمرأته فتزوجت بآخر.

(قوله: غاب عن إمرأته، إلخ) شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدت وتزوجت. (شامی)(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۷۸-۴۷۹)

جس شخص کے متعلق یہ شبہ ہوجائے کہ وہ مرگیا؛ لیکن پھر ٹھیک ہوجائے تو اس کا نکاح اور ملکیت قائم رہتی ہے:

سوال: جو شخص مرجاوے اور پھر بعد کچھ دیر کے زندہ ہوجاوے تو اس کی زوجہ سے اس کا نکاح رہا، یا نہیں؟ اسی طرح اور چیزیں جو اس کی ملک تھی، ان کا کیا حال ہے؟

الجواب

مرکر کوئی زندہ نہیں ہوسکتا، یہ امر محال ہے؛ بلکہ سکتہ، یا غشی ایسی ہوجاتی ہے کہ حیات بالکل معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا نکاح بھی باقی ہے اور ملک بھی قائم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، ص: ۲۰) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۸۲)

شوہر کے لاپتہ ہونے پر اس کو مردہ سمجھ کر اس کی بیوی سے نکاح:

سوال: زید اپنی بیوی سے ناراض ہوکر چلا گیا، چار سال ہوگئے۔ زید کے بھائی بکر نے یوں خیال کرکے کہ شاید

(۱) ردالمحتار للشامی، باب ثبوت النسب: ۲/۸٦۸، ظفیر

زید مر گیا ہو، زید کی عدم موجودگی میں بھاوج سے خود شادی کر لی۔ جب زید کو معلوم ہوا تو زید نے طلاق نامہ لکھ بھیج دیا، جب بکر کو معلوم ہوا تو زید سے کہا کہ چوں کہ تم موجود ہو؛ اس لیے تم اس کے مالک ہو، میں چھوڑ دیتا ہوں۔ اب یہ کس طرح نکاح میں ہے؟ حلالہ کی ضرورت ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس بھائی نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں نکاح کیا تھا، یہ جائز نہیں تھا۔(۱) پھر اس کی زندگی معلوم ہونے پر اس نے اس کی بیوی کو چھوڑ دیا تو اس سے اصلی نکاح ختم نہیں ہو گیا تھا؛ اس لیے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ تین طلاق لکھ بھیج چکا ہے تو طلاق مغلظہ ہوگئی،(۲) اب بغیر حلالہ کے اس کے لئے جائز نہیں ہوسکتی۔(۳) اس صورت میں اس بھاگ جانے والے کے بھائی کو چاہیے کہ بعد عدت اس عورت سے نکاح کر لے، یہ نکاح جائز ہو جائے گا،(۴) اور جو بچے پیدا ہو چکے ہیں ان کی پرورش کا بھی انتظام ہو جائے گا۔

اگر اصلی شوہر نے تین طلاق لکھ کر نہیں بھیجی ؛ بلکہ طلاق رجعی بھیجی ہے تو عدت کے اندر اس کو رجعت کا حق حاصل ہے،(۵) بعد عدت بائنہ ہو جائے گی، پھر طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔(۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند،۲۲/۵/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ،۲۴/۵/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۶)

حکم نکاح زوجہ مفقود درصورتیکہ عادت موت زوج یقینی باشد:

سوال: زید در جہاز یکہ از کلکتہ بہ لندن و امریکہ وغیرہ می رود نوکری کرد قضارا چوں بارے جہاز درمیان دریا رسید روزے در کار معہود خود رفتہ گم شد دیگراں خبر بکپتان رسانیدند کپتان نیز بعد از تتبع بسیار از ونشانے نہ یافت آنکہ از

(۱) ”لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره،وکذلک المعتدة“.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، القسم السادس،المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/ ۲۸۰،رشیدیة)

(۲) ”وإن کانت مرسومة یقع الطلاق،نوی أولم ینوی،ثم المرسومة لاتخلوا:إما إن أرسل الطلاق بأن کتب:أما بعد إفأنت طالق،فکما کتب هٰذا یقع الطلاق،وتلزمها العدة من وقت الکتابة“.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة : ۱/ ۳۷۸،رشیدیة)

(۳) ”وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة،لم تحل له حتیٰ تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً“.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الطلاق فصل فیما تحل به المطلقة: ۱/۷۳،رشیدیة)

(۴) قال اللّٰه تعالیٰ:﴿ولا تعزموا عقدة النکاح حتیٰ یبلغ الکتاب أجله﴾(البقرة:۲۳۵)

(۵) ”وإذا طلق الرجل إمرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین،فله أن یراجعها فی عدتها،رضیت بذلک أولم ترض“.(الفتاویٰ الهندیة،کتا ب الطلاق،البا ب السادس فی الرجعة وفیما تحل به المطلقة: ۱/ ۴۷۰،رشیدیة)

(۶) ”إذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث،فلا أنه یتزوجها فی العدة وبعد إنقضائها“.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الطلاق،الباب السادس فی الرجعة،فصل فیما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۲،۴۷۳،رشیدیة)

ساحل شش روزہ راہ دور بود چوں جہاز بساحل رسید نیز تتبع کردہ آند او را نیافتند قریب یک سال است سہ کس کہ در ہمراہ او در جہاز نوکری می کردند بملک آمدہ خبر مذکور را اقارب او رسانیدند آیا دریں صورت روا بود کہ زوجہ اش را بدیگرے نکاح دادہ آید اگر جائز بود عدتش از کدام وقت گرفتہ شود از ظاہر عبارت شامی کہ در آخر کتاب مفقود است بعضے حکم جواز نکاح مید ہندہ حضور دریں چہ می فرمایند، (۱) نقل عبارت شامی:

’’وإذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به كما إذا فقد في وقت الملاقات مع العدو أو مع قطاع الطريق أوسافرعلى الأرض الغالب هلاكه أو كان في سفر البحر وما أشبه ذلك حكم بموته لأنه الغالب،الخ‘‘. (كتاب المفقود: ۵۱۱/۳)

الجواب

دررائے من دریں صورت موت او عادۃً یقینی است لوقوعہ فی البحر و احتیاج نیست تمسک بعبارۃ شامیہ چرا کہ عبارت مذکورہ درصورت احتمال است و برائے ترجیح آں احتمال حاجت است بسوئے رائے امام، یا قاضی در مصداق عبارت مذکورہ موت ثابت نہ باشد، پس اگر صورت مسئولہ عنہا را درعموم مدلول عبارت مذکورہ داخل کردہ شود حاجت بحکم القاضی بموتہ خواہد افتاد و آں غالباً دریں بلاد مفقود است، پس حکم بحوالہ نکاح چگونہ کردہ آید صورت مسئول عنہا چناں است کہ شخصے درنظر ما بمیرد و دفن کردہ سود باوجود احتمال عقلی کہ شاید مسکوت باشد حاجت بقضاء قاضی گفتہ نمی شود، لأنه احتمال ضعيف خلاف العادة، ہم چنیں درصورت مسئولہ گو احتمال عقلی است کہ در بحر شناوری کردہ بیروں بحر آمدہ باشد لکن چوں خلاف عادت است اعتبار نہ کردہ خواہد شد، پس یقیناً میت است و از ہماں وقت عدت تمام کردہ با زوج دیگر زنش درست باشد۔ (۲)

۱۱/ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (حوادث: ۱۲۴/۱) (امداد الفتاویٰ: ۳۷۲/۲)

---

(۱) خلاصہ سوال: زید کلکتہ سے لندن وامریکہ جانے والے جہاز میں نوکری کرتا ہے، قضا سے ایک بار جب جہاز دریا کے بیچ میں پہونچا تو زید اپنے کام کے لیے گیا اور گم ہو گیا، دوسروں نے کپتان کو اطلاع دی، کپتان نے بھی تلاش کیا، مگر کچھ پتہ نہ چلا، جہاز ساحل سے چھ روز کی مسافت دور پر تھا، جب جہاز ساحل پر پہونچا تو پھر اس کو تلاش کیا گیا؛ مگر اس کا پتہ نہ چلا، سال بھر ہوا کہ تین اشخاص جو اس کے ساتھ تھے، جہاز میں نوکری کرتے تھے وطن آئے اور زید کے اقارب کو اس کے حال کی خبر دی، کیا اس صورت میں جائز ہے کہ اس کی بیوی نکاح ثانی کرے؟ اگر جائز ہے تو عدت کب سے ہوئی؟ شامی کی عبارت سے جو کتاب المفقود کے آخر میں ہیں، بعض حضرات جواز کا حکم دیتے ہیں۔ جناب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ [انیس]

(۲) ترجمہ جواب: میرے خیال میں اس صورت میں اس کی موت یقینی ہے اور شامی کی عبارت سے استدلال کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ وہ عبارت موت کے احتمال کی صورت میں ہے، جس احتمال کی ترجیح کے لیے امام، یا قاضی کی رائے کی ضرورت ہے، عبارت کا جو مصداق ہے، اس میں موت ثابت نہیں ہے اور نکاح درست نہیں ہے، پس اگر صورت مسئولہ کو عبارت شامی کے عموم میں داخل کریں تو قضاء قاضی کی ضرورت ہوگی اور اس کا انتظام غالباً اس علاقے میں نہیں ہے، پس جواز نکاح کا حکم کس طرح کریں گے، بلکہ صورت مسئولہ ایسی ہے کہ ایک شخص بیمار نگاہوں کے سامنے مرتا ہے اور دفن کر دیا جاتا ہے، اگرچہ اس میں یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ سکتہ میں آ گیا ہو؛ مگر اس احتمال عقلی کے باوجود قضاء قاضی کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ضعیف خلاف عادت احتمال ہے، اسی طرح صورت مسئولہ میں گو عقلی احتمال ہے کہ وہ شخص تیرتا ہوا کنارے جا لگا ہو؛ لیکن چونکہ یہ بات خلاف عادت ہے؛ اس لیے اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا، پس وہ یقیناً مرنے والا ہے اور اس کی گم شدگی کے وقت سے عدت پوری کر کے دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی بیوی کا نکاح درست ہے۔ [انیس]

شوہر گم ہوجائے تو بیوی دوسری شادی کرسکتی ہے، یانہیں:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کیا تین سال ہوئے اور زید ایک سال سے گم ہے، ہندہ کے والدین نے روپیہ لے کر ہندہ کا نکاح عمر کے ساتھ کردیا، یہ نکاح جائز ہے، یانہیں؟ اور ناکح وشرکاء پر کیا جرم ہے؟

الجواب

اس صورت میں ہندہ کا دوسرا نکاح عمر کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔(۱) نکاح کرنے والے اور معاونین گنہگار ہیں، توبہ کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۸۸)

جس کا شوہر گم ہو، اس کے نکاح کا، مذہب امام مالک پر فتویٰ:

سوال: زید عرصہ دس سال سے مفقود الخبر ہے، اُس کی موت وحیات کی کچھ خبر نہیں ملتی ہے، حتی الوسع تلاش کیا گیا، کچھ پتہ نہیں ملتا، ہندہ زوجہ اُس کی نوجوان ہے، زمانہ کی حالت نازک دیکھ کر، اُس کے والد صاحب اور برادر صاحب کا ارادہ ہے کہ اس کا عقد ثانی کسی دوسرے شخص نیک بخت کے ساتھ کردیا جاوے اور فتاویٰ رشیدیہ میں شاید یہ لکھا ہے کہ امام مالک صاحب، یا امام شافعی صاحب کے یہاں یہ درست ہے کہ اس قدر مدت کے بعد اُس کا عقد کردیا جاوے اور ضرورتاً حنفی المذہب بھی اس مسئلہ پر عمل کرسکتے ہیں، لہٰذا عریضہ ہے کہ حضور والا کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے؛ تاکہ اُس کے موافق اُس کا عمل درآمد کیا جاوے؟

جس کا شوہر گم ہوگیا ہو، اس کے لیے چار سال بعد نکاح کی اجازت:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ یہ فتوی اور تحریر مجھے قاضی عبدالحق [غالباً پورقاضوی] سے ملی ہے اور میں حضرت مولانا گنگوہی کی تحریر پہنچانتا ہوں:

''کہ از قاضی عبدالحق حاصل شد واحقر (یعنی حضرت مولانا تھانویؒ) خط مولانا، شناختہ''

جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہے کہ بعد تحقیق اس کا کہیں نشان نہیں ملا، اُس وقت سے کامل چار سال کرکے حاکم مسلمان تفریق کردیوے، بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ وہ عورت عدت کرے اور پھر نکاح دوسرے سے کردیا جاوے، یہ مذہب امام مالک کا ہے، اس پر فتویٰ اس وقت میں دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر رشید احمد عفی عنہ(۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۸۱)

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (رد المحتار، باب العدة: ۲/۸۳۵، ظفير)

(۲) امداد الفتاویٰ مرتبہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی: ۲/۳۲۷-۳۲۸، مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع [طبع اول اشرف العلوم، کراچی]

مسائل منثورہ متعلقہ بالنکاح (مفقود الخبر):

تنبیہ ضروری: مسئلہ مفقود کے متعلق امداد الفتاویٰ میں درج شدہ فتاویٰ ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۴۹ھ تک مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں، ۱۳۴۹ھ میں اتفاقاً ایسے واقعات کی کثرت ہوئی، جن میں عورتوں کے تنگ آکر مرتد ہوجانے کے واقعات پیش آنے لگے تو حضرت سیدی حکیم الامت نے ان مسائل میں سہولت ورخصت کے پہلو شرعی وفقہی اصول کے ماتحت تلاش کرنے کے لیے مذاہب اربعہ کے علماء سے خط وکتابت کی اور پانچ سالہ غور وبحث کے بعد ایک مستقل کتاب ''الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ'' کے نام سے تصنیف فرما کر شائع کرائی، جس میں سب سے پہلے مسئلہ مفقود ہی پر بحث ہے اور اس مسئلہ کے متعلق حضرت کا آخری فیصلہ وہی ہے، جو اس کتاب میں درج ہے، اس کو ضرور دیکھ لیا جائے، فتاویٰ میں اس کے خلاف کوئی بات نظر آئے تو اس کے مرجوع عنہ سمجھا جائے۔

سوال: مسمیٰ زید حنفی المذہب زوجہ خود را کہ او نیز مذہب حنفی می دارد بوطن خود گزاشتہ بسفر رفت، عرصۂ بست سال گزشت کہ مفقود الخبر ست حالاً وزوجہ زید مذکور معذور وارتان وپارچہ وغیرہ تنگ وعاجز آمدہ نکاح از دیگرے میخواہد پس ایں امر شرعاً جائز ونفاذ می تواند شد یا چہ اگر جائز است بچہ طور؟ کتب فقہ بیان فرمایند وبعد آمدن شوہر او چہ صورت خواہد شد وہم بصورت تامل وتجاہل خوف است کہ مرتکب فعل شنیع بر سبیل دادم خواہد بود؟ بینوا توجروا۔(۱)

الجواب

دریں مسئلہ مذہب امام اعظم آں ست کہ تا عمر نود سال انتظار زوج کرد، شوہر پیش ازیں نکاح بمردے جائز نیست ومذہب امام مالکؒ وامام شافعیؒ آن ست کہ بعد چہار سال از گم شدنش عدۃ وفات یعنی چہار ماہ دہ روز اتمام کردہ اگر بمردے دیگر نکاح کند جائز است؛ لیکن اگر ضرورت شدید وخوف فتنہ باشد عمل بمذہب امام مالک وشافعی رحمہما اللہ جائز است بایں طور کہ از کدامی عالم شافعی المذہب، یا مالکی المذہب فتویٰ گرفتہ نکاح کند باز وج اول را ہیچ دعویٰ نہ رسد۔(۲)

خلافاً لمالک فان عنده تعتد زوجة المفقود عدةالوفاة بعد مضی أربع سنين وهومذهب الشافعی القديم وقال بعد سطور: وقد قال فی البزازية: الفتوىٰ فی زماننا علی قول مالک وفی

---

(۱) ترجمہ سوال: زید حنفی المذہب اپنی حنفی المذہب بیوی کو وطن میں چھوڑ کر سفر میں گیا بیس سال کا عرصہ گزر گیا کہ مفقود الخبر ہے، اس کی بیوی مجبور ہوکر اور روٹی کپڑے سے تنگ آکر دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا صورت اختیار کرنی چاہیے اور اس کے پہلے شوہر کے آنے کے بعد کیا صورت ہوگی، بصورت تأمل وتجاہل اندیشہ ہے کہ وہ علانیہ بدفعلی کی مرتکب ہوگی۔

(۲) ترجمہ جواب: اس بارے میں امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ شوہر کی نوّے سال عمر ہونے تک اس کا انتظار کیا جائے، اس سے پہلے دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ شوہر کے گم ہونے سے چار سال بعد عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کرے تو جائز ہے، پس اگر ضرورت شدید ہے اور گناہ کا اندیشہ ہے تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، اسی طرح کہ کسی شافعی، یا مالکی سے فتویٰ لے کر نکاح کرلے نکاح ثانی کرنے پر شوہر کا کائی دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔

الـزاهـدي: كـان بـعـض أصـحـابـنا يفتون به للضرورة واعترضه في النهر وغيره بأنه لاداعي إلى الافتاء بمذهب الغير لامكان الترفع إلى مالكي يحكم بمذهبه وعلى ذلک مشى ابن وهبان في منظومته هناک. (شامی: ۳۳۰/۳) **واللّٰہ اعلم**

۲۳/ جمادی الثانی ۱۳۰۰ھ (امداد: ۳/۲)

نوٹ (۱) لیکن صرف فتویٰ کافی نہیں ہے اس کے متعلق کسی مسلمان قاضی کا فیصلہ بھی ضروری ہے۔

(۲)　حنفیہ کے مذہب میں اگر عورت شوہر عمر نوے سال ہونے سے پہلے نکاح ثانی کرلے گی اور پھر پہلا شوہر آجائے گا، یہ نکاح ثانی باطل ہے؛ اس لیے عورت پہلے شوہر کی طرف واپس کی جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۶۹/۲)

سوال اول:　ایک شخص پانچ برس، یا اس سے زیادہ دس بارہ برس سے مفقود الخبر ہے اور دوسرا شخص حیات میں ہے، معروف الخبر ہے؛ یعنی معلوم ہے کہ زندہ ہے؛ مگر اپنے ملک سے تھوڑے فاصلہ پر ہے اور ہمیشہ خبر خیریت آتی ہے اور اس کی عورت جوان ہے اور خواہش مرد کی اس کو ہے اور نان ونفقہ سے محتاج اور اندیشہ اس کا ہے کہ زنا میں مبتلا ہوجاوے اور مرد یعنی شوہر اس عورت کا جو معروف الخبر ہے اور نان ونفقہ کی خبر بوجہ دوسرے عورت جو کہ پردیس میں جاکر اپنے نکاح میں لایا ہے، نہیں لیتا اور اس عورت سابقہ کے ساتھ دو بچے؛ یعنی لڑکی اور ایک لڑکا بھی ہیں تو ایسی صورت میں اس کے واسطے کیا حکم ہے اور وہ عورت ایسے موقع پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ میں عمل کرلے، جو مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو کہ فرمایا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مروی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے؛ بلکہ یہ بھی مرقوم ہے کہ رجوع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طرف قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور مذہب اکثر صحابہ کا بھی یہی ہے، جیسا کہ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ، کتاب المفقود میں ہے، مفصل بعبارت کتب تحریر فرمایئے؟ مجھ سے یہ سوال ایک جماعت نے آکر کیا اور کہا کہ اس کا فیصلہ موافق شرع شریف کے کردیجئے؟ میں نے اس کے جواب میں یہ عبارت جو کہ کتاب مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی لکھنوی میں ہے، اس سے اخذ کرکے لکھا ہے اور آپ کی خدمت شریف میں ارسال کیا کہ آپ خود اور دوسرے علماء سے اس کی تصحیح کرکے از راہ بزرگانہ اس طرف کو ارسال فرمائیں اور اس کا اجر خداوند کریم سے مل جائے گا؟

الجواب

اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تابعین مختلف ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک جم غفیر صحابہ اس طرف گئے ہیں کہ زوجہ مفقود کی چار برس انتظار کرکے بعد ازاں نکاح کرے اور بعضوں نے اس پر اجماع صحابہ نقل کیا۔ امام مالک موطأ میں روایت کرتے ہیں:

"أن عـمـر بـن الخطاب قال: أيما امرأة فقدت زوجها فلم تدر أين هو أنها تنتظر أربع سنين ثم تعتد أربعة أشهر وعشرا ثم تحل للازواج".

اور محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح موطأ میں لکھتے ہیں:

”روی نحوه عن عثمان وعلی، قیل: وأجمع الصحابة علیه ولم یعلم لهم مخالف فی عصرهم وعلیه جماعة من التابعین، انتهیٰ“.

اور بعض صحابہ مثل ابن مسعود وعلی رضی اللہ عنہما بنا برایک روایت کے اس طرف گئے ہیں کہ زوجہ مفقود الخبر کا تا دم ظہور شوہر کا انتظار کرے اور یہی مذہب شعبی ونخعی کا ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

”الحاصل أن المسئلة مختلفة فی ما بین الصحابة مذهب عمر إلی ماتقدم وذهب علی إلی أنها امرأة له حتی یأتیها البیان وروی عبدالرزاق عن ابن جریح قال: بلغنا أن ابن مسعود وافق علیا أن امرأة المفقود تنتظر أبداً، واخرج ابن أبی شیبة عن أبی قلابة وجابر بن سعید والشعبی النخعی لکنهم قالوا لیس لها أن یتزوج حتیٰ یستبین موته، انتهیٰ“.

اور ایک حدیث مرفوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات میں موافق رائے علی مرتضیٰ کے وارد ہے؛ لیکن اس کی سند میں ضعف ہے، چناں چہ زیلعی تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں:

”أخرج الدارقطنی فی سننه عن سواد بن مصعب حدثنا محمد بن شرجیل عن المغیرة بن شعبة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: امرأة المفقود امرأة له حتی یأتیها البیان، وجدته فی نسخة مصریة: حتی یأتیها الخبر، وهوحدیث ضعیف، قال ابن أبی حاتم فی کتب العلل: سألت أبی عن حدیث رواه سوار بن مصعب عن محمدعن المغیرة فی امرأةالفقود؟ فقال أبی: هذا حدیث منکر محمد متروک الحدیث، ویروی عن المغیرة مناکیر أباطل وذکره عبدالحق فی احکامه من جهة الدارقطنی وعلیه محمد بن شرجیل وقال: إنه متروک وقال ابن القطان فی کتاب سواد بن مصعب شهر فی المتروکین، انتهیٰ“.

اور اسی طرح بدرالدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تحریر کیا ہے۔ اب جاننا چاہیے چوں کہ حدیث اس مسئلہ میں بطریق ضعیف وارد ہے اور صحابہ خود مختلف ہیں، لہذا ائمہ مجتہدین فی مابینہم اس مسئلہ میں مختلف ہوگئے ہیں۔ ائمہ حنفیہ نے رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بضم حدیث مرفوع مرجح کیا اور ائمہ مالکیہ نے رائے حضرت عمر وحضرت عثمان وغیرہم رضی اللہ عنہم کو مختار کیا؛ لیکن بوقت ضرورت ائمہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ فتویٰ قول مالک پر جو موافق ایک جماعت صحابہ کے ہے درست اور جب خوف وقوع حرام کا ہو تو عمل کرنا مسلک مالکی پر جائز ہے۔ جامع الرموز میں ہے:

”قال مالک والأوزاعی: إلٰی أربع سنین فتنکح عرسه بعده، کما فی النظم، فلوافتٰی لها فی موضع الضرورة، ینبغی أن لابأس به علی ما أظن“.

اور ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے:

”ذکر ابن وهبان فی منظومة أنه لوافتٰی بقول مالک فی موضع الضرورة واعترضه شارحها

ابن الشحنة بأنه لاضرورة للحنفي إلىٰ ذلک وقال الشارح في الدرالمنتقي: هذا ليس بأولىٰ لقول القهستاني: لوافتي به في موضع الضرورة لابأس به على ما أظن''.

(۱)اور نفقہ کے بارے میں اللہ رب العلمین اپنے قرآن عظیم وکلام قدیم میں ارشاد فرماتا ہے، وهو هذا:

﴿على المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾.

رزق ولباس مسکین عورت کے لیے مسلمہ ہو، یا کافرہ، کبیرہ ہو، یا صغیرہ ایسی کہ وطی کی جاتی ہو، واجب ہے مرد پر، اگرچہ صغیرہ ہو کہ وطی پر قادر نہ ہو، جیسا کہ قرآن میں ہے اوپر کی آیت اور اگر شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو درمیان ان کے تفریق نہ کرائی جائے؛ بلکہ مرد کے اوپر قرض لے کر کھائے، جب شوہر مال دار ہو جائے تو تب ادا کر دیوے؛ لیکن نزدیک امام شافعی کے تفریق کرادی جاوے؛ مگر یہ شخص تو نفقہ دینے سے عاجز ہی نہیں اور کچھ غریب بھی نہیں؛ کیوں کہ دوسری عورت جو اس کے نکاح میں ہے، خوب آرام میں ہے کھانے اور کپڑے کی طرف سے خوب فراغت ہے۔ فقط

دوسرا سوال: یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ اور لڑکی کو از روئے ظلم کے کبھی شفقت شوہرنہ اوپر اس عورت کے اور محبت پدرانہ اوپر ان بچوں کے نہیں دیکھا اور نہ بچوں کی پرورش کی، اسی وجہ سے وہ عورت اور بچے اس مرد سے الگ ہو گئے اور کسی طرح سے اس عورت نے بچوں کو مزدوری کر کے پرورش کیا اور اب ہوشیار ہوئے اور چوں کہ شوہر اور والدہ واجب الاطاعت ہیں اور یہ عورت اور بچے سب بہ ہمراہی اس کی اطاعت سے محروم رہے، پس اس حالت میں گناہ گار کون ہے اور کون کس واسطے پوچھا جائے گا، باوجودیکہ زوجہ اور لڑکے اپنی خواہش سے اطاعت سے محروم نہیں تو ایسی صورت میں کہ نافرمانی کی ابتداء اور زیادتی زوجہ اور لڑکوں کی جانب سے نہ ہو تو ماخوذ ہوں گے، یا نہیں؟ پس قصہ اس عورت کا جس کا تذکرہ اوپر سے چلا آتا ہے، ایسا ہی ہے کہ جس وقت یہ لڑکا چار سال کا، یا زیادہ کا اور لڑکی؛ یعنی دختر فقط تین ماہ کی تھی، اس قت شوہر اس عورت کا پردیس چلا گیا، قریب بارہ برس کے ہوئے کہ ابھی تک نفقہ وغیرہ سے خبر کماحقہ نہ لی، فقط محنت مزدوری سے اپنی اور بچوں کی پرورش کرتی رہی، پس جس وقت قحط ہوا، اس ملک میں جہاں یہ تھی، اس وقت اس کو اپنے ملک میں رہنا ساتھ دو بچوں کے مشکل ہوا، اس کا شوہر جو پردیس میں تھا، اس کی خیرت آئی تو اس کے مرد نے دوسری عورت کے ساتھ جو غیر قوم تھی، نکاح کیا ہوا تھا، اب جہاں سابقہ عورت اپنے ملک کو چھوڑ کر اس مرد کے قریب آئی کہ شوہر کے قریب پہنچ کر اپنی تکلیف اور شوہر کی جدائی کے صدمہ کو رفع کرے گی؛ مگر یہاں دوسری عورت کے ہونے سے اور بھی زیادہ اس پر صدمہ ہوا اور دوسرے شوہر کی نامہربانی خیر تھوڑے روز تک جیوں تیوں کر کے گزر ہوئی، عورت سابقہ علاحدہ رہ کر اور محنت مزدوری سے اپنی اور بچوں کی پرورش کرتی رہی، بعد اس کے اس عورت کا شوہر دوسری جگہ چلا گیا، بعد اس کے چلے جانے کے ایک لڑکا اور پیدا ہوا؛ مگر اس کے مرد نے نان نفقہ کی

---

(۱) یہاں سے تتمہ سوال کا جواب ہے۔ منہ

کچھ خبر نہیں لی، مجبور ہو کر اس عورت نے سرکار میں ایک عرضی بایں مضمون دی کہ میرا شوہر میرے نان ونفقہ کی خبر زمانہ تیرہ چودہ برس کا ہوتا ہے کہ بالکل نہیں لیتا، سرکار مجھ کو طلاق دلوادے، جس وقت کمشنر صاحب بہادر کی طرف سے کاغذ گیا، اس عورت کے شوہر کے پاس اس وقت اس کا مرد اس عورت کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تو نے نالش کیوں کیا، اب چل میرے ساتھ جہاں میں چاہوں تم کو لے جاؤں اور جہاں میں اس وقت رہتا ہوں اور دوسری میری بیوی رہتی ہے، وہاں تجھ کو چلنا ہوگا اور بہت کچھ دھمکایا، اس عورت سابقہ کو اپنی جان کا خوف دوسرے اس عورت سوکن کا ڈر جو کہ پیشتر اس کے صدم اٹھا چکی تھی نہ گئی اور اس کا مرد چلا گیا، پھر دوبارہ آیا اور اس کو پھر سابق کے موافق بلایا کہ چل میرے ہمراہ اس عورت نے جو انکار قبل کیا تھا اور ویسا ہی دوبارہ بھی کیا اور کہاں کہ مجھ کو تیرے ساتھ رہنا منظور نہیں طلاق دے دے، اس کے مرد نے کچھ جواب نہ دیا؛ بلکہ جو کچھ برتن وغیرہ اور کپڑا تھا، وہ اپنے ہمراہ لے گیا اور وہ لڑکا جو صغرسنی میں چار پانچ سال چھوڑا پردیس میں آیا تھا، اس کو اپنے ہمراہ لیا اور لڑکا بہت انکار کرتا رہا کہ میں نہیں جاؤں گا؛ بلکہ میں نہیں جانتا کہ تو کون ہے، خیر لوگوں کے سمجھانے اور اصرار کرنے سے لڑکا اس کے ہمراہ چلا گیا اور اس مرد نے عورت سے کہا کہ اگر تو نہیں جاتی تو مجھ کو ضرورت بھی نہیں؛ مگر لڑکے اور لڑکی کو لے جاؤں گا، جس وقت لڑکے کو ہمراہ لی، اسی وقت لڑکی کو بھی بلایا کہ میرے ہمراہ چل لڑکی تو اس کو خوب اچھی طرح سے جانتی تھی اور والد کی نامہربانی سے خوب واقف تھی اور لڑکا جو کہ اس عورت نے محنت ومشقت کر کے پرورش کیا تھا اور اب سولہ سترہ برس کی عمر ہوئی تھی اور اس وقت کوئی کام یعنی مزدوری وغیرہ کرسکتا تھا اور ماں کو اس کی خوب امید تھی کہ اب لڑکا ہوشیار ہوا مزدوری کر کے میری پرورش کرے گا، اس کو اپنے ہمراہ لے گیا اور اس وقت یہ لڑکی اور ایک لڑکا صغیر جو قریب چار ماہ کا ہوا وہ ہے اور اس کی والدہ اس وقت آنکھوں سے معذور ہوگئی اور عمر بھی قریب چالیس برس سے اوپر ہوگئی، وقت ضعیفی کا ہے اور والد یعنی باپ لڑکے کا چاہتا ہے کہ لڑکی بھی لے جاؤں اور عورت کو تنہا چھوڑ دوں اور اس لڑکی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل والد کے ہمراہ جانے سے انکار کرتی ہے کہ میں اپنی ماں کو چھوڑ کر نہ جاؤں گی اور اگر مجھ کو جبراً لے گیا میرا والد تو ضرور اپنی جان کو ہلاک کردوں گی اور اس وقت اس لڑکی کی عمر بارہ برس سے کچھ کم زیادہ ہے تو جس حالت میں اس لڑکی کی والدہ آنکھوں سے معذور اور ضعیفہ بھی ہو اور اپنی محنت اور مشقت سے لڑکی کو پرورش بھی کیا ہو اور ایسے وقت میں یہ لڑکا اس ماں کی زندگی کا سہارا ہوئی، اس حالت میں اس کا باپ لڑکی کو چاہے، جبراً لے جانا تو شریعت کے موافق کیا حکم ہے اور والدہ کا حق ان بچوں پر خصوص کر کے اس لڑکی پر کچھ ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور لڑکی کو اپنے ہمراہ جو کہ محرم راز کی ہوئی ہے، لے سکتی ہے، یا نہیں؟ اس کو بہ سند صحیح مرقوم فرمائیں اور بہت جلدی اس طرف کو ارسال فرمائیں۔ فقط

الجواب ـــــــــــــــــــ

جواب سوال اول: اس سوال کے دوجزء ہیں ایک مفقود کے متعلق دوسرا نان ونفقہ نہ دینے والے کے متعلق

دونوں کا جواب بہ ترتیب لکھا جاتا ہے:

جزواول:

فی الدرالمختار، کتاب المفقود:"قلت: وفی واقعات المفتین لقدری آفندی معزیاً للقنیة أنه إنما یحکم بموته بقضاء لأنه أمرمحتمل فما لم ینضم إلیه القضاء لا یکون حجة،آه".

پس امرأۃ مفقود خواہ مذہب حنفیہ کا راجح ہو، خواہ مالکیہ کا یہ بحث آخر متعلق خلافیات کے ہے؛ لیکن ضرورۃً میں جو حنفیہ نے اس پر عمل جائز رکھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض فتویٰ عمل کے لیے کافی ہے؛ بلکہ اس میں حسب روایت بالا انضمام قضاء قاضی مسلم کی ضرورت ہے، پس عمل کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ کسی مسلمان حاکم کے اجلاس میں یہ واقعہ پیش کیا جائے اور وہ کہہ دے کہ میں اس مفقود کی موت کا حکم کرتا ہوں، اس حکم کے بعد وہ عورت عدت وفات کی پوری کرے، اس وقت دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا۔ واللہ اعلم

جزءثانی:

فی الدرالختار، باب النفقة:"ولایفرق بینهما لعجزه فیها ولا بعدم ایفاء ه لو غائباً حقها ولو معسراً وجوّزه الشافعی باعسارالزوج وبتضررها بغیبة ولوقضی به حنفی لم ینفذ، نعم لو أمر شافعیا فقضٰی به نفذ".

فی ردالمحتار:"وتحت (قوله: بتضررها): والحاصل أن عندالشافعی إذا اعسرالزوج بالنفقة فلها الفسخ وکذا إذا غاب وتعذّر تحصیلهاعلی ما اختاره کثیرون منهم".

وفیه بعد صفحة:"نعم یصح الثانی أی القضاء علی الغائب عند أحمدکما ذکره فی کتب مذهبه وعلیه یحمل مافی فتاویٰ قاری الهدایة حیث سئل عمن غاب زوجها ولم یترک لها نفقة فأجاب:إذا قامت بیّنة علی ذلک وطلب فسخ النکاح من قاضٍ یراه ففسخ نفذ وهوقضاء علی الغائب وفی نفاذالقضاء علی الغائب روایتان عندنا فعلی القول بنفاذه یسوغ للحنفی أن یزوجها من الغیر بعدالعدة،آه".

وفی رد المحتار،قبیل کتاب الطهارة:"وادعی فی البحر أن المقلد إذا قضٰی بمذهب غیره أو بروایة ضعیفة أوبقول ضعیف نفذ،آه".

اس واقعہ میں بھی مثل واقعہ جزء اول کے محض فتویٰ تفریق کے لیے کافی نہیں؛ بلکہ انضمام قضاء قاضی کی حاجت ہے، پس جب کوئی حاکم مسلمان کہہ دے کہ میں نے فلاں مرد اور فلاں عورت میں تفریق کردی، نکاح ٹوٹ جائے گا اور عدت طلاق اس وقت سے شمار کر کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے اور اگر ان دونوں جزو میں یہ اشکال ہوا کہ قاضی یعنی حاکم مسلم ہندوستان میں کہاں سے آئے کہ دشواریوں کا انتظام ہوسکے تو جاننا چاہیے کہ درمختار کتاب القضاء میں مصرح ہے:

”ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائز ولو کافراً، ذکرہ مسکین وغیرہ“.

پس اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ احکام انگریزی جو با اختیار ہوں، مہربانی کر کے ان واقعات میں سے کسی مسلمان عالم کو فیصلہ کرنے کے پورے اختیار دے دیں، وہ عالم مسلمان بوجہ اختیارات ملنے کے بجائے قاضی کے ہوجائے گا اور اس کے احکام ان دو واقعات میں نافذ ہوجائیں گے اور یہ ضروری نہیں کہ ایسے اختیارات ہمیشہ کے لیے دیئے جائیں؛ بلکہ خاص ان دو واقعوں کے فیصلہ کردینے کا اختیار دینا کافی ہوگا اور ان فیصلوں کے بعد یہ شخص معزول اور بے اختیار ہوجائے گا ور اگر سب مسلمان متفق ہوکر ہمیشہ کے لیے ایسے قضایا کے واسطے حکام سے درخواست کر کے کسی عالم کو مقرر کرلیں تو ہمیشہ کے لیے مصیبت دفع ہوجائے۔

جواب سوال دوم:

فی الدر المختار، باب الحضانة: ”ولا خیار للولد عندنا مطلقاً ذکراً کان وأنثیٰ خلافاً للشافعی، قلت: وهذا قبل البلوغ، أما بعده فیخیّر بین أبویه وإن أراد الانفراد فله ذلک إلٰی لا لغیرهما“.

فی ردالمحتار وتحت (قوله: لا لغیرهما): فللأب أن یضمها إلیه وکذا للاخ والعم الضم إذا لم یکن مفسداً فإن کان فحینئذٍ یضعها القاضی عندامرأة ثقةٍ، آه، وزاد الزیلعی: وکذا الحکم فی کل عصبة ذی رحم محرم منها وهذا الذی مشیٰ علی المصنف بعد“.

پس صورت واقعہ میں جو بالغ ہے، ان پر تو بوجہ بلوغ کے باپ کا جبر نہیں؛ بلکہ اس اولاد کو اختیار ہے کہ ماں کے پاس رہے اور جو نابالغ ہے، چوں کہ یہ شخص ایسا ظالم ہے اور اس سے اولاد کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے، لہذا نابالغ اولاد کو بھی نہیں لے سکتا۔

۲۹؍جمادی الاول ۱۳۲۵ھ (امداد: ۲/۳۶) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/۳۶۹)

سوال: ایک عورت محتاجہ مفلسہ نوعمر کا شوہر مدت سے مفقود الخبر ہے اور کسی طرح بدوں زوج زندگی بسر کرنے کی صورت نہیں معلوم ہوتی، زمانہ کا حال ظاہر ہے، ایسے مخمصہ کی حالت میں اس کے لیے دوبارہ نکاح ثانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب

گو بعض علماء نے شافعی و مالک رحمہا اللہ کے قول پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے؛ مگر راقم کے تجربہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑنے میں بہت فساد پائے گئے ہیں؛ اس لیے میرے نزدیک حسب فتویٰ امام صاحب کے نکاح ثانی قبل مدت معیّنہ جائز نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم

(امداد: ۲/۴۵) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/۳۷۰)

سوال: شخصے از چند سال مفقود شدہ خبرے از پیغام و نامہ نمی آید و زندہ و مردہ مطلق نیست و جوان بود و زنے جوان

---

(۱) یعنی نوے سال جب زوج کی عمر ہوجاوے اور وہ بھی بشرط قضاء قاضی۔ منہ

داردوآن جوان درجوش جوانی ایمان را برباد می دہد عزت اقوام بہ خاک میریزد وفتور کمال درمسلمانان می انداز دوصورت نکاح این زن بہ شرع نبوی درمذہب مایاں می تواند؟(۱)

الجواب

مسئلہ مجتہد فیہ است اگر قاضی کہ مولیٰ از سلطان باشد از عامہ مسلمین برمذہب شافعیؒ و مالکؒ بعد چار سال حکم بموت مفقود فسخ نکاح زن نکاح فسخ شوداز اں پس چار ماہ ودہ روز از عدت گرزایندہ نکاح جائز است وبدون قضاء فسخ نتواں شد ونکاح ثانی جائز نیست۔(۲)

۱۰/رجب ۱۳۴۱ھ (امداد:۲/۴۵) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۴۷۰)

سوال: زید عرصہ تیس، یا پینتیس سال کا ہوا، اپنے شہر سے چلا گیا، اس درمیان میں اکثر بلاد مثل بمبئ وحیدرآباد سے حیات زید کی خبر لوگوں کی زبانی دریافت ہوتی رہی؛ مگر عرصہ بارہ تیرہ برس سے کسی مقام سے خبر زید کی حیات وممات زبانی کتابت کسی شخص کے معلوم نہیں ہوئی، باوجودیکہ ہمارے شہر کے اشخاص بلاد وامصار میں بغرض تجارت عطر موجود ہیں، اب عرصہ تین سال گزرا ہے کہ زید کی زوجہ نے عقد عمرو سے کرلیا، لہذا گزارش ہے کہ ازروئے شرع یہ عقد جائز ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ یہ عقد خلاف مذہب احناف ہے، اگر یہ عقد جائز ہے تو کیوں کر جائز ہے، مع ادلہ تحریر فرمایئے گا؛ کیوں کہ ہمارے یہاں برادری میں نزاع واقع ہے اور اگر زید مفقود الخبر آجائے تو اس کی زوجہ کا کیا کیا جائے؟ **بینوا بسند الکتاب توجروا عنداللہ بحسن المآب۔**

الجواب

علاوہ اس کے کہ یہ مذہب حنفی کے خلاف ہے، ایک خرابی اور کمی اس میں یہ ہے کہ محض کسی مدت کا گزر جانا مفقود کے حکم بالموت کے لیے کافی نہیں، تاوقتیکہ حاکم شرعی حکم بالموت نہ کرے، اس کے بعد عدت گزار کر نکاح ہوسکتا ہے۔

فی الدرالمختار:"قلت: وفی واقعات المفتین لقدری آفندی معزیاً للقنیة أنه إنمایحکم بموته بقضاء لأنه أمرمحتمل فمالم ینضم إلیه القضاء لا یکون حجة، آه".

یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا، البتہ اگر کسی مسلمان حاکم کے اجلاس میں گو وہ انگریزی ملازم ہو، یہ مقدمہ پیش کیا

(۱) ترجمہ سوال: ایک شخص چند سال سے گم ہے، نہ اس کا کوئی خط ہے، نہ پیغام مطلق کوئی خبر نہیں کہ زندہ ہے، یا مردہ؟ وہ شخص جوان تھا اور اس کی جوان بیوی تھی، وہ جوان عورت جوش جوانی میں ایمان برباد کررہی ہے اور قوم کی عزت خاک میں ملا رہی ہے اور مسلمانوں میں بڑا فتور پیدا کررہی ہے، ہمارے مذہب میں اس کے نکاح کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

(۲) ترجمہ جواب: مسئلہ مختلف فیہا ہے، اگر قاضی جو بادشاہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو، یا عام مسلمانوں کی طرف مقرر کیا گیا ہو، مذہب شافعی ومالکی کے مطابق چار سال کے بعد مفقود کی موت کا حکم کرکے نکاح فسخ کردے تو نکاح فسخ ہوجائے گا، اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت کے گزار کر نکاح ثانی جائز ہے اور بغیر قاضی کے فیصلہ کے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، نہ دوسرا نکاح جائز ہے۔

جاوے اور وہ کسی عالم سے فتویٰ لے کر کہہ دے کہ وہ مفقود مر گیا؛ اس لیے میں اس کا نکاح اس عورت سے توڑتا ہوں، اب عدت وفات کی پوری کر کے اس کو دوسرا نکاح درست ہے اور اس کے بعد بھی اگر شوہر اول آجائے گا تو وہ عورت اسی کو واپس دی جائے گی۔

فی ردالمحتار: "قال: ثم بعد رقمه رأيت المرحوم أبا السعود نقله عن الشيخ شاهين ونقل أنه زوجه والأولاد للثاني".

۲۱/ذی الحجہ (امداد: ۲/۵۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۷۱)

شرط نکاح مفقود الزوج:

سوال: اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر آٹھ سال سے مفقود الخبر ہے اور وقت روانگی اپنے کے کوئی سامان واثاث البیت ایسا چھوڑ کر اپنے گھر میں نہیں گیا کہ جس سے ایک ہفتہ بھی ہندہ گزر رہ کر سکے، ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو اپنے عقد ثانی کی نسبت بروے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب

مفقود الزوج کے نکاح بروفق مذہب امام مالک کے جو شرط ہے، (كما في الدر المختار، كتاب المفقود) اس کا اگر انتظام کر لیجیے تو جائز ہے، وہ یہ کہ کسی مسلمان حاکم ذی اختیار کے اجلاس میں عورت استغاثہ کرے اور وہ اہل محلّہ سے تحقیقات کر کے کہہ دے کہ ہمارے نزدیک وہ مفقود مر گیا ہے، ہم اس کو مردہ قرار دیتے ہیں، پس اس کہنے کے بعد چار ماہ دس دن عدت بیٹھے اور پھر نکاح کر لے اور بدون اس کے درست نہیں صبر کرے۔

۲۵/ربیع الاول ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانی، ص: ۲۱) (امداد الفتاویٰ: ۲/۳۷۳)

سوال: چہ می فرمانید دریں مسئلہ علماء دین ومفتیان شرع متین کہ گیارہ برس کا لڑکا اور نو برس کی لڑکی تھی، دونوں کے والدین کے سامنے عقد ہوا، جس کو عرصہ نو برس کا ہوا، بعد عقد کے دو مہینے بعد نوشہ کا باپ مر گیا اور والدہ بھی مر گئی تو نوشہ دونوں کے مرنے کے خوف سے کہیں چلا گیا، جس کو عرصہ آٹھ نو برس گزرا، نوشہ واپس نہیں آیا، نہ کوئی خبر اس کی زندگی کی ملی، نہ اس نوشہ کے خاندان میں والی وارث رہا، ماں باپ نوشہ کے ایک دن میں طاعون میں مر گئے تھے، تب سے نو برس ہوئے، وہ دلہن اپنے ماں باپ کے گھر پرورش پاتی رہی، اب وہ دلہن بالغ ہوئی ہے۔ اب فرمائیے کہ اس کی شادی دوسرے کے ساتھ کی جاوے؟ اگر نہیں کی جاتی ہے تو عصمت میں فرق پڑتا ہے، کیا کرنا چاہیے؟ اور اس کو روٹی کپڑا کون دے، اب ماں باپ بھی نہیں رہے؟

الجواب

کسی اسلامی ریاست میں جا کر جہاں قاضی مسلمان ہو، جیسے بھوپال اس لڑکی کی طرف سے استغاثہ کیا جاوے، اگر وہ

قاضی بعد تحقیقات کہہ دے کہ ہمارے نزدیک وہ نوشہ مرگیا، اس کہنے کے چار ماہ دس دن بعد اس دلہن کا دوسرا نکاح کردیا جاوے۔

۲۷رشوال ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۸۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۷۳)

سوال: زید عرصہ دس سال سے مفقود الخبر ہے، اس کی موت وحیات کی کچھ خبر نہیں ملتی ہے، حتی الوسع تلاش کی گئی، کچھ پتہ نہیں ملتا، ہندہ زوجہ اس کی نوجوان ہے، زمانہ کی حالت نازک دیکھ کر اس کے والد صاحب اور برادر صاحب کا ارادہ ہے کہ اس کا عقد ثانی کسی دوسرے شخص نیک بخت کے ساتھ کردیا جاوے اور فتاویٰ رشیدیہ میں شاید یہ لکھا ہے کہ امام مالک صاحبؒ، یا امام شافعی صاحبؒ کے یہاں یہ درست ہے کہ اس قدر مدت کے بعد اس کا عقد کردیا جاوے اور ضرورۃً حنفی المذہب بھی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں، لہٰذا تصدیعہ ہے کہ حضور والا اس مسئلہ کا کیا ارشاد ہے؛ تاکہ اس کے موافق اس کا عمل درآمد کیا جاوے؟

الجواب

فی شرح الزرقانی المالکی علی موطأ الامام مالک فی عدة التی تفقد زوجها ما نصه: وضعف الأول "أی الوجه الاول، لتحدید بأربع سنین" بقول مالک لو أقامت عشرین سنة ثم رفعت یستأنف لها الأجل، ثم قال: والثانی "أی الوجه الثانی" لقول ما لک أیضاً تستأنف الأربع من بعدالیأس وأنها من یوم الرفع، ثم قال: فلا سبیل لزوجها الأول إذا جاء أوثبت أنه حی لأن الحاکم أباح للمرأة الزواج مع إمکان حیاته (إلی قوله) ثم رجع مالک عن هذا قبل موته بعام وقال: لایفیتها علی الأول إلا دخول الثانی غیر عالم بحیاته کذات الولیین، (ثم قال:) وفرق بینها [أی المرأة یطلقها زوجها وهوغائب عنها، الخ] وبین امرأةالمفقود بأنه لم یکن فی هذه أمر ولا قضیة من حاکم بخلاف امرأةالمفقود [کان فیهاقضاء من الحاکم] آه. (۱)

اس عبارت میں چار جگہ تصریح ہے کہ مفقود کی بی بی امام مالکؒ کے مذہب میں بدون قضاء قاضی یعنی بدون حکم حاکم اسلام کے نکاح ثانی نہیں کرسکتی۔ پس امام مالکؒ کے قول پر عمل کرنا یہ ہے کہ اس قید پر بھی عمل ہو اور جب ایسا نہ کیا جائے تو نکاح ثانی ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ اب کوئی اس کا اہتمام نہیں، پس ایسے نکاح ان کے مذہب پر بھی جائز نہیں ہے۔

۲۶ررمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۱۶۸) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۷۵)

جواب مسئلہ مفقود از حضرت مولانا گنگوہیؒ:

کہ از قاضی عبدالحق حاصل شد واحقر خط مولانا شناختہ، جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہے کہ بعد تحقیق کہیں نشان نہیں ملا، اس وقت سے کامل چار سال کر کے حاکم مسلمان تفریق کردیوے، بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ وہ عورت

(۱) شرح الزرقانی علی الموطأ مالک، باب عدة التی تفقد زوجها: ۳/۲۰۲-۳۰۳، مکتبة الثقافة الدینیة القاهرة، انیس

عدت پوری کرے اور پھر نکاح دوسرے سے کر دیا جاوے، یہ مذہب امام مالکؒ کا ہے، اس پر فتویٰ اس وقت میں دیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ احقر رشید احمد عفی عنہ مہر (تتمہ خامسہ، ص:۱۵۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۷۵)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زوجہ مفقود الخبر کتنی مدت گزرنے کے بعد نکاح ثانی کر سکتی ہے اور وہ عدت روز فقدان سے شمار ہوگی، یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے؟

(دفعہ نمبر:۱) از مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ (۱۵۰/۳) میں بحوالہ رحمۃ الامۃ تحریر فرمایا ہے کہ امام مالکؒ می فرمایند کہ از روز فقدان او ہر گاہ چہار سال و چہار ماہ و دہ روز بگزرند نکاح زن او جائز است، کذا فی رحمۃ الامۃ، یہ فتویٰ اس زمانہ میں قابل عمل ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ نقل رحمۃ الامۃ کی بلا سند ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۲/۳۷۵)

تتمہ سوال بالا: کتب فقہ مالکیہ مدونہ کبریٰ وغیرہ میں مذہب امام مالکؒ یہ لکھا ہے کہ عورت جس وقت مرافعہ الیٰ القاضی کرے، اس وقت سے چار سال کی مدت مقرر ہوگی اور جو مدت قبل تاجیل گزری، اس کا اعتبار نہیں ولو عشرین سنۃ، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب دیوبند نے تحریر فرمایا ہے، کفایت الطالب کی عبارت بھی اس کی مؤید ہے۔

الجواب

مدونہ نقل بسند ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۷۶)

تتمہ سوال بالا: عبارت یہ ہے: ”**المفقود يضرب له أجل أى مدة أربع سنين وإن كان عبداً يضرب له أجل مدة سنتين وابتداء ضرب الأجل من يوم الرفع.**

کما حررہ قاضی محمد بشیر الدین، قاضی شہر میرٹھ

الجواب

یہ مدونہ کے موافق ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۷۶)

تتمہ سوال بالا: اور اسی کے موافق مولوی محمد فضل حق صاحب مونگیری ومولانا ریاض الدین صاحب نے بحوالہ مدونہ مالکیہ آج سے چار سال گزارنے کو تحریر فرمایا ہے:

قال فى البزازيه: هناک الفتوىٰ فى زمانناعلى قول مالک رحمه الله أعنى إذا مضىٰ أربع سنين يفرق القاضي بينه وبين امرأته وتعتد عدة الوفاة، ثم تزوج من شاء ت لأن عمرهكذا قضى“.

یہ عبارت نقل کر کے مولانا عبدالمومن صاحب مدرس مدرسہ صدر وغیرہم نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔

الجواب

یہ ساکت ہے فقدان ومرافعہ سے **والناطق قاض علی الساکت**، پس مدونہ کی روایت عمل کے لیے متعین ہوگئی اور اس سے مرافعہ الی القاضی وتعجیل قاضی اشتراط ظاہر ہے اور یہاں ہندوستان میں یہ شرط مفقود ہے، پس مالکؒ کے قول پر فتویٰ کی کوئی صورت نہیں رہی، **فلتصبر ولتحتسب**.

تتمہ سوال: اب ان تمام صورتوں میں سائل کے لیے قابل عمل کون سا فتویٰ ہے، براہ کرم اس امر میں فیصلہ کن جواب سے مطمئن فرمایا جاوے؟

الجواب

ساتھ ساتھ لکھ دیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۷۶)

تتمہ سوال: نکاح ثانی کرنے کے بعد اگر مفقود الخبر آ جائے، یا اس کا کہیں پتہ لگ جاوے تو زوجہ شوہر اول کی رہے گی، یا ثانی کی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اول کی۔ **(صرح به فی ردالمحتار)**

۲۰/ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ (تتمہ: ۵/۵۸۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۷۶)

زوج مفقود الخبر :

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور ایک رات رہ کر کہیں چلا گیا، عرصہ آٹھ برس سے مفقود الخبر ہے اور اپنی عورت کو نان ونفقہ بھی نہیں دیا، اس درمیان میں ایک مرتبہ پھر وہ آیا اور اب پانچ سال سے پھر لا پتہ ہے، حتی کہ اس شخص کے عزیز واقارب میں سے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے، اس صورت میں کب تک وہ عورت نکاح ثانی نہیں کر سکتی؟ اگر وہ عورت نکاح ثانی کرنا چاہے تو کتنی مدت تک اس کو انتظار کرنا چاہیے؛ کیوں کہ عورت مذکورہ کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے؟

الجواب

اگر حکام سے درخواست وکوشش کر کے یہ امر منظور کرا لیا جاوے کہ وہ کسی مسلمان عالم کو اس مقدمہ کی سماعت کا اور بعد سماعت کے فسخ نکاح کا اختیار دے دیں تو اطلاع دیجئے، پھر اس کا طریقہ بتلا دیا جاوے اور بدون اس کے کوئی آسان صورت نہیں ہو سکتی اور اگر اس کا انتظام نہ ہو سکے تو لکھئے، میں پھر دوسری صورت بتلاؤں گا۔

۲۸/ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص: ۱۴۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۷۶)

تتمہ مسئلہ سابقہ: حسب ایماء جناب کے کلکٹر صاحب بہادر کو درخواست دی گئی، انہوں نے زبانی یہ حکم دیا کہ

مذہبی معاملہ میں ہم کوئی حکم نہ دیں گے۔ درخواست بلا کسی حکم کے واپس کردی گئی۔ ایسی حالت میں جو مسئلہ اجازت دے، مطلع فرمائیں؟

الجواب

اب یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کسی اسلامی ریاست میں مثلاً بھوپال وغیرہ میں وہ عورت استغاثہ کرے اور قاضی امام مالکؒ کے مذہب کے موافق بعد تحقیقات یہ کہہ دے کہ چوں کہ اس کو گم ہوئے چار سال ہوگئے ہیں، میں حکم کرتا ہوں کہ وہ مرگیا، اس کہنے سے چار ماہ دس دن گزار کر، یا قاعدہ سے صورت موجودہ میں جو اس کی عدت ہو، ختم کرکے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

۱۱/رجب ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص:۱۴۲) (امدادالفتاویٰ جدید:۳۷۹/۲)

لاپتہ شوہر کی بیوی کا دوسرا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی ہوگئی، دوسال بحسن وخوبی طے پائے زید کی بیوی کے بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد زید اپنی بیوی کو چھوڑ کر پردیس چلا گیا اور پھر صورت حال یہ ہے کہ تقریباً پانچ سال بیت گئے؛ لیکن زید کا کوئی پتہ نہیں کہ وہ رہ کہاں رہا ہے؟ زید کی بیوی اپنے میکہ میں رہ رہی ہے، اب وہ اپنی دوسری شادی کرنا چاہتی ہے تو کیا وہ اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(المستفتی: محمد عظمت اللہ عثمانی، کھائی کھیڑی، کمال پور، پوسٹ: گجرولہ، نجیب آباد، بجنور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب وباللّٰہ التوفیق

لاپتہ شوہر کی بیوی کے لیے شرعی تفریق واقع ہونے سے پہلے دوسرا نکاح کرلینا جائز نہیں ہے۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی، کراتشی: ۱۳۲/۳، ۵۱٦، زکریا: ۲۷٤/٤، ۱۹۷/۵)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ وهن ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع، کراتشی: ۲٦۸/۲، زکریا: ۵٤۸/۲، دارالکتب العلمیة بیروت: ٤۵۱/۳)

أسباب التحريم أنواع (إلى قوله) وتعلق حق الغير بنكاح أوعدة. (الدرالمختار، کراتشی: ۲۸/۳، زکریا: ۹۹/٤، ۱۰۰)

البتہ زید کی بیوی اپنا معاملہ شرعی پنچایت میں پیش کردے تو وہ تحقیق کرکے فیصلہ دے سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۲۷۷/۲۴) (فتاوی قاسمیہ: ۴۲۲/۱۳، ۴۲۳)

پانچ سال سے لاپتہ شوہر کی بیوی کا نکاحِ ثانی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ریشمہ پروین کا نکاح ۲۲/سال کی عمر میں محمد افتخار کے ساتھ ہوا تھا، جن کی عمر بوقتِ نکاح ۲۵/سال تھی، ۳/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸/مارچ ۲۰۰۲ء میں منعقد ہوا تھا، نکاح کے بعد ریشمہ پروین اپنے شوہر کے ہمراہ چھ ماہ رہیں، اس کے بعد شوہر میکہ میں چھوڑ کر لاپتہ ہوگئے، تلاش بسیار کے باوجود کوئی سراغ نہیں لگ سکا اور محمد افتخار کے لاپتہ ہونے کے اب پانچ سال کے قریب ہوگئے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ریشمہ پروین اس صورت میں نکاحِ ثانی کرسکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

شوہر کے گم ہوجانے کی وجہ سے نکاح ختم نہیں ہوجاتا؛ اس لیے صورتِ مسئولہ میں ریشمہ پروین کا نکاح محمد افتخار کے ساتھ بدستور قائم ہے اور شوہر کے گم ہونے کے چھ مہینے کے بعد جس بچہ کی پیدائش ہوئی ہے، اس کا نسب بھی شوہر سے ثابت ہے، اب جب کہ ریشمہ پروین نکاحِ ثانی کی متمنی ہے تو اسے چاہیے کہ اپنا معاملہ قریبی محکمہ شرعیہ میں پیش کرے اور محکمۂ شرعیہ اگر شرعی اُصولوں کے پیشِ نظر تفریق کا فیصلہ کردے، تو اس کی عدت گزارنے کے بعد ریشمہ پروین دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اس کاروائی کے بغیر ریشمہ پروین کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔
(مستفاد: اَنوارِ رحمت، ۴۵۳، ۴۵۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۵/۶/۱۴۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۲۳۴)

کیا مفقود الخبر شوہر کی زوجہ کا نکاح اعلان کراکر، نکاح کرنے کی اجازت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: نکاح مفقود الخبر شوہر میں جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو شخص نکاح مذکور کو جائز رکھتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر عورت مذکورہ صبر نہ کرسکے اور مستعد زنا ہو، اس صورت میں شرع شریف سے کیا حکم ہے، نکاح کی اجازت ہے، یا نہیں؟ جوابات مع سند کتاب حدیث وفقہ وتفصیل مذاہب تحریر فرماویں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

مسئلہ نکاح مفقود میں خلاف علماء کا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ جب تک اس کے سب ہم عمر فوت نہ ہوجاویں، نکاح اس کی زوجہ کا درست نہیں فرماتے اور امام شافعی صاحب اور امام مالک صاحب بعد چار سال کے اور عدت کے تمام کے [بعد] جائز فرماتے ہیں، پس جس شخص نے بوجہ ضرورت کے کہ وقوع زنا کا خدشہ ہے، بمذہب شافعی صاحب فتوی دیا ہے، اس کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی، نہیں چاہیے۔ (۱)

(۱) یعنی اس کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی، غلط ہے۔ (نور)

مسائل مختلفہ ائمہ میں تشدد کرنا مناسب نہیں، خصوصاً ایسی ضرورت میں، البتہ اگر نفسانیت اور خواہش نفسانی کی قید امر بیجا میں اور خلاف میں پڑے وہ برا کام ہے۔ الحاصل! زن مفقود کا نکاح ایک مذہب ہے، اس کے عمل درآمد پر بوجہ ضرورت نزاع اور طعن نہیں چاہیے، اگرچہ خود عمل اپنے مذہب پر کرتا رہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص: ۲۲۸) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۸۱، ۲۸۲)

زوجہ مفقود کا نکاحِ ثانی اور بچہ:

سوال: ہندہ کے خاوند زید نے برائے طلب روزی جہاز کا سفر کیا تھا، آج تین سال گزر گئے، زید کا کچھ پتہ نہیں آیا زید زندہ ہے، یا مردہ؛ لیکن غالب گمان ہے کہ زندہ نہیں اور ہندہ نے شدتِ خوف، ابتلائے معاصی اور چھ مہینہ میں ہندہ کے دوڈھائی سال انتظار کر کے بدونِ حکم حاکم گورنمنٹ، بدون حکم پنچایت زوجِ آخر سے نکاح کی اور چھ مہینہ میں ہندہ کے بطن سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید شرعاً مفقود ہے، یا نہیں؟ اگر مفقود ہے تو ہندہ کا بدونِ پنچایت وبدونِ حکم حاکم فسخِ نکاح میں خود مختار ہو کر مدتِ مذکورہ بالا میں زوجِ آخر سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اب شرعاً ان پر کیا حکم ہے۔ نیز اس بچہ کا کیا حکم ہے؟ واضح ہو کہ زوجِ آخر کو بھی زید کے لاپتہ ہونے کا علم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب کہ زید کا کوئی پتہ نہیں تو وہ مفقود ہے۔

”ھو (أی المفقود) غائب لم یدر أ حی ھو؟ فیتوقع قدومہ، أم میت، أودع اللحد البقلع، آہ“. (تنویر: ۵۰۷/۳) (۱)

ہندہ کا صورت مسئولہ میں نکاح زوج مسئولہ سے شرعاً صحیح نہیں؛ بلکہ فاسد ہے اور اس نکاح کا فسخ اور مفارقت ومتارکت واجب ہے اور یہ بچہ شبہۃ العقد، یا شبہۃ المحل کی وجہ سے ثابت النسب ہے، مگر زوجِ ثانی سے میراث کا مستحق نہیں۔

”ولا حد بشبھۃ العقد عندہ کوطء محرم نکحھا وحرر فی الفتح أنھا من شبھۃ المحل وفیھا یثبت النسب، آہ“. (الدر المختار)

”(قولہ: کوطء محرم نکحھا): أی: عقد علیھا، أطلق فی المحرم نسباً ورضاعاً وصھریۃ، وأشار إلیٰ أنہ لو عقد علیٰ منکوحۃ الغیر أو معتدتہ ... فإنہ لا حد بالاتفاق، آہ“. (ردالمحتار مختصراً: ۲۳۶/۲) (۲)

”ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء لا بغیرہ ... ولکل واحد منھما فسخہ ... وتجب

---

(۱) تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۹۲/٤، کتاب المفقود، سعید

(۲) رد المحتار علی الدر المختار: ۲۳/٤، ۲٤، کتاب الحدود، مطلب: الحکم المذکور فی بابہ أولیٰ من المذکور فی غیر بابہ، سعید

العـدة... من وقت التفريق أومتاركة الزوج،ويثبت النسب احتياطاً،وتعتبر مدته وهى ستة أشهر من الوطء،آه". (الدر المختار مختصراً)

"أمـا إلارث فلا يثبت فيه (قوله:إحتياطاً):أى فى إثباته لإحياء الولد،آه". (شامى: ۵۷۷/۲)(۱)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۶۴ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸/۱۱)

زوجہ غائب کے نکاح کی صورت:

سوال: زید نے نابالغہ لڑکی کا نکاح بعمر چھ سال کر دیا تھا، اس وقت لڑکے کی عمر دس سال کی تھی، جب لڑکی بالغہ ہوگئی اور لڑکا بھی بالغ ہوگیا تو بغیر اطلاع کئے وہ لڑکا کہیں فرار ہوگیا، جب تین سال گزر گئے تو لڑکے کے والد نے کہا کہ شاید میرا لڑکا مر گیا، تم اپنی لڑکی کی شادی کہیں اور کر دو۔ چار سال میں ایک ماہ کم تھا کہ دوسری جگہ نکاح پڑھا دیا۔ اب وہ لڑکی دوسرے شوہر کے گھر ایک ہفتہ سے تھی کہ پہلا شوہر آ گیا؛ لیکن اب وہ لوگوں کے بہکانے سے طلاق نہیں دیتا، لڑکی نہایت شریف ہے، ایسی صورت میں یہ عورت کون سے شوہر کی ہے؟ جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے، ان کے بارے میں میں کیا حکم ہے؟

(۱) دوسرا نکاح درست تھا، یا نہیں؟

(۲) دوسرے شوہر کی عدت ہوگی، یا نہیں؟ جب کہ صحبت بھی ہو چکی ہو؟

(۳) یہ عورت کون سے شوہر کی ہے؟

(۴) جس نکاح خواں نے دوبارہ نکاح پڑھایا، اس کا نکاح باقی رہا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

(۱) دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۲)

(۲) اگر دوسرے شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا نکاح کسی اور سے ہو چکا، نہ اس نے طلاق دی ہے، نہ تفریق شرعی کرائی گئی، نہ شوہر کے انتقال کی تحقیق ہے تو اس سے جدائی کرا کے لڑکی کی عدت بھی پوری کرائی جائے۔(۳)

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار: ۱۳۱/۳-۱۳٤، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، سعيد

(۲) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۰/۱، القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، رشيدية)

(۳) "لو كان النكاح فاسداً، ففرق القاضى، إن قبل الدخول، لا تجب العدة ... وإن فرق بعد الدخول، كان عليها الاعتداد من وقت التفريق، وكذا لو كانت الفرقة بغير قضاء، كذا فى الظهيرية". (الفتاوىٰ الهندية: ۵۲٦/۱، الباب الثالث عشر فى العدة، رشيدية)

(۳) یہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے۔(۱)

(۴) اس کی عورت نکاح سے خارج نہیں ہوئی، البتہ اگر اس نے باوجود علم کے ایسا کیا تو وہ گناہ گار ہے، اس کو توبہ لازم ہے، جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے ان کو بھی دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، پہلا نکاح سب کا باقی ہے، توبہ سب کو لازم ہے۔(۲)

پہلے شوہر کو لازم ہے کہ اس کو شرعی طور پر آباد کرے، اس پر کوئی تہمت نہ لگائے، ورنہ سخت گنہگار رہوگا، اگر اس کو آباد کرنا منظور نہیں تو طلاق دے دے؛ تا کہ اس کی زندگی تباہ نہ ہو۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۳/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۷۰)

مفقود کی بیوی نے اگر نکاح کرلیا، پھر شوہر اول واپس آ گیا تو بیوی کس کو ملے گی:

مسئلہ: مفقود کی عورت نے اگر بفتویٰ کسی عالم کے نکاح کیا تو جب اس کا خاوند رجوع کرے گا تو زوج اول کو وہ عورت ملے گی، ثانی زوج سے لی جاوے گی، البتہ اگر حاکم نے تفریق وعدت کرا کے نکاح کرایا ہو تو اب اول کو نہ ملے گی، کہ تطلیق حاکم سے افتراق ہوگیا ہے۔ حنفیہ نے موتِ اقران کو مدت شمار کیا ہے، اس کی شرح میں اپنے اپنے زمانہ کے موافق، عمر اقران کو لکھ دیا ہے، کبھی نوے، کبھی ستر، کبھی کچھ اور شوافع نے چار سال ٹھہرائے ہیں، اگر حنفی بضرورت شافعی کے مذہب پر عمل کرلیوے تو عجب نہیں، درست ہے۔

(مجموعۂ کلاں، ص: ۱۲۳-۱۲۴) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۸۲)

زوجہ مفقود الخبر کے نکاحِ ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ:

سوال: منظور احمد قبل تقسیم ملک مشرقی پاکستان چلا گیا تھا اور وہیں بیمار ہوکر اسپتال میں داخل ہوگیا تھا، جس کی اطلاع ایک آدمی نے وہاں سے آ کر دی تھی، تقسیم ملک کے بعد خط وکتابت کا سلسلہ بند ہوگیا تھا، خط وکتابت کا سلسلہ

---

(۱) ”(وقد صح رجوعه)أی رجوع عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه إلٰی قول علی رضی اللّٰه عنه،فإنه کان یقول،ترد إلٰی زوجها الأول،ویفرق بینها وبین الآخر،لها المهر بما استحل من فرجها،و لایقربها الأول حتٰی تنقضی عدتها من الآخر،بهٰذا کان یأخذإبراهیم رحمه اللّٰه،وبه نأخذ أیضاً،لأنه تزوجت وهی منکوحة،ومنکوحة الغیر لیست من المحللات،بل هی من المحرمات فی حق سائرالناس“. (مبسوط السرخسی: ۱۱/ ٤٠،کتاب المفقود،غفاریة)

(۲) ”اتفقواعلٰی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة،وأنها واجبة علی الفور،لایجوز تأخیرها،سواء کانت المعصیة صغیرة أوکبیرةً“. (شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۳٥٤/۲،کتاب التوبة ، قدیمی)

(۳) قال اللّٰه تعالٰی:﴿فإمساک بمعروف أوتسریح بأحسان﴾سورة البقرة: ۲۲۹)

”یجب الطلاق لوفات الإمساک بالمعروف“.(الدرالمختار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق،سعید)

جاری ہوا تو اس نے گھر پر اپنے زندہ ہونے کا کوئی خط تحریر نہیں کیا۔ اس پر نو سال کا عرصہ گزر گیا، پھر دارالعلوم دیو بند سے استفتاء کیا گیا۔ دارالافتاء نے جواب دیا کہ ”معاملہ سے واقف پانچ آدمیوں کی ایک پنچایت مقرر کی جائے، جس میں ایک عالم بھی ہو اور وہ اخبار وغیرہ میں اشتہار دیں کہ منظور احمد جہاں کہیں بھی ہو فوراً گھر آؤ، یا اپنی خیریت سے مطلع کرو، ورنہ مردہ تصور کر کے تمہاری بیوی عدت وفات گزار کر دوسرا نکاح کرے گی“۔ چناں چہ اس پر عمل کرنے کے بعد آمنہ نے دوسرا نکاح کرلیا۔

۱۷ر سال بعد ایک شخص منظور احمد نامی بحالتِ جوگی آیا، جس کے بارے میں لوگوں کو شبہ کہ یہ آمنہ کا پہلا شوہر ہے؛ لیکن خود اس جوگی نے گاؤں کے معزز آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ میں آمنہ کا شوہر نہیں ہوں؛ لیکن جب دوسرے لوگوں نے کہا کہ پہلے تو تم کہتے تھے میں آمنہ کا شوہر ہوں تو جواب دیا کہ کسی مجبوری پر قسم کھالیا تھا۔ منظور احمد والد فیض اللہ صاحب شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ منظور احمد پھر لا پتہ ہوگیا؛ اس لیے مزید اس سے کچھ پوچھا نہیں جاسکتا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ منظور احمد ہی تھا اور اسلام ترک نہیں کیا تو آمنہ دوسرے شوہر کے لیے جائز رہی، یا نہیں؟ جب کہ پنچایت کے فیصلہ کے بعد عقدِ ثانی کیا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد نہ ہو؛ کیوں کہ نہ اس نے اقرار کیا، نہ اس کو قطعی طور پر کسی نے پہچانا، حتی کہ اس کے والد نے بھی صرف شبہ ظاہر کیا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد ہو اور اس نے اسلام ترک کر کے جوگی اختیار کیا ہو، اسی وجہ سے قسم کھائی ہو کہ میں آمنہ کا شوہر ہوں، غرض احتمالات کی بنا پر آمنہ کے دوسرے نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا؛ کیوں کہ شرعی فتوے اور فیصلہ کے بعد ہوا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۴/۵/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۴/۵/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۵)

زوجہ مفقود کے نکاحِ ثانی کے بعد زوجِ اول کا جوگی بن کر آنا:

سوال: آمنہ کا نکاح منظور احمد سے ہوا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد منظور احمد لا پتہ ہوگیا، تقریباً ۹ر سال کے بعد آمنہ نے دارالعلوم دیو بند سے استفسار کرنے کے بعد عقد ثانی کرلیا، اب نکاحِ ثانی کے ۱۶ر سال بعد ایک شخص جوگی کی حالت میں آیا ہے، جس کے بارے میں لوگوں کا گمان ہے کہ یہی منظور احمد ہے، منظور احمد اس وقت بحالتِ جوگی

---

(۱) اگر واقعتاً شوہر مرتد ہوگیا ہے، تو مذکورہ عورت کا بعد از عدت دوسری جگہ نکاح درست ہے۔

”وارتداد أحدهما: أي الزوجين فسخ، فلا ينقص عدداً عاجلٌ بلا قضاء: أي بلا توقف علىٰ قضاء القاضي“. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكافر: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، سعيد)

زندگی گزار رہا ہے، گاؤں کی عورتیں آمنہ سے کہتی ہیں کہ تم زوجِ ثانی کے لیے جائز نہیں رہی، جس سے آمنہ بہت پریشان ہے، زوجِ ثانی سے تین چار بچے بھی ہیں؛ اس لیے جواب سے جلد نوازیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس جوگی سے دریافت کرلیا جائے کہ وہ واقعۃً منظور احمد ہے، یا اور کوئی ہے؟ اور کیا اس نے مذہب اسلام ترک کر کے نعوذ باللہ کفر اختیار کرلیا ہے، اگر ایسا ہے تو کتنی مدت سے؟ اگر خدانخواستہ یہی صورت پیش آئی ہے اور اس کی تبدیلی مذہب کے بعد اس کی بیوی نے قاعدہ شرعی کے موافق دوسرا نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور اولاد سب صحیح ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۳)

اٹھارہ سال غائب رہنے کے بعد جو عورت آئے، اس کا نکاح باقی ہے، یا نہیں:

سوال: جو عورت اٹھارہ سال مفرور رہنے کے بعد آوے تو اس کا نکاح باقی رہتا ہے، یا نہیں؟ اور عورت مفقود الخبر کی حد شارع کس قدر مدت تک رکھی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ

نکاح اس کا باقی ہے، عورت کے فرار ہوجانے اور مفقود الخبر ہوجانے سے کسی مدت میں نکاح نہیں ٹوٹتا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۲۱)

منکوحہ عورت کا نامحرم کے ساتھ غائب ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فاطمہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے غیر محرم کے ساتھ چلی گئی، اور ایک ماہ تک کوئی اطلاع نہیں دی ہے، نہ ہی رابطہ کیا، پھر ایک ماہ کے بعد فاطمہ کے سگے بھائی کے ذریعہ اطلاع ملی کہ وہ اپنے بہن بہنوئی کے ساتھ ہے، کیا فاطمہ کا یہ فعل شرعاً جائز ہے، یا ناجائز؟ وہ گنہگار ہے، یا نہیں؟ کیا اس کے نکاح میں کوئی خلل پڑے گا؟ کیا بہنوئی خاتون کے لیے محرم ہے، یا غیر محرم؟ اگر غیر محرم ہے تو کیوں؟ جب کہ بہنوئی سے نکاح کرنا حرام ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مسئولہ صورت میں فاطمہ کا نامحرم کے ساتھ نکل کر ایک مہینہ تک غائب رہنا نہایت سخت گناہ اور بدترین جرم ہے؛ تاہم اس کی وجہ سے وہ شوہر کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی اور بہنوئی یقیناً نامحرم ہے؛ اس لیے کہ منکوحہ بہن کے نکاح میں

---

(۱) ''زوجہ مفقود الخبر کے نکاحِ ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ'' میں اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

نہ رہنے کی صورت میں اس کے لیے فاطمہ سے نکاح ممکن ہوسکتا ہے، گویا بہنوئی سے نکاح کی حرمت دائمی نہیں ہے؛ بلکہ عارضی ہے اوراس عارضی حرمت کی وجہ سے وہ محرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

عن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشیطان. (سنن الترمذی: ۲۲۲/۱،رقم: ۱۱۷۳، مسند البزار، البحر الذخار رقم: ۲۰۶۱،صحیح ابن خزیمة، باب اختیار صلاة المرأة فی بیتها رقم:۱۶۸۵،صحیح ابن حبان ، ذکر الأخبار عما یجب علی المرأة،رقم: ۵۵۹۸)

عن عقبة بن عامر رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إیاکم والدخول علی النساء. (الصحیح لمسلم،رقم: ۲۱۷۲)

الخلوة بالأجنبیة حرام. (الدر المختار مع الشامی:۳۶۸/۶، کراچی)

المحرم بالفتح من حرم نکاحه علی التأبید بنسب أو مصاهرة أو رضاع أو بوطءٍ حرام. (قواعد الفقه: ۴۷۰)

وحقه علیها أن تطیعه فی کل مباح یأمر به. (الدرالمختار،باب الرضاع: ۳۸۸/۴،زکریا)

وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال ... لخوف الفتنة کمسه، وإن أمن الشهوة. (الدر المختار)

والمعنی: تمنع من الکشف لخوف أن یری الرجال وجهها، فتقع الفتنة؛ لأنه مع الکشف قد یقع النظر إلیها بشهوة. (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۴۰۶/۱، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۲/۱۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۳۴/۸، ۲۳۶)

☆ ☆ ☆

حرمت نکاح بہ سبب اختلاف مذہب

کتابیہ سے نکاح درست ہے:

سوال: کتابیہ حربیہ سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے؛ مگر مکروہ تنزیہی ہے اور شامی میں ہے کہ کتابیہ حربیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے اور اس زمانہ میں اور بھی زیادہ برا ہے کہ موجب فساد دین ہے۔

فقوله: والأولىٰ من لایفعل یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة وما بعده یفید کراهة التحریم فی الحربیة تأمل. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۸/۷)

اہل کتاب کے ساتھ نکاح:

سوال: کیا اہل کتاب (عیسائی و یہودی) کے ساتھ بموجب شرع محمدی عقد نکاح جائز ہے؟

الجواب

اہل کتاب؛ یعنی یہودی اور نصرانی عورتوں سے مسلمان شادی کر سکتے ہیں؛ (۲) لیکن کوئی مسلمان لڑکی یہودی، یا نصرانی مرد کے نکاح میں نہیں دی جا سکتی۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۱۴/۵)

کتابیہ سے نکاح:

سوال: زید مسلمان ہے، وہ کتابیہ سے شادی کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو کوئی شرط وغیرہ تو نہیں؟

الجواب　حامداً و مصلیاً

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

---

(۱) دیکھئے: ردالمحتار للشامی، فصل فی المحرمات: ۳۹۷/۲، ظفیر

(۲) وصح نکاح کتابیة مؤمنة بنبی مقرة بکتاب منزل. (الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۴۵/۳، سعید)

(۳) فلا یجوز إنکاح المسلمة الکتابیة. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح: ۲۷۲/۲، سعید

"وكل من يعتقد ديناً سما وياً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث و زبور داؤد عليه السلام، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم". (۱)

نیز درمختار: ۲/۲۸۹، علی ہامش ردالمحتار میں ہے:

"وصح نكاح كتابية". (۲)

نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے:

﴿والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب﴾ إلخ. (الجزء: ٦، سورة المائدة) (۳)

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد کتابیہ (عیسائی ہو، یا یہودی) سے نکاح کرسکتا ہے۔

"الحیلۃ الناجزۃ، ص: ۱۶۵" میں لکھا ہے کہ:

"اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ نصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے: اول یہ کہ وہ تمام اقوامِ یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لا مذہب (دہریہ) نہ ہو؛ بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم ازکم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔ دوسری شرط یہ کہ وہ اصل سے یہودیہ ونصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں، تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن بلاضرورتِ شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کو منع فرمادیا تھا، اور جب عہد فاروق میں کہ زمانہ خیر تھا، ایسے مفاسد موجود تھے، تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں"۔ (۴)

بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی ان کے دین ودنیا کو تباہ وبرباد کردینے والے ہیں، جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور اس کے اثرات سے متأثر ہونے کا مظنہ غالب ہے، چناں چہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وکعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ خفا ہوگئے، خفگی کی وجہ ابن ہمام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صغره ألزم لأمه". (فتح القدير، كتاب النكاح، ص: ۳۸۳) (۵)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۱، رشيدية

(۲) الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/٤٥، سعيد

(۳) سورة المائدة: ٥

(۴) الحیلۃ الناجزۃ، رسالۃ حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج، ص: ۱۰۴، دارالاشاعت کراچی

(۵) فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۳۰، مصطفى البابي الحلبي بمصر

نیز تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے نکاح میں آ کر اکثر غدر اور نقصان کیا ہے، لہذا اسلامتی اسی میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے۔(۱)

اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال میں جائز نہیں، خواہ کفر کی کوئی قسم ہو، کتابی ہو، یا غیر کتابی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۶/۲/۱۳۸۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۵۲)

کتابیہ سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح سے جو منع کیا تھا، کیا وہ حکم آخر تک رہا تھا، یا رجوع کرلیا تھا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف بعد میں اس سلسلہ میں کیا تھا؟ سنا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سخت تشدید فرماتے تھے۔ نص تو مطلق اباحت بتاتا ہے، مسئلہ کیا ہے؟ شامی نے دارالحرب میں مکروہ تحریمی کہہ دیا ہے، یہ کیوں کہا؟ نص تو جواز کا ہے، اس کا جواب کیا ہے؟ فتویٰ کس قول پر ہے؟ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں عمل کس پر تھا؟ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا مسکت جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے سے جو منع کیا تھا، وہ اس لیے نہیں تھا کہ وہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کو حرام سمجھتے تھے؛ بلکہ ان کا منع کرنا ان مفاسد اور خرابیوں کے پیشِ نظر تھا، جو ناکح اور اس کی اولاد کے لیے؛ بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے [ازروئے تجربہ] لازمی طور سے پیدا ہوں گی اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ ان مفاسد اور خرابیوں کے خطرات بڑھتے چلے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر کا رجوع کسی روایت سے ثابت نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک وہ اسی موقف پر برقرار تھے۔

بعض صحابہ کرام وہ بھی تھے، جو اہلِ کتاب سے نکاح کو جائز ہی نہیں سمجھتے تھے، جن میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، ان کا تشدید فرمانا اس لیے تھا کہ وہ اہل کتاب کو مشرکین میں داخل سمجھتے تھے اور مشرکین سے نکاح قرآن کے نصوص سے حرام ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ

(۱) اکثر فقہائے کرام نے اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے:

"والأولٰى أن لا يتزوج كتابية، ولايأكل ذبائحهم الإلضرورة ... وفي المجتبى: يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لايأمن أن يكون بينهما ولد، فينشأ علٰى طبائع أهل الحرب ويتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة" (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۸۳، رشيدية)

(۲) "ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالٰى: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتٰى يؤمنوا﴾ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/ ٤٦٥، دارالكتب العلمية، بيروت)

قَبْلِكُمْ﴾ سے وہ کتابیہ عورتیں مراد لیتے تھے، جو اسلام لے آئی ہوں، جب کہ جمہور صحابہ کرام، تابعین وغیرہ اس آیت کی بنا پر کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کے قائل ہیں، آج بھی اگر کوئی شخص کتابی عورت سے نکاح کرلے تو اس کا نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ کر کتابیہ سے نکاح کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

نص کے جواز بتلانے کے باوجود علامہ شامی کا حربیہ کتابیہ سے نکاح کو مکروہ کہنا بھی خارجی مفاسد کے پیشِ نظر ہے کہ جب اس کے ساتھ تعلق ہوگا تو دارالحرب میں بھی ٹھہرے گا، جس سے مختلف قسم کے فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ نیز کفار کے ساتھ رہنے سے ان کے بچوں کے اخلاق بھی بگڑ جائیں گے، وغیرہ۔ یہی وہ مفاسد ہیں، جن کی وجہ سے علامہ شامی نے کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ اہلِ کتاب سے وہ اہل کتاب مراد نہیں، جو محض قومی، یا رسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی، یا عیسائی کہتے ہیں اور حقیقۃً وعقیدۃً وہ لا مذہب اور دہریے ہیں، اس قسم کے اہل کتاب سے نکاح بالاتفاق ناجائز وحرام ہے۔

چناں چہ حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانی صاحب سورۃ المائدۃ آیت (۵) کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”آیت قرآن کریم ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ اسی مضمون کے لیے آئی ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور اہل کتاب کے سوا دوسری قومیں سب مشرکات میں داخل ہیں۔

الغرض قرآن مجید کی دو آیتیں اس مسئلہ میں وارد ہوئی ہیں، ایک میں یہ ہے کہ مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح حلال نہیں، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ دوسری یہ آیت سورہ مائدہ کی جس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

اس لیے جمہور علماء صحابہ وتابعین نے دونوں آیتوں کا مدلول ومفہوم یہ قرار دیا ہے کہ اصولی طور پر غیر مسلم عورت سے مسلمان کا نکاح نہ ہونا چاہیے؛ لیکن سورہ مائدہ کی اس آیت نے اہل کتاب کی عورتوں کو اس عموم سے مستثنیٰ کر دیا ہے؛ اس لیے یہود ونصاریٰ کی عورتوں کے سوا کسی دوسری قوم کی عورت سے بغیر اسلام لائے ہوئے مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اب رہا مسئلہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کی عورتوں کا تو بعض صحابہ کرام کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر کا یہی مذہب ہے اور جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک اگرچہ از روئے قرآن اہل کتاب کی عورتوں سے فی نفسہ نکاح حلال ہے؛ لیکن ان سے نکاح کرنے پر جو مفاسد اور خرابیاں پیدا ہوں گی، ان کی بنا پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو وہ بھی مکروہ سمجھتے ہیں۔ اوّل تو وہ لوگ جو آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی، یا نصرانی لکھواتے ہیں، ان میں بہت سے وہ لوگ ہیں، جو اپنے عقیدہ کی رُو سے یہودیت ونصرانیت کو ایک لعنت سمجھتے ہیں۔ نہ تو ان کا تورات وانجیل پر عقیدہ ہے، نہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر۔ وہ عقیدہ کے اعتبار سے بالکل لا

مذہب اور دہریے ہیں۔ محض قومی، یا رسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی اور نصرانی کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی عورتیں مسلمان کے لیے کسی طرح حلال نہیں‘‘۔ (معارف القرآن:۳/۶۱، ۶۲، ۶۴)

لما فی الكتاب المصنف لابن ابی شيبة (٤٦٢/٣) من كان يكره النكاح فی أهل الكتاب:... عن شقيق قال: تزوج حذيفة يهودية فكتب (اليه) عمررضی الله عنه إن خل سبيلها فكتب اليه إن كانت حراما خليت سبيلها، فكتب اليه انی لا ازعم انها حرام، ولكنی أخاف أن تعاطوا الـمومسات منهن... عن سعيد بن جبير رحمه الله قال: لا بأس بنكاح النصرانية... عن الشعبی رحمه اللّٰه أنه كان لا يری بأسا بالنكاح فی أهل الكتاب... عن أبی عياض قال:لا بأس بنكاح اليهوديات والنصرانيات الا أهل الحرب.

وفی مصنف عبدالرزاق (٧٨/٦،نكاح نساء أهل الكتاب):عن زيد بن وهب قال: كتب عمر بن الخطابؓ أن المسلم ينكح النصرانية والنصرانی لاينكح المسلمة.

وفی كتاب الآثار للإمام محمد (ص:٢٥٨، باب من تزوج اليهودية او النصرانية أنها لا تحصن،رقم:٤١٥): محمد قال أخبرنا أبو حنيفة رحمه الله عن حماد عن ابراهيم عن حذيفة بن اليمان أنه تزوج يهودية بالمدائن، فكتب إليه عمر بن الخطاب:إن خل سبيلها، فكتب إليه: أحرام هی يا أمير المومنين؟ فكتب إليه: أعزم عليک أن لا تضع كتابی حتی تخلی سبيلها، فإنی أخاف أن يقتديک المسلمون فيختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن وكفی بذلک فتنة لنساء المسلمين، قال محمد: وبه نأخذ، لا نراه حراما، ولكنا نری أن يختار عليهن نساء المسلمين وهو قول أبی حنيفة.

وفی اعلاء السنن (٤١/١١، جواز نكاح المسلم نساء اهل الكتاب إلا المجوسيات) : وقال ابن عباس رضی اللّٰه عنهما نزلت هذه الآية: ولا تنكحوا المشركات حتی يومن: فحجز الناس عنهن حتی نزلت هذه الآية التی بعدها: اليوم احل لكم الطيبات... ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ فنكح الناس نساء اهل الكتاب.(رواه الطبرانی)

وفی الدرالمنثور فی التفسير بالماثور(٢٥/٣،سورة المائدة): عن جابر بن عبدالله: أنه سئل عن نكاح المسلم اليهودية والنصرانية، فقال: تزوجناهن زمن الفتح ونحن لانكاد نجد المسلمات كثيرا، رجعنا طلقناهن، قال نساؤهن لناحل، ونساؤنا عليهم حرام.

وفی أحكام القرآن لأبی بكر الجصاص (٣٢٤/٣،باب تزويج الكتابيات) : قال أبو بكر الاختلاف فی نكاح الكتابية علٰی إنحاء مختلفة، منها اباحة نكاح الحرائر منهن اذا كن ذميات فهذا لاخلاف بين السلف وفقهاء الامصار فيه الأشياء يروی عن ابن عمر رضی الله عنهما أنه كرهه... فلما رای ابن عمر رضی الله عنهما الآيتين فی نظامهما تقتضی احداهما التحليل

والاخری التحریم وقف فیه ولم یقطع بإباحته واتفق جماعة من الصحابة علی اباحة اهل الکتاب الذمیات سوی ابن عمر رضی الله عنهما... وتروی اباحة ذالک عن عامة التابعین منهم الحسن وابراهیم والشعبی فی آخرین منهم.

وفی الدرالمختار (۴۵/۳،فصل فی المحرمات): (وصح نکاح کتابیة) وإن کره تنزیها (مؤمنة بنبی) مرسل (مقرة بکتاب) منزل وإن اعتقدوا المسیح إلها وکذا حل ذبیحتهم علی المذهب.

وفی الرد تحته:قوله (کتابیة) أطلقه فشمل الحربیة والذمیة والحرة والأمة ح عن البحر قوله (وإن کره تنزیها) أی سواء کانت ذمیة أو حربیة فإن صاحب البحر استظهر أن الکراهة فی الکتابیة الحربیة تنزیهیة فالذمیة أولی،آه ح، قلت: علل ذلک فی البحر بأن التحریمیة لا بد لها من نهی أو ما فی معناه لأنها فی رتبة الواجب،آه وفیه إن إطلاقهم الکراهة فی الحربیة یفید أنها تحریمیة والدلیل عند المجتهد علی أن التعلیل یفید ذلک ففی الفتح ویجوز تزوج الکتابیات والأولی أن لا یفعل ولا یأکل ذبیحتهم إلا لضرورة وتکره الکتابیة الحربیة إجماعا لافتتاح باب الفتنة من إمکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق بأخلاق أهل الکفر وعلی الرق بأن تسبی وهی حبلی فیولد رقیقا وإن کان مسلما اه فقوله والأولی أن لا یفعل یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة وما بعده یفید کراهة التحریم فی الحربیة تأمل. (نجم الفتاویٰ:۲۰۹/۴-۲۱۱)

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہماری کتب میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، بالفاظ دیگر اہل کتاب سے نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن موجودہ دور میں فقہاء ان سے نکاح کرنے سے روکتے ہیں، اگر کوئی اہل کتاب عورت اللہ کو ایک مانتی ہے؛ لیکن اپنی کتاب پر صرف اس وجہ سے عمل نہیں کرتی کہ اس میں تحریف ہوچکی ہے تو ایسی عورت سے کسی مسلمان کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شادی انسان کی بشری ضرورت ہے، اس کا مقصد عفت وعصمت کی حفاظت ہے، یہ صرف جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے نہ ہو؛ بلکہ نکاح تحفظِ عفت اور افزائش نسل کے لیے ہو اور اس کے لیے انتخاب بھی ایسی عورت کا ہو، جس سے یہ مقصد حاصل ہوجائے، چناں چہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: شادی شہوت کو توڑنے، نفس کو عفیف بنانے اور نسل کی کثرت کے لیے ہو۔ (فتح الباری:۲۷/۲۱)

یہ باتیں آج کل کے دور میں اہل کتاب کی عورتوں میں نہیں پائی جاتیں، ان سے نکاح کرنا صرف جنسی خواہشات کو پورا کرنا ہے اور اپنی اولاد کو کفار کے اخلاق کے سانچہ میں ڈھالنا ہے، لہٰذا اہل کتاب کی عورتوں سے اگر چہ وہ اللہ کو ایک مانتی ہوں اور اپنی کتاب پر بوجہ تحریف کے عمل نہ کرتی ہوں، ان سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے، اس سے بچنا اپنے ایمان کی بھی حفاظت ہے اور اپنی اولاد کے ایمان کی بھی حفاظت ہے۔

لمافی الدر المختار (۴۵/۳،فصل فی المحرمات) : **(وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيها (مؤمنة بنبی) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وإن اعتقدوا المسيح إلها وكذا حل ذبيحتهم على المذهب.**

وفی الرد تحته: قوله (كتابية) أطلقه فشمل الحربية والذمية والحرة والأمة... فقوله والأولىٰ أن لا يفعل يفيد كراهة التنزيه فی غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم فی الحربية تأمل.

(نجم الفتاویٰ:۴/ ۲۱۱،۲۱۲)

اہل کتاب سے نکاح جائز اور مشرکہ سے ناجائز ہونے کی وجہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اہل کتاب سے نکاح جائز اور مشرک سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ اہل کتاب کن عقائد پر ہوں تو نکاح جائز ہے، ورنہ نکاح جائز نہیں، کیا اب کوئی ایسا اہل کتاب موجود ہے، جس کے عقائد مشرکانہ نہ ہوں، اگر موجود ہوں تو نشاندہی فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱)　اس فرق کی اصل وجہ تو قرآن کریم کے نصوص ہیں اور قرآن کریم کے قطعی الدلالۃ نصوص سامنے آنے کے بعد کسی دوسری وجہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی، چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

(ترجمہ: اور تم نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔)

اس آیت سے مطلقاً مسلم وکافر کے درمیان ازدواجی تعلقات کی حرمت معلوم ہوئی؛ مگر قرآن کریم کی ایک دوسری آیت کی بنا پر اہل کتاب غیر مسلم عورتیں اس عمومی حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُو الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (سورة المائدة: ۵)

(ترجمہ: اور پاک دامن عورتیں اُن میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے۔)

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ نکاح کی حرمت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ جہنم کی طرف بلاتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿اُولٰئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

بظاہر اس وجہ میں تمام غیر مسلم مذاہب برابر ہیں؛ مگر اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ کرنے کی بعض مفسرین نے عقلی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اہل کتاب کا اسلام کے ساتھ اختلاف دوسرے غیر مسلموں کے مقابلہ میں کم اور ہلکا ہے؛ کیوں کہ اسلام کے بنیادی عقائد تین ہیں: توحید، آخرت، رسالت۔ ان میں سے عقیدہ آخرت وتوحید میں تو اہل کتاب یہود ونصاریٰ اپنے اصل مذہب کے اعتبار سے مسلمانوں کے ساتھ متفق ہیں؛ لیکن ہمارے اور اہلِ کتاب کے درمیان بنیادی اختلاف صرف یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتے اور اس عقیدہ کے بغیر کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا؛ جب کہ دوسرے غیر مسلم کسی عقیدہ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں، لہٰذا دیگر کافروں کے مقابلہ میں اہل کتاب کا اسلام سے اختلاف ہلکا ہے۔ نیز مسلمان مردوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے، اس کے برعکس جائز نہیں؛ کیوں کہ عورت فطرتاً کمزور اور متبع واقع ہوئی ہے؛ اس لیے اہل کتاب کی ''عورتوں'' سے نکاح میں مفسدہ کا خطرہ زیادہ نہیں ہے؛ بلکہ اس بات کی قوی امید ہے کہ کتابیہ، مسلمان مرد کے زیر سایہ رہ کر عقیدۂ رسالت کے اختلاف کو بھی ختم کر کے مسلمان ہوجائے۔

(۲) قرآن وسنت کی اصطلاح میں اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں، جو ایسی کتاب پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہوں، جس کا کتاب اللہ اور وحی الٰہی ہونا قرآن وسنت سے یقینی طور پر ثابت ہو، جیسے تورات، انجیل، زبور، صحفِ موسیٰ وابراہیم وغیرہ۔ یہاں یہ ضروری نہیں ہے کہ اہل کتاب اصلی تورات وانجیل پر صحیح طور سے ایمان وعمل رکھتے ہوں؛ بلکہ محرف تورات وانجیل کے متبعین اور حضرت عیسیٰ ومریم علیہما السلام کو شریکِ خدا قرار دینے والے بھی بتصریحِ قرآن اہل کتاب میں داخل ہیں۔ الغرض اہل کتاب ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ کسی آسمانی کتاب کی اتباع کے دعویدار ہوں، البتہ آج کل اکثر یہود ونصاریٰ مردم شماری کے اعتبار سے تو یہود ونصاریٰ کہلاتے ہیں؛ مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود کے ہی منکر اور لادین ہیں، ایسے لوگ اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہیں۔ بہر حال اہل کتاب کی عورتوں سے اگر چہ ازروئے قرآن نکاح حلال ہے؛ لیکن ان سے نکاح کرنے میں ایمان وعمل کے لحاظ سے جو مفاسد اور خرابیاں اپنے لیے، اولاد کے لیے؛ بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے عام طور سے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں، ان کی بنا پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح مکروہ ہے۔

لما فی التفسیر المنیر (۲/۲۹۳): والفرق بین المشرکة والکتابیة واضح، وھوأن الأولی لا تؤمن بدین أصلا وأما الثانیة فتشرک مع المسلم بالایمان باللّٰہ والیوم الآخر وبالحلال والحرام ووجوب فعل الخیروالفضیلة والبعد عن الشر والرذیلة.

وفی الدرالمختار(۳/۴۵، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات): (و) حرم نکاح (الوثنیة) بالإجماع (وصح نکاح کتابیة) وإن کرہ تنزیھا (مؤمنة بنبی) مرسل (مقرة بکتاب) منزل وإن اعتقدوا المسیح إلٰھا.

وفي الشامية تحته: قوله (مقرة بكتاب) في النهر عن الزيلعي واعلم إن من اعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد، فهو من أهل الكتاب فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم.

وفي الشامية (٣/٤٥): وتكره الكتابية الحربية إجماعا لافتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها في دار الحرب وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر وعلى الرق بأن تسبى وهي حبلى فيولد رقيقا وإن كان مسلما اه فقوله والأولى أن لا يفعل يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحربية تأمل. (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۱۲-۲۱۴)

یہودی اور نصرانی عورت سے نکاح درست ہے:

سوال: یہودی، یا نصرانی عورت سے مسلمان کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت یہودیہ، یا نصرانیہ سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے۔ درمختار میں ہے:

وصح نكاح كتابية وإن كره تنزيهاً. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۷۶)

عیسائی عورت سے نکاح درست، یا نہیں:

سوال: اس وقت عیسائی عورت سے جو انگریز ہو، ولایتی ہو، شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز نہیں ہے، یہی احوط ہے اور اس زمانے میں یہی حسب روایات فقہ راجح ہے۔ (۲) فقط

[جائز ہے، جیسا کہ پہلے خود مفتی علام لکھ چکے ہیں، ہاں احتیاط کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم [ظفیر] (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۶۱)

ملازمت کے لیے جاکر غیر ملک میں عیسائی عورت سے نکاح کر لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک مسلمان اپنی مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے غیر مسلم ملک میں صرف ملازمت کی خاطر عیسائی عورت سے شادی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ ایسا کرنے کی صورت میں اس کا پہلا نکاح باقی رہے گا؟ وہ مسلمان عورت اس کے لیے حلال ہوگی؟ اس مسلمان شخص کا ایمان باقی رہے گا؟ شریعت کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ٢/٣٩٧، ظفير

(۲) وصح كتابية وإن كره تنزيهاً مومنة بنبي مرسل مقرة بكتاب منزل وإن عقد والمسيح إلٰها. (الدر المختار) ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات والأولٰى أن لا يفعل، إلخ، وتكره الكتابية الحربية اجماعاً لافتتاح باب الفتنة، إلخ. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ٢/٣٩٧، ظفير)

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں مسلمان بیوی کی موجودگی میں عیسائی عورت سے نکاح [بشرطیکہ وہ عورت دھریہ اور لا مذہب نہ ہو، لہذا اگر صرف نام کی اہل کتاب ہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا] منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن مکروہ ہے، بالخصوص کافر ملک میں اس امر کی کراہت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں اپنے اور اپنی اولاد کے مستقبل کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ نیز بچے بھی کافروں کے اطوار واخلاق اپنائیں گے اور دیگر مسلمان عورتوں سے نکاح اس کے لیے حلال ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی مسلمان عورت کو تلاش کر کے اس سے دوسری شادی کرلے۔

لمافی الهندية (٢٨/١٢): ويجوز نكاح الكتابية على المسلمة والمسلمة على الكتابية وهما في القسم سواء لاستوائهما في محلية النكاح كذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خان.

وفي الدرالمختار (٤٥/٣، فصل في المحرمات): (وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيها (مؤمنة بنبي) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وإن اعتقدوا المسيح إلها وكذا حل ذبيحتهم على المذهب.

وفي الرد تحته: قوله (مقرة بكتاب) في النهر عن الزيلعي واعلم أن من اعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيت وزبور داؤد فهو من أهل الكتاب فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم.

وفي الشامية (٤٥/٣): قوله (كتابية) أطلقه فشمل الحربية والذمية والحرة والأمة... فقوله والأولىٰ أن لا يفعل يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحربية تأمل. (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۱۴، ۲۱۵)

یہودی، یا عیسائی عورت سے نکاح جائز ہے، نہیں:

سوال: کیا کسی یہودی اور عیسائی عورت سے بغیر اس کو کلمہ پڑھوائے ہوئے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

بدون اس کو کلمہ پڑھائے اور مسلمان کئے نکاح کرنا اس سے اچھا نہیں ہے؛ کیوں کہ اگرچہ کتب فقہ میں اس کو جائز لکھا ہے؛ مگر مکروہ کہا ہے اور اس میں اختلاف بھی ہے۔ (۱) آج کل کی عیسائیوں کی عورتوں سے بعض فقہاء نے نکاح کرنے کو حرام اور ناجائز لکھا ہے، بہر حال اختلاف سے بچنے کے لیے مناسب؛ بلکہ ضروری ہے کہ یہودیہ اور نصرانیہ عورت سے اگر نکاح کیا جاوے تو بعد مسلمان کرنے کے کیا جاوے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۷۷-۲۷۸)

---

(۱) وصح نكاح كتابية وإن كره تنزيهاً مومنة بنبي مرسل مقرة بكتاب منزل وإن اعتقدوا المسيح إلٰها. (الدر المختار) في فتح القدير: ويجوز تزوج الكتابيات والأولىٰ أن لا يفعل. (ردالمحتار، باب المحرمات: ٣٩٧/٢، ظفير)
فقوله: والأولىٰ أن لا يفعل، يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحربية تأمل. (ردالمحتار، باب المحرمات: ٣٩٧/٢، ظفير)

(٢) يجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أن المسيح إلٰه وإن عزير إلٰه ولا يتزوجوا نساء هم، قيل: وعليه الفتوىٰ ولكن بالنظر إلى الدليل ينبغي أن يجوز الأكل والتزوج. ==

نصرانی عورت سے نکاح:

سوال: مسلم مرد اگر کسی اہل کتاب یہود ونصاریٰ عورت سے عقد کرلے تو جائز ہے، یا نہیں؟ دراں حالیکہ مرد اسلامیت پر اور عورت نصرانیت پر قائم رہے۔ فقط

(المستفتی: ۱۸۰۵، اے آر خان (ممبئ) ۱۷/ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۲/مارچ ۱۹۳۶ء)

الجواب

ہاں مسلمان کے لیے کتابیہ عورت یعنی یہودی، یا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔(۱) کتابیہ اپنے مذہب پر قائم رہ سکتی ہے؛ مگر بچے مسلمان ہوں گے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۹۶/۵)

حکم نکاح کتابیہ:

سوال: فی زمانہ اہل کتاب؛ یعنی یہود ونصاری کی عورتوں کے ساتھ بلاکلمہ عقد جائز ہے، یا نہیں؟ بعضے بولتے ہیں: حنفی مذہب میں جائز ہے اور بعض بولتے ہیں: پہلے زمانہ کے یہود ونصاری کی عورتوں کے ساتھ عقد بلاکلمہ جائز تھا؛ کیوں کہ اس وقت میں وہ سب موحد تھے اور فی زمانہ اہل کتاب مشرک ہیں۔

الجواب

جو اہل کتاب عیسی علیہ السلام کے اتباع کا دعوی کرتے ہوں، خواہ ابن اللہ کہہ کر، یا رسول اللہ کہہ کر ان کی عورتوں سے نکاح جائز تو ہے؛ مگر مکروہ ہے اور جو محض دہریہ ہوں، جیسا کہ آج کل عموماً انگریز دہریہ ہیں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔ (امداد الاحکام: ۲۵۵/۳)

== (اہل کتاب (یہودیہ اور نصرانیہ) سے نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانے کی اجازت خود اللہ تعالی نے دی ہے؛ اس لیے ان سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض مصالح کی بنیاد پر سیدنا حضرت فاروق اسے پسند نہیں فرماتے تھے؛ لیکن عام حالات اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں؛ کیوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے تمام تر مشرکانہ اور باغیانہ عقیدے کے باوجود اللہ تعالی نے جب اس کی اجازت دی ہے، تو کس کی مجال ہے جو اس سے منع کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْ اَخْدَانٍ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾(المائدة: ٥)(ردالمحتار، باب المحرمات: ٣٩٨/٢، ظفير)

(۱) وصح نكاح كتابية مؤمنة بنبي مقرة بكتاب منزل. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٤٥/٣، سعيد)

(۲) الولد يتبع خير الأبوين، كذا في الكنز. (الهندية، كتاب النكاح، الباب العاشر: ١٩٦/٣، ماجدية)

موجودہ تورات وانجیل اوراس کو ماننے والے یہود ونصاریٰ کے متعلق چند سوالات:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۶/اگست ۱۹۲۸ء)

سوال (۱) موجودہ انجیل وتوراۃ کے مضامین قبل کے مطابق ہیں، یا نہیں؟

(۲) موجودہ انجیل وتوراۃ کے عامل اہل کتاب کہلائیں گے یا نہیں؟

(۳) موجودہ انجیل وتوراۃ کے عامل کو مشرک، کافر، فاسق کہہ سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۴) موجودہ انجیل وتوراۃ کے عاملان ذکور واناث سے احناف ان کے قاعدہ وترکیب سے عقد کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۵) اگر موجودہ یہود ونصاریٰ سے عقد کریں تو احناف اپنے طریقے سے کریں یا ان کے طریقے سے؟

وہ موحد جو رسالت کا قائل نہ ہو اس سے عقد کرنا کیسا ہے:

(۶) موحد سے جو رسالت کا قائل نہیں ہے، اس سے احناف عقد کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

قرآن کو ناقص کہنے والے اور خلفاء ثلاثہ کی توہین کرنے والے شیعہ سے نکاح:

(۷) شیعہ جو حضرت خلیفہ اول ودوم وسوم اور بعض دیگر صحابہ کی شان میں خلاف تہذیب الفاظ استعمال کرتے ہیں اور قرآن پاک کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دس پارے کم ہیں، ان سے احناف عقد کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

(۱) موجودہ انجیل وتوراۃ محرف ہیں، ان کے اندر تحریف وتبدیل کا وقوع قرآن وحدیث سے ثابت ہے؛(۱) اس لیے ان کے مضامین پر بھروسہ نہیں رہا کہ کون سی عبارت منزل من اللہ ہے اور کون سی تحریف شدہ۔

(۲) ہاں موجودہ توراۃ وانجیل کو ماننے والے اور ان پر عمل کرنے والے اہل کتاب کہلائیں گے؛ کیوں کہ باوجود خبر تحریف دینے کے بھی قرآن مجید اور احادیث میں ان کو اہل کتاب کہا گیا،(۲) اور اہل کتاب کے احکام ان پر زمانہ نبوی میں جاری کیے گئے۔

(۳) ہاں انجیل وتوراۃ پر ایمان رکھنے والے اور عمل کرنے والے جو امور شرکیہ کے قائل ہوں، مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہوں، یا حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کا شریک بتاتے ہوں، وہ مشرک بھی اور کافر بھی ہیں اور فاسق ہیں۔(۳)

---

(۱) ﴿فويل للذين يكتبون الكتاب بأيديهم ثم يقولون هٰذا من عند الله﴾.(البقرة:٧٩)

(۲) ﴿قل يا أهل الكتاب تعالوا إلىٰ كلمة سواء بيننا وبينكم﴾.(آل عمران:٦٤)

(۳) ﴿لقد كفر الذين قالوا إن الله هو المسيح بن مريم﴾.(المائدة:٧٢)

(۴) موجودہ اہل کتاب سے بھی مناکحت؛ یعنی کتابیہ عورت کے ساتھ مسلمان مرد کو نکاح کرنا جائز ہے۔(۱)

(۵) اسلام کے طریقے سے۔

(۶) اگر وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہے تو نہیں کر سکتے۔(۲)

(۷) شیعہ جو غالی تبرائی ہیں، ان کا حکم اہل کتاب کا ہے کہ شیعہ عورت سے سنی مرد کا نکاح جائز ہے، مگر سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز نہیں۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۲۱۰/۵-۲۱۱)

عیسائی لڑکی سے نکاح:

سوال: دینِ اسلام کی رو سے اہل کتاب سے نکاح کی اجازت ہے، اس مسئلہ کی رو سے کیا ایک مسلمان عیسائی رومن کیتھولک لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں بچوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کو مذہب اسلام کی تعلیم پر اٹھایا جائے؛ لیکن لڑکی کو چرچ کی جانب سے شادی کی اجازت صرف اس وقت مل سکتی ہے، جب کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ کم از کم بچوں کو بپتسمہ (مذہبی رسم) کیا جائے، ان بچوں کے مذہب اسلام پر اٹھانے پر چرچ کو اعتراض نہیں ہے، کیا یہ شرط منظور کی جا سکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اہل کتاب عورت سے مسلمان مرد کی شادی کی گنجائش ہے؛(۴) لیکن اس میں مفاسد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے؛(۵) اس لیے جہاں تک ہو سکے، ایسا قدم نہ اٹھایا جائے، اگر کوئی مسلمان کسی ایسے مقام

---

(۱) ﴿والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب﴾.(المائدة: ٥)

(۲) وحرم نكاح الوثنية بالإجماع.(الدرالمختار)

وفي الرد: الوثنية نسبة إلىٰ عبده الأوثان ... ويدخل في عبدة الأوثان عبدة الشمس ... وكل مذهب يكفر به معتقده.(رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٤٥/٣، سعيد)

(۳) جو شیعہ ضروریات دین کا منکر ہو، وہ کافر ہے؛ اس لیے ایسے شیعہ سے نکاح مطلقاً ناجائز وحرام ہے۔ وأما قذف عائشة فكفر بالإجماع وكذا إنكار صحبة الصديق لمخالفته نص الكتاب.(مجموعة رسائل ابن عابدين: ٣٦٧/١، سهيل اكادمي لاهور)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من الذين أوتو الكتاب﴾(المائدة: ٥)

"وكل من يعتقد ديناً سماوياً، له كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور وداؤد، فهو من أهل كتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثالث، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ٢٨١/١، رشيدية)

"وصح نكاح كتابية". (الدرالمختار، فصل في المحرمات: ٥٤/٣، كتاب النكاح، سعيد)

(۵) "فمن المتزوجين حذيفة وطلحة وكعب بن مالك، وغضب عمر، فقالوا: نطلق يا أمير المؤمنين، وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صغيره ألزم لأمه، إلخ". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٢٣٠/٣، مصطفى البابي الحلبي مصر) ==

میں ہو، جہاں مسلم عورت نہ مل سکتی ہو اور دوسری جگہ سے بھی انتظام دشوار ہو اور اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں میں تنگی نہیں، بچے مسلمان ہوں گے، چرچ کی جانب سے ان کے اوپر عیسائی ہونے کا شرعاً حکم نہ ہوگا؛ بلکہ یہ عمل بیکار ہوگا، شرط کریں یہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۵۴)

یہود ونصاریٰ عورتوں سے نکاح:

سوال: یہودی ونصرانی عورتوں سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہودی ونصرانی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے؛ مگر اس میں مفاسد زیادہ ہیں؛ اس لیے پرہیز کرنا چاہیے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱۲/۳۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۵۴)

یہود ونصاریٰ (جو اپنے دین پر قائم ہوں) سے مسلمان کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: آج کل جو اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ موجود ہیں، ایسی حالت میں کہ وہ اپنے دین پر رہیں، کسی مسیحی، یا یہودی عورت سے مسلمان کو نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ جو اس زمانے میں موجود ہیں، دو قسم کے ہیں: ایک وہ کہ اپنے دین پر قائم اور انجیل وتوریت کو آسمانی کتاب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واجب الاحترام پیغمبر، یا خدا کا بیٹا، یا خدا مانتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقدس رسول سمجھتے ہیں، ایسے یہود ونصاریٰ سے مسلمانوں کو مناکحت جائز ہے، خواہ وہ اپنے دین ہی پر رہیں؛ کیوں کہ کلام ربانی میں ان کے یہ عقائد مذکور ہیں، (۲) اور باوجود ان عقائد کے ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ (۳)

== "والأولٰى أن لايتزوج كتابية، ولايأكل ذبائحهم إلا لضرورة ... وفي المحيط: يكره تزوج الكتابية الحربية ؛لأن الإنسان لايأمن أن يكون بينهما ولد، فينشأ علٰى طبائع أهل الحرب ويتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۸۲/۳، رشيدية)

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، القسم السابع، المحرمات بالشرك: ۱/ ۲۸۱، رشديه

(۲) ﴿وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصارى مسيح ابن الله﴾ (التوبة: ۳۰)

(۳) ﴿والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا آتيتموهن أجورهن﴾. (المائدة: ۵)

دوسرے وہ کہ تعلیم یافتہ سائنس داں ہیں، نہ وہ خدا کے قائل نہ انجیل وتوریت کے، نہ حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیٰ نبینا علیہما السلام کی کسی عظمت وبزرگی کے معتقد، صرف رسمی اور آبائی طور پر عیسائی بنے ہوئے ہیں، ان لوگوں سے مناکحت ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ اہل کتاب نہیں ہیں، دہریہ ہیں۔(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد دہلی

الجواب صواب بندہ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صواب بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، مہر دارالافتاء۔ (کفایت المفتی: ۱۹۲/۵)

کرسچن لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا مذہب تبدیل کئے بغیر کرسچن لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں؟ (پی، ایچ، حسین، مشیرآباد)

الجواب

اگر کوئی لڑکی واقعی عیسائی ہو، یعنی نبوت اور خدا کا یقین رکھتی ہو؛ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اس کا ایمان نہ ہو تو وہ قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب میں سے ہے اور قرآن میں اہل کتاب سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے،(۲) اسی لیے فقہاءؒ نے اسے جائز قرار دیا ہے؛(۳) لیکن حنفیہ نے دارالکفر میں کتابی عورت سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے؛(۴) کیوں کہ اندیشہ ہے کہ مسلمان ان کی تہذیب سے متاثر ہو جائیں۔

میرا خیال ہے کہ موجودہ زمانہ میں عالم اسلام پر مغربی تہذیب وثقافت کی چھاپ اتنی گہری ہوگئی ہے اور بعض ممالک میں مسلمان کے نکاح میں غیر مسلم عورتوں کے آنے کی وجہ سے ایسے شدید سیاسی، تہذیبی اور مذہبی نقصانات مسلمانوں کو پہنچے ہیں کہ فی زمانہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مطلقاً مکروہ ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۳۶۱/۴)

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم:

سوال: میرے ایک عزیز کی شادی ایک عیسائی لڑکی سے ہوئی ہے، لڑکی کا باپ مسلمان ہے اور ماں عیسائی، باپ چوں کہ ہندوستانی فوج میں میجر تھا اور مذہب کی بیگانگی اور شرافت سے بیگانگی کی وجہ سے لڑکی سے محبت ہوگئی،

(۱) ورجحه في فتح القدير: بأن القائل بذلك طائفتان من اليهود والنصارى انقرضوا لأكلهم من أن مطلق لفظ الشرك إذا ذكر في لسان الشرع لاينصرف إلىٰ أهل الكتاب وإن صح لغة في طائفة أو طوائف لما عهد من أرادته به من عبد مع اللّٰه تعالىٰ غيره ممن لايدعي إتباع نبي و كتاب إلىٰ آخر ماذكره. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۵/۳، سعيد)

(۲) المائدة: ۵

(۳) الفتاوى الهندية: ۲۸۱/۱

(۴) رد المحتار: ۱۳۴/٤

انہوں نے بزرگوں کی مرضی سے سول میرج کر لی، لڑکی کی ماں کہتی تھی کہ میں نکاح نہیں کرنے دوں گی، لڑکے کا باپ نکاح کرنے پر مصر تھا، لڑکی کے باپ نے کہا کہ ابھی تو لڑکی کی ماں کا کہا مان لیں؛ کیوں کہ وہ بہت ضدی ہے، آپ اپنے گھر لے جا کر نکاح پڑھوالیں، چناں چہ ایسا ہی ہوا، سب نے یہی سمجھا کہ لڑکا مسلمان ہے، لہٰذا لڑکی بھی مسلمان ہوگی، جب دو بچے پیدا ہوگئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی اپنی ماں کے مذہب پر ہے؛ یعنی عیسائی ہے اور لڑکی نے بھی اقرار کیا کہ عیسائی ہوں۔ اب شرعاً کیا یہ شادی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عیسائی عورت سے مسلمان کا نکاح شرعاً منعقد ہو جاتا ہے، شرط یہ ہے کہ عورت واقعۃً عیسائی مذہب پر ہو، (۱) آج کل کے عیسائیوں کی طرح نہ ہو جو نام کے تو عیسائی ہوتے ہیں اور ان کے عقائد دہریوں کے عقائد ہوتے ہیں کہ خدا، رسول کو نہیں مانتے، نیز دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح شرعی طریقے پر دو گواہوں کے سامنے ہوا ہو، (۲) اگر یہ دونوں شرطیں موجود ہیں تو وہ نکاح درست ہو چکا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۷/۳/۷ ۱۳۹ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۵۷)

عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح:

سوال: کیا موجودہ دور کی عیسائی یا یہودی عورت سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح کرنا اگرچہ مرخص ہے؛ لیکن ان کے ساتھ نکاح کرنے سے کسی مسلمان کا عقیدہ اور مذہب متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہا نے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

كما قال العلامة الحصكفي: وصح نكاح كتابية وإن كره تنزيها مؤمنة بنبي مرسل مقرة بكتاب منزل وإن اعتقدوا المسيح إليها.

وقال ابن عابدين: ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات والأولٰى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا

(۱) وفي الدر المختار: ۴۵/۳ (طبع ایچ ایم سعید) (وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيها (مؤمنة بنبي) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وإن اعتقدوا المسيح إلٰها.

و في الشامية: (قوله مقرة بكتاب) في النهر عن الزيلعي، واعلم أن من اعتقد ديناً سماوياً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحهم.

(۲) وينعقد بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، طبع سعيد)

لضرورة وتكره الكتابية الحربية إجماعا لافتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دار الحرب. (ردالمحتار: ۴۵/۳، كتاب النكاح،مطلب مهم فى وطء السرارى)

قال ابن نجيم: وحل تزوج الكتابية. لقوله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب﴾ ... والأولىٰ أن لايتزوج كتابية ولايأكل ذبائحهم إلا لضرورة وفى المحيط يكره تزوج الكتابية الحربية؛لأن الإنسان لايأمن أن يكون بينهما ولد فينشأ علىٰ طبائع أهل الحرب. (البحر الرائق: ۱۰۳/۳، فصل فى المحرمات) (فتوی حقانیہ: ۳۴۱/۴)

عیسائی عورت سے نکاح اور ماں باپ کے ساتھ معاملات کے متفرق احکام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان نوجوان عرصہ سات سال سے اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک عیسائی ملک چلا گیا ہے، اس وطن کے قوانین کے مطابق وہاں سکونت اختیار کرنے کے لیے عیسائی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ از روئے شریعت والدین مندرجہ ذیل امور میں رہنمائی چاہتے ہیں:

(۱) کیا موجودہ زمانہ کے عیسائی کتاب وسنت میں مذکور عیسائیوں، جیسے اہل کتاب سمجھے جاتے ہیں؟

(۲) جن کو اہل کتاب سمجھا جاتا ہے، ان میں تثلیث پرست شامل ہیں، یا نہیں؟

(۳) اور لڑکی عیسائی رہے، کیا ان کا نکاح جائز ہوگا؟

(۴) نکاح کرنے سے پہلے، یا بعد یہ لڑکی سسر کے ساتھ خط وکتابت شروع کرے، کیا اس کا جواب دینا چاہیے؟

(۵) شادی کے بعد وہ بہو ہر مسلم وغیر مسلم سوسائٹی میں شوہر کے ہمراہ، یا اس کے بغیر نقل وحرکت کرتی ہے۔ اس صورت میں خواہ بہو عیسائی رہے یا مسلمان ہو جائے تو سسر بہو سے خط وکتابت اور لڑکی کے پاس آجا سکتا ہے؟

(۶) بیٹا عیسائی مذہب اختیار کر لے تو اس صورت میں عیسائی بیٹے اور بہو سے کون سی تعلقات کی ممانعت ہوگی؟

نوٹ: لڑکے نے والدین کو اس طرح کا ایک خط لکھا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

''میں لڑکی کو ایک انسان کی حیثیت سے دیکھتا ہوں، اس کی ذات پات، اس کے رنگ، مذہب اور ملکیت وغیرہ کو نہیں پرکھتا اور نہ ہی مجھے اس کا حق ہے، جو باتیں پاکستان میں ضروری سمجھی جاتی ہیں، ان کا یہاں شمار نہیں ہوتا، مشرق اور مغرب کا ملاپ نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکے گا، شادی کے بعد بھی میری طرف سے آپ سے وہی رشتہ رہے گا''۔

(المستفتی: غلام نبی مدرسہ عربیہ عید گاہ طوغی روڈ کوئٹہ، ۱۹۶۷/۲/۳/۱۶ء)

الجواب

(۱) چوں کہ موجودہ زمانہ کے عیسائی اکثر طور دہری بن چکے ہیں، لہٰذا ان پر بلاتحقیق اہل کتاب کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے، ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ہیں، یا نبوت اور ارسال کتب سے منکر ہیں، یا

قیامت اور جنت ودوزخ سے منکر ہیں، وہ اہل کتاب نہیں ہوں گے۔(۱)

(۲) اعتقادِ تثلیث اور بنوت عیسیٰ (عیسیٰ ابن اللہ) اہل کتاب ہونے میں مخل نہیں ہے، **لأنهم كانوا يعتقدون بهما في زمنه صلى الله عليه وسلم وهو ظاهر المذهب.** (۲)

(۳) اگر یہ لڑکی اہل کتاب ہو؛ یعنی پیغمبر اور کتاب منزل کو مانتی ہو تو نکاح جائز ہے۔

(۴) خط وکتابت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) نقل وحرکت میں مسلمہ وغیر مسلمہ کا خاص فرق نہیں ہے، خط وکتابت اور آنا جانا جائز ہے، جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۶) اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔

نوٹ: یہ زندقہ کے الفاظ ہیں۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۰۷)

اس زمانہ کی عیسائی عورتوں سے نکاح پر اشکال اور جواب:

سوال: نصاریٰ جو تثلیث کے علی العموم قائل ہیں، مشرک ہیں کہ نہیں؟ اگر مشرک ہیں تو ان کی عورتوں سے نکاح کیوں کرنا جائز ہے؟ **قوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات﴾** اور اگر یہ مشرک نہیں ہیں تو تثلیث کا قائل ہوکر ان کا موحد ہونا سمجھ میں نہیں آتا، جواب شافی سے تسکین فرمایئے؟

الجواب

مشرک کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کا مذہب سماوی نہ ہو، دوسرا وہ جو سماوی مذہب کے معتقد ہو، گو اس میں تحریف کرکے شرک کا قائل ہوگیا، پس آیت **﴿لا تنكحوا المشركات﴾** میں ممانعت قسم اول سے نکاح کرنے کی ہے اور آیت **﴿والمحصنت من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم﴾** میں دوسری قسم سے نکاح کی اجازت ہے، پس نہ نصاریٰ کا موحد ہونا لازم آیا اور نہ آیت **﴿لاتنكحوا﴾** کے خلاف مشرکات سے نکاح حلال ہونا لازم آیا؛

(۱) شیخ علامہ حافظ محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں: اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں، جو کہ مذہباً اہل کتاب ہوں، نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی، یا نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں، اس زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بکثرت ایسے ہیں، جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل ہیں اور نہ آسمانی کتاب کے قائل، ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔ (تفسیر معارف القرآن۲:۶۴۴ سورۃ المائدۃ آیت:۵ پارہ:۶)

(۲) **قال العلامة ابن عابدين: قال في البحر وحاصله أن المذهب الاطلاق لما ذكره شمس الائمة في المبسوط من ان ذبيحة النصراني حلال مطلقاً سواء قال بثالث ثلاثة أولاً لاطلاق الكتاب هنا والدليل ورجحه في فتح القدير بان القائل بذلك طائفتان من اليهود والنصارىٰ انقرضوا لا كلهم مع ان مطلق لفظ الشرك اذا ذكر في لسان الشرع لا ينصرف الى اهل الكتاب الخ.** ((ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳۱۴/۲،قوله: وصح نكاح كتابية، باب المحرمات)

لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں، وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں، ایسوں کے لیے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

۱۵/ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد: ۳۲/۲)

سوال: قرآن شریف میں جو خداوند کریم نے فرمایا ہے: ﴿والمحصنٰت من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم﴾ (۱) یعنی اس آیت شریف سے اہل کتاب کی عورتوں محصنہ سے نکاح جائز ہے؛ حالاں کہ اہل کتاب کا شرک جیسے ابن اللہ کہنا وغیرہ اور غلو فی البدعات شرکیہ ثابت ہو چکی تھی، باوجود اہل کتاب کے ان خرابیوں کے پھر بھی ان عورتوں سے نکاح رکھا گیا تو اب بھی ان کتابیہ عورتوں سے نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟ اس وقت تو اور بھی یہ لوگ خراب ہو گئے ہیں۔ جب ان سے نکاح جائز ہوا، مرزائی عورتوں اور رافضی اور بدعتی جو شرک کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں، ان کی عورتوں سے بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے؛ حالاں کہ فقہا ان سے نکاح کو منع کرتے ہیں، بوجہ خارج الاسلام ہونے کے، امید ہے کہ جناب والا بوجہ اللہ جواب شافی عنایت فرماویں گے؟ میں کئی روز سے اس شبہ میں مبتلا ہوں، شفاء العی السوال۔ فقط

الجواب

شریعت میں مقرر ہے کہ کافر اصلی اور کافر مرتد کے احکام اور پھر اصلی میں اہل کتاب (یعنی معتقدین کتاب سماوی نہ کہ عامل بکتاب سماوی) اور غیر اہل کتاب کے احکام مختلف ہیں، اس مقدمہ سے سب شبہات رفع ہو گئے؛ یعنی اہل کتاب کا جو شرک منقول ہے، وہ مانع نکاح کتابیہ نہیں ہوا اور مرزائیوں وغیرہم پر جب کفر کا فتویٰ ہوگا، اس سے وہ مرتد قرار پائیں گے، **فحصل الفرق بینھما** اور اس شرک سے اہل کتاب گو عامل بکتاب نہ رہیں گے؛ مگر معتقدین کتاب تو ہیں، البتہ جو باوجود اس قوم میں سے ہونے کے کسی کتاب سماوی کے اعتقاد کا التزام نہ رکھیں، جیسے آج کل بعض کی حالت ہو گئی ہے، اس کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔

۱۰/محرم الحرام ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامس، ص: ۷۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۱۳/۲-۲۱۴) ☆

---

(۱) المائدۃ: ۵

☆ **عیسائی عورت سے نکاح کا حکم:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائیہ عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے کہ وہ اپنے مذہب پر ہو، اگر ایک مسلمان عیسائیہ عورت سے اس امید پر نکاح کرے کہ وہ مسلمان بننا ظاہر کرے کہ نکاح کی وجہ سے مسلمان ہو جائے گی تو اس صورت میں اس عیسائیہ سے نکاح کرنے میں زیادہ ثواب ہے، یا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں؟ بینوا توجروا

(المستفتی: سید رحیم اللہ شاہ اضاخیل بالا نوشہرہ، ۱۴۰۲ھ)

الجواب

موجودہ دور کے عیسائی مسئلہ نبوت، قیامت، اور جنت ودوزخ سے منکر ہوئے ہیں، لہٰذا ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔ ==

اہلِ کتاب کی لڑکیوں سے بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا اہلِ کتاب کی لڑکیوں سے بغیر کلمہ وغیرہ پڑھائے نکاح صحیح ہے اور اگر بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کرلیا جائے تو کیسا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

یہودی اور نصرانی لڑکیاں اگر اپنے مذہب پر قائم ہوں تو اُن سے کلمہ پڑھے بغیر بھی نکاح شرعاً درست ہے؛ لیکن آج کل کے پرفتن ماحول میں جب کہ برائی کا اثر قبول کرنے میں اضافہ روز افزوں ہے اور عام طور پر حال یہ ہے کہ مرد کا اثر بیوی پر قائم ہونے کے بجائے شاطر لڑکیاں مردوں کو اپنا تابع دار بنالیتی ہیں، نیز اہلِ کتاب ماؤں کے فاسد اَثرات اولاد پر بھی بہت زیادہ پڑتے ہیں؛ اس لیے جواز کے باوجود اہلِ کتاب لڑکیوں سے نکاح نہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، خود سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی بعض مصالح کی وجہ سے کتابی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن: ۶۳/۳)

== (حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں، وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں، ایسوں کے لیے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۳۱۲/۲، کتاب النکاح وتفسیر بیان القرآن: ۹/۳) رفتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں، ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے؛ بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں، یہ لوگ اگر چہ باعتبار مردم شاری نصاریٰ کہلاتے ہیں؛ مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہوسکتے۔ (فتاویٰ دارالعلوم قدیم: ۱۶۰/۱) ر علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بکثرت وہ ہیں، جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں، نہ مذہب کے، نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔۔۔ موجودہ زمانہ میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بےضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں، وہ مخفی نہیں۔ (فوائد عثمانیہ علی تفسیر عثمانی: ۱۶۹/۷، سورۃ المائدۃ پارہ: ۶) البتہ اگر ان میں سے کوئی عورت ان امور پر قائل ہو تو اس سے نکاح درست ہے؛ لیکن بہتر نہیں ہے۔

كما في الهندية: ۲۸۱/۱: ويجوز للمسلم نكاح الكتابية الحربية... والأولىٰ أن لا يفعل. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۱/۱، القسم السابع المحرمات بالشرك)

اور بسا اوقات ایک غیر افضل کام عوارض خارجیہ کی وجہ سے افضل ہوجاتا ہے، پس اگر اس کتابیہ کا اسلام قبول کرنا متیقن، یا مظنون ہو تو یہ نکاح مصلحتاً افضل ہے، ذاتاً افضل نہیں ہے؛ لیکن واقعات یہ ہے کہ ان کا اسلام قبول کرنا موہوم ہوتا ہے اور شوہر کا اور شوہر کی اولاد کا خلاف اسلام امور سے مالوف ہونا مظنون ہوتا ہے، پس یہ حیلہ اور بہانہ سودمند نہیں ہے۔ (**قال العلامة عبد الرحمن الجزيري: الحنفية قالوا يحرم تزوج الكتابية اذا كانت في دار الحرب غير خاضعة لاحكام المسلمين لان ذلك فتح لباب الفتنة فقد ترغمه على التخلق باخلاقها التي يأباها الاسلام ويعرض ابنه للتدين بدين غير دينه ويزج بنفسه فيما لا قبل له به من ضياع سلطته التي يحفظ بها عرضها وغير ذلك من المفاسد فالعقد وان كان يصح الا ان الاقدام عليه مكروه تحريما لما يترتب عليه من المفاسد اما اذا كانت ذمية ويمكن اخضاعها للقوانين الاسلامية فانه يكره نكاحها تنزيها. (الفقه على المذاهب الأربعة: ۷٤/٤، مبحث المحرمات لاختلاف الدين)**) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۶/۴)

عن نافع عن ابن عمر أنه كان يكره نكاح نساء أهل الكتاب ولا يرى بطعامهن بأسًا. (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٦٣/٣، رقم: ١٦١٥٩، دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عمر أنه كره نكاح نساء أهل الكتاب وقرأ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (البقرة: ٢٢١) (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٦٣/٣، رقم: ١٦١٦٠، بيروت)

عن غضيف بن الحارث قال: كتب عامل لعمر بن الخطاب: إن ناسًا من قبلنا يدعون السامرة يسبتون يوم السبت ويقرؤون التوراة ولا يؤمنون بيوم البعث، فما ترىٰ يا أمير المؤمنين في ذبائحهم؟ قال: فكتب: هم طائفة من أهل الكتاب، ذبائحهم ذبائح أهل الكتاب. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، النكاح، باب من دان دين اليهود والنصارىٰ من الصابئين والسامرة ٤٢٦/١٠، رقم: ١٤٢١٥)

تزوج حذيفة بيهودية فكتب إليه عمر رضي الله عنه: إن خل سبيلها فكتب إليه حذيفة احرام هي؟ فكتب إليه عمر لا، ولكن أخاف أن توقعوا المومسات منهن. (أحكام القرآن للجصاص: ٣٢٤/٢)

ونكاح الكتابية جائز للمسلم، سواء كانت حربية أو غير حربية. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٧٠/٤، زكريا)

وكل من يعتقد دينا سماويًا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد عليه السلام، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأهل ذبائحهم. (الفتاوىٰ الهندية، القسم السابع المحرمات بالشرك: ٢٨١/١، زكريا، وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ١٨٣/٣، زكريا، الدر المختار، فصل في المحرمات: ٤٥/٣، كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۱۰/۱۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۱۸/۸-۳۱۹) ☆

☆ کیا آج کے زمانے میں صحیح اہل کتاب موجود ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل صحیح اہل کتاب موجود ہیں کہ نہیں؟ نیز آج کل کے عیسائیوں سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

یہود اور نصاریٰ کے عقائد کتنے ہی خراب ہوں، اگر وہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ اہل کتاب ہوں گے، لہٰذا ان کی عورتوں سے نکاح بھی جائز ہوگا؛ لیکن آج کل کے اکثر یہودی اور نصرانی کسی کتاب اور رسول کو نہیں مانتے، محض نام کے یہودی اور نصرانی ہیں؛ بلکہ یہ لامذہب اور دھریے ہیں، اہل کتاب نہیں، لہٰذا ان سے نکاح ناجائز ہے، البتہ اگر کسی کے بارے میں تحقیق ہو کہ یہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتی ہے تو فی نفسہ نکاح تو جائز ہے؛ مگر بے شمار مفاسد کی بنا پر احتراز ضروری ہے، چنانچہ معارف القرآن (۶۴/۳) میں ہے:

''اوّل تو بہت سے لوگ آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی اور نصرانی لکھواتے ہیں، ان میں بہت سے وہ لوگ ہیں، جو اپنے عقیدے کی رو سے یہودیت اور نصرانیت کو ایک لعنت سمجھتے ہیں، نہ تو ان کا توراۃ اور انجیل پر عقیدہ ہے اور نہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر، وہ عقیدے کے اعتبار سے بالکل لامذہب اور دھریئے ہیں، الغرض قرآن وسنت اور اسوۂ صحابہ کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی طور پر پرہیز کریں۔ ==

موجودہ دور کے اہل کتاب سے نکاح:

سوال (الف) کیا ایک مسلمان مرد موجودہ سماج کی کرسچن لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟ اگر شادی کر چکا ہے تو اس کے ازدواجی تعلقات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(ب) موجودہ سماج میں کسی مسلمان لڑکی کا کسی اہل کتاب لڑکے سے شادی کرنا کیا شرعا درست ہے؟

(ابو یوسف، میر جملہ ٹنک)

الجواب

(الف) جو لوگ نام کے عیسائی اور یہودی ہوں؛ لیکن عقیدہ کے اعتبار سے خدا کے وجود، نبوت ووحی اور ملائکہ وغیرہ کے قائل نہ ہوں، وہ ملحد ہیں، ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں، گو خاندانی نسبت کی بنا پر وہ یہودی، یا نصرانی کہلاتے ہوں۔

(ب) جو لوگ مذہبی اعتبار سے واقعی یہودی، یا عیسائی ہوں، گو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا ٹھہراتے ہوں؛ لیکن عفت وعصمت اور پاکدامنی کا ان کے یہاں لحاظ نہ ہو تو ایسی عورتوں سے کسی مسلمان مرد کا نکاح کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ قرآن میں پاک دامن کتابیہ عورت سے نکاح کی اجازت دی ہے۔

(ج) جو لوگ واقعی اہل کتاب ہوں اور ان کی عورتوں کے بارے میں پاک دامن ہونے کا گمان ہو؛ لیکن وہ مسلمانوں کا ملک نہ ہو، بلکہ غیر مسلموں کو غلبہ حاصل ہو تو ایسی جگہ کتابیہ عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

"یکرہ تزوج نساء أهل الحرب من الکتابیات". (۱)

(د) موجودہ حالات میں مسلم ملکوں میں بھی ایسی عورتوں سے نکاح کرنا کراہت سے خالی نہیں۔ علامہ شامی نے ان سے نکاح کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔

"یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة" (۲)

علامہ شامیؒ نے یہ بات اپنے عہد کے لحاظ سے فرمائی ہے۔ موجودہ دور میں عرب حکمرانوں اور اعلیٰ عہدیداروں کی زوجیت میں یہودی اور عیسائی خواتین کے رہنے نے ایسے فتنے پیدا کئے ہیں اور عالم اسلام کو ایسا ناقابل تلافی نقصان پہونچایا ہے کہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم

== لمافی احکام القرآن للعثمانی (۴۰۲/۳): کان ابن عمر رضی اللہ عنهما واقفا فی حکم نکاح الکتابیات من غیر قاطع فیه بشی... وما ذکر عنه من الکراهة یدل علی انه لیس علی وجه التحریم... وانما کره عمر ذلک لئلا یزهد الناس فی المسلمات او لغیر ذلک من المعانی کماحدثنا ابو کریب... عن شقیق قال تزوج حذیفة یهودیة فکتب الیه عمر خل سبیلها فکتب الیه اتزعم انها حرام فاخلی سبیلها فقال لا ازعم انها حرام ولکنی اخاف ان تغاظوا المؤمنات منهن. (نجم الفتاویٰ: ۲۱۲/۴)

(۱) أحکام القرآن للجصاص: ۳۲/۱

(۲) رد المحتار: ۴۵/۳، ط، کراتشی

(ب) جہاں تک مسلمان عورتوں کے اہل کتاب مردوں سے نکاح کی بات ہے، یہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے، کسی بھی غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۳۵۴/۴،۳۵۵)

بحالتِ مجبوری اہلِ کتاب سے نکاح:

سوال: یہودی اور عیسائی جو کہ اہل کتاب ہونے کا دعوی کرتے ہیں، ان کی لڑکیوں سے بغیر ان کو مسلمان کیئے ہوئے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو، جہاں مسلمان عورتیں نہ ہوں اور اس کو ابتلا کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے اہل کتاب کی عورت سے نکاح کی اجازت ہے، اہل کتاب ہونے کے لیے ان کا دعویٰ کافی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تصریح کی ہے۔(۲) بغیر مجبوری کے ان سے نکاح نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۴/۵/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۴۵۲/۱۱)

کتابیہ بیوی کو اسلام پر مجبور کرنا جائز ہے، یا نہیں اور اس نکاح کا طریقہ کیا ہے:

سوال: اہل کتاب سے جو نکاح درست ہے تو منکوحہ عقد مسلمان میں بلا پردہ کے رہ سکتی ہے، یا پردہ میں؟ اور اسلام پر مجبور کیا جاوے گا، یا نہیں؟ اور عقد مسلمانوں کی طرح ہوگا، یا اور کس طرح؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

پردہ پر مجبور کرسکتا ہے، اسلام پر نہیں اور عقد مسلمانوں کی طرح ایجاب وقبول کے ساتھ روبرو گواہوں کے ہونا چاہیے، (۳) اور اولاد مسلمان ہوگی۔

كما فی الدر المختار: والولد يتبع خير الأبوين ديناً. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۲۹۲/۷)

---

(۱) سورة البقرة: ۲۲۱

(۲) "ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات، والأولىٰ أن لايفعل ولايأكل ذبيحتهم إلا لضرورة، وتكره الكتابية الحربية إجماعاً لافتتاح باب الفتنة، آه". (الدر المختار)

"(قوله: مقرة بالكتاب) في النهر عن الزيلعي: واعلم أن من اعتقد ديناً سماوياً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم، قال في البحر: وحاصله أن المذهب اطلاقه لما ذكره شمس الأئمة في المبسوط من أن ذبيحة النصراني حلال مطقاً، سواء قال بثالث ثلاثة أولا، لإطلاق الكتاب هنا" (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب مهم في وطء السراري: ۴۵/۳، سعيد)

(۳) وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر... وشرط حضور شاهدين ... كماصح نكاح مسلم ذمية عند ذميين ولومخالفين لدينها. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۱/۲-۳۷۳، ظفير)

(۴) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۵۴۱/۲، ظفير

اہل کتاب مرد سے شادی قطعاً حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسلمان مرد کے لیے اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرنا درست ہے؛ لیکن آیا اس کے برعکس کہ مسلمان عورت کی شادی اہل کتاب میں سے کسی مرد کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

یہ کہنا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرنا درست ہے، یہ علی الاطلاق صحیح نہیں؛ بلکہ اہل کتاب میں سے جو لوگ اپنے عقائد کے پیروکار ہیں، ان سے نکاح کرنا صحیح ہے؛ لیکن وہ اہل کتاب کہ جن کے عقائد دہریوں کی طرح ہوں، جیسا کہ آج کل عام طور پر اہل کتاب ایسے ہی ہیں، ان سے شادی کرنا جائز نہیں اور دوسری صورت میں مسلمان عورت کی شادی اہل کتاب میں سے کسی مرد کے ساتھ جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ دین اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر فوقیت حاصل ہے۔ نیز فطری طور پر رشتہ ازدواج کے بعد مرد عورت پر مسلط ہوتا ہے، لہٰذا عورت کی اہل کتاب میں شادی کی صورت میں عورت کے بددین ہونے کا قوی خدشہ ہے، اس کے علاوہ بھی کئی وجوہات ہیں، جس کی بنا پر مسلمان عورت کی شادی اہل کتاب میں جائز نہیں۔

لما فی القرآن الكريم (المائدة: ٥): ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ.

وفی الفتاویٰ النتف (ص: ١٦٨): وأما الكفر فإنه يحل للمسلم نكاح الكتابية ولا يحل له غيرهن من الكوافر وليس للمسلمة أن تنكح إلا مسلماً. (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۱۴) ☆

☆ عیسائی مرد سے نکاح قطعاً باطل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک لڑکی نے ایک عیسائی، یا کرسچن لڑکے کے ساتھ بھاگ کر شادی کر لی، اس کے بعد لڑکی حاملہ ہوگئی، پھر عیسائی لڑکا مسلمان ہوگیا اور بعد میں لڑکی عیسائی ہوگئی۔ پوچھنا ہے کہ ان دونوں کا نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اور بچہ ولدالزنا شمار ہوگا، یا نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مسلمان عورت کا عیسائی مرد سے نکاح حرام ہے اور ان کے ملاپ سے جو اولاد ہوگی، وہ بھی حرام ہوگی، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ بچہ ولد الحرام شمار ہوگا اور مذکورہ لڑکی جو عیسائی ہوگئی ہے، شرعاً مرتدہ کہلائی جائے گی، اگر دوبارہ اسلام قبول کر لیتی ہے تو ٹھیک، ورنہ اس کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں اور شرعاً اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید میں ڈال دیا جائے گا۔

لما فی القرآن الكريم (البقرة: ٢٢١): ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾ (الآية) ==

عیسائی رسم ورواج کے مطابق شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید میری بیوی کا بھائی (سالا) ہے، جوکہ پیشہ کے لحاظ سے ایک ڈاکٹر ہے اور سردست سعودی عربیہ میں نوکری کرتا ہے، سال گزشتہ ممبئی میں ایک عیسائی لڑکی (کرسچن) کو مسلمان کرانے کے بعد مولانا منصور صاحب کے ذریعہ سے نکاح پڑھوایا، پھر دو چار روز کے بعد ہی اسی کرسچن لڑکی سے (شاید لڑکی کے والدین کی خوشی کے خاطر) دوبارہ عیسائی رسم ورواج وطور وطریقہ سے شادی ہوئی۔ اب اس صورت میں کیا وہ دونوں مسلمان کہے جاسکتے ہیں؟ اور کیا ان کا نکاح قائم ہے؟ اور اب ان کے تعلقات کس نوعیت کے ہوں گے؟ اور اگر ان سے کوئی اولاد ہوئی تو کیا کہا جائے گا؟ نیز ایسی حالت میں ہم میاں بیوی زید اور ان کے منکوحہ سے رشتہ داری برقرار رکھے، یا نہیں؟ جواب باصواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں وعندالناس مشکور ہوں۔

(المستفتی: محمد حبیب ولد حاجی محمد ایوب نیا گودام)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر مذکورہ لڑکی حالت اسلام میں شرعی نکاح ہوجانے کے بعد مرتد ہوکر عیسائی نہ ہوئی ہو اور نہ ہی زید مرتد ہوکر عیسائی ہوا ہے؛ بلکہ صرف لڑکی کے عیسائی والدین کو خوش کرنے کے لیے عیسائی طریقہ پر نکاح کو اختیار کیا ہے تو دونوں شرعاً مسلمان ہیں اور دونوں کا شرعی نکاح بھی باقی ہے، ان سے دینی اور عرفی رابطہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم: ۹/۱۸۳، جدید ڈابھیل: ۱۰/۵۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴/ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۱۵۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۴/ ۳/ ۱۴۱۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۵۳، ۲۵۴)

عیسائی طریقہ نکاح خوانی کے بعد اسلامی طریق سے نکاح پڑھے تو کیا حکم ہے:

سوال: مسلمان مرد نے عیسائی عورت سے عیسائی طریق پر کلیسا (دیول) میں جا کر شادی کی، تھوڑی مدت کے بعد اسلامی اصول کے مطابق دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرائے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ:

== وفي المصنف لابن أبي شيبة (۱٤/ ۵۹٦، كتاب الحدود): عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه.

وفي الشامية (۳/ ۱۳۲، مطلب في النكاح الفاسد): نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة لأنه نكاح باطل.

وفي الفقه الإسلامي (۹/ ٦٦١٤) زواج المسلمة بكافر، وزواج المرتدة: فلا تحل مسلمة لكافر بالإجماع لقوله تعالى: ﴿ولا تُنكحوا المشركين﴾. (نجم الفتاویٰ: ۴/ ۲٦۴، ۲٦۵)

(۱)　عورت کو اولاد ہوئی تو اس اولاد کو عیسائی مذہب کے مطابق چرچ (گرجا) میں لے جا کر بپتسمہ (عیسائی بنانا) کرانے سے مسلمان مرد کے نکاح میں خرابی آئی، یا نہیں؟ خرابی آئے تو کیا کرے، بار دیگر ایجاب وقبول کرائے؟

(۲)　وہ اولاد مسلمان ہے کہ عیسائی؟

(۳)　اس اولاد کا عقیقہ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

بے شک عورت عیسائی ہو، یا یہودی (اسلام کو چھوڑ کر یہودیہ نصرانیہ نہ بنی ہو) اور اپنے مذہب کے اصول اور پیغمبر اور کتب سماویہ کو مانتی ہو، محض برائے نام کتابیہ اور درحقیقت لا مذہب دہریہ اور سائنس پرست نہ ہو (اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا مانتی ہو) تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿والمحصنت من الذين أوتوا الكتب من قبلكم﴾(سورة المائدة:٥)

(یعنی اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں کی پاکدامن عورتیں حلال ہیں۔)

لیکن فی زمانناشرعی مصلحت کی بنا پر یہودی و نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرنے اور خلط ملط رکھنے کی اجازت نہیں، بالخصوص دارالحرب اور کفرستان میں کہ اس میل جول اور خراب ماحول کے اثر سے اولاً خود اس کے، پھر اولاد کے عقائد اور اخلاق بگڑنے کا پورا پورا اندیشہ ہے۔شامی (۲/۳۹۷) میں ہے:

ويجوز تزوج الكنابيات والأولٰى أن لايفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلالضرورة وتكره الكتابية الحربية إجماعاً لا فتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دارالحرب تعرض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر (إلٰى قوله) وما بعده يفيد كراهة التحريم فى الحربية. (شامی:۳۹۷/۲،فصل فی المحرمات)

فرمان خداوندی ہے:

﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا افتمسكم النار﴾(سورة الهود:١١)

(ترجمہ:اے مسلمانو! ان ظالموں کی طرف مت جھکو کہ تم کو دوزخ کی آگ چمٹ جائے گی۔)

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور غلبہ اسلام کا دور تھا۔مسلمانوں کے جذبات نہایت پاک اور مقدس اور ہر ایک جذبہ پر اسلامی ذوق غالب تھا۔اس کے باوجود آپ نے کتابی عورتوں (عیسائی عورتوں) سے نکاح کی ممانعت فرمادی۔آپ نے فرمایا: میں حلال کو حرام قرار نہیں دیتا، بے شک اللہ تعالیٰ نے کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے؛ مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ اس اجازت پر عمل نہ کیا جائے۔حضرت فاروق اعظم نے اس زمانہ کی عیسائی عورتوں کے متعلق یہ ممانعت فرمائی تھی، جب کہ وہ مذہب پرست اور کتابی تھیں؛ مگر ہمارے اس

دور میں نہ صحیح کتابیت ہے، نہ مذہبیت؛ بلکہ دہریت اور سراسر سائنس پرستی ہے۔اس وقت زیادہ ضروری ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ممانعت پر عمل کیا جائے اور نکاح نہ کیا جائے۔تفسیر حقانی میں ہے:

''آج کل کے ملاحدہ یورپ تو ہرگز عیسائی شمار نہ ہوں گے''۔(۱۱/۴)

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کا فتویٰ ہے:

''لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں، وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں، ایسوں کے لیے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے''۔(امداد الفتاویٰ:۲/۱۷۰،تفسیر بیان القرآن:۳/۹)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:

''آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں، ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں، جو دہری ہیں، کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے؛ بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں، یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں؛مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہوسکتے۔(فتاویٰ دارالعلوم قدیم:۱/۱۶۰)

عمدۃ المفسرین حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ کی تحقیق:

''مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بہ کثرت وہ ہیں، جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں، نہ مذہب کے، نہ خدا کے۔ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا،لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریک کی نہیں؛لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا مرتکب ہونا پڑتا ہو؛ بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہوتو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی''۔(فوائد سورۃ المائدۃ،ص:۱۷۱،پ:۶،از مولانا شبیر احمد عثمانی)

ضعیف الایمان اور ضعیف الاعتقاد کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔مسلم حقیقت ہے کہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے اور دانشوروں کا یہ قول بھی مشہور ہے:

''**القبائح متعدية و الطبائع متأثرة**''.

بری خصلتیں اور بری عادتیں متعدی ہوتی ہیں (ساتھیوں کو لگ جاتی ہیں) اور طبیعتیں چور ہیں، خراب باتوں کا اثر قبول کرلیتی ہیں؛اس لیے بزرگان دین رحمہم اللہ کی زریں نصیحت ہے کہ:

تا توانی دور شو از یار بد
یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمی بر جاں زند
یار بد بر جان و بر ایماں زند

(ترجمہ: جہاں تک ممکن ہو برے دوست سے دور رہو، برساتی زہریلے سانپ سے زیادہ خطرناک ہے، سانپ تو فقط جان پر ڈنک مارتا ہے؛ مگر براساتھی جان اور ایمان دونوں پر ڈنک مارتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

اس ضروری تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے مختصر جوابات یہ ہیں:

(۱)　مسلمان مرد نے عیسائی عورت سے اس کے دیول (گرجا) میں جا کر اس کے مذہبی قواعد کے مطابق شادی کی، یہ شادی معتبر نہیں ہے۔ اگر درحقیقت عورت کتابیہ ہو، لا مذہب نہ ہو اور اپنے مذہب کے اصول کو، پیغمبر کو، نیز آسمانی کتاب کو ماننے والی ہو (چاہے عمل نہ ہو) اور اسلامی قاعدہ کے مطابق ایجاب وقبول ہو تو نکاح صحیح اور قابل اعتبار ہوگا؛ مگر پھر اپنی مرضی سے عیسائی مذہب کے مطابق چرچ میں جا کر اولاد کو بتپسمہ کرانا شان اسلامی کے خلاف ہے اور عملاً اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات سے انحراف اور بے دینی کا کام ہے، لہٰذا توبہ واستغفار اور راز سرنو اسلام لانا اور از سرنو نکاح پڑھنے کا حکم عائد ہوگا۔ تفسیر بیضاوی میں ہے:

وإنما عد منه ليس الغيار وشد الزنار ونحوها كفراً لأنها تدل على التكذيب فإن من صدق رسول الله صلى الله على وسلم لايجترء عليا ظاهراً لا لأنها كفر فى أنفسها. (تفسیر البیضاوی: ۳۲/۱)

(یعنی: زنا وغیرہ باندھنے کو اس لیے کفر گردانا کہ یہ باتیں تکذیب کی علامت ہیں؛ کیوں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے، وہ کھلم کھلا ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔)

بہر حال اس شخص کو تو از سرنو نکاح کرنے اور ایمان لانے کا حکم دیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

"يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح". (شامی: ۴۱۴/۳، باب المرتد)

سوال نمبر (۲) کا جواب:

(۲)　یہ اولاد مسلمان مانی جائے گی، مذہب کے بارے میں اولاد باپ کی تابع ہوتی ہے، باپ مسلمان تو اولاد بھی مسلمان ہے۔

(۳)　عقیقہ کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-----------)

جس کا شوہر عیسائی ہو جائے، وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال:　میرا زوج فتح محمد چک جمال والا علاقۂ بمبئی میں گیا ہوا ہے، جس کے متعلق بمبئی کے خطوط میں شہادتیں ہیں کہ وہ عیسائی ہو گیا ہے تو شرعاً میں نکاح کرسکتی ہوں، یا نہیں؟

الجواب

شامی میں خانیہ سے منقول ہے:

قالت ارتد زوجي بعد النكاح وسعه أن يعتمد علىٰ خبرها ويتزوجها. (۱)

(۱)　رد المحتار، باب العدة: ۸۴۷/۲. ظفیر

وفی جامع الفصولین أخبرها وأحد بموت زوجها أویردته أوبتطلیقها حل لها التزوج.(۱)

ان عبارات سے واضح ہے کہ ایسی خبروں پر اعتماد کرکے اس کی زوجہ نکاح ثانی کرسکتی ہے،شہادت شرعیہ کی ضرورت نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۸۴/۷و۲۸۵)

مرتدہ سے نکاح جوعیسائی ہوگئی،کیاحکم ہے:

سوال: ایک مسلمان عورت منکوحہ عیسائی ہوگئی تواس کا نکاح فسخ ہوا،یانہیں؟اور پھر دوبارہ ایک مسلمان سے نکاح ہوا،یہ صحیح ہوا،یانہیں؟اورنکاح کرنے والےاورنکاح خواں کے لیے کیاحکم ہے،ناکح کی پہلی زوجہ مسلمہ اس کے نکاح سے خارج ہوئی،یانہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

وارتداد أحدهما أی الزوجین فسخ عاجل.(۲)

وصح نكاح كتابية مومنة بنبی مرسل مقرة بكتاب منزل وان اعتقدوالمسيح إلٰها وكذا حل ذبيحتهم على المذهب بحر.(الدرالمختار)(۳)

اول عبارت سے معلوم ہوا کہ پہلا نکاح عیسائی ہونے کے بعد فسخ ہوگیا اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ دوسرا نکاح اس کا مسلمان سے اگر عدت کے بعد ہوا صحیح ہے۔

هٰذا قول الصاحبين قال فی الخانية وفی قول صاحبيه نكاحها باطل حتٰی تعتد بثلاث حيض.(شامی)

امام نکاح خواں پر کچھ مواخذہ شرعاً نہیں ہےاور جس مسلمان نے اس کتابیہ عیسائیہ سے نکاح کیا ہے،اس کی پہلی زوجہ مسلمہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی،اس کا نکاح بھی باقی ہے۔(۴)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۹۶/۷۔۲۹۷)

---

(۱) رد المحتارمع الدرالمختار:٢١٠/٤،ظفير

(۲) الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار،باب نكاح الكافر:٥٣٩/٢،ظفير

(۳) الدرالمختار،باب المحرمات:٣٩٧/٢

خاکسارمرتب کے خیال میں مرتدہ اور کتابیہ دونوں کاحکم مختلف ہے،فقہاء نے صراحت کردی ہے کہ مرتدہ سے نکاح درست نہیں ہے۔

ولايصح أن ينكح مرتداً أومرتدة أحد من الناس مطلقاً.(الدرالمختار)مطلقاً أی مسلماً أوكافراً أومرتدا وهو تأكيد لما فهم من النكرةفی النفی.(ردالمحتار،باب نكاح الكافر:٥٤٥/٢)

وكذا المرتدة لايتزوجها مسلم ولاكافر؛لأنهامحبوسة للتأمل إلخ.(الهداية،باب نكاح المشرك:٣٢٦/٢)

لہٰذاصورت مسئولہ میں اس مرتدہ کاجوعیسائی ہوگئی،دوبارہ نکاح مسلمان سے درست نہیں ہوا۔واللہ اعلم[ظفیر مفتاحی]

(۴) گزشتہ حاشیہ ملاحظہ فرمالیں۔ظفیر

اِسلام کے بعد عیسائیت اختیار کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آج سے پندرہ سال قبل ایک عیسائی لڑکی کے ایمان قبول کرنے کے بعد اس سے میرا نکاح ہوا اور اس سے چار بچیاں ہیں، آج سے سات مہینہ قبل قرآنِ کریم کو غصہ میں آکر پھینکا اور کھانے کے وقت عیسائی مذہب کے مطابق آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھتی ہیں، اس کے بعد کھانا شروع کرتی ہیں، جب میں پوچھتا ہوں کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ تو وہ بولتی ہیں کہ جو شادی سے پہلے میرا مذہب تھا، اب وہی میرا مذہب ہے، اب آیا اِس صورت میں اُس سے نکاح میرا باقی رہا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جس وقت آپ کی بیوی نے قرآنِ کریم کو غصہ میں پھینکا اور یہ اِقرار کیا کہ شادی سے پہلے جو میرا مذہب تھا، اب بھی وہی مذہب ہے، اِسی وقت وہ اِسلام سے خارج اور مرتد ہوگئی اور آپ کا اس سے ازدواجی تعلق باقی نہیں رہا، اَب دونوں میں فوری طور پر جدائیگی لازم ہے اور جب تک وہ دوبارہ صدق دل سے ایمان نہ لائے اور اُس سے آپ کا دوبارہ نکاح نہ ہو، اُس وقت تک وہ آپ کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔

عن الحسن قال: إذا ارتد المرتد عن الإسلام انقطع ما بينه وبين امرأته، فقال الثوری: والرجل والمرأة سواء. (المصنف لعبد الرزاق: ۱٦۱/۷، رقم: ۱۲٦۱۷، بيروت)

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما فی الحال. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۸٦۲/٤، رقم: ٦۱٥۰، زكريا)

إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة؛لأن الردة تنافی النكاح، ويكون ذلک فسخا عاجلا. (الموسوعة الفقهية: ۱۹۸/۲۲، بيروت)

وارتداد أحدهما أی الزوجين فسخ. وتحته فی الشامية: فلو ارتد مراراً وجدد الإسلام فی كل مرة وجدد النكاح علىٰ قول أبی حنيفة تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع الشامی، باب نكاح الكافر: ۳٦٦/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۶/۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۱۹-۳۲۰)

مسلمان لڑکے لڑکی کا نکاح مشرک کے ساتھ حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا مسلم لڑکے، یا لڑکی کا غیر مسلم کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ اُن کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا جائیداد موروثی میں اُن کا حق ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسلمان لڑکے لڑکی کا نکاح غیر مسلم مشرک کے ساتھ قطعاً حرام ہے، اس رشتہ سے پیدا شدہ اَولاد کا نسب مسلمان

سے ثابت نہ ہوگا اور یہ اولاد اُس کی وارث بھی نہ ہوگی، البتہ اگر مسلمان لڑکا اور عیسائی، یا یہودی لڑکی ہو تو نکاح کی گنجائش ہے گو کہ بہتر نہیں ہے اور اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ... وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾(سورة البقرة: ۲۲۱)

أخرج عبد الرزاق عن الحسن بن محمد بن علي رضي اللّٰه عنه قال: كتب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلى مجوس هجر يدعوهم إلى الإسلام، فمن أسلم قبل منه الحق، ومن أبىٰ كتب عليه الجزية، ولا تؤكل لهم ذبيحة، ولا تنكح منهم امرأة. (المصنف لابن عبد الرزاق، كتاب أهل الكتاب، أخذ الجزية من المجوس: ٦/٦٩، رقم: ١٠٠٢٨)

نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه، ولا تجب العدة؛ لأنه نكاح باطل. (شامی ٤/٢٧٤، زكريا)

قال تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾(سورة المائدة: ٥)

وصح نكاح كتابية وإن كره تنزيها مؤمنة بنبي ... مقرّة بكتاب. (شامی: ٤/١٢٥-١٣٤، زكريا)

لأن النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد. (الهداية، باب ثبوت النسب: ٣/٣٠٩، کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۴/۳/۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۲۱-۳۲۲)

غیر مسلم سے نکاح:

سوال: ایک غیر مسلم شخص نے ایک مسلم عورت سے نکاح کر رکھا تھا اور اپنا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ رکھا تھا۔ اس عورت کے کوئی اولاد نہیں ہوتی تو وہ ایک روز میرے پاس آ کر کہنے لگی کہ تم اپنی لڑکی کی شادی میرے خاوند سے کردو، چناں چہ میں نے اس عورت کا اعتبار کر کے لڑکی کی شادی اس شخص سے کردی، تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ غیر مسلم ہے۔ لڑکی صرف دو یوم اس کے پاس رہی، اس کے بعد وہاں نہیں گئی۔ اب وہ شخص چار سال سے لا پتہ ہے، تلاش کے بعد بھی اس کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی نے وہاں کفر وشرک دیکھا، مثلاً یہ کہ بت کو سجدہ کیا گیا تو شرعاً یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا، (۱) آپ نے سخت غلطی

---

(۱) ومنها: إسلام الرجل إذا كان المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتىٰ يؤمنوا﴾. (بدائع الصنائع، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ٣/٤٦٥، دار لكتب العلمية، بيروت)

وكما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً في قاذورة، فإنه يكفر وإن كان مصدقاً. (رد المحتار، باب المرتد: ٤/٢٢٢، سعيد)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتىٰ يؤمنوا﴾ (البقرة: ٢٢١)

کی کہ بلا تحقیق اپنی لڑکی ایسی جگہ جھونک دیا، اب با قاعدہ شریعت کے مطابق جانی پہچانی مناسب جگہ اس کا عقد کردیں اور اس عورت کو بھی وہاں سے علاحدہ کرنے کی کوشش کریں، جس نے اس نکاح کی سفارش کی تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۶/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۴۰)

غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کا نکاح:

سوال: اگر کوئی مسلمان عورت ہندو سے شادی کرلے اور اس کا شوہر اسلام قبول نہ کرے تو کیا عورت اس کے ساتھ زندگی بسر کرسکتی ہے؟ (فاطمہ جبین، اکبر باغ، حیدرآباد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ہرگز نہیں! کسی غیر مسلم مرد سے خواہ وہ کسی مذہب کا ماننے والا ہو، مسلمان عورت کا نکاح ہی نہیں ہوسکتا؛ (۱) اس لیے جب تک یہ عورت اس مرد کے ساتھ رہے گی، مسلسل گناہ کی مرتکب ہوگی، ایسی خواتین کو سمجھا کر علاحدگی پر آمادہ کرنا چاہیے، یا کوشش کرنی چاہیے کہ غیر مسلم مرد اسلام لے آئے اور پھر سے نکاح کر دیا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۵۸) ☆

(۱) سورة البقرة: ۲۲۱

☆ **ہندو شخص کا مسلم لڑکی سے نکاح کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی ہندو شخص اپنے مذہب کو تبدیل کئے بغیر کسی مسلم لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو کیا اس کا نکاح مسلم شرائط پر ہوسکتا ہے؟ اور اگر کوئی قاضی ہندو لڑکے کا مسلم لڑکی سے نکاح کرادے تو کیا قاضی کے نکاح پڑھانے سے یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

کسی ہندو شخص کا اِسلام لائے بغیر کسی مسلم لڑکی سے نکاح قطعاً حلال نہیں اور اگر کوئی قاضی ہندو کا نکاح مسلمان لڑکی سے کردے تو وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا﴾ (البقرة: ۲۲۱)

ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز نكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا﴾ (البقرة: ۲۲۱). (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/۴٦٥، دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ الهندية، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۲، زكريا، وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۹/٦٦٥۲، رشيدية)

ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ... ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۲، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۳/۲۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۲۰-۳۲۱)

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کالعدم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت مسلمان ہوگئی اور دادا نے جبراً ایک غیر مسلم کو نکاح پر دے دی۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عصمت بیگم زیدہ مردان، ۱۴؍صفر المظفر ۱۴۰۱ھ)

الجواب ــــــــــــــــ

مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کے درمیان عقد نکاح نامنظور اور کالعدم ہے، خواہ یہ نکاح طوعاً ہو، یا کرہاً ہو اور خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب ہو، یا غیر اہل کتاب۔

کما فی البدائع (۲۷۱/۲) ومنها اسلام الرجل اذا کانت المرأة مسلمة فلا یجوز النکاح المؤمنة الکافر لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا﴾ (الآیة)... والنص إن ورد فی المشرکین لٰکن العلة وهی الدعاء إلی النار یعم الکفرة أجمع فیتعمم الحکم بعموم العلة فلا یجوز انکاح المسلمة الکتابی کما لا یجوز انکاحها الوثنی والمجوسی لان الشرع قطع ولایة الکافرین عن المؤمنین بقوله تعالیٰ: ﴿ولن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلا﴾ (الآیة)

(بدائع الصنائع: ۵۵٤/۲، من شروط صحة النکاح ان لا تکون مشرکة) **وهوالموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۵/۴) ☆

غیر مذہب لڑکے سے نکاح:

سوال: ایک شادی تصویر آپ کی خدمت میں ارسال ہے، ایسے مسلمان ماں باپ کو سکھ کہا جائے، یا مسلمان؟ جنہوں نے اپنی لڑکی خوشی کے ساتھ غیر مذہب لڑکے کے (سیول میرج کے ذریعہ) حوالے کی ہو؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مسلمان لڑکی کی شادی غیر مذہب والے سے قطعاً حرام ہے، یہ نکاح نہیں؛ بلکہ حرام کاری اور زنا ہے، (۱) جو باپ

☆ **مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح:**

سوال: ایک مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم کے ساتھ جائز نہیں، خواہ یہ نکاح طوعاً ہو، یا کرہاً، خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب سے، یا غیر اہل کتاب سے ہو۔

لقولہٖ تعالیٰ: ﴿ولاتنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولوأعجبکم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

قال العلامة الکاسانی رحمه الله؛ ومنها إسلام الرجل إذا کانت المرأة مسلمة. (بدائع الصنائع: ۲۷۱/۲، فصل کتاب النکاح)، ومثلهٗ فی الهندیة: ۲۸۲/۱، کتاب النکاح) (فتاوی حقانیہ: ۳۴۱/۴)

(۱) قال الله تعالیٰ ﴿ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا، ولعبد مؤمن خیرمن مشرک ولوأعجبکم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

اپنی لڑکی کی شادی اس طرح کردے، وہ بے غیرت اور دیوث ہے،(۱) اس نے قرآن حکیم کے حکم کو توڑا ہے، صاف قرآن کریم میں ہے۔(۲) ایسے شخص سے بالکل قطع تعلق کردیا جائے؛(۳) تاکہ اس کی خباثت کے مہلک اثرات سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں اور بہتر یہ ہے کہ اس لڑکے کو بزرگوں سے ملا دیا جائے اور اسلامی اخلاق کی تعلیم ومطالعہ کی اہمیت دی جائے، کیا بعید ہے کہ اللہ پاک اس کے دل میں اسلام کی محبت وعظمت پیدا فرمائے اور وہ اسلام قبول کر لے، پھر ان دونوں کا نکاح دوبارہ کردیا جائے، اس لڑکی اور لڑکے دونوں کی عاقبت درست ہوجائے گی اور دونوں تباہی وہلاکت سے بچ جائیں گے (وماذلک علی اللہ بعزیز) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۹/۱۱)

مسلمان لڑکی کا غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہونا:

سوال: ایک مسلم لڑکی ایک غیر مذہب لڑکے (دھوبی) کے ساتھ فرار ہوچکی ہے، تین ماہ کا عرصہ گزرا ہے، ابھی حرام میں مبتلا ہے، اسی کے ساتھ گزر بسر کررہی ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے چھڑا کر کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کردو، کیا ہم اپنے نظروں سے دیکھتے ہوئے دوسرے بھائی کو دھوکہ دے سکتے ہیں؟ اور لڑکی کا باپ تو بالکل گھر میں لے آنے پر راضی نہیں ہے، اس لڑکی کو مار ڈالنے پر تلا ہوا ہے، کیا ایسی لڑکی دین سے خارج ہے؟ کیا دین میں آنے کی گنجائش ہے؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہماری رہبری فرمائیں تو نوازش ہوگی۔　　(طیب اعظمی، یوپی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کسی مسلمان عورت کا نکاح کئے بغیر کسی شخص کے ساتھ فرار ہوجانا سخت گناہ ہے اور کافر کے ساتھ تو اور بھی شدید معصیت ہے؛ کیوں کہ کافر سے کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا؛(۴) لیکن توبہ استغفار کی وجہ سے بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف ہوجاتا ہے، اس کی وجہ سے لڑکی دین سے خارج نہیں ہوتی، لہٰذا یہ بات مناسب نہیں کہ اب اس لڑکی کو اس کا باپ اپنے گھر نہ آنے دے کہ اس کے نتیجے میں وہ اور برائیوں میں مبتلا ہوتی جائے گی اور نہ یہ مناسب اور شرعا درست ہے کہ لڑکی کو مارا جائے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے اور اگر وہ غیر مسلم لڑکا اسلام قبول

---

(۱) "هوأي الديوث، من لايغار علىٰ إمرأته أو محرمه". (الدر المختار، باب التعزير، مطلب فى الحرج المجرد: ۷۰/٤، سعيد)

(۲) ﴿لا هن حل لهم ولاهم يحلون لهن﴾ (سورة الممتحنة: ۱۰)

(۳) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ فيجوز فوق ذلک ... فإن هجرة أهل الهواء والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۷٥۸/۸، رشيديه)

(۴) البقرة: ۲۲۱

کرنے کو تیار ہو جائے تو اسے کلمہ پڑھا کر اسی سے نکاح کر دیا جائے اور اگر اس کے لیے تیار نہ ہو تو کسی اور مسلمان لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا جائے؛ تاکہ وہ حلال اور جائز طریقہ پر اپنی زندگی گزار سکے اور اگر وہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہو اور ابھی چار ماہ سے کم کا حمل ہو تو اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ اس کا حمل ساقط کر دیا جائے اور اس کے اس گناہ کی تشہیر اور لوگوں سے اس کا تذکرہ بھی درست نہیں؛ کیوں کہ اگر مسلمان سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو تو اس کے ساتھ ستر اور پردہ پوشی کا معاملہ کرنا چاہیے، حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔(۱)(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۵۹،۳۶۰)

غیر مسلم کے ساتھ فرار ہونے والی لڑکی کے احکام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہوگئی، دو سال سے رہ رہی ہے، بچہ بھی غیر مسلم سے پیدا ہوا ہے؛ لیکن چند مسلمانوں نے فکر کر کے اس مسلمان لڑکی کو اس غیر مسلم گھرانے سے نکال لیا ہے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ بچہ ہندو ہے، یا مسلمان؟ اس ہندو لڑکے کا ہے، یا مسلم لڑکی کا؟ اب اس فرار شدہ لڑکی کا ایک مسلمان لڑکے سے نکاح کرنا چاہ رہے ہیں۔ کیا اس لڑکی کو عدت گزارنا ضروری ہے، یا فوراً نکاح کر دیں اور دو سال غیر مسلم کے یہاں رہنے کی وجہ سے کیا اس لڑکی کا ایمان باقی رہا، یا تجدید ایمان ضروری ہے؟ (المستفتی: شمشاد احمد خاں، دھامپور، بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

حسب تحریر سوال ایک مسلمان لڑکی کا غیر مسلم لڑکے کے ساتھ دو سال میاں بیوی کی طرح رہنا زنا کاری اور حرام کاری ہے، لڑکی پر سچے دل سے توبہ واستغفار لازم ہے، دونوں میں علاحدگی کرا دینے کے بعد بچہ ماں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ماں کو دے دیا جائے گا اور مسلمان کہلائے گا؛ البتہ اب کسی مسلمان لڑکے سے نکاح کرنے کے لیے اس لڑکی پر عدت گزارنا لازم نہیں ہے؛ بلکہ علاحدگی کے بعد جب چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

أجمع العلماء على أنه لايحل للمسلمة أن تتزوج غير المسلم سواء إن مشركا،أومن أهل الكتاب. (فقه السنة: ۹۸/۲)/**عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما رجل عاهر بحرة،أو أمة فالولد ولدالزنا.** (سنن الترمذی،أبواب الفرائض،باب ما جاء فی الرجل يسلم علٰى يدى الرجل، النسخة الهندية: ۳۱/۲،۳۲، دارالسلام رقم:۲۱۱۳)/**الزنا حرام وهو من أكبر الكبائر بعد الشرك والقتل.** (الموسوعة الفقهية الكويتية : ۱۹/۲٤)/**لاعدة من الزنا.** (شامی، کراتشی: ٤/۲۳، زکریا: ٦/۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۹/۱۰۰۲۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۸/۴/۱۴۳۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۲۷۶،۲۷۷)

---

(۱) صحيح البخاري، رقم الحديث: ۲٤٤۲

کیا غیر مسلم کے ساتھ بھاگنے والی عورت کا نکاح ختم ہو جاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان شادی شدہ عورت اپنے ایک غیر مسلم نوکر کے ساتھ فرار ہوگئی، پولیس نے ایک مہینہ کے بعد اس کو برآمد کرلیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس شادی شدہ عورت کا نکاح اپنے شوہر سے قائم ہے، یا غیر مسلم کے ساتھ بھاگ جانے کی وجہ سے نکاح ختم ہوگیا؟ کیا تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے؟ (المستفتی: شمشاد احمد خاں، دھامپور، بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شادی شدہ مسلمان عورت غیر مسلم نوکر کے ساتھ بھاگ جانے کے بعد جتنے دن اس کے ساتھ رہی ہے، اتنے دن زنا کاری اور بدکاری ہوئی ہے اور زنا کی وجہ سے نکاح اپنے شوہر سے ختم نہیں ہوتا؛ بلکہ بدستور باقی رہتا ہے، البتہ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو سنگسار کر کے انہیں ختم کر دیا جاتا؛ لیکن یہاں چوں کہ اسلامی حکومت نہیں ہے؛ اس لیے ان پر یہ سزا عائد نہیں کی جاسکتی ہے؛ اس لیے عورت پر لازم ہے کہ سچے اور خالص دل سے توبہ کر کے اپنی اس حرکت پر نادم ہو اور تجدید ایمان کی بات اس وقت تک نہیں کہی جاسکتی، جب تک کہ اس عورت کی طرف سے کسی کفریہ عمل کی بات واضح نہ ہو جائے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

والمزنی بها لاتحرم علیٰ زوجها. (شامی، زکریا: ۱٤٤/٤، کراتشی: ۵۰/۳)

لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزنا. (شامی، کراچی: ۳٤/۳، زکریا: ۱۰۹/٤)

عن أبی ذر رضی الله عنه قال: أتيت النبی صلی الله عليه وسلم: وعليه ثوب أبيض وهو نائم، ثم أتيته وقد استيقظ، فقال: ما من عبد قال لا إله إلا الله، ثم مات على ذلک إلا دخل الجنة قلت وإن زنیٰ، وإن سرق، قال وإن زنیٰ، وإن سرق (قالها ثلاثاً). (صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب الثياب البيض، النسخة الهندية، ۸٦۷/۲، رقم: ۵۵۹۸، ف: ۵۸۲۷، مشكاة: ۱٤/۱، مستفاد: فتاوی دارالعلوم قدیم: ۵۲۶/۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۰۲۵/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۴/۱۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۷۸،۲۷۷/۱۳)

غیر مسلم کے ساتھ فرار ہونے والی لڑکی کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی ایک لڑکی جس کا نام وحیدہ خاتون بنت حاجی محمد تقی ہے، ممبئی شہر میں بھونڈی میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی تھی، اس لڑکی کی عمر سترہ سال اور شادی شدہ ہے، وحیدہ خاتون کے والدین اور پڑوسی غیر مسلم میں کچھ جھگڑا ہوگیا، جس کی وجہ سے دونوں

فریق کو چوٹ لگ گئی اور پولیس کیس قائم ہوا، غیر مسلم پڑوسی کو کیس ختم کرانے کے لیے اچھی خاصی رقم -/15000 روپیہ پولیس والوں کو دینا پڑا، اس کا بدلہ لینے کے لیے ان لوگوں نے حاجی محمد تقی صاحب اوران کے گھر والوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور وحیدہ خاتون اوران کے والدین اور گھر کے دیگر افراد سے تعلقات خوب خوشگوار ہو گئے اور ظاہراً پرانی عداوت قصہ پارینہ بن کر ختم ہوگئی اور دل میں بسی ہوئی پرانی عداوت بغض کی شکل میں ظاہر ہوئی، چناں چہ غیر مسلم پڑوسی نے اپنے لڑکے کو آمادہ کیا کہ وحیدہ خاتون، یا حاجی محمد تقی صاحب کے کسی لڑکے، یا لڑکی کو اغوا کر کے لا پتہ کر دیا جائے، چناں چہ پورے گھر والوں نے وحیدہ خاتون کے اغوا کرنے میں اہم رول ادا کیا، اس کے لیے پولیس والوں کو رقم دی گئی، محلّہ کے اوباش غنڈوں کا سہارا لیا گیا، مزید ایک اور لڑکی کو ساتھ دینے کی غرض سے رقم دی گئی، چناں چہ تین چار ماہ تک لڑکی غائب رہی، غیر مسلم پڑوسی کا لڑکا بڑودہ کے دیہی جنگلات میں لے کر فرار ہو گیا اور تین چار ماہ مسلسل اپنی ہوس کا شکار بناتا رہا، ایک دو ماہ میں وہ لڑکا اس لڑکی کو فروخت کرنے والا تھا کہ قدرت کی مشیت وہ لڑکی مل گئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱)　وحیدہ خاتون ایک شادی شدہ لڑکی ہے اور دوبارہ اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے، ایسی صورت میں شرعی شکل کیا ہوگی؟ تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا کوئی اور شکل ہے؟

(۲)　اگر اس لڑکی نے اپنی مرضی سے غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار کی راہ اختیار کر لی، جیسا کہ بعض معاندین کا کہنا ہے کہ لڑکی اور لڑکا دونوں اپنی مرضی اور خوشی سے بھاگ گئے تھے، جب کہ گھر والے مندرجہ بالا تفصیلات بتا رہے ہیں، بہر حال اگر برضا یہ معاملہ ہوا ہو، تو شرعی شکل کیا ہے؟ کیا ایسی شکل میں کلمہ وغیرہ پھر سے پڑھانا ضروری ہے؟

(۳)　غیر مسلم لڑکا اگر اسلام قبول کرتا ہے تو اس سے رشتہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۴)　حاجی محمد تقی اوران کے اہل خانہ پر بھی کچھ شرعی مؤاخذہ ہے، یا نہیں؟　(المستفتی: عبداللہ)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱،۲)　وحیدہ خاتون غیر کے ساتھ خواہ مرضی سے بھاگی ہو، یا زبردستی دونوں صورتوں میں وحیدہ خاتون پہلے شوہر کی بیوی رہے گی اور جس کے ساتھ بھاگی ہے، اس سے بدکاری ہوئی ہے، اسے اپنے اصل شوہر کے ساتھ رہ کر زوجیت کے حقوق ادا کرنا چاہیے۔

والمزنی بها لاتحرم علی زوجها. (شامی، کراتشی: ۵۰/۳، زکریا: ۱۴۴/۴، جدید: ۳۴۶/۱)

(۳)　اور جس غیر مسلم کے ساتھ بھاگی ہے، وہ اسلام لے آئے، تب بھی اس کی بیوی نہیں بنے گی۔

لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره. (عالمگیری، زکریا: ۲۸۰/۱)

(۴)　وحیدہ خاتون کے والدین کو شرعاً دیوث کہا جائے گا؛ اس لیے کہ انہوں نے اپنی لڑکی کو غیر محرم کے ساتھ اختلاط میں آزادی دی ہے، ایسوں کو حدیث میں دیوث کہا گیا ہے، لہٰذا ان کو بھی توبہ کرنا لازم ہے۔

عن عمار بن ياسر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إلى قوله امامد من الخمر فقد عرفناه فما الديوث من الرجال قال الذى لايبالى من دخل علىٰ أهله. (الحديث) (شعب الإيمان، باب فى الغيرة والمذاء، دارالكتب العلمية بيروت ٤١٢/٧، رقم: ١٠٨٠٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶ رشعبان المعظم ۱۴۲۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۵۲۸/۳۷) (فتاوی قاسمیہ: ۲۷۸/۱۳-۲۸۰)

شوہر کے ہندو ظاہر ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہوجانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ نے زید نومسلم سے شادی کی، ہندہ اور زید کا قریب پانچ سال ساتھ رہا، جس سے دو بچے ہیں؛ لیکن زید جو کہ بظاہر نومسلم تھا، ساڑھے چار سال سے قبل اچانک اپنی بیوی سے یہ کہہ کر غائب ہوگیا کہ یہ بھی ایک مثال رہے گی کہ ایک ہندو سے دو بچے ہوئے، اس دن سے آج تک اس کا کوئی پتہ نہیں ہے، جس کو ساڑھے چار سال کا عرصہ بیت چکا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر واپس ہوگیا، اب ہندہ اگر دوسرا نکاح کرنا چاہے، تو کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———————— وبالله التوفيق

برتقدیر صحتِ سوال فرید نومسلم کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ ''یہ بھی ایک مثال رہے گی کہ ایک ہندو سے دو بچے ہوئے''۔ اس بات کا اقرار ہے کہ یا تو وہ مسلمان ہی نہیں ہوا تھا؛ بلکہ محض دھوکہ دے کر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا، یا یہ کہ وہ مسلمان تو ہوگیا تھا؛ لیکن پھر دوبارہ لوٹ کر مرتد ہوگیا، بہرصورت اب اس کا ہندہ سے زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہا، اب وہ کسی بھی مسلمان سے نکاح کر کے باعصمت زندگی گزار سکتی ہے۔

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما فى ظاهر الرواية فى الحال، ولا يتوقف على قضاء القاضى، سواء كانت المرأة مدخولاً بها أو لم تكن. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٥٤٦/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۷/۵/۱۴۲۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۲۳۱/۸، ۲۳۲)

ہریجن کے ساتھ بھاگنے سے نکاح کا حکم:

سوال: زید کی بیوی ساجدہ جو تین بچوں کی ماں ہے، ایک ہریجن کے ساتھ بھاگ گئی، بکر اور اس کی بیوی بھی اس کے بھگانے میں شریک رہے، بکر اور اس کی بیوی نے تین یوم تک ساجدہ کو چھپائے رکھا تو اب ساجدہ زید کے نکاح میں رہی، یا نہیں؟ اب ساجدہ پکڑی گئی ہے۔ فقط

الجواب ———————— حامداً ومصلياً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو بکر بھی گنہگار ہے، اس کی بیوی بھی گنہگار ہے اور ساجدہ بھی گنہگار ہے، سب کو توبہ

واستغفار لازم ہے،(۱) ساجدہ اس خبیث حرکت کے باوجود زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔(۲) اس نے خدا نخواستہ وہاں جا کر بت کی پوجا وغیرہ بھی اگر کی ہو تو تجدیدِ ایمان کے ساتھ تجدیدِ نکاح بھی کرائی جائے۔(۳) یہ بھی خیال رہے کہ شرعی پردہ نہ کرنے کو اس قسم کے واقعات میں زیادہ دخل ہے، اگر احکام اسلام کی تعلیم اور پابندی ہو تو ایسی صورتیں نہ پیش آئیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیو بند۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۵۰)

دھوکہ دے کر کافر سے نکاح:

سوال: ایک مسلمان شخص نے ایک کافر عورت کو رکھ کر، پہلے شوہر سے اس کے دو لڑکے ہیں، جو کافر ہی ہیں، اس مسلمان شخص کے دوست نے ایک غریب مسلمان لڑکی کو دھوکہ دے کر اس سے اس عورت کے کافر لڑکے سے نکاح کرا دیا اور لڑکی کو رخصت کر دیا، جب لڑکی کو معلوم ہوا کہ اس کا کافر لڑکے سے نکاح کیا گیا ہے تو لڑکی سخت بیزار ہوئی اور اس کافر کے پاس جانے کو تیار نہیں۔اس صورت میں یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور جس نے یہ نکاح کیا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لڑکی ہرگز اس خبیث کافر کے پاس نہ جائے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۴۶)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: وتعاونوا علی البر والتقویٰ، ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان) ... "عن عبد اللّٰہ رضی تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "الدال علی الخیر کفاعلہ ... من دعا إلٰی ضلالۃ، کان علیہ من الإثم مثل آثام من اتبعہ إلٰی یوم القیامۃ ". (تفسیر ابن کثیر، سورۃ المائدۃ، (پ:٦) سہیل اادمی لاہور)

(۲) نکاح کے رفع ہونے کے اسباب میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا، لہٰذا نکاح بدستور قائم ہے۔فہو رفع قید النکاح حالاً أو مالاً بلفظ مخصوص. (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الأول: ٣٤٨/١، رشیدیۃ)

وکما لوسجد لصنم أووضع مصحفاً فی قاذورۃ، فإنہ یکفر وإن کان مصدقاً. (رد المحتار، باب المرتد: ٢٢٢/٤، سعید)

(۳) "وما کان فی کونہ کفراً اختلاف، یؤمر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک". (مجمع الأنہر، باب المرتد: ٦٨٨/١، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۴) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تنکحوا المشرکین حتٰی یؤمنوا ولعبد مؤمن من مشرک ولو أعجبکم﴾ (سورۃ البقرۃ: ٢٢١)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن﴾: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "کبرت خیانۃ أن تحدث أخاک حدیثاً ھو لک بہ مصدق وأنت بہ کاذب ". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الثانی، ص: ٤١٣، قدیمی)

وقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "المؤمن غر کریم، والفاجر خب لئیم". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الثانی، ص: ٤٣٢، قدیمی

غیر مسلموں سے نکاح:

سوال: آج کل شریعت اسلامیہ کی نافذ کردہ پابندیوں سے فرار اختیار کرنے کے لیے کچھ نام نہاد مسلمان اپنے کو سیکولر کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں، ایسے کچھ لوگ اپنی شادی غیر مسلم عورتوں سے کر کے دونوں میاں بیوی اپنے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ کیا ان کے جسمانی تعلقات، زنا کے دائرہ میں نہیں آتے؟ اور کیا ان کے بچے جائز ہوں گے؟ (اقبال احمد، تنسکیا، آسام، ۷۸۶۱۸۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اسلام نے مشرکین سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے اور خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے:

﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾(۱)

غیر مسلموں میں صرف اہل کتاب؛ یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کا استثناء ہے کہ ان کی عورتوں سے مسلمان مرد نکاح کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ واقعی یہودی، یا عیسائی ہوں، وحی اور نبوت کو مانتی ہوں اور مسلمان شوہر کے ایمانی، اخلاقی، تمدنی اعتبار سے متاثر ہونے کا اندیشہ نہ ہو، دوسری مشرک عورتوں سے نکاح کے جائز نہ ہونے اور نکاح بھی کر لے تو اس کے منعقد نہ ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

"وحرم نكاح الوثنية بالإجماع". (۲)

ان کے جسمانی تعلقات واقعی زنا کے درجہ میں ہے، ان سے پیدا ہونے والے بچوں کا نسب ثابت و صحیح نہیں؛ اس لیے کہ مشرکہ سے نکاح فاسد نہیں؛ بلکہ فقہاء کی اصطلاح کے مطابق باطل ہے اور نکاح باطل ہونے کی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب نہیں مانا گیا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳۵۷/۴-۳۵۸)

مسلم اور غیر مسلم کا نکاح:

سوال: کافر کی لڑکی اور مسلمان کا لڑکا دونوں کی شادی درست ہے، یا نہیں؟ اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے دونوں کا نکاح ہوا تو اسلام لانے کے بعد دونوں کا پہلا نکاح کافی ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

لڑکا اور لڑکی دونوں مسلمان ہوں تو ان کا نکاح درست ہو گیا، اگر ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو تو ان کا نکاح جائز نہیں۔ (۳)

---

(۱) سورة البقرة: ۲۲۱

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۹۸/۲

(۳) ومنها: ألا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتىٰ يؤمن﴾ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح المشركة: ۴۵۸/۳، دار الكتب العلمية، بيروت) ==

اگر اسلام لانے سے پہلے دونوں کفر کی حالت میں نکاح ہوا اور پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان کا وہی پہلا نکاح کافی ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۴۰) ☆

مسلم لڑکے کا کافرہ لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا لڑکا ڈاکٹر ہے، ہندو لڑکی اس سے شادی کرنا چاہتی ہے، کہتی ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں گی۔ میرا لڑکا کہتا ہے کہ میری ماں کی مرضی نہیں ہے، جب تک وہ راضی نہیں ہوں گی، میں شادی نہیں کروں گا، لڑکی کا نام شلپی ہے، اس کے ماں باپ اس کے مسلمان ہونے پر راضی ہیں، اس روشنی میں آپ فتوی دے کر کے مجھے بتائیں کہ یہ رشتہ مناسب ہے، یا نہیں؟ میرا دل اس بات پر نہیں ٹھہر رہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی چال ہو، جو پوشیدہ ہے، ایسی بات سے ڈر لگتا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ آپ فتوی دے کر کے مجھے بتائیں کہ کیا کرنا چاہیے، اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟　(المستفتی: شیرین سہیل)

== ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلايجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتىٰ يومنوا﴾ (البقرة: ۲۲۱) (بدائع الصنائع، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة، كتاب النكاح: ۴۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "أسلم المتزوجان بلاسماع شهود أوفي عدة كافر معتقدين ذلك، أقرأ عليه؛ لأنا أمرنا بتركهم وما يعتقدون". (الدرالمختار مع رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۱۸۶/۳، سعيد)

☆ **مسلمان لڑکے کا ہندو لڑکی سے شادی کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلم لڑکے نے ایک ہندو لڑکی سے شادی کر لی اور ہم لوگوں کو شادی کے کئی دنوں کے بعد پتہ چلا کہ اس نے یہاں پر شادی کر لی ہے اور وہ لڑکا شادی کے بعد اس کے گھر میں چار، پانچ سال رہا تو کیا وہ لڑکا مسلمان رہا، یا نہیں؟　(المستفتی: محمد مجاہد عالم، ٹھٹھیرہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــ وبالله التوفيق

اگر ہندو کی مذکورہ لڑکی نے اندرونی طور پر اسلام قبول کر لیا ہے، تو نکاح صحیح ہو گیا ہے اور اگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا ہے اور اسی حالت میں مسلمان لڑکے نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا ہے، تو شرعی طور پر نکاح منعقد نہیں ہوا ہے، وہ آپس میں میاں بیوی نہیں ہیں اور اس لڑکے نے اگر اسلام کو نہیں چھوڑا ہے باقاعدہ ایمان واسلام پر باقی ہے، بس صرف ہندو لڑکی سے نکاح کر لیا ہے، تو اسلام سے خارج نہیں ہوگا؛ البتہ فعل حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ﴾ (البقرہ: ۲۲۱)

وحرم نكاح الوثنية بالإجماع. وفي الشامية: نسبة إلى عبادة الوثن. (الدرالمختار مع الشامي، كراتشي: ۴۵/۳، زكريا: ۱۲۵/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳ر شوال المکرم ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۶۵۹/۳۱) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۲۸۱)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

مسلم لڑکے کا نکاح غیر مسلمہ سے جائز نہیں؛ البتہ اگر لڑکی مشرف باسلام ہو جائے تو اس سے نکاح بلا شبہ جائز اور درست ہو جائے گا۔ اور اس سے نکاح مناسب ہے یا نہیں؟ تو یہ آپ کا گھریلو اور ذاتی معاملہ ہے، جس میں ہم کو رائے دینے کا کوئی حق نہیں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

ومنها: أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً فلايجوز للمسلم أن ينكح المشركة. (بدائع الصنائع، زكريا: ۲/۵۵۲، كراتشي: ۲/۲۷۰)

﴿إذا جاء كم المؤمنات مهاجرات﴾ إلى قوله ﴿فلا ترجعوهن إلى الكفار﴾... (قوله وإذا خرجت المرأة إلينا مهاجرة) أى تاركة الدار إلى أخرىٰ على عزم عدم العود وذلك بأن تخرج مسلمة. (فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح اهل المشرک کوئٹه: ۳/۲۹٤، زكريا: ۳/٤٠٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵؍ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۷۵۴/۴۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱۱/۱۴۳۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۸۱، ۲۸۲)

مسلمان لڑکے کا غیر مسلم لڑکی سے زنا کرنا اور بغیر اسلام کے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلم لڑکا شہر سے باہر ایک مقام پر ایک ہندو لڑکی کو اپنی کمائی سے خریدی ہوئی جگہ پر سات، یا آٹھ سال سے رکھ رہا ہے، اس بیچ میں ایک لڑکا جس کی عمر لگ بھگ پانچ سال ہے، اس لڑکے اور اسی لڑکی سے پیدا ہوا ہے، جس کا پتہ چل چکا تھا کہ یہ دونوں بغیر شادی شدہ ہیں، لڑکے سے کہا جاتا تھا کہ تم اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لے لو؛ مگر لڑکا کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے، اگر وہ لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرنے کے لیے راضی ہو تو بتائیں اس نکاح کو کس طریقہ سے عمل میں لائیں، جو دین اور آخرت کے لیے ثواب کا باعث بنے اور اگر وہ لڑکا اس لڑکی سے بالکل نکاح ہی نہ کرے تو کیا کرنا چاہیے؟ اور یہ بتائیں کہ جو بچہ ان دونوں سے پیدا ہوا ہے، اس کو شرع میں کس طریقہ سے لایا جائے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

زنا کاری بدترین جرم ہے، مسئولہ صورت میں اگر ہندو لڑکی اِسلام قبول کرلے تو اُس کا نکاح مذکورہ لڑکے سے کردینا چاہیے اور اگر لڑکی اِسلام قبول نہ کرے تو اُس کا نکاح کسی مسلمان سے نہیں ہوسکتا اور جو بچہ حرام تعلق سے پیدا ہوا ہے، اُس کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ مسئولہ صورت میں لڑکے کو حکمت اور ترغیب وترہیب کے ذریعہ راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ یا تو وہ اُس لڑکی سے لاتعلق ہوجائے، یا شرعی شرائط کے مطابق اُس سے نکاح کرلے، بشرطیکہ وہ لڑکی مسلمان ہوجائے۔

عن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال: قضی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالولد للفراش. (المصنف لابن أبی شیبة:٤/٥٢،رقم:١٧٦٧٩،دار الکتب العلمیة بیروت)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الولد للفراش وللعاهر الأثلب، قیل: وما الأثلب؟ قال: الحجرُ. (المصنف لابن أبی شیبة:٤/٥٢،رقم: ١٧٦٨١،دار الکتب العلمیة بیروت)

ومنها أن لا تکون المرأة مشرکة إذا کان الرجل مسلمًا فلا یجوز للمسلم أن ینکح المشرکة لقوله تعالٰی:﴿وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ. وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُم. (البقرة:٢٢١)(کذا فی البدائع:٢/٥٥٢،زکریا)

ولذا لو صرّح بأنه من الزنی لا یثبت قضاءً أیضاً. (شامی:٣/٤٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۷/۱۱/۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۲۲/۸-۳۲۴)

بدھ مذہب کی عورت سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ملک برہما کی عورتیں جو کہ بدھ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں، ان سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ ان کو ایک دفعہ اچھے صفت ایمان اور خطبہ پڑھ کر نکاح کیا۔ مرد کے پیچھے وہ بت کو پوجتی ہیں مرد کو معلوم نہیں۔

الجواب

بدھ مذہب کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں؛(۱) کیوں کہ وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں۔ ہاں اگر وہ ایک دفعہ کلمے کے معنی سمجھ کر کلمہ پڑھ لیں تو وہ مسلمان ہوں گی اور ان کے ساتھ نکاح جائز ہو جائے گا؛ لیکن اگر اس کے بعد وہ بت پرستی کریں گی تو پھر کافر ہو جائیں گی اور نکاح ٹوٹ جائے گا۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۲۱۱/۵)

نادرست نکاح میں اولاد کی دعا:

سوال: ایک مسلمان نے کسی غیر مسلم عورت سے جو ہنوز اپنے مذہب پر قائم ہے، نکاح کیا ہے، ایسی صورت میں کیا کوئی عالم، یا بزرگ اس جوڑے کے لیے اولاد کی دعا کر سکتا ہے؟ (احمد سعید، بازار گھاٹ)

---

(۱) وإن کانوا یعبدون الکواکب ولا کتاب لهم لم تجز مناکحتهم، لأنهم مشرکون. (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:٣/١١١، دار المعرفة، بیروت)

(۲) (وإرتداد أحدهما أی الزوجین فسخ ... عاجل بلا قضاء. (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:٣/٤٥، سعید)

الجواب

یہودی، یا عیسائی کے سوا کسی اور غیر مسلم عورت سے اگر مسلمان نکاح کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ اس لیے اولاً تو اگر کوئی مسلمان اس فعل کا مرتکب ہو تو اسے سمجھنا چاہیے کہ وہ مستقل اور مسلسل گناہ میں مبتلا ہے، یا تو اس عورت کو اسلام قبول کرائے اور دوبارہ شرعی طریقہ پر نکاح کرے، یا اس سے ترک تعلق کرے، اس کے لیے اولاد کی دعا کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ یہ ایک گناہ میں اضافہ اور تقویت کی دعا ہے اور ایسی باتوں کی دعا کرنا درست نہیں، جو گناہ کی ہوں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۴۴۰)

غیر مسلمہ سے نکاح پڑھنا اور اس مجلس میں شرکت کا کیا حکم ہے:

سوال: کوئی مسلمان ہندو عورت کے ساتھ آریہ سماج مندر میں نکاح کرے تو کیسا ہے؟ اور اس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

الجواب

غیر مسلمہ (کافرہ ومشرکہ) کے ساتھ نکاح حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتىٰ يؤ من﴾ (سورة البقرة: ٢٣٥)

(یعنی مشرکہ عورت جب تک ایمان نہ لائے اس سے نکاح نہ کرو۔)

لہٰذا ایسی مجلس میں شرکت بھی ناجائز ہے اگر حلال سمجھ کر نکاح کرے تو موجب کفر ہے۔ ظاہراً اور برملا تجدید ایمان لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/--------)

کیا ہندو لڑکی سے نکاح اہل کتاب سے نکاح شمار ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے شاریہ نامی ہندو لڑکی سے ناجائز تعلقات تھے، اسی بنا پر مذکورہ لڑکی کو بچہ ہوگیا، جس کے بعد زید نے مذکورہ لڑکی سے نکاح کیا اور پھر سے وہ لڑکی حاملہ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح سے قبل جو بچہ پیدا ہوا، کیا وہ ثابت النسب ہوگا اور کیا مذکورہ نکاح منعقد ہے، جب کہ زید کا کہنا ہے کہ کسی عالم سے پوچھ کر اس نے اہل کتاب سے شادی کی ہے، جس کا منعقد ہونا خود قرآن سے ثابت ہے۔ یہ واضح رہے کہ شاریہ ابھی تک اپنے پرانے مذہب پر قائم ہے۔ بت پرستی وغیرہ ترک نہیں کی تو کیا زید کا نکاح درست ہے۔ اگر نہیں تو پھر دوسرا بچہ جو کہ ابھی تک ماں کے پیٹ میں ہے کے نسب کا کیا بنے گا؟ نیز دونوں بچے مذہباً مسلم، یا ہندو، کیا تصور کیے جائیں گے؟

الجواب بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے؛ لیکن مشرکین "بت پرستوں وغیرہ" کی

عورتوں سے نکاح کو حرام اور باطل کہا ہے اور نکاح باطل سے نسب ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں چوں کہ مسمی زید نے شاریہ نامی ہندو لڑکی [جوکہ اہل کتاب نہیں ہے] کے ساتھ نکاح کیا ہے؛ اس لیے یہ نکاح باطل اور حرام ہے اور اس نکاح سے پیدا بچہ ثابت النسب شمار نہیں ہوگا، لہٰذا یہ دونوں بچے ثابت النسب شمار نہیں ہوں گے، وہ بچہ بھی جو نکاح سے پہلے پیدا ہوا اور وہ بھی جو نکاح کے بعد پیدا ہوا، البتہ وہ بچے مسلمان شمار ہوں گے، نیز اگر وہ عورت اسلام قبول کر لے تو اس کے ساتھ نکاح درست ہوگا اور اس کے بعد جو بچہ ہوگا، وہ ثابت النسب ہوگا۔

لمافی البخاری (۱۰۶۵/۲): قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:الولد للفراش وللعاھر الحجر.

وفی الشامیة (۱۹۶/۳):تنبیہ یشعر التعبیر بالأبوین ولد الزنی ورأیت فی فتاوی الشھاب الشلبی قال واقعة الفتوی فی زماننا مسلم زنی بنصرانیة فأتت بولد فھل یکون مسلما أجاب بعض الشافعیة بعدمه وبعضھم بإسلامه وذکر أن السبکی نص علیه وھو غیر ظاھر فإن الشارع قطع نسب ولد الزنی وبنته من الزنی تحل له عندھم فکیف یکون مسلما ... قلت: یظھر لی الحکم بالإسلام للحدیث الصحیح کل مولود یولد علی الفطرة حتی یکون أبواه ھما اللذان یھودانه أو ینصرانه فإنھم قالوا إنه جعل اتفاقھما ناقلا له عن الفطرة فإذا لم یتفقا بقی علی أصل الفطرة أو علی ما ھو أقرب إلیھا حتی لو کان أحدھما مجوسیا والآخر کتابیا فھو کتابی کما یأتی وھنا لیس له أبوان متفقان فیبقی علی الفطرة ولأنھم قالوا إن إلحاقه بالمسلم منھما أو بالکتابی أنفع له ولا شک أن النظر لحقیقة الجزئیة أنفع له. (نجم الفتاویٰ:۲۶۹/۴، ۲۷۰)

کافرہ عورت سے نکاح کی صورت میں بچے کے نسب کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکا یورپ کے ملک جرمنی میں مقیم ہو اور اسے وہاں ایک کافرہ لڑکی پسند آجائے، جو دین و مذہب سے کوئی تعلق ہی نہ رکھتی ہو، سیکولر، کمیونسٹ قسم کی لڑکی ہے، یہ لڑکا اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا کیا جائے؟ وہ لڑکی اسلام کے بارے میں سننے کے لیے تیار نہیں، اسلام لانا تو دور کی بات ہے۔ نیز اگر یہ شادی وقوع پذیر ہوجاتی ہے تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہوگا؟ اولاد حلالی کہلائے گی، یا غیر ثابت النسب؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوھاب

ایک مسلمان لڑکے کا ایک کافرہ لڑکی سے نکاح کرنا باطل اور کالعدم ہے۔ یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا اور اس سے پیدا شدہ اولاد کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔ صورت مسئولہ میں انتہائی افسوسناک صورتحال کا ذکر ہے، ہمارے سادہ لوح مسلمان چند کوڑیوں کے پیچھے ان غیر مسلم ممالک میں جاتے ہیں اور پھر ان کے بچھائے ہوئے جالوں میں پھنس جاتے ہیں۔ مذکورہ لڑکے کو چاہیے کہ اپنے ایمان کی فکر کرے اور ممکن ہو تو جلد از جلد اپنے وطن لوٹ جائے اور

نیک صالح لوگوں کی معیت حاصل کرے؛ لیکن اگر وہ لڑکا یہ نکاح کر لیتا ہے تو شرعاً یہ نکاح باطل اور کالعدم ہوگا اس سے پیدا شدہ اولاد کا نسب ثابت نہ ہوگا، نیز زندگی بھر زنا کے وبال میں مبتلا رہے گا۔

لمافي قوله تعالىٰ (البقرة: ۲۲۱): ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلاَ تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ (الآية)

وفي الشامية (۱۳۲/۳): نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة لأنه نكاح باطل اه وهذا صريح فيقدم على المفهوم فافهم. (نجم الفتاویٰ: ۲۷۱/۴)

ہندو لڑکی سے زنا کے بعد پیدا شدہ بچے کے نسب اور اسلام کا حکم اور شامیہ کی تحقیق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکا ہندو لڑکی سے زنا کرے تو کیا بچہ ثابت النسب ہوگا؟ مسلمان بچہ شمار ہوگا، یا کافر؟ فقہ حنفی میں کیا حکم ہے؟ نیز اہل کتاب سے زنا میں کیا حکم ہوگا۔ علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں (۱۹۶/۳) پر اس مسئلے سے متعلق جو بحث کی ہے، اس میں نسبتِ شرعیہ اور حقیقیہ کا ذکر ہے، ان کا مطلب کیا ہے؟

علامہ شامی کے طرزِ کلام سے ایسا مترشح ہو رہا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم فقہ حنفی میں نہیں شوافع سے لیا گیا ہے۔ کیا حقیقت یہی ہے؟ کتبِ حنفیہ پر نظر فرمالیں؟ نیز علامہ کی تحقیق کی سہل طریقہ پر تشریح فرمادیں؟ اور کیا شامی کی تحقیق درست ہے، یا اختلاف کی گنجائش موجود ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کوئی لڑکا کسی لڑکی سے زنا کرے، چاہے وہ مسلمان ہو، یا کافر ہر حال میں بچہ ثابت النسب نہ ہوگا؛ تاہم وہ بچہ مسلمان شمار ہوگا، یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علامہ شامی کے علاوہ احناف میں سے کسی نے بھی بحث نہیں کی، صرف علامہ شامی نے اولاً شوافع سے نقل کیا اور پھر اصول کے لحاظ سے بحث کر کے اس بچہ کو مسلمان شمار کیا ہے، جو اصول اور قواعد کے لحاظ سے بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اس کی بنیادی طور پر دو وجہ بیان کی ہیں، ایک یہ کہ بچہ اگر چہ شرعاً مسلمان کا جز نہیں؛ تاہم حقیقۃً تو اسی کا جز ہے؛ کیوں کہ یہ بچہ اسی کے پانی سے پیدا ہوا ہے اور حقائق کا انکار نہیں کیا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصرف ہونے کے بیان میں فقہاء کرام نے اس جزئیت حقیقیہ ہونے کی وجہ سے اس بچہ کو باوجود ولد الزنا ہونے کے غیر مستحق الزکوٰۃ کہا ہے اور تحریر کیا ہے کہ زانی کا اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اگر چہ یہ حکم احتیاطاً ہے؛ تاہم ایمان اور کفر کے مسئلہ میں اس سے بڑھ کر احتیاط کی ضرورت ہے، لہٰذا یہ بچہ مسلمان شمار ہوگا۔

اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اب اگر والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو وہ بچہ اس مسلمان کے تابع ہوگا، حالاں کہ یہاں تو والدین مزاحم موجود ہیں [یعنی میاں بیوی میں سے ایک غیر مسلم ہے] پھر بھی مسلمان ہونے کا حکم ہے اور ولد الزنا میں تو مزاحمت ہے ہی نہیں، لہٰذا اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ بچہ مسلمان ہو، چناں چہ مذکورہ صورت میں علامہ شامی کے نزدیک بچہ ثابت النسب تو نہ ہوگا، البتہ مسلمان ہوگا اور علامہ شامی کی تحقیق اصول کے مطابق ہونے کی وجہ سے درست ہے۔

لمافی الشامية، باب نكاح الكافر (١٩٦/٣): تنبيه يشعر التعبير بالأبوين ولد الزنى ورأيت فى فتاوى الشهاب الشلبى قال: واقعة الفتوى فى زماننا مسلم زنى بنصرانية فأتت بولد فهل يكون مسلما أجاب بعض الشافعية بعدمه وبعضهم بإسلامه وذكر أن السبكى نص عليه وهو غير ظاهر فإن الشارع قطع نسب ولد الزنى وبنته من الزنى تحل له عندهم فكيف يكون مسلما وأفتى قاضى القضاة الحنبلى بإسلامه أيضا وتوقفت عن الكتابة فإنه وإن كان مقطوع النسب عن أبيه حتى لا يرثه فقد صرحوا عندنا بأن بنته من الزنى لا تحل له وبأنه لا يدفع زكاته لابنه من الزنى ولا تقبل شهادته له والذى يقوى عندى أنه لا يحكم بإسلامه على مقتضى مذهبنا وإنما أثبتوا الأحكام المذكورة احتياطاً نظراً لحقيقة الجزئية بينهما، آه. قلت: يظهر لى الحكم بالإسلام للحديث الصحيح كل مولود يولد على الفطرة حتىٰ يكون أبواه هما اللذان يهودانه أو ينصرانه فإنهم قالوا إنه جعل اتفاقهما ناقلا له عن الفطرة فإذا لم يتفقا بقى علىٰ أصل الفطرة أو على ما هو أقرب إليها حتى لو كان أحدهما مجوسيا والآخر كتابيا فهو كتابى كما يأتى وهنا ليس له أبوان متفقان فيبقى على الفطرة ولأنهم قالوا إن إلحاقه بالمسلم منهما أو بالكتابى أنفع له ولا شك أن النظر لحقيقة الجزئية أنفع له وأيضاً حيث نظروا للجزئية فى تلك المسائل احتياطا فلينظر إليها هنا احتياطا أيضا فإن الاحتياط بالدين أولىٰ ولأن الكفر أقبح القبيح فلا ينبغى الحكم به على شخص بدون أمر صريح ولأنهم قالوا فى حرمة بنته من الزنى إن الشرع قطع النسبة إلى الزانى لما فيها من إشاعة الفاحشة فلم يثبت النفقة والإرث لذلك وهذا لا ينفى النسبة الحقيقية لأن الحقائق لا مرد لها فمن ادعى أنه لا بد من النسبة الشرعية فعليه البيان. (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۷۱، ۲۷۲)

منکوحہ نو مسلمہ اگر بت خانہ میں جا کر افعال شرکیہ کرے تو مسلمہ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک مسلمان شخص نے ایک مشرکہ عورت کو کلمہ وغیرہ پڑھا کر نکاح میں لایا، بعد نکاح کے وہی عورت اپنے بت خانوں میں جاتی ہے اور وہاں کے رسم وغیرہ بھی بجالاتی ہے اور اس کے لڑکے وغیرہ تو سخت تعصب کرتے ہیں کہ مسلمان مذہب کچھ نہیں اور جب تمام گھر والے بت خانے میں جاتے ہیں تو ان کے خاوند بھی ساتھ جاتے ہیں، جو کچھ

مشرکوں کے یہاں رسم ورواج ہے، سب دیکھ بھال کرتے ہیں، نہ اپنی عورت کو منع کرتے ہیں، نہ اولاد کو ایسے گھروں میں دعوت ہونے سے کچھ کھا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر کسی قوم کے پیشوا نے کھائی تو اس کے پیچھے اقتدا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ حالاں کہ یہ پیشوا خوب حالت سے واقف ہے، اگر نہیں دیکھا تو سنا ضروری ہے۔

الجواب

جب وہ عورت بدستور بت خانہ میں جاتی ہے اور وہاں جا کر افعال شرکیہ کرتی ہے اور اس کی اور یہ کہتی ہے کہ مسلمان مذہب کچھ نہیں تو یہ عورت اور اس کی اولاد مرتد ہے اور اگر شوہر بھی ان کے افعال شرکیہ سے راضی ہے تو وہ بھی مرتد ہے، اس کے ساتھ سلام وکلام وتعلقات وغیرہ نہ رکھنا چاہیے، جب تک کہ یہ سب ان افعال سے توبہ نہ کریں اور توبہ کے بعد تجدید نکاح بھی لازم ہے، مقتداؤں کو ایسے شخص کے یہاں دعوت قبول نہ کرنا چاہیے؛ لیکن اگر کوئی بے حیائی سے قبول کرے تو اس کے پیچھے نماز درست رہے گی۔ واللہ اعلم

۶ رشعبان ۱۳۴۳ھ (امداد الاحکام: ۳/۳۷۹)

غیر مسلم کا قبولِ اسلام اور اس کا نکاح:

سوال (۱) اگر ہندو قوم کی عورت مسلمان لڑکے پر فدا ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتی ہو اور اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی قوم وقانون کوئی معترض نہ ہو تو اس حالت میں کیا شرع اجازت دیتا ہے کہ اس عورت کو مسلمان کر لیا جائے؟

(۲)　اگر مسلمان لڑکے نے نیچ قوم کے ہمراہ رہ کر حرام کھایا ہو، اس کے بعد اپنی حرکت سے نادم ہو کر توبہ کرے تو کیا یہ توبہ کرنا درست ہے، یا پھر سے شرع حکم دیتا ہے کہ دوبارہ مسلمان کیا جائے۔

(۳)　اگر ہنود کی عورت مسلمان کے ہمراہ مدت تک رہ چکی اور مدتِ دراز کے بعد اپنی سیاہ کاری سے نادم ہو کر اسلام قبول کر لے اور وہ حاملہ بھی نہ ہو، ایسی صورت میں بعد قبول کرنے اسلام کے لڑکے کے موصوف کے ہمراہ فوراً نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(۴)　اگر بعد قبولِ اسلام کے خود لڑکے کے موصوف کے ہمراہ نکاح کیا جائے تو کیا وہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۵)　اور یہ کامل اندیشہ ہے کہ اگر فوراً نکاح نہ کرا دیا جائے تو بعد قبولِ اسلام کے بھی جانبین سے ضرور گناہ سرزد ہوگا اور لڑکے کے موصوف کے سوا اس لڑکی کی کہیں رہائش کی امید اور خورد ونوش کا کفیل کوئی نہیں ہوتا ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بعد قبولِ اسلام کے فوراً نکاح کرا دیا جائے تو یہ نکاح شرعاً جائز ہوگا، یا نہیں؟

(۶)　اگر مسلمان کسی نیچ قوم کو اپنی کسرِ شان سمجھ کر مسلمان کرنے سے انکار کر دیں اور وہ اس بات کا شائق ہو تو کیا، وہ مسلمان گنہگار رہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) اس عورت کو مسلمان کرلیا جائے۔

(۲) حرام کام کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور توبہ کرنا گناہ سے فرض ہے، (۱) اور گناہ کرنے سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا، لہٰذا دوبارہ مسلمان کرنا؛ یعنی تجدید اسلام کرنا فرض نہیں۔

''ولا تکفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، و لايزيل عنه إسم الإيمان، آه''. (شرح فقه أكبر، ص: ۷٦)(۲)

(۳) اگر عورت کافر ہے تو بغیر اسلام قبول کئے اس سے کسی مسلمان کا نکاح درست نہیں اور جس مسلمان نے اس سے ناجائز تعلق رکھا ہے، وہ گنہگار رہے، اس کے ذمہ توبہ ضروری ہے، تجدید اسلام ضروری نہیں۔

''لايصح نكاح عابدة كوكب لا كتاب لها والمجوسية والوثنية، آه''. (الدرالمختار: ۲/٤٤٨)(۳)

(۴) اگر وہ ہندہ عورت ایسی ہے کہ اس کا کوئی شوہر نہیں تو اب وہ اسلام قبول کرے، فوراً اس سے نکاح درست ہے، اگر اس کا شوہر موجود ہے تو پھر اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ بھی مسلمان ہو جائے، تب تو وہ بدستور اس کی زوجہ ہے، اگر وہ شوہر اسلام قبول کرنے سے انکار کردے تو ان میں تفریق کردی جائے۔ اگر یہ عورت دارالحرب میں ہو تو اسلام قبول کرنے کے وقت سے تین حیض گزار کر اس کا نکاح ختم ہوگا، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل پر اس کا نکاح ختم ہوگا، اس کے بعد عدت گزار کر نکاح کرنا چاہیے، یہی احوط ہے۔

''ولو أسلم أحدهما ثمة، لم تبن حتىٰ تحيض ثلاثاً قبل إسلام الآخر''. (الدرالمختار: ۲/٦۰۳)(۴)

(۵) ہندو عورت سے بلا اس کے اسلام قبول کئے کسی طرح نکاح درست نہیں ہے۔

لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتىٰ يؤمن﴾ (الآية)(۵)

(٦) جو شخص مسلمان ہونا چاہے اس کو مسلمان کرنے سے انکار کرنا اس کے کفر کے ساتھ راضی ہونا ہے اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے، اس کو فوراً مسلمان کرنا ضروری ہے۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

(۲) شرح الفقه الأكبر، الكبيرة لاتخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۷۱، قديمى

العصاة من أهل الكبائر لايخلدون فى النار إذا ماتوا وهم موحدون. (شرح العقيدة الطحطاوى، ص: ۲۹۱، مكتبة الغرباء)

(۳) الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/٤٦، سعيد

(۴) الدرالمختار، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبى والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق، الخ: ۳/۱۹۱، سعيد

(۵) سورة البقرة: ۲۲۱

''منها أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة، لقوله تعالىٰ: ﴿لا تنكحوا المشركات حتىٰ يؤمن﴾ (الآية) (البقرة: ۲۲۱) (بدائع الصنائع: ۳/٤٥۸، دارالكتب العلمية، بيروت)

"وفی الخلاصة: کافر قال لمسلم: أعرض علی الإسلام، فقال: اذهب إلی فلان العالم، کفر؛ لأنه رضی ببقائه علی الکفر حین ملازمة العالم ولقائه، وقال أبو اللیث: إن بعثه إلی عالم، لایکفر؛ لأن العالم ربما یحسنه ولایحسن الجاهل، فلم یکن راضیاً بکفره ساعة، بل کان راضیاً بالإسلام تم وأکمل". (شرح فقه أکبر، ص: ۲۱۸) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۷/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر العلوم، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۴۳)

اسلام کا حکم ظاہری اقرار پر لگے گا، اسباب کی تحقیق ضروری نہیں:

سوال: زوجین میں سے کوئی کسی دنیاوی اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے اسلام قبول کرے تو ایسے لوگوں کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ شرعاً یہ اسلام مقبول ہے، یا نہیں؟ ایسی صورت میں نکاح، مہر اور عدت وغیرہ کا کیا معاملہ ہوگا؟ نکاح باقی رہے گا، یا ختم ہو جائے؟ مہر اور نفقہ عدت کی ادائیگی ضروری ہے، یا نہیں؟ واضح فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ایک غیر مسلم مرد، یا عورت اگر اسلام قبول کرتی ہے تو شریعت اسلامی اس کے قبول اسلام کو بہر حال معتبر گردانتی ہے اور اس پر ایک مسلمان ہی کے احکام کو واجب ونافذ کرتی ہے، حتی کہ اگر کبھی بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ تبدیلی مذہب میں مخلص نہیں؛ بلکہ محض دنیاوی اغراض ومقاصد کے تحت مذہب بدل رہا ہے، تب بھی اس کی نیت کے خلوص ونفاق کو عدالت خداوندی کے حوالہ کرتے ہوئے اس کو جماعت اسلامی ہی کا ایک فرد تسلیم کر لیتی ہے۔

چناں چہ کتب حدیث میں یہ مشہور واقعہ ملتا ہے کہ ایک کافر جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تلوار کی زد میں آ جاتا ہے تو وہ کلمہ اسلام پڑھتے ہوئے توحید ورسالت کا اقرار کرنے لگتا ہے؛ مگر حضرت اسامہؓ یہ خیال کرتے ہیں کہ محض جان بچانے کے لیے اسلام کا کلمہ پڑھ رہا ہے، اسلام میں مخلص نہیں ہے اور اسے قتل کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی خبر ملتی ہے تو سخت ناراض ہوتے ہیں۔ اسامہ بن زیدؓ کے اس فعل کو غلط قرار دیتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ **"أفلا شققت عن قلبه"** (۲) (تم نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا۔) مقصد یہ تھا کہ خلوص ونفاق کا تعلق دل سے ہے، جب تم کو دل چیر کر دیکھنے کی قوت نہیں تھی تو ظاہر اقرار پر اعتماد کر لینا چاہیے تھا، اسی طرح حضرت

---

(۱) شرح الفقه الأکبر، فصل فی الکفر صریحاً وکنایة، ص: ۱۷۷، قدیمی

(۲) عن أسامة بن زید وهذا حدیث ابن أبی شیبة قال: بعثنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی سریة فصبحنا الحرقات من جهینة، فأدرکت رجلا، فقال: لاإله إلا اللّٰه، فطعنته، فوقع فی نفسی من ذلک، فذکرته للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أ قال:" لاإله إلا اللّٰه" وقتلته؟ قال: قلت: یارسول اللّٰه! إنما قالها خوفا من السلاح، قال: أ فلا شققت عن قلبه. (صحیح لمسلم: ۱/۶۷-۶۸) / (کنز العمال، کتاب الایمان والاسلام: ۱/۷۸)

ابوطلحہ صحابیؓ نے اپنے زمانہ کفر میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا صحابیہ کو نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے جواب دیا کہ میں مسلمہ ہوں اور تم غیر مسلم ہو، اگر اسلام قبول کرلو تو پھر یہ رشتہ منظور ہے، چناں چہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔(۱)

اس طرح کے بہت سے واقعات ملتے ہیں، جن سے واضح ہوجاتا ہے کہ شریعت اسلامی تبدیلی مذہب کے محرکات واسباب کو اہمیت نہیں دیتی ہے؛ بلکہ ظاہری اقرار پر فیصلہ کرتی ہے، اس تمہید کے بعد مسئلہ زیر بحث کے متعلق یوں عرض ہے کہ اگر آج کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے تو ہم اس تبدیلی مذہب کے ظاہری اسباب اور محرکات کی کھوج نہیں لگائیں گے؛ بلکہ صرف اس کے اقرار شہادتین پر اسے مسلمان قرار دیں گے، اب اس کی غیر مسلم بیوی بھی اگر اسلام قبول کرے گی تو دونوں کا رشتہ نکاح قائم رہ جائے گا؛ لیکن اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتی اور پوزیشن ایسی ہو کہ اس کے سامنے اسلام کو پیش کرنا اور قبول اسلام کی ترغیب دینا بھی ممکن نہ ہو تو تین حیض گزر جانے کے بعد اسے شرعاً فرقت مل جائے گی۔ فقہاء شریعت لکھتے ہیں:

وأسلم الحربي وتحته مجوسية لم يقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلاث حيض ثم تبين من زوجها. (۲)

اور یہ فرقت شریعت اسلامی میں طلاق نہیں کہلاتی، چناں چہ فقہاء لکھتے ہیں:

ولم تكن الفرقة بينهما طلاقا. (الهداية، باب نكاح أهل الشرك)(۳)

اب یہ فرقت بدون الطلاق چوں کہ عورت کے اسلام نہ قبول کرنے کا نتیجہ ہے؛ اس لیے یہ نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ فقہاء شریعت لکھتے ہیں:

كل فرقة جاءت من قبل المرأة بمعصية مثل الردة وتقبيل ابن الزوج فلا نفقة لها لأنها صارت حابسة نفسها بغير حق فصارت كما إذا كانت ناشزة. (الهداية: ۲/ ٤٤٤)

زوجین کے درمیان جب فرقت بغیر طلاق کے ہوئی، اور اس فرقت میں زوجہ کے بھی کسی فعل کا دخل ہو تو پھر زوجہ نفقہ وسکنی کی مستحق نہیں ہوتی ہے، چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا، ہلال بن امیہ اور ان کی زوجہ کے درمیان ایک تہمت کے سبب نزاع کا فیصلہ ابوداؤد، جلد اول، ص: ۳۰۸ میں اس طرح ملتا ہے:

---

(۱) أخرج أحمد عن أنس رضى الله عنه أن أباطلحة رضى الله عنه خطب أم سليم رضى الله عنها، يعنى قبل أن يسلم فقالت: يا ابا طلحة! ألست تعلم أن الٰهك الذى تعبد نبت من الأرض؟ قال: بلىٰ، قالت: أفلا تستحى تعبد شجرة؟ إن أسلمت فإنى لا أريد منك صداقاً غيره، قال: حتى انظر فى أمرى فذهب ثم جاء فقال: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وان محمد رسول اللّٰه فقالت: يأنس زوج أباطلحة فزوجها. وأخرجها أيضا ابن سعد بمعناه كذا فى الإصابة: ٤٦١/٤ (حياة الصحابة، تاليف يوسف الكاندهلوى: ١٦٧ـ١٦٨)

(۲) الهداية: ۳٤٧/۲، باب نكاح أهل الشرك

(۳) الهداية: ۳٤٦/۲، باب نكاح أهل الشرك

ففرق رسول الله صلى الله عليه وسلم بينهما وقضٰى أن لا بيت لها عليه ولا قوت من أجل أنهما يتفرقان من غير طلاق. (۱)

یعنی چوں کہ فرقت بغیر طلاق کے ہے؛ اس لیے نان نفقہ اور سکنی نہیں ملے گا۔

باقی رہا مہر دین کا سوال تو اگر صحبت ہو چکی ہو تو اس کو متعینہ مہر ضرور ملے گا، ورنہ پھر کچھ نہیں۔

فقہاء لکھتے ہیں:

"فلها المهر إن كان دخل بها لتاكده بالدخول وإن لم يكن دخل بها فلا مهر لها لأن الفرقة من قبلها والمهر لم يتأكد". (۲)

مہر اور نفقہ کے درمیان اس فرق کی وجہ کے سلسلے میں فقہاء لکھتے ہیں:

"النفقة صلة وليست بعوض ... فلا يستحكم الوجوب فيها إلا بالقضاء كالهبة ... بخلاف المهر لأنه عوض"(فيجب بلا قضاء ولاتراض). (الهداية: ۲/ ٤٤٠)

گویا نفقہ کی حیثیت عوض استمتاع کی نہیں ہے اور مہر کی حیثیت استمتاع کے عوض کی ہوتی ہے، اس لیے مہر تو اسے دلایا جائے گا کہ وطی کے بعد عورت کی طرف سے نفس تسلیم کا وجود ہو جاتا ہے، چناں چہ فقہاء کرام لکھتے ہیں:

"بخلاف المهر بعد الدخول لأنه وجد التسليم فى حق المهر بالوطء". (الهداية شرح بداية المبتدى: ۲/ ٤٤٤) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رحمانی مخطوطہ، کتاب النکاح)

مندرجہ ذیل صورت میں کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت مسلمان ہوئی، جب اس کے شوہر پر اسلام پیش کیا تو اس نے انکار کیا، لہٰذا تفریق ہوگئی؛ مگر بعد کو مرد بھی مسلمان ہو گیا اور مبلغ ۱۲۵ر سکہ کلدار پر نکاح ہو گیا، (۴) اس شرط پر کہ فلاں مقام میں رہوں گی، جہاں دین اسلام اور مسلمان ہیں رہوں گی، انچولی میں نہیں جاؤں گی، بعد کو مرد نے عورت کو انچولی لے جانا چاہا؛ مگر عورت نہیں گئی

---

(۱) **عن ابن عباس قال: جاء هلال بن أمية وهو أحد الثلاثة الذين تاب الله عليهم فجاء من أرضه عشاء فوجد عند أهله رجلا فرأى بعينيه وسمع بأذنيه فلم يهجه حتى أصبح ثم غدا على رسول الله صلى الله عليه وسلم ... ففرق رسول الله صلى الله عليه وسلم بينهما ... وقضى أن لا بيت لها عليه ولاقوت من أجل أنهما يتفرقان من غير طلاق ولا متوفى عنها.** (سنن أبى داؤد، باب اللعان: ۱/ ۳۰۷)

(۲) **الهداية: ۲/ ۳٤۷، باب نكاح أهل الشرك**

(۳) **الهداية: ۲/ ٤٤٤، فصل فى نفقة المطلقة**

(۴) یہ حکم عدم انعقاد نکاح کا غالباً ان روافض اور اہل تشیع کے متعلق ہے جن کا انکار ضروریات دین سے ثابت ہو جائے جیسا کہ شامی کی عبارت آئندہ سے بھی مستفاد ہے اور خود حضرت مفتی صاحب کے دوسرے فتاویٰ میں اس کی تفصیل موجود ہے، ورنہ جو شیعہ صرف تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہوں اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہ ہوں ان پر نہ کفر کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے اور نہ عدم انعقاد نکاح کا جیسا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے دوسرے فتاویٰ اس پر شاہد ہیں۔ فقط واللہ اعلم [بندہ محمد شفیع غفرلہ یکم محرم ۱۳۵۴ھ]

تو مرد نومسلم لوگوں سے یہ کہا کہ میں عورت کے واسطے دین سے بے دین ہوا، جب بھی مولوی صاحب میری عورت میرے سپرد نہیں کرتے، آٹھ آدمیوں نے اس بات کی گواہی دی، اس پر اس نومسلم نہ یہ کہا کہ یہ سب گواہ میری ناڑ یعنی گردن کاٹتے ہیں، ایک روز میں بھی ان کی ناڑ سیتلا پر چڑھا دوں گا، بعد کو اس مرد نومسلم نے توبہ کر لی، اس صورت میں وہ مرد نومسلم کافر ومرتد ہوا، یا نہیں؟ اور عورت اس کی سپردگی میں بلا تجدید نکاح دے دی جاوے گی، یا کیا اور عورت کی رضامندی تجدید نکاح کے وقت ضروری ہوگی، یا نہیں؟ اور مہر جدید مقرر ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں حکم کفر وارتداد اس نومسلم کا نہ کیا جاوے گا اور جب کہ حکم کفر نہ ہوا تو نکاح بھی باطل نہیں ہوا؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ تجدید نکاح کرا دی جاوے، جدید نکاح میں مہر جدید ہوگا؛ لیکن عورت کو گنجائش انکار کی نہیں ہے؛ کیوں کہ نکاح اول درحقیقت فسخ نہیں ہوا کہ وہ متفرع ہے، کفر وارتداد پر اور وہ ثابت نہیں ہے اور تکفیر مسلم کا حکم حتی الوسع نہ کرنا چاہیے، جب کہ گنجائش تاویل کی موجود ہو اور پہلے جملہ سے خود انکار اس شخص کا ثابت ہے؛ کیوں کہ اس کا یہ کہنا کہ یہ گواہ میری ناڑ یعنی گردن کاٹتے ہیں، انکار ہے، الفاظ مذکورہ کے کہنے سے، یا انکار محتمل ہے، تب بھی اس احتمال کو ترجیح دی جاوے گی اور دوسرا جملہ موجب کفر وارتداد نہیں ہے گو معصیت ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۷/۴۶۵-۴۶۶)

کافر کی منکوحہ مسلمان ہو جائیں اور چھ مہینے گزر جائیں تو شادی کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: منکوحہ کافر اسلام قبول کرے اور شوہر کفر سے تائب نہ ہو اور وہ منکوحہ عرصہ چھ ماہ سے علاحدہ ہو، تو وہ عورت فی الحال دوسرے مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے، یا بعد انقطاع عدت؟

الجواب

کسی کافر کی منکوحہ کو اسلام لانے کے بعد جس وقت تین حیض پورے ہو جاویں تو وہ عورت اپنے شوہر کافر کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے اور پھر اس کا نکاح کسی مسلمان سے امام صاحب کے قول کے موافق اس کی رضامندی سے صحیح ہے۔ درمختار میں ہے:

ولو أسلم أحدهما ... ثمة ... لم تبين حتٰى تحيض ثلثاً أو تمضي ثلثة أشهر ... وليست بعده. (۱)

لیکن شامی میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ بعد اس بینونت کے عدت اس پر لازم ہے، یا نہیں؟ صاحبین وجوب عدۃ کے قائل ہیں۔ (**كذافي الشامي وجزم به الطحاوي**) ان کی رائے کے موافق پھر تین حیض گزارنے کے بعد نکاح ثانی کر سکتی ہے اور یہ احوط ہے۔ (۲) پس دیکھا جاوے کہ چھ ماہ میں اس کو کتنے حیض آتے ہیں، اگر حیض پورے

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۶، ظفير

(۲) وهل تجب العدة بعد مضي هٰذه المدة فإن كانت المرأة حربية فلا لأنه لاعدة على الحربية وإن كانت هي المسلمة فخرجت إلينا فتمت الحيض هنا فكذلك عند أبي حنيفة خلافا لهما ... وجزم الطحاوي بوجوبها. (الدر المختار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۷، ظفير)

ہو گئے ہوں فبہا، ورنہ باقی ماندہ حیض پورے کرے اور یہ بصورت حیض آنے کے ہے اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر چھ ماہ دونوں عدتوں کے لیے کافی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۲/۷-۱۹۳)

نومسلم جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتا ہے، اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے:

سوال: زید تعلیم یافتہ ہے اور گورنمنٹ سروس میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے، اس کا کہنا ہے کہ ان کے ہونے والے داماد ''رام'' نے اسلام قبول کرلیا ہے؛ لیکن خفیہ طور پر اور سوائے زید کے یہ اسرار اور کوئی نہیں جانتا اور کچھ مصلحت جائیداد وغیرہ کی بنا پر رام نے اپنا ہندو نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ اب زید چاہتا ہے کہ ان کی لڑکی مسلمہ کا نکاح رام سے کردیا جائے۔ اب سوال یہ کہ ایک غیر مسلم اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنا پرانا ہندو نام رکھ سکتا ہے؟

رام کے سلسلہ میں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس کے مسلمان ہونے کی شہادت صرف ایک ہی آدمی؛ یعنی زید ہی دیتا ہے، اس کے ثبوت میں ان کے پاس نہ تو کوئی تحریری اعلان ہے اور نہ کوئی اور ثبوت ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس طرح اس کا کفر سب کو معلوم ہے، وہ مخفی نہیں ہے، اسی طرح اس کے اسلام کا بھی اعلان ہونا ضروری ہے، خواہ اس طرح کہ وہ مجمع میں اسلام قبول کرے، یا اپنے مسلمان ہوجانے کا اعلان کرے، خواہ اس طرح کہ وہ مسلمان کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کرے۔ (۱) اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا نام اسلامی رکھا جائے، پرانا ہندوانا نام بدل دیا جائے۔ جائیداد وغیرہ کی مصلحت سے اسلام کو مخفی رکھنا اور اپنا پرانا نام باقی رکھنا اور مسلمان لڑکی سے شادی کرلینا خطرناک تلبیس ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۲/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۵/۱۱)

---

(۱) ومنها إسلام إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز نكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿ولاتنكوحوا المشركين﴾ (البقرة: ۲۲۲) (بدائع الصنائع، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة، كتاب النكاح: ۴۶۵/۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم، فأحسنوا أسمائكم". (سنن أبي داؤد، كتا ب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲، إمداديه ملتان)

وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: "أن إبنة كانت لعمر يقال لها: عاصية فسماها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جميلة. (رواه مسلم) [أخرجه مسلم، برقم: ۳۹۲۱، باب استحباب تغيير الإسم القبيح إلى حسن، كتاب الآداب، انيس] قال الملا على القارى تحت هٰذا الحديث: "ثم رأيت التوربشتي قال: وإنما كان ذلك منه في الجاهلية، فإنهم كانوا يسمون بالعاص والعاصية ذهاباً إلىٰ معنى الآباء عن قبول النقائص والرضاء فلما جاء الله بالإسلام كره له ذلك ... قال النووي رحمه الله تعالىٰ: وفيه استحباب تغيير الإسم القبيح كما يستحب تغيير الأسامي المكروهة إلىٰ حسن". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الأول: ۵۱۹/۸، رشيديه)

نومسلموں کا نکاح رہن کی ایک صورت اور اذان خطبہ جمعہ:

سوال: ایک عورت مسلمان شادی شدہ عیسائی ہوجاتی ہے، عرصہ کے بعد پھر وہ مسلمان ہو جاتی ہے، کیا پہلا نکاح قائم ہے، یا دوبارہ نکاح ہونا چاہئے۔

(۲) ایک عورت غیر مذہب شادی مسلمان ہوتی ہے، ایک ہفتہ کے بعد خاوند بھی مسلمان ہو جاتا ہے، آیا نکاح سابق بحال ہے، یا دوسرا نکاح کیا جاوے بعد اسلام لانے کے عورت کا نکاح دوسری جگہ کردیا تھا، اب حق نکاح کس کا ہے؟

(۳) مرتہن جونفع مرہون کا کھاتا ہے اور اپنا پورا روپیہ راہن سے وصول کرتا ہے، یہ سود تصور ہوگا، یا نہیں؟

(۴) خطبہ کی اذان آیا صف اول میں امام کے سامنے پڑھی جاوے، یا باہر صحن مسجد میں امام سے دور ہو کر پڑھنی جاوے؟

(۵) اقوام سید وقریشی جواقوام دیگر ہیں، وہ شادی لڑکیوں کی کر سکتے ہیں؟

الجواب

(۱) تجدید نکاح کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ بوجہ ارتداد پہلا نکاح فسخ ہو چکا تھا۔ (کذا فی الهداية والدر)

(۲) دار الحرب میں عرض اسلام کا اعتبار نہیں؛ بلکہ اتنی مدت انتظار کرنا ضروری ہے کہ عورت کو تین حیض آجائیں، جب تین حیض (اور اگر حیض نہیں تو تین ماہ) گزر جائیں، اس وقت اس عورت کا نکاح اپنے خاوند کافر سے فسخ ہوگا، لہٰذا اس سے پہلے اگر دوسرا نکاح کردیا گیا ہے تو وہ صحیح نہیں ہوا، ہفتہ کے بعد جب وہ خاوند مسلمان ہوگیا، عورت اسی کو ملے گی اور نکاح جدید کی ضرورت نہیں۔

قال فی الهداية: وإذا أسلمت المرأة فی دار الحرب وزوجها كافراً وأسلم الحربی وتحته مجوسية لم يقع الفرقة عليها حتٰى تحيض ثلث حيض ثم تبين من زوجها وهٰذا؛ لأن الإسلام ليس سبباً للفرقة والعرض على الإسلام متعذر لقصور الولاية ولابد من الفرقة دفعاً للفساد فأقمنا شرطها وهو مضى الحيض مقام السبب كما فی حضر البئر. (الهداية، باب النكاح أهل الشرك)(۱)

(۳) رہن کی آمدنی سود ہی کے حکم میں ہے۔ وهٰذا هو القول المختار المفتى به، كذا قاله الشامی. (۲)

(۴) امام کے سامنے اور قریب ہونی چاہیے، پھر مسجد کے اندر ہو، یا باہر دونوں طرح درست ہے؟

(۵) کر سکتے ہیں برضائے اولیاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۸۶/۲)

---

(۱) الهداية علٰى هامش البناية: ٧٨٦/٤-٧٨٨، ط، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) تفصیل کے لیے دیکھئے: ردالمحتار، كتاب الرهن: ٤٨٢/٦، دار الفكر بيروت، انيس

بت پرست کو مسلمان بنا کر شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت بت پرست اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک مسلمان شخص کے ساتھ چلی گئی اور اس مسلمان نے اس عورت کو مسلمان کیا اور بعد مسلمان ہونے کے اس عورت سے نکاح کیا۔ اب یہ عورت اس حالت میں مسلمان ہوئی، یا نہیں؟ اور اس عورت کا نکاح مرد مسلمان سے درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــ

صورت مسئولہ میں وہ عورت مسلمان ہوگئی اور نکاح اس کا مرد مسلمان سے درست ہے، جب کہ اس کو تین حیض آ جاویں اور بصورت نہ آنے حیض کے تین ماہ گزرنا شرط ہے، پس نکاح اس مدت سے قبل درست نہیں ہے۔ اگر تین حیض، یا تین ماہ بصورت عدم حیض گزرنے سے قبل مسلمان نے اس عورت سے نکاح کیا تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوا، بعد آنے تین حیض کے اور بصورت عدم حیض، بعد گزرنے تین ماہ کے، نکاح کیا جاوے۔

قال الشامي: فإذا مضت هذه المدة صار مضيئها بمنزلة تفريق القاضي.(۳۹۰/۲))(۱)

کتبہ رشید احمد عفی عنہ۔ الجواب صحیح: عزیز الرحمٰن عفی عنہ (۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۸)

عدالتی کارروائی کے ذریعہ ہندو اپنی نومسلم بیوی کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکتا:

سوال: ہندہ ایک ہندو مرد کی زوجہ تھی، اس نے اپنے مرد کی زیادتیوں کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنا ترک کر کے دوسرے شہر میں سکونت اختیار کی، بعدہ دین اسلام قبول کیا، جس کو زمانہ قریب ڈیڑھ سال سے زیادہ کا ہوتا ہے، اب وہ ہندو شوہر عدالت سے قبضہ عورت کی استدعا کرتا ہے، کیا وہ ہندو شوہر اس مسلمان عورت کا قبضہ پا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی:۷۳۶، دین محمد (تلام) ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۶/فروری ۳۶ء)

الجواب ــ

مسلمان عورت ہندو مرد کی زوجہ نہیں رہ سکتی، اسلامی احکام اس کے متعلق بہت صاف اور واضح ہیں، جب کہ عورت کے اسلام لانے پر ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے تو عدت بھی گزر چکی ہوگی اور عدت کے گزر جانے کے بعد غیر مسلم مرد کو مسلمہ عورت پر کوئی حق زوجیت باقی نہیں رہتا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲۰۷/۵)

---

(۱) شامی، كتاب نكاح الكافر، مطلب الصبي والمجنون ليسا بأهل لايقاع الطلاق، ص:۳۹۰/ج:۲ (مطبع مجتبائی دهلی: ۱۲۸۸هـ)/ نیز شامی باب مذکور ج:۳/ص:۱۹۰، [دارالفكر بيروت ۱۳۸٦هـ/۱۹٦٦ء] /نیز شامی ج:۲/ص:٤٢٤ [مكتبه ماجديه كوئٹه: ۱۳۹۹هـ] [نور]

(۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند- مرتبہ مولانا مفتی ظفر الدین احمد صاحب ص:۲۸۹-۲۹۰، ج:۷ (طبع اول ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

(۳) وإذا أسلم أحد الزوجين المجوسيين أو إمرأة الكتابي عرض الإسلام على الآخر، فإن أسلم فيها وإلا بأن أبى أو سكت فرق بينهما. (الدر المختار) ==

مشرکہ عورت سے دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ متشرع دیوبندی مسلک رکھنے والے مسلمان نوجوان مرد کا نکاح ایک بریلوی عقیدہ عورت جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے، عالم الغیب حاضر وناظر اور کارساز بھی ہے، بشریت سے منکر ہے، نیز تمام انبیاء عظام اور اولیاء کرام حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر وناظر ہیں وغیرہ، سے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سیف الدین اٹک شہر، ۱۹۸۳/۸/۷ء)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسی عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں ہے، ایسی عورت مرتدہ ہے اور اہل کتاب سے بھی بدتر ہے۔(۱)

لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتىٰ يؤمن﴾(الآية) (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۷/۴)

کفار کے آپس میں کئے گئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کے ساتھ لوگ شادیاں کرتے ہیں اور یہود ونصاریٰ وغیرہ آپس میں جو شادیاں کرتے ہیں، ان کا نکاح ہوجاتا ہے اور ان کی اولاد کس حکم میں آئے گی؟ تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ہندوؤں کے ساتھ نکاح کرنا تو علی الاطلاق حرام ہے، اگر کسی مسلمان نے یہ نکاح کرلیا تو بہت خطرے کی بات ہے، حرام کو حلال سمجھنا بندے کو کفر تک پہنچا دیتا ہے، یہ نکاح چوں کہ باطل اور سرے سے کالعدم ہے، لہٰذا اس سے پیدا شدہ بچے ثابت النسب نہ ہوں گے۔

باقی اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) سے نکاح کو فقہاء نے غیر مسلم ممالک میں مکروہ تحریمی کہا ہے؛ کیوں کہ ان سے نکاح کی صورت میں ماں کیا اثرات بچوں پر پڑیں گے، نیز دیگر قبائح بھی اپنی جگہ ہیں، لہٰذا اہل کتاب سے نکاح سے

== وفي الرد: والمراد بالمجوسي من ليس له كتاب سماوي. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۸۸/۳، سعيد)

(۱) وفي الهندية: لا يجوز نكاح المجوسيات ولا الوثنيات ... ويدخل في عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم و الصور التي استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده كذا في فتح القدير. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۱/۱، القسم السابع المحرمات بالشرك)

(۲) سورة البقرة ۲۲

اجتناب کیا جائے،البتہ اگر کسی نے ان سے نکاح کرلیا تو اس سے ہونے والی اولاد ثابت النسب ہوگی؛لیکن یہود ونصاریٰ سے متعلق یہ[کسی بھی درجے میں نکاح کے جواز کا] حکم ان اہل کتاب سے متعلق ہے،جو کسی بھی درجے میں اپنے مذہب کے معتقد ہوں،اگر وہ اہل کتاب دہریہ اور لا مذہب ہو تو اس سے عقدِ نکاح قطعاً جائز نہیں اور آج کل اکثر اہل کتاب ایسے ہی ہیں،لہذا ان سے نکاح سے کلیۃً اجتناب کیا جائے۔

نیز یہود ونصاریٰ اور دیگر کفار مرد اور عورتیں آپس میں جو نکاح کرتے ہیں،وہ منعقد ہو جاتے ہیں اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد ثابت النسب ہوگی۔

لما في الدر المختار (۱۸٤/۳):(كل نكاح صحيح بين المسلمين فهو صحيح بين أهل الكفر)... وقوله عليه الصلاة والسلام:ولدت من نكاح لا من سفاح.

وفي الرد تحته: (قوله:ولدت من نكاح لا من سفاح) أي لا من زنا والمراد به نفي ما كانت عليه الجاهلية من أن المرأة تسافح رجلا مدة ثم يتزوجها وقد استدل بالحديث المذكور في الفتح أيضا ووجهه أنه سمى ما وجد قبل الإسلام من أنكحة الجاهلية نكاحا.

وفي الشامية ايضاً(۳/ ٤٥): (قوله: كتابية) أطلقه فشمل الحربية والذمية والحرة والأمة ح عن البحر (قوله:و إن كره تنزيها) أي سواء كانت ذمية أوحربية فإن صاحب البحر استظهر أن الكراهة في الكتابية الحربية تنزيهية فالذمية أولٰى اه ح قلت علل ذلك في البحر بأن التحريمية لا بد لها من نهي أو ما في معناه لأنها في رتبة الواجب اه وفيه أن إطلاقهم الكراهة في الحربية يفيد أنها تحريمية والدليل عند المجتهد علٰى أن التعليل يفيد ذلك ففي الفتح ويجوز تزوج الكتابيات والأولٰى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا لضرورة وتكره الكتابية الحربية إجماعا لافتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر وعلى الرق بأن تسبى وهي حبلى فيولد رقيقا وإن كان مسلما اه فقوله والأولٰى أن لا يفعل يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحربية تأمل. (نجم الفتاویٰ:۴/۲۷۲،۲۷۳)

کفر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے:

سوال: اگر بعض افراد کفریہ عقائد اختیار کرلیں تو ان کی بیویوں سے ان کا نکاح باقی رہے گا، یا تجدید ضروری ہوگی؟

الجواب

ایسے لوگ اگر ایسے افعال، یا اقوال عمل میں لاتے ہیں، جو کہ کفر جو داور صریح شرک ہیں، اس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اور نہ ان میں کوئی اختلاف ہے تو یقیناً کافر ہوگئے اور ان کا نکاح ٹوٹ گیا، ان سے توبہ کرانی چاہیے اور نکاح کی

تجدید کرانی چاہیے اوراس کے بعد اگر وہ توبہ نہ کریں اور اپنے کفر پر اصرار کریں، سمجھانے بجھانے پر بھی نہ سمجھیں تو میاں بیوی کا علاقہ صحیح نہیں ہے، عورت کو جدا کردینا چاہیے اور اگر نہ مانیں اور عورت اگر اسلام پر قائم رہی تو اولاد حلالی نہ ہوگی اور اگر وہ بھی خاوند کی طرح سے کفر پر قائم ہوجائے تو کافروں کی اولاد کی طرح ہوگی اور اگر یہ شرک صریح نہیں ہے نہ کفر کفر جحود ہے، یا مختلف فیہ ہے، یا کوئی تاویل قوی، یا ضعیف کلام میں پائی جاتی ہے تو یہ شخص فاسق یقینی ہے، توبہ کرانی چاہیے، نکاح نہ ٹوٹے گا اور تجدید عقد کی ضرورت نہ ہوگی۔(۱)

(مکتوبات:۸۲/۴)(فتاویٰ شیخ الاسلام:۹۵و۹۶)

ارتداد اور مسئلہ نکاح:

سوال: زید ایک قادیانی عقائد کے باپ کا بیٹا ہے، جس نے قادیانی عقائد میں پرورش پائی اور قادیانی رہا۔اس کی والدہ حنفی العقیدہ ہے۔زید کا نکاح بھی ایک حنفی العقیدہ لڑکی سے ہوا اور ایک ہزار روپیہ مہر مؤجل مقرر ہوا۔اس کے بعد زید قادیانی لوگوں کی بعض حرکات سے اس قدر متنفر ہوا کہ وہ نہ صرف قادیانی مذہب سے؛ بلکہ اسلام سے ہی بدظن ہوگیا اور آخر آریہ بن گیا۔کچھ عرصے کے بعد مشرف باسلام ہوا۔اب بحمد اللہ وہ عقائد حقہ رکھتا ہے اور قادیانیت سے متنفر ہے۔مندرجہ بالا واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سسرال والوں نے بوجہ ارتداد کے نکاح کو فسخ شدہ قرار دے کر مہر کا مطالبہ کیا۔اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

(۱)　حنفی لڑکی کا قادیانی سے نکاح ہوا تو مہر واجب ہوگیا، یا نہیں؟

(۲)　قادیانی اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو ہوجائے تو کیا یہ ارتداد عن الاسلام ہوگا؟

(۳)　ہندو ہونے کے بعد زوجین نکاح کو برقرار رکھنا چاہیں تو تجدید نکاح ضروری ہے؟

(۴)　تجدید نکاح کی صورت میں حلالہ ضروری نہیں:

(۱) آیا ایک حنفی العقیدہ لڑکی کا نکاح ایک قادیانی شوہر سے شرعاً جائز ہے، یا فاسد و باطل ہے؟

(۲) اگر فاسد و باطل ہے تو آیا مہر بھی واجب ہے؟ (تعلقات زناشوئی کئی سال تک جاری رہے)

(۳) یہ دیکھ کر کہ حضرات علماء نے قادیانی لوگوں کے ارتداد اور خارج عن الاسلام ہونے کا فتویٰ دے رکھا ہے، آیا کسی قادیانی کا اپنے مذہب کو (خواہ وہ بزعم خود اس کو اسلام سمجھتا ہو) ترک کرکے آریہ ہوجانا ارتداد عن الاسلام ہے اور اس سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے؟

---

(۱)　مایکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وأولاده أولاد زنا ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح .وقال الشامي:أي احتیاطاً کما في الفصول العمادیة وزاد فیها قسماً ثالثاً فقال وماکان خطاءً من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائله یقر علی حاله ولا یؤمر بتجدید النکاح ولکن یؤ مربالاستغفاروالرجوع عن ذلک.(شامي:۲۴۷/۴)

(۴) صورت زیر بحث میں اگر یہ زوجین تعلقات زنا شوئی کو جاری رکھنا چاہیں تو ان کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے؟

(۵) بصورت تجدید نکاح آیا حلالہ ضروری ہے؟ یہ ملحوظ رہے کہ زید نے طلاق نہیں دی، فسخ نکاح بوجہ ارتداد سمجھا جارہا ہے۔

(المستفتی: ۳۶۰ ،سید غلام بھیک نیرنگ ایڈوکیٹ انبالہ۔ ۱۷/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۰/جون ۱۹۳۴ء)

الجواب

(۱) نکاح جائز ہے؛ یعنی فاسد ہے۔(۱)

(۲) اگر زوجین میں تعلقات زنا شوئی واقع ہو چکے ہیں تو مہر مثل لازم واجب ہے۔(۲)

(۳) ہاں، گو قادیانیوں پر کفر کا فتویٰ ہے، تاہم وہ اسلام کے مدعی تو ہیں تو اسلام چھوڑ کر آریہ ہو جانا ارتداد قرار دیا جائے گا اور نکاح جو فاسد ہونے کی وجہ سے پہلے ہی واجب الفسخ تھا، اس کا فسخ اور زیادہ مؤکد ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں بطلان نکاح متیقن ہو گیا۔(۳)

(۴) اگر یہ زوجین تجدید اسلام زوج کے بعد باہم شوئی کے تعلقات رکھنا چاہیں تو ان کو از سر نو نکاح کرنا لازم ہوگا؛ لیکن نکاح سے پہلے حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔(۴)

(۵) حلالہ کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ حلالہ تین طلاق دینے کی صورت میں ہوتا ہے، نہ کہ نکاح فسخ ہونے کی صورت میں۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۹۴/۵) ☆

---

(۱) وحرم أخت معتدته ... والمجوسية بالاجماع والوثنية ويدخل في عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنوها والمبطلة، والزنادقة. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، باب المهر: ۱۱۰/۳، دار المعرفة، بيروت)

(۲) ويجب مهر المثل في نكاح فاسد (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۳۱/۳، سعيد)

(۳) وإرتداد أحدهما أي الزوجين فسخ ... عاجل بلا قضاء. (الدر المختار) وفي الرد: بلا قضاء أي بلا توقف علىٰ قضاء القاضي. (كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۳/۳، سعيد)

(۴) فلو ارتد مراراً وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح علىٰ قول أبي حنيفة تحل إمرأته من غير إصابة زوج ثان. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۳/۳، سعيد)

☆ **مرتد کا نکاح:**

سوال: ایک شخص کو مسجد میں بعض لوگوں نے مرتد قرار دیا، اس نے تحریرا اپنی غلطی قبول کی اور پھر سے مسلمان ہوا، اس کی بیوی پر اس کے عمل سے کیا اثر ہوا؟ (ایک دینی بہن)

الجواب

اگر شوہر مرتد ہوا، اس کو دوبارہ اسلام لانے کو کہا گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا، اس کے مرتد ہونے اور اسلام قبول کرنے کے درمیان بیوی کو تین حیض آنے کی نوبت نہیں آئی تو نکاح برقرار رہے گا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۶۱/۴، ۳۶۲)

خاوند کے مرتد ہوجانے سے نکاح کا حکم:

سوال: میاں بیوی دونوں مسلمان تھے اور خوشگوار زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک شوہر قادیانیوں کا شکار ہوکر مرتد ہوگیا، جب کہ عورت دین حق یعنی اسلام پر قائم ہے، ایسی حالت میں عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

قادیانی چوں کہ مرتد کے حکم میں ہیں؛ اس لیے صورت مسئولہ میں خاوند کے مرتد ہوجانے سے مسلمان بیوی سے اس کا رشتہ ختم ہوگیا ہے۔ ایسی حالت میں یہ عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

قال الحصكفي: (وارتد احدهما) أي الزوجين فسخ عاجل. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۴۲۵/۲، باب نكاح الكافر) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۴۲/۴)

ارتداد شوہر کا کیا حکم ہے:

سوال (۱) مسلمان میاں بیوی میں سے شوہر مرتد ہوگیا تو نکاح باقی رہا، یا ختم ہوگیا؟

(۲) ادائے نفقہ ومہر واجب ہوگا، یا نہیں؟

(۳) زوجہ مرتد ہوجائے تو کیا حکم ہے؟ ایسی صورت میں مہر ونفقہ کی وہ حقدار ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) نکاح فی الفور ختم ہوگیا۔

”وارتداد أحدهما فسخ عاجل بلا قضاء“. (۲)

(۲) دونوں واجب ہوں گے بشرطیکہ خلوت صحیح ہوچکی ہو۔ (۳)

(۳) اگر مسلمان جوڑے میں سے بیوی مرتد ہوجائے تو مشائخ بلخ نے نکاح کے باقی رہنے کا فتویٰ دیا ہے:

”وافتىٰ مشائخ بلخ بعَدَمِ الْفُرْقَةِ بردتها زجراً“. (۴)

اور بالعموم؛ بلکہ جمہور علماء بھی ایسا ہی فرمائیں گے، یہ فتویٰ غالبًا اس لیے دیا گیا ہے کہ ارتداد کو شوہر سے گلوخلاصی کا ذریعہ نہ بنالیا جائے۔ بہر حال ارتداد کے بعد نکاح باقی رہے گا، اگر خلوت صحیحہ ہوچکی ہے تو مہر واجب ہوگا؛ لیکن نفقہ کا وجوب نہ ہوگا، چوں کہ عورت نے مرتد ہوکر شوہر کی اطاعت سے خروج کیا ہے اور اگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے تو نہ مہر واجب ہوگا، نہ نفقہ۔

---

(۱) وقال في الهندية: ارتد احد الزوجين عن الاسلام وقعت الفرقة بينهما كذا في الكافي. (الفتاوىٰ الهندية: ۳۳۹/۱، الباب العاشر في النكاح الكفار)/ ومثلهٗ في الهداية: ۳۴۸/۲، فصل في النكاح الكافر

(۲-۴) تنوير الأبصار مع الدرالمختار على هامش رد المحتار: ۵۳۹/۲

”فللموطوء ة ولو حكما كل مهرها ولغيرها ... لا شيء من المهر والنفقة لو ارتدت“.

”وفي الشامي:لكن المدخول بها كذلك لا نفقة لها لو ارتدت“.(۱)

کچھ عرصہ پہلے پنجاب کے علاقہ میں ایسی نوعیت کے واقعات اتداد کے پیش آئے تھے اور علماء نے بقاء نکاح ہی کا فتویٰ دیا تھا؛لیکن اگر ایک مسلمان جوڑے میں سے شوہر مرتد ہوتا ہے تو اس کے مسائل تو واضح اور صاف ہیں، اگر عورت مرتد ہوتی ہے تو اس کے مسائل بہت مفصل پیچیدہ اور الجھے ہوئے ہیں، اور شاید ان تفصیلات سے بعض حضرات کی تشفی نہ ہو سکے۔

اکثر مسائل وہ ہیں، جو مسلمانوں کے دور اقتدار میں، یا دارالاسلام میں حل کئے گئے، کہیں کہیں اس صورتحال سے بھی بحث کی گئی ہے، جو تاتاریوں کے حملے اور غلبے کے بعد پیدا ہوئی، ان مسائل میں تطبیق دینا، باہم ربط قائم کرنا اور نصوص قرآنیہ سے انہیں واضح طور پر ہم آہنگ کرنا نہایت مشکل کام ہے۔

لہذا اگر یہ کہا جائے تو شاید زیادہ بہتر ہوگا کہ مسلمان جوڑے میں سے کوئی بھی مرتد ہو جائے تو نکاح ختم ہو جائے گا کہ نصوص قرآنی کا یہی تقاضا ہے، اب رہا یہ معاملہ کہ مرتد نے واقعتاً اسلام کو ترک کر دیا اور دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہے، یا اس نے شوہر سے گلوخلاصی کے لیے ارتداد کو بہانا بنایا ہے، اس تحقیق وتفتیش کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں، ہم اس کے ظاہر قول کو دیکھیں گے اور اسی پر فیصلہ کریں گے۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”أفلا شققت قلبه“.(۲)

یعنی مرنے والے نے کلمہ پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا، کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا کہ اس نے موت سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھا تھا، یا اسلام لانے کے لیے؟

رہی یہ مصلحت کہ عورت ظالم شوہر سے گلوخلاصی کے لیے ارتداد کو بہانا نہ بنا سکے تو اس کے لیے مسلمانوں کو ہر جگہ

---

(۱) تنوير الأبصار مع الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۵۳۹/۲

(۲) عن أسامة بن زيد - وهذا حديث ابن أبي شيبة - قال بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في سرية فصبحنا الحرقات من جهينة فأدركت رجلا فقال: لاإله إلا الله فطعنته فوقع في نفسي من ذلك فذكرته للنبي صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أ قال لاإله إلاالله وقتلته؟ قال: قلت: يارسول الله! إنما قالها خوفا من السلاح، قال: أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا؟فمازال يكررها على حتى تمنيت أني أسلمت يومئذ ،قال:فقال سعد:وأنا والله لا أقتل مسلما حتى يقتله ذو البطين يعني أسامة قال:قال رجل:ألم يقل الله: وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله ؟ فقال:سعد:قد قاتلنا حتى لا تكون فتنة وأنت وأصحابك تريدون أن تقاتلوا حتى تكون فتنة.(صحيح لمسلم،باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال:لا إله إلا الله: ۶۷/۱-۶۸(رقم الحديث: ۹۶)/ صحيح البخاري،باب بعث النبي صلى الله عليه وسلم أسامة بن زيد رضي الله عنه: ۶۱۲/۲)

دارالقضاء قائم کرنا چاہیے اور قاضی کا تقرر عمل میں لانا چاہیے کہ وہاں حاضر ہو کر عورت شوہر کے ظلم سے نجات پا سکے اور اپنا حق حاصل کر سکے اور وہ وجوہ فسخ نکاح کی کتابوں میں دی ہوئی فہرست سے آگے بڑھ کر اہم ضرورت کے تحت دوسرے وجوہ کی بنا پر بھی فسخ نکاح کرا سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رحمانی مخطوطہ، کتاب النکاح)

مرتد کا نکاح کسی سے منعقد نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی غیر مسلم ہے، وہ ایک مسلم لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے، لڑکی نے اس کو غیر مسلم بنا کر شادی ہندوانی رواج کے مطابق کر لی، پھر چار سال کے بعد دونوں مسلمان ہو گئے تو اب نکاح دوبارہ ہوگا، یا وہی نکاح برقرار رہے گا؟　　(المستفتی: محمد احمد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

ہندو دھرم اختیار کرنے کی وجہ سے مسلم لڑکا مرتد بن گیا تھا اور مرتد کا نکاح کسی سے بھی نہیں ہو سکتا؛ اس لیے پہلا والا نکاح شرعاً ہوا ہی نہیں، اب مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ نکاح ضروری ہے۔

ولا يصلح أن ينكح مرتد، أو مرتدة أحدا من الناس مطلقاً أي مسلماً، أو كافراً، أو مرتداً. (الدر المختار مع الشامی، زکریا: ۴/۳۷۶، کراچی: ۳/۲۰۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/ ربیع الاولیٰ ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۰۶۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۵/۳/۱۴۲۰ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۸۳)

حکم تطلیق مرتد:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے پیر کو خدا کہتا ہے اور سجدہ کرتا ہے اور بغداد شریف کی طرف منہ کر کے نفل کعبہ سے افضل جان کر پڑھتا ہے اور علمائے دین کو دشنام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے رقاصوں کا ناچ گانا سنا ہے اور حلال جانتا ہے اور السلام علیکم کو بے ادبی اور برا سمجھ کر بجائے اس کے یا علی مدد کہتا ہے، آیا یہ الفاظ کفر کے ہیں، یا کہ نہیں؟ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر الفاظ کفر کے ہیں، چناں چہ عالمگیری کی عبارت سے علماء کو گالیاں دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں شریعت کو کیا کروں اور ہمارا شریعت سے کیا کام؟ ہمارا علم حیدری ہے اور فتاویٰ مولوی عبدالحق میں تحریر ہے کہ یہ الفاظ بھی کفر کے ہیں اور فتاویٰ مولوی اشرف علی صاحب میں بھی مرقوم ہے۔ اگر یہ الفاظ کفر کے ہیں تو ایسا شخص اگر طلاق کہے تو واقع ہوگی، یا نہیں؛ کیوں کہ بوجہ کفر کے نکاح فسخ ہو چکا تھا؟ آیا بعد توبہ کرنے کے نکاح درست ہے؟ مفصل بحوالہ کتب تحریر فرما دیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: ثم الفرقة إن من قبلها ففسخ لا ينقص عدد طلاق ولا يلحقها طلاق إلا فی الردة وإن من قبله وطلاق إلا بملك أو ردة أوخيارعتق.

وفی ردالمحتار: وذكرفی أول طلاق البحرأن الطلاق لايقع فی عدة الفسخ إلا فی ارتداد أحدهما وتفريق القاضی بإباء أحدهما عن الإسلام لكن الشارح قبل باب تفويض الطلاق قال تبعا للمنح لا يلحق الطلاق وعدة الردة مع اللحاق فيقيدكلام البحرههنابعدم اللحاق رأی بدارالحرب كمالايخفیٰ. (۵۰۳/۲)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد فسخ ہے، اگر اس کی عدت کے اندر طلاق واقع ہوتی ہے، پس ان اقوال کفریہ سے تو نکاح فسخ ہوگیا اور عدت واجب ہوگئی اور وطی حرام ہوگئی، پھر یہ طلاق اگر عدت کے اندر ہوئی ہے تو تین سے کم میں تو تجدید ایمان کے بعد تجدید نکاح کرلیں اور اس نکاح کے بعد بقیہ تطلیقات کا مالک رہے گا اور اگر تین طلاق دے دیئے تو بعد حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر یہ طلاق بعد عدت کے ہوا ہے، تو طلاق واقع ہی نہیں ہوئی، بعد تجدید ایمان کے تجدید نکاح درست ہے اور اس نکاح کے بعد طلقات ثلثہ کا مالک رہے گا؛ لیکن اگر نکاح کے بعد پھر کلمات کفریہ، یا افعال کفریہ کا صدور ہوا، پھر نکاح فسخ ہوجاوے گا اور وطی وغیرہ حرام ہوگی، جیسا کہ اس طلاق سے پہلے مدتوں حرام ہوتا رہا۔

۶/ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۱۹۷) (امدادالفتاویٰ جدید: ۳۸۳/۲)

مسلم سے کیا ہوا نکاح:

سوال: ایک شخص مسلمان تھا، اس نے مرتد ہوکر غیر مسلمہ سے شادی کرلی، توفیق الٰہی سے وہ تائب ہوکر مسلمان ہوا؛ مگر غیر مسلمہ مشرکہ کو وہ نکاح میں رکھے ہوا ہے، جب کہ دونوں کہولت کو پہنچ چکے ہیں؟ (عقیل انجم، بنجارہ ہلز)

الجواب

ارتداد سے تائب ہونا حسنِ توفیق کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے؛ لیکن کسی مسلمان کے لیے یہودی وعیسائی عورت کے علاوہ کسی اور غیر مسلم عورت سے نکاح کرنا، یا اس کے ایمان نہ لانے کے باوجود اسی نکاح پر باقی رہنا درست نہیں، اسے چاہیے کہ مذکورہ خاتون سے میاں بیوی کا خصوصی تعلق بالکل نہ رکھے، اسے خود بھی اسلام کی دعوت دے اور دوسرے سمجھدار لوگوں کے ذریعہ بھی اسلام کی طرف راغب کرے اور اس کی ہدایت کے لیے خوب الحاح وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے۔ بہر حال شوہر کے ایمان لانے کے بعد اگر ۳/ماہواری آجانے کے باوجود عورت ایمان نہ لائے تو مسلمان مرد کا نکاح اس سے ختم ہوجاتا ہے، (۲) اس لیے وہ شرعاً ان کی بیوی نہیں ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۶۰/۴)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۷۰/۳-۷۱، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) البحر الرائق: ۳۷۰/۳

نکاح مرتدہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے شادی کی اور بی بی کو گھر میں اپنے لایا اور خلوت کے چند ماہ کے بعد اس کے اولیا رخصتی کے لیے آئے، زید نے بی بی کو رخصت کردیا۔ چند روز کے بعد زید نے جو رخصتی چاہی تو اس عورت کے اولیاء حیلے حوالے کرنے لگے، چند روز کے بدر خصتی کے لیے درخواست کی جب اولیاء کو یہ معلوم ہوا تو ان لوگوں نے جھٹ سے اس عورت کو کلمات کفر سکھلا دیئے، اس عورت نے کلمات کفر زبان سے کہے، اب اولیاء عدالت میں آکر یہ کہتے ہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ ہوکر اس قسم کے کلمات کفر زبان پر لائی ہے، اب زید سے اس کا نکاح ہی کب باقی رہا کہ وہ رخصتی چاہتا ہے، نکاح ٹوٹ گیا، اس وجہ سے ہم لوگ رخصتی نہیں کرسکتے، اس اظہار پر حاکم نے زید سے فتویٰ طلب کیا ہے اور اپنے فیصلہ کو فتویٰ پر موقوف رکھا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس عورت نے اولیاء کے سکھلانے سے، یا خود اپنی طبیعت سے بغرض فسخ نکاح اگر کلمات کفر کہے ہوں تو عنداللہ نکاح فسخ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

فسخ ہوگیا، عمداً سمجھ کر تلفظ بکلمات کفر خواہ اعتقاد سے ہو، یا بلا اعتقاد، خواہ اپنی رائے سے، یا کسی کی تعلیم سے، سب موجب کفر ہے اور کفر موجب فسخ نکاح؛ اس لیے نکاح ٹوٹ گیا اور ساتھ ہی ساتھ تعلیم کرنے والوں کا نکاح بھی ٹوٹ گیا اور جو شخص اس کارروائی سے راضی ہیں سب کا نکاح ٹوٹ گیا؛ لیکن اتنا فرق ہے کہ زید کی بی بی کو تو شرعاً مجبور کیا جاوے گا کہ وہ اسلام لاوے اور اسی شوہر اول سے نکاح کرے، دوسرے شخص سے اس کو نکاح جائز نہ ہوگا اور تعلیم کرنے والوں اور راضی ہونے والوں کی بیبیوں کو اختیار ہوگا، بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کرلیں۔

فی الدرالمختار: أخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج بآخر بعد العدة، إلخ.

وفيه: ليس للمرتدة التزوج بغير زوجها، به يفتي.

وفي ردالمحتار: حكموا بجبرها على تجديد النكاح مع الزوج وتضرب خمسة وسبعين سوطا واختارها قاضي خان للفتوىٰ، آه. (٤٦٩/٣)

اور جب ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا تو اس لیے آئندہ کے سوالات ان سب سے متعلق ہوں گے۔

۴/ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ (امدادالفتاویٰ جدید: ۲۳۰/۲)

حکم وطی بالشبہ وارتداد زوجہ وحکم عقر:

سوال: زید کا نکاح بوجہ ارتداد زوجہ واجراء کلمہ کفر فسخ ہوگیا، قبل تجدید نکاح اندرون عدت جو وطی ہوئی، وہ وطی بالشبہ ہے، یا محض زنا؟ اور عقر دینا پڑے گا، یا نہ؟ اگر دینا پڑے گا تو کتنا؟ اگر کئی مرتبہ اتفاق ہوا تو کیا ہر وطی کے عوض عقر ہے؟

الجواب

فی العالمغیریة:ارتدت المرأة والعیاذباللّٰه أوحرمت علیه أوحرمت بجاع أمها أوإبنتها أو بمطاوعة إبن الزوج ثم جامعها وقال:علمت أنها علی حرام، لاحد علیه.(۱)

اس سے معلوم ہوا یہ وطی حرام بالشبہ ہے ورنہ حد واجب ہوئی، رہا عقر کا تو حداور تعدد سوظاہراً تعدد معلوم ہوتا ہے۔

فی الهندیة:الأصل أن الوطء متٰی حصل عقیب شبهة الملک مرادا لم یجب إلامهر واحد؛ لأن الوطء الثانی صادف ملکه ومتٰی حصل الوطء عقیب شبهة الإشتباه مراراً یجب لکل وطء مهراً علاحدة؛لأن کل وطء صادف ملک الغیر.(۲)

سوظاہر ہے کہ یہاں ملک کا مطلق شبہ نہیں ہے۔

أیضاً فی العالمغیریة:ولووطء المعتدة عن المطلقات الثلٰث وادعی الشبهة قیل إن کانت الطلقات الثلث جملة فظن أنها لم تقع فهٰذا ظن فی موضعه فیلزم مهر واحد وإن ظن الطلقات واقعة لکن ظن أن وطیهاحلال فهٰذا الظن فی غیرموضعه فیلزم بکل وطی مهر،کذا فی الخلاصة.(۳)

اورظاہر ہے کہ مرتد میں کوئی درجہ مجتہد فیہ حل کی نہیں،لہٰذا یہ مشابہ مطلقہ ثلٰثاً مظنونہ وقوع الثلٰث کی ہے،لہٰذا مثل اس کے عقر متعدد ہوگا اور عقر کی تفسیر میں جو اختلاف ہے مشہور کتب فقہ میں مذکور ہے۔

۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد:۴۵/۲)(امدادالفتاویٰ جدید:۲/---------)

اِسلام لاکر مرتد ہونے والے کی بیوی کیا کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید نے اِسلام قبول کرنے کا فریب کیا اور ایک مسلم عورت سے شادی بھی کی، پھر زید کفر کی طرف لوٹ گیا، اَب زن دوسری شادی کرنا چاہتی ہے تو کیا بغیر عدت کے نکاح ہوگا، یا کوئی اور حکم قرآن واَحادیث کا ہے؟ نیز زید سے زن کا پانچ سال سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے اور نہ زید کا کوئی پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے؟ زن کو اب کیا کرنا ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وباللّٰه التوفیق

مسئولہ صورت میں عورت کو چاہیے کہ وہ اپنا معاملہ قریبی دار القضاء، یا شرعی عدالت میں پیش کرے اور اس کے فیصلے کے مطابق عمل کرے اور جب تک فیصلہ نہ ہو کسی سے نکاح نہ کرے۔(الحیلۃ الناجزہ:۱۴۵،جدید) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۰/۱۰/۱۴۳۲ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۳۲۴/۸)

---

(۱)　الفتاویٰ الهندیة:۱۶۴/۱،دارالفکر بیروت،انیس

(۲،۳)　الفتاویٰ الهندیة،کتاب النکاح،باب المهر:۲۵۶/۱،دارالفکر بیروت،انیس

ارتداد کی صورت میں نکاح اور مہر کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان عورت ہندہ کا مسلمان مرد بکر سے نکاح ہوا، کچھ دنوں کے بعد وہ عورت ایک غیر مسلم مرد کے ساتھ فرار ہوگئی اور سابقہ شوہر سے الگ ہوکر اس غیر مسلم مرد کے ساتھ بیوی بن کر رہنے لگی، اس درمیان اس عورت کو پنڈت کے یہاں لے جاکر وہ تمام افعال کرائے، جو ہندو سماج میں نکاح کے وقت ہوتے ہیں اور وہ ہندوانہ رسم ورواج کے ساتھ آٹھ نو ماہ تک زندگی گزارتی رہی۔ عورت سے معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا پھر سے اپنے پرانے مذہب اسلام پر آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور وہ سمجھتی تھی کہ اب وہ ایسی ہی رہتی سہتی رہے گی۔ اس درمیان اس کو حمل بھی قرار پا گیا، اتفاق ایسا ہوا کہ وہاں ایک موت ہوگئی اور اس کو جلا دیا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر اس پر ہیبت سوار ہوگئی، اس کے بعد اس نے دوبارہ مذہب اسلام کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا اور موقع پاکر وہ مسلمانوں میں آ گئی اور اس کو ایک بزرگ کے ذریعہ باقاعدہ مسلمان کیا گیا، اس کے بعد اس کے سابقہ شوہر سے اس کے نکاح کی پیش کش کی گئی، اس نے جواب دیا کہ میں اس کو کسی قیمت پر نہیں رکھوں گا، اس کے بعد اس کے بچہ کی پیدائش کے ۴۰؍دن کے بعد اس کا نکاح ایک مسلمان مرد کے ساتھ کر دیا گیا۔ صورت مذکورہ میں اس عورت پر سابقہ شوہر کا کوئی حق، یا حق زوجیت اسی طرح اس عورت کا سابقہ شوہر کے ذمہ کوئی حق؛ یعنی مہر باقی ہے، یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اور ان کو بہشتی زیور، درمختار اور بہار شریعت وغیرہ کے حوالہ دیئے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کتابیں ضعیف ہو چکی ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟ (المستفتی: علیم الدین، نینی تال، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال نامہ میں درج شدہ حالت سے واضح ہوتا ہے کہ عورت مرتد ہوکر اسلام سے خارج ہو چکی تھی اور جب دین اسلام چھوڑ کر ہندو بن گئی تو اس کا نکاح مسلمان شوہر سے ختم ہو چکا تھا، جب کہ شوہر نے مفارقت کے الفاظ بھی کہے تھے بعد میں اسلام پر لوٹ آنے سے ختم شدہ نکاح لوٹ کر نہیں آ سکتا، البتہ اگر شوہر اول سے شروع ہی میں ہمبستری ہوئی تھی تو مرتدہ عورت کا پورا مہر ادا کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی: ۲؍۲۲۹، فتاوی دار العلوم: ۸؍۳۷۰، ۸؍۳۷۴)

إذا ارتد أحد الزوجين عن الإسلام وقعت البينونه بينهما ... وإن كانت ارتدت بعد الدخول فلها جميع المهر. (الجوهرة النيرة: ۲/ ۹۳، الهداية، أشرفي ديوبند: ۲/ ۳۴۸، الفتاوى الهندية، زكريا: ۱/ ۳۳۹، جديد: ۱/ ۴۰۵، البحر الرائق كوئٹة: ۳/ ۲۱۴، زكريا: ۳/ ۳۷۳)

لہٰذا بعد میں اسلام قبول کرنے پر شوہر اول نکاح کے لیے راضی نہیں ہے تو عورت کا کسی دوسرے مسلمان مرد سے نکاح کر لینا شرعاً درست ہے۔ نیز بہشتی زیور، درمختار، بہار شریعت وغیرہ کو ضعیف پرانی کہہ کر نہ ماننا موجب فسق ہے، لہٰذا توبہ کر لینا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶؍محرم الحرام ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳؍۴۷۱) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳؍۲۷۴-۲۷۶)

تحقیق مسئلہ متعلقہ ارتداد زوجہ:

فی الدرالمختار: ولیس للمرتدة التزوج بغیرزوجها،به یفتی.

وفی ردالمحتارعن الفتح: وقد أفتٰی الدبوسی والصفار وبعض أهل سمرقند بعدم وقوع الفرقة بالردة رداً علیها وغیرهم مشوا علی الظاهر ولکن حکموا بجبرها علٰی تجدید النکاح مع الزوج وتضرب خمسة وسبعین سوطاً، واختاره قاضی خان للفتویٰ،آه.(مطبوعه مصری:۴۶۹/۳-۴۷۰)

درمختار اور ردالمحتار اور فتح القدیر کتب معتبرہ مستندہ مذہب سے ہیں، صاحب فتح یعنی ابن الہمام اس رتبہ کے شخص ہیں، جن کو علامہ مقدسی رتبہ واجتہاد تک پہونچا ہوا مانتے ہیں، جیسا علامہ شامی نے ان سے نقل کیا ہے۔ (ردالمحتار،مطبوعہ مجتبائی:۳۷۸/۲)

قاضی خاں اس درجہ کے ہیں کہ علمائے مذہب نے ان کو فقہاء کے سات طبقوں میں سے طبقہ ثالثہ سے شمار کیا ہے، جن کا رتبہ بعد ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ کے ہے۔ (ردالمحتار،مطبوعہ مصر:۷۹/۱-۸۰)

پھر دبوسی اور صفا اور بعض علماء سمرقند کا فتویٰ اور زیادہ مؤید ان حضرات کے مجموعی اقوال جو کہ کتب معتبرہ میں منقول ہیں، گو اس میں باہم مختلف ہونے کے عورت کے مرتد ہونے سے آیا فرقت واقع ہوگی، یا نہیں؟ لیکن اس پر متفق ہیں کہ اس عورت کو دوسرے زوج سے نکاح کرنے کا مطلقاً اختیار نہیں، اگر وہ مرتد رہے گی تو کسی سے بھی اس کا نکاح صحیح نہیں۔ (درمختار مع ردالمختار:۴۶۵ مطبوعہ مصر)

اور اگر اسلام کی طرف عود کرے گی تو زوج اول ہی سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور نیز حسب قاعدہ شرعیہ اس کو اسلام کی طرف عود کرنے پر مجبور کیا جائے گا، جیسا اوپر ردالمختار: ۴۷۰ سے گزرا ہے۔ واللہ اعلم

۱۳۲۴ھ (امداد:۶۹/۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۳۸۱/۲-۳۸۲)

عدم بطلان حکم تحلیل از ردت زوجہ:

سوال: زید نے ایک بے دین عورت کو دین اسلام میں لاکر اس سے نکاح کرلیا اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا، زید نے کوئی بے جا حرکت پر اس کو تین طلاق دے دیا، بعد ازاں عورت مذکورہ اسلام سے پھر گئی، اب وہ عورت دائرہ اسلام میں آنا چاہتی ہے اور زید اس سے ثانیاً نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا اس عورت سے بغیر تحلیل نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور توبہ استغفار اسکو کراکے نئے سرے سے نکاح کرلینا کافی وافی ہے، یا نہ؟ اور دانش میں ہے کہ اس مرتدہ کو تاکید شدید کرکے دین پر لاکر نکاح کرنا بس ہے، بوجہ مرتدہ ہونے کے احکام شرعی باطل ہوگیا، تحلیل کی حاجت نہیں ہے؟

الجواب

فی الدرالمختار: (لابملک یمین) لإشتراط الزوج بالنص فلایحل وطء المولٰی ولاملک أمة بعد طلقتین أوحرة بعد ثلاث و ردة وسبی ونظیره من فرق بینهما بظهار أولعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکها لم تحل له أبداً.

في رد المحتار: (قوله لا بملك يمين) عطف علٰى قوله بنكاح نافذ ... (قوله لم تحل له أبداً) ... فوجه الشبه بين المسألتين أن الردة واللحاق والسبي لم تبطل حكم الظهار واللعان كما لم تبطل حكم الطلاق، آه. (۸۸٦/۲ - ۸۸۷)(۱)

اس روایت میں تصریح ہے کہ اگر زید نے اس کو تین طلاق دے دی ہیں تو تحلیل کی حاجت ہے، ردت سے حکم تحلیل باطل نہیں ہوا۔

(تتمہ خامسہ، ص: ۶۳)(امداد الفتاویٰ جدید: ۳۸۲/۲)

اپنے آپ کو بطور مزاح یہود و نصاریٰ، یا برہمن کے بھیس میں پیش کرنا اور فسخ نکاح کا مسئلہ:

سوال (۱) ایک عورت نے بطور مزاح برہمنی لباس پہن کر ہاتھ میں ایک لوٹا لے کر حاضر مستورات سے کہا کہ میں برہمنی ہوں، تم مسلم عورتیں مجھ کو چھوؤ۔ اس صورت میں عورت مذکورہ مرتدہ ہوگئی، یا نہیں؟ اگر مرتدہ ہوگئی تو نکاح فسخ ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور مرتدہ کو بعد عدت اسلام میں لاکر دوسرے سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو ایک طلاق تعلیق دے کر رجعت لی اور ایک مدت کے بعد دو طلاق کی تحریر روانہ کی؛ مگر طلاق تعلیق کا خیال نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ اس عورت کو اپنے نکاح میں لایا، پھر طلاق یاد آنے پر عورتِ مذکورہ کو اپنے سے دور کر دیا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ مذکورہ طلاقیں اس عورت کے مرتد رہنے کے زمانہ میں واقع ہوئی ہیں۔ دوبارہ نکاح کرنے کے وقت اس عورت کو اسلام میں لایا گیا ہے۔ پس اس صورت میں مذکورہ عورت سے شوہر کا رجعت کرنا اور بلا تحلیل نکاح کر لینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ھو المصوب: عورت مذکورہ فعل مذکور سے کافرہ ہوگئی، اس سے تجدید ایمان کرانا چاہیے؛ لیکن اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا اور دوسرے سے نکاح کرنا بھی جائز نہیں، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ہے:

ولو شبه نفسه باليهود والنصارى أي صورة أو سيرة علٰى طريق المزاح والهزل أي ولو علٰى هٰذا المنوال كفر، انتهٰى.

اور درمختار میں ہے:

وأفتٰى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسراً لا سيما التي تقع في الكفر ثم تنكر قال في النهر: والإفتاء بهٰذا أولٰى من الإفتاء بما في النوادر وحاصلها أنها بالردة تسترق وتكون فيئا للمسلمين عند أبي حنيفة، انتهٰى ملخصاً. (۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۲/۳، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار علٰى هامش الرد: ۳٦۷/٤، ط: الرياض، انيس

اورشامی میں ہے:

(قوله قال فی النهر)عبارته ولايخفى أن الإفتاء بما إختاره بعض أئمة بلخ أولٰى من الإفتاء بما فی النوادرولقد شاهدنا من المشتاق فی تجديد ها فضلاًعن جبرها بالضرب ونحوه مالايعد ولا يحد وقد كان بعض مشائخنا من علماء العجم ابتلٰى بإمرأة تقع فيما يوجب الفكر كثيراً ثم تنكر وعن التحديد تأبى ومن القواعد المشقة تجلب التيسير،انتهٰى.(۱)

اورفتاوی عالمگیریہ میں ہے:

ولايجوزللرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة،انتهٰی.(۲)

(۲) سوال اول کے جواب سے معلوم ہوا کہ مسلمان بطور مزاح وہزل صورۃ، یا سیرۃً اپنے آپ کو یہود ونصاریٰ کا شبیہ بنانے سے کافر ہوتا ہے؛ لیکن نکاح فسخ نہیں ہوتا؛ اس لیےعورت مذکورہ کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔پس چوں کہ عورت مذکورہ کوتعلیقاً ایک طلاق اورتحریراً دوطلاق دے چکا ہے، بنا بریں وہ عورت طلاق مغلظہ یعنی تین طلاق سے بائنہ ہوگئی، لہٰذا بغیر تحلیل کے اس کے خاوند کا اس سے نکاح کرنا جائز نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۴۶،۱۴۷)

کلمہ کفر جس نے کہا، اس سے مسلمان لڑکی کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ کا نکاح نابالغی میں زید سے ہوا، زید اور زید کے گھر والے نکاح ہونے کے قبل سے شرک کا اعتقاد رکھتے ہیں اور رام رام کہتے دیکھا ہے اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں، آیا زید سے ہندہ مسلمہ کا نکاح صحیح اور منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر زید سے خاص کوئی فعل شرک کا دیکھا گیا، جس میں کچھ تاویل نہ ہوسکتی ہو، یا کلمہ کفر کہتے سنا گیا غرض یہ کہ زید کے ارتداد اور کفر میں کچھ شبہ نہ رہے تو اس وقت بطلان نکاح کا حکم ہوگا، ورنہ نہیں۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۴۵۷-۴۵۸)

مرتد مطلقہ کو مسلمان کرکے دوسرا شخص شادی کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک مسلمان شخص نے ایک ہندو عورت کو مسلمان کرکے نکاح کرلیا؛ لیکن عورت شوہر کے گھر سے باہر ہوکر بددین کے پاس چلی گئی، جب شوہر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے فوراً عورت کو تین طلاق دے دی، اب کسی

---

(۱) رد المحتارمع ردالمحتار: ٣٦٧/٤-٣٦٨،ط:الرياض،انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية،كتاب النكاح،باب المحرمات: ٣٠٩/١،انيس

(۳) وإرتداد أحدهما أى الزوجين فسخ ... عاجل بلاقضاء.(الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،باب نكاح الكافر: ٥٣٩/٢،ظفير)

دوسرے مسلمان کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں ؛ کیوں کہ عورت مرتد ہوگئی، اس کو مسلمان کرانے سے مسلمان ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ عورت مرتدہ ہوگئی تو اس کو پھر مسلمان کر کے اور کلمہ پڑھا کر عدت گزار کر کوئی مسلمان اس سے نکاح کرسکتا ہے اور مطلقہ ثلٰثہ اگر مرتدہ ہوجاوے، (**والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ**) تو اس کے اسلام لانے کے بعد اگر شوہر اس سے نکاح کرنا چاہے تو پھر حلالہ کی ضرورت ہے، بدون حلالہ کے شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

فی الشامی: فوجه الشبه بین المسألتین أن الردة واللحاق والسبی لم تبطل حکم الظهار واللعان کما لم تبطل حکم الطلاق. (۱)

اور جس شخص کی دو بی بی ہوں اور اس نے ایک دو تین طلاق زبان سے کہا اور کسی زوجہ کا نام نہیں لیا تو اس سے دریافت کیا جاوے کہ کون سی زوجہ مراد لی ہے، جس کو وہ کہہ دے اس پر تین طلاق واقع ہوں گی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۶۰-۴۶۱)

مطلقہ ثلاثہ نے مرتد ہوکر کافر سے نکاح کرلیا بعد دخول کے زوج ثانی نے طلاق دی، تو کیا مسلمان ہونے کے بعد وہ زوج اول کے لیے حلال ہوئی، یا اب بھی حلالہ کی ضرورت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کافرہ مسلمہ ہوکر کسی مسلم سے نکاح کیا ،دس برس تک اس کے ساتھ رہی، بعد اس کے اس کے زوج نے تین طلاق دے دی، پھر وہ عورت مرتد ہوگئی اور کسی کافر سے نکاح کرلیا اور اس نے دخول بھی کیا، بعد ازاں اس نے بھی طلاق دے کر جدا کردیا، اب وہ عورت مسلمان ہوگئی اور زوج اول سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا یہ نکاح درست ہے، یا کسی مسلم سے حلالہ کرنے کی ضرورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال فی الدر: (لا) ینکح (مطلقة) ... (بها) أی بالثلاث (لو حرة وثنتین لو أمة) ... (حتیٰ یطأها غیرها ولو) الغیر (مراهقاً) یجامع مثله ... أو خصیاً أو مجنوناً أو ذمیاً لذمیة [أی ولو کان التحلیل لأجل زوجها المسلم، کما فی البحر. (شامی)] (بنکاح) نافذ خرج الفاسد والموقوف، آہ. (۲)

اگر اس عورت نے بعد ارتداد کے کسی کافر سے باقاعدہ نکاح کرلیا تھا (گو قاعدہ کفار ہی کے موافق ہو) اور کافر زوج نے اس سے دخول کرلیا تھا تو بعد اسلام عورت کا زوج اول اس سے نکاح کرسکتا ہے اور اب تحلیل کی ضرورت نہیں، زوج کافر کی تحلیل کافی ہوگئی، **لکونه کذمی لذمیة.** واللہ اعلم

۲۸/رجب ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۳/۲۲۰)

---

(۱) ردالمحتار، باب الرجعة: ۲/۵۳۸، ظفیر

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار: ۴/۴۰-۴۳، ط: الریاض، انیس

مرتدہ کا بعد توبہ کے غیر زوج اول سے نکاح نہ ہونا چاہیے:

سوال: بہشتی زیور حصہ سوم، دین سے پھر جانے کے بیان میں، یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جب کسی نے کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا اور جتنی نیکیاں اور عبادتیں اس نے کی تھیں، سب اکارت گئیں اور نکاح ٹوٹ گیا، پس اگر کسی عورت نے کفر کا کلمہ زبان سے نکالا اور توبہ کر کے پھر مسلمان ہوئی، اب وہ کہتی ہے کہ میں کسی دوسرے مرد سے نکاح کروں گی تو اس عورت کے پہلے خاوند کو جس کے نکاح میں یہ تھی، اس کو طلاق دینے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ شرعاً جو حکم ہو، تحریر فرمائیے؟

الجواب

اول تو جو کلمات کفر فقہاء نے لکھے ہیں، ان میں تاویل ممکن ہے؛ اس لیے ان پر کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیے، مقصود فقہاء کا زجر ہے اور اگر غیر محتمل تاویل کلمہ بھی کہہ دیا، تب بھی گو وہ کافر ہو جاوے گی؛ مگر اس کو دوسرے مرد سے نکاح نہ کرنے دیں گے۔

فی الدر المختار: ولیس للمرتدة التزوج بغیر زوجها به یفتی و أیده فی ردالمحتار. (۴۶۹/۲)

(امداد الفتاویٰ جدید: ۲۳۲/۲)

عدت فرقت مرتدہ میں مرتدہ کو طلاق دینا اور بعد توبہ نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص ہمیشہ اپنی بیوی کو کہا کرتا کہ احکام شرعیہ کی پابندی کرو، ورنہ طلاق دے دوں گا، اس پر وہ کبھی خیال نہ کرتی۔ ایک مرتبہ عورت نے غصہ ہو کر کہا کہ تم اپنے خدا اور سول کے احکام طاق پر رکھو، یہ سن کر مرد نے طلاق دے دی۔ بعد کچھ مدت کے پھر نکاح کرنا چاہا تو اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک دوسرے کے ساتھ نکاح نہ ہو جائے، اس کے ساتھ نکاح درست نہیں؛ مگر ایک شخص کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے؛ کیوں کہ جب اس نے کہا کہ احکام خدا اور سول کو طاق پر رکھو تو کافرہ ہو گئی، لہٰذا اس کے نکاح سے قبل طلاق باہر ہو گئی، اب اسے پھر سے مسلمان کر کے نکاح پڑھا لیا، لہٰذا آپ اس میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

فی ردالمحتار عن الفتح: ویقع طلاق زوج المرتدة علیها مادامت فی العدة. (۶۴۳/۲)

وفی الدر المختار، باب نکاح الکافر: وارتداد أحدهما فسخ فلاینقص عدداً، آه.

ہر دو [فقہی] روایت سے معلوم ہوا کہ جب بعد تلفظ کلمۂ کفر عورت کے عدت کے اندر مرد نے طلاق دی، وہ طلاق واقع ہو گئی، پس اگر ایک یا دو طلاق دی ہے تو تجدید اسلام کے بعد نکاح درست ہے اور اگر تین طلاق دی ہیں تو حلالہ کی ضرورت ہے۔

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ: ۱۰۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۷۹/۲)

سوال: رات کا وقت تھا، آسمان پر ستارے چھٹکے ہوئے تھے، سکینہ نے اس منظر کو دیکھ کر کہا کہ اللہ میاں اور اللہ میاں دری بچھا کر لیٹے ہوئے ہیں، یہ جملہ اس نے بوجہ جہالت کے بطریق مذاق اور ظرافت کے کہا تھا، اس کے دو تین دن کے بعد سکینہ کے شوہر بکر نے کسی بات پر ناخوش ہو کر سکینہ کو تین طلاق دیا۔ جواب طلب امر ہے کہ جملہ مذکورہ کے اجرا سے سکینہ پر حکم کفر کا کیا جاوے گا، یا نہیں؟ بصورت اولیٰ یہ طلاق لغو اور فضول ہوئی، یا نہیں؟ تو اب تجدید ایمان سکینہ کا نکاح بکر کے ساتھ پھر ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو انقضاء میعاد عدت کا انتظار کرنا پڑے گا، یا اس وجہ سے کہ شوہر اول ہی کے ساتھ نکاح ہوگا، ہر وقت نکاح ہو سکتا ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

فی الدر المختار: ثم الفرقة إن من قبلها ففسخ لاینقص عدد طلاق ولایلحقها إلافی الردة، إلخ.

فی ردالمحتار: یعنی أن الطلاق الصریح یلحق المرتدة فی عدتها وإن کانت فرقتها فسخاً. (۵۰۳/۲)

اس [فقہی] روایت سے معلوم ہوا کہ اگر یہ طلاق عدت کے اندر ہوئی تو واقع ہوگئی، اگرچہ وہ کلمہ کفر کا ہو۔

۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۱۰۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۸۰/۲)

مرتد عورت کا مسلمان ہو کر سابق مسلمان شوہر سے نکاح کرنا:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، ڈیڑھ سال کے بعد عورت آریہ یعنی مرتد ہوگئی، پھر مسلمان ہوگئی، اب اس شخص کے نکاح میں آنا چاہتی ہے، جس کے نکاح میں پہلے تھی۔ آریوں کا دعوی ہے کہ اگر کوئی آریہ عورت مسلمان ہو جاوے تو ہمارے مذہب میں اس کا نکاح نہیں ٹوٹتا اور آریہ ہونے کے بعد ایک ہندو کے ہمراہ اس کی شادی تھی۔

الجواب

جب اس عورت کو خاوند نے طلاق دے دی تو عدت گزر نے جانے پر اس کے نکاح سے قبل از ارتداد ہی خارج ہوگئی؛ اس لیے اگر اب دوبارہ مسلمان ہو کر وہ اس کے ہاں رہنا چاہتی ہے تو تین حیض گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کر کے رہ سکتی ہے۔ رہا آریوں کا یہ دعویٰ کہ عورت کے مسلمان ہو جانے کے بعد بھی ان کا نکاح نہیں ٹوٹتا، اولاً تو یہ معلوم نہیں کہ ان کا دعویٰ اپنے مذہب کے اعتبار سے صحیح بھی ہے، یا نہیں؟ اور اگر ہو تو بھی جب عورت مسلمان ہوگئی، اب اس پر احکام اسلامی جاری ہوں گے، نہ کہ احکام آریہ۔

۲۷ر صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۴۲۲/۲)

قادیانی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سال قبل ایک عورت کا نکاح ایک

آدمی سے ہوگیا تھا، ابھی معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے، اس کے دو بچے بھی ہوگئے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔
(المستفتی: اختر، ۱۰/۱۰/۱۹۷۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

چوں کہ قادیانی ضروریات دین سے انکار اور زندقیت کی وجہ سے کافر ہیں، (۱) لہٰذا اس کا یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے اور عورت کو جلدی جدا ہونا چاہیے، (۲) اور اہل اسلام پر اس کی معاونت ضروری ہے۔ (۳) وھوالموفق

(فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۲/۴، ۳۱۳)

مرزائی اور سنی میں مناکحت کا حکم:

سوال: مناکحت باہم ایسے مرد و عورت کی کہ ایک ان میں سے سنی حنفی اور دوسرا مرزا غلام احمد قادیانی کا معتقد اور متبع ہو اور ان کے جملہ دعادی اور الہامات کی تصدیق کرتا ہو جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر یہ دونوں، یا ایک ان میں سے نابالغ ہو تو بولایت والدین جو ایسے ہی مختلف العقیدہ ہوں، کیا حکم ہے؟ امید ہے کہ تشریح وبسط سے جواب مدلل مرحمت ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

مرزا کے بعض اقوال حد کفر تک پہونچے ہوئے ہیں؛ مگر یہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی معتقد خاص اس قول کی خبر نہ رکھتا ہو؛ اس لیے مرزا کا معتقد ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ خاص اس کفر کا بھی معتقد ہے، پس اگر یہ مرزائی خواہ مرد ہو، یا عورت بالخصوص اس قول کفری کا بھی معتقد ہو تو اس کا نکاح مسلمان مرد، یا عورت سے نہیں ہوسکتا؛ لیکن اگر یہ مرزائی بالغ ہے تو

---

(۱) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں: مرزا قادیانی نے اپنی تالیفات میں نبوت، مجددیت، محدثیت، مسیحیت، مہدویت کا اتنی صراحت اور اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار، یا اس کی تاویل ناممکن ہے، خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، ملت اسلامیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لیے قطعا تیار نہیں، خواہ وہ نبوت ظلیہ بروزیہ جزئیہ کی تاویلات رکھی کہ کی پناہ لے، یا کھلم کھلا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہو، مرزا قادیانی کے کفر کی اور بھی وجوہ ہیں، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی توہین، معجزات قرآنیہ کا انکار اور ناقابل اعتبار تاویلات سے ان کو رد کرنا، یا استہزاء کرنا اور چوں کہ یہ امور مرزا صاحب کی تالیفات میں آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہیں؛ اس لیے لاہوری جماعت کا انکار اور تاویلیں بھی لاہوری جماعت کو کفر سے نہیں بچاسکتیں، اگرچہ یہ دونوں جماعتیں اسلام کی مدعی ہیں؛ لیکن عالم اسلام کے معتمد علیہ علماء ان دونوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دے چکے ہیں۔ (کفایۃ المفتی: ۳۲۳/۱، فصل چہارم، فرقہ قادیانی)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: (وحرم نكاح الوثنية) الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وفى شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده قلت وشمل ذلک الدروز والنصيرية والتيامنة فلا تحل مناكحتهم، الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳۱٤/۲، فصل فى المحرمات)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ﴾ (سورة المائدة: ۲)

خود اس کا عقیدہ دیکھا جاوے گا اور اگر نابالغ کو مرزائی قرار دیں گے اور اگر ایک بھی غیر مرزائی ہے تو اس کو غیر مرزائی قرار دے کر یہ حکم مذکور ثابت نہ کریں گے اور اگر یہ مرزائی خاص کسی ایسے امر موجب کفر کا معتقد نہیں تو مبتدع ہے اور سنی حنفی کا دیانت میں کفو نہیں، پس اگر یہ عورت ہے تو مرد سنی حنفی کا نکاح اس سے درست نہیں ہے اور اگر یہ مرد ہے اور عورت سنیہ حنفیہ ہے تو اگر یہ عورت بالغ ہے اور اس کی اجازت سے نکاح ہوا ہے تو نکاح ہوگیا اور اسی طرح اگر نابالغ ہے اور باپ دادا نے کر دیا، تب بھی ہوگیا اور اگر باپ دادا کرے، سوا کسی اور نے کیا، یا باپ دادا کچھ شفیق و خیر خواہ نہیں ہیں تو سوال میں اس کی تصریح ہونے سے جواب دیا جائے گا۔ فقط

۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۷۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۲۲/۲)

عدم جواز نکاح زن مسلمہ بہ قادیانی:

بخدمت شریف علمائے اسلام سلمکم اللہ الی یوم القیام

سوال: کیا فرماتے ہیں اساطین دین متین ومفتیان شرع مبین اس امر میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

قول	حوالہ کتاب
(۱) آیت ﴿مبشراً برسول يأتي من بعدي اسمه احمد﴾ کا مصداق میں ہوں۔	ازالہ اوہام طبع اول، ص: ۶۷۱۰
(۲) مسیح موعود جن کے آنے کی خبر حدیث میں آئی ہے، میں ہوں۔	٫٫ ٫٫ ص: ۶۶۵
(۳) میں مہدی مسعود اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔	معیار الاخیار، ص: ۱۱
(۴) إن قدمي علىٰ منارة ختم عليه كل رفعة.	خطبۂ الہامیہ، ص: ۳۵
(۵) لا تقيسوني بأحد ولا أحداً بي.	٫٫ ص: ۱۹
(۶) میں مسلمانوں کے لیے مسیح مہدی اور ہندوؤں کے لیے کرشن ہوں۔	لکچر سیالکوٹ، ص: ۳۳
(۷) میں امام حسینؓ سے افضل ہوں۔	دافع البلاء، ص: ۱۳
(۸) وإني قتيل الحب لكن حسينكم قتيل العدو فالفرق أجلي وأظهر	اعجاز احمدی، ص: ۸۱
(۹) یسوع مسیح کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار تھیں (معاذ اللہ)	ضمیمہ انجام آتھم، ص: ۵
(۱۰) یسوع مسیح کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔	٫٫
(۱۱) یسوع مسیح کے معجزات مسمریزم تھے، اس کے پاس بجز دھوکہ کے اور کچھ نہ تھا۔	ازالہ، ص: ۳۰۳-۳۲۲، ضمیمہ انجام آتھم، ص: ۷

(۱۲) میں نبی ہوں، اس امت میں نبی کا نام میرے لیے مخصوص ہے۔	حقیقت الوحی، ص:۳۹۱
(۱۳) مجھے الہام ہوا: یا أیُّها الناس إنی رسول الله إلیکم جمیعاً.	معیار الاخیار، ص:۱۱
(۱۴) میرا منکر کافر ہے۔	حقیقت الوحی، ص:۱۶۳
(۱۵) میرے منکروں؛ بلکہ مقابلوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں۔	فتاویٰ احمدیہ، جلد اول
(۱۶) مجھے خدا نے کہا ہے: اسمع ولدی (اے میرے بیٹے سن)۔	البشریٰ، ص:۴۹
(۱۷) لولاک لما خلقت الأفلاک.	حقیقت الوحی، ص:۹۹
(۱۸) میرا الہام ہے: " وما ینطق عن الهویٰ".	اربعین، ص:۳
(۱۹) وما ارسلناک إلا رحمة للعٰلمین.	حقیقت الوحی، ص:۸۲
(۲۰) إنک لمن المرسلین.	〃 ص:۱۰۷
(۲۱) أتانی مالم یؤت أحداً من العالمین.	〃 〃
(۲۲) مجھے حوض کوثر ملا ہے۔ إنا اعطیناک الکوثر.	ضمیمہ انجام آتھم، ص:۱۵
(۲۳) الله معک یقوم أینما قمت.	〃 ص ۱۷
(۲۴) میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ہو بہو اللہ ہوں (أتانی فی المنام عین الله ویتقنت إننی هو فخلقت السمٰوات والارض.)	آئینہ کمالات، ص:۵۶۴، ۵۶۵
(۲۵) میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہا کریں۔	فتاویٰ احمدیہ، ص:۷

جو شخص مرزا قادیانی کا ان اقوال مین مصدق ہو، اس کے ساتھ مسلمہ غیر مصدقہ کا رشتہ زوجیت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو مسلمان ایسے عقائد بالا اختیار کرے، جن میں بعضے یقینی کفر ہیں، وہ بحکم مرتد ہے اور مرتد کا نکاح مسلمان عورت سے اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح مسلمان مرد سے صحیح نہیں اور نکاح ہو جانے کے بعد اگر عقائد کفریہ اختیار کرے تو نکاح فسخ ہو جاوے گا۔

(تتمہ خامسہ، ص:۵۵)(امداد الفتاویٰ جدید:۲/۲۲۴)☆

☆ **ایضاً:**

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کے قول مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) آیت ﴿مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد﴾ کا مصداق میں ہوں۔ (ازالہ اوہام طبع اول، ص:۶۷۱۰)==

سوال: زید جو کہ حنفی مذہب رکھتا ہے، ایک قادیانی المذہب عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، ایک حنفی مفتی سے سوال کیا گیا تو جواز کا فتویٰ دیا جو درج ذیل ہے ان کا جواب بعینہ حضور کی خدمت میں پیش کرتے استصواب چاہتا ہوں۔

== (۲) مسیح موعود جن کے آنے کی خبر حدیث میں آئی ہے، میں ہوں۔ (ازالہ اوہام طبع اول، ص: ۶۶۵)

(۳) میں مہدی مسعود اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔ (معیار الاخیار، ص: ۱۱)

(۴) إن قدمی علٰی منارة ختم علیه کل رفعة. (خطبۂ الہامیہ، ص: ۳۵)

(۵) لا تقیسونی بأحد ولا أحداً بی. (خطبۂ الہامیہ، ص: ۱۹)

(۶) میں مسلمانوں کے لیے مسیح مہدی اور ہندوؤں کے لیے کرشن ہوں۔ (لکچر سیالکوٹ، ص: ۳۳)

(۷) میں امام حسینؓ سے افضل ہوں۔ (دافع البلاء، ص: ۱۳)

(۸) وإنی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدو فالفرق أجلی وأظهر (اعجاز احمدی، ص: ۸۱)

(۹) یسوع مسیح کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار تھیں (معاذ اللہ) (ضمیمہ انجام آتھم، ص: ۵)

(۱۰) یسوع مسیح کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص: ۵)

(۱۱) یسوع مسیح کے معجزات مسمریزم تھے، اس کے پاس بجز دھوکہ کے اور کچھ نہ تھا۔ (ازالہ اوہام، ص: ۳۰۳-۳۲۲)

(۱۲) میں نبی ہوں، اس امت میں نبی کا نام میرے لیے مخصوص ہے۔ (حقیقت الوحی، ص: ۳۹۱)

(۱۳) مجھے الہام ہوا: یا أیُّها الناس إنی رسول الله إلیکم جمیعاً. (معیار الاخیار، ص: ۱۱)

(۱۴) میرا منکر کافر ہے۔ (حقیقت الوحی، ص: ۱۶۳)

(۱۵) میرے منکروں؛ بلکہ مقابلوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں۔ (فتاویٰ احمدیہ، جلد اول)

(۱۶) مجھے خدا نے کہا ہے: اسمع ولدی (اے میرے بیٹے سن)۔ (البشریٰ، ص: ۴۹)

(۱۷) لولاک لما خلقت الأفلاک. (حقیقت الوحی، ص: ۹۹)

(۱۸) میرا الہام ہے: ''وما ینطق عن الهویٰ''. (اربعین، ص: ۳)

(۱۹) وما ارسلناک إلا رحمة للعٰلمین. (حقیقت الوحی، ص: ۸۲)

(۲۰) إنک لمن المرسلین. (حقیقت الوحی، ص: ۱۰۷)

(۲۱) أتانی مالم یؤت أحداً من العالمین. (حقیقت الوحی، ص: ۱۰۷)

(۲۲) مجھے حوض کوثر ملا ہے۔ إنا اعطیناک الکوثر. (ضمیمہ انجام آتھم، ص: ۱۵)

(۲۳) الله معک یقوم أینما قمت. (ضمیمہ انجام آتھم، ص: ۱۷)

(۲۴) میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ہو بہو اللہ ہوں، (أتانی فی المنام عین الله ویتقنت إننی هو فخلقت السمٰوات والارض.) (آئینہ کمالات مرزا، ص: ۵۶۴، ۵۶۵)

(۲۵) میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہا کریں۔ (فتاویٰ احمدیہ، ص: ۷)

جو شخص مرزا قادیانی کا ان اقوال مین مصدق ہو، اس کے ساتھ مسلمہ غیر مصدقہ کا رشتہ زوجیت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ ==

نقل فتویٰ جواز:

مکرم برادرم		السلام علیکم

قادیانی مذہب کی عورت سے نکاح جائز ہے، جو قادیانی مرزا غلام احمد کے قائل ہیں، وہ اگرچہ کافر ہیں؛ مگر اہل کتاب ضرور ہیں تو اہل کتاب عورت سے مسلم کا نکاح جائز ہے، لاہوری مرزائی غلام احمد کو نبی نہیں مانتے، صرف مجدد مانتے ہیں؛ اس لیے ان کی تکفیر نہیں ہوسکتی۔ بہرحال قادیانی عورت سے جب نکاح جائز ہوا تو اس کی لڑکی سے بھی خواہ متزلزل عقیدہ رکھتی ہو، ایک حنفی مسلمان کا نکاح بالکل درست وجائز ہے، ہرگز شک نہ کیجئے۔

جواب جو یہاں سے گیا:

میرے نزدیک قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے، جب ان کا کفر مسلم ہے اور مرتد بحکم کتابی نہیں ہوتا؛ اس لیے اہل کتاب میں ان کو داخل نہیں کر سکتے اور لاہوری گو مرزا کو نبی نہ کہیں؟ لیکن اس کے عقاید کفریہ کو کفر نہیں کہتے، کفر کو کفر نہ سمجھنا یہ بھی کفر ہے، کیا اگر کوئی شخص مسیلمہ کذاب کو نبی نہ مانتا ہو؛ مگر اس کے عقائد کو کفر بھی نہ کہتا ہو تو کیا اس شخص کو مسلمان کہا جائے گا؟

۳۰/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ (النور، رجب ۱۳۵۲ھ، ص: ۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۲۴)

قادیانی سے نکاح اور ثبوتِ نسب:

سوال (۱) بکر قادیانی کا نکاح ایک صحیح العقیدہ عورت زاہدہ سے درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست ہے تو ثبوتِ نسب کس سے متعلق ہوگا؟

(۲) صحیح العقیدہ سے زاہدہ اور بکر کا نکاح ہوگیا، اس کے بعد بکر قادیانی ہوگیا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑا، یا نہیں؟ ہر دو صورت میں نسب کا تعلق کس سے ہوگا؟

(۳) مندرجہ بالا ہر دو صورت میں جب کہ عورت زاہدہ صحیح العقیدہ ہے، نیز اس کا ایک لڑکا زید بھی صحیح العقیدہ ہے، ایک صحیح العقیدہ عورت عابدہ کا نکاح اس لڑکے سے درست ہے، یا نہیں؟

== الجواب

مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ اقوال جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں، اکثر ان میں سے میرے دیکھے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ان کے بے شمار اقوال ایسے ہیں، جو ایک مسلمان کو مرتد بنانے کے لیے کافی ہیں۔ پس خود مرزا صاحب اور جو شخص ان کا ان کلمات کفریہ میں مصدق ہو، سب کافر ہیں اور ان کے ساتھ اسلامی تعلقات مناکحت وغیرہ رکھنا حرام ہے۔ (لايجوز للمرتد أن يتزوج ولا مسلمة وكافرة أصلية وكذالك لايجوز نكاح المرتدة مع أحد كذا في المبسوط. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث القسم الرابع: ۱/ ۲۸۲، ماجدية، انيس) تعجب ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے جانشین تو اپنے مریدوں کو غیر مرزائی کا جنازہ پڑھنا بھی حرام بتائیں اور غیر احمدی انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ رشتے ناطے کریں، آخر غیرت بھی کوئی چیز ہے۔ (کفایت المفتی: ۵/ ۱۹۱)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۲،۱) اہل سنت والجماعت کے فتوؤں کے مطابق قادیانی اسلام سے خارج ہیں،(۱) نہ مسلمان صحیح العقیدہ عورت کا نکاح کسی قادیانی سے درست ہوسکتا ہے، نہ بعد میں شوہر کے قادیانی ہو جانے سے وہ نکاح باقی رہ سکتا ہے، بلکہ قادیانی ہوتے ہی فوراً نکاح فسخ ہوجاتا ہے،(۲) اولاد مسلمان شمار ہوگی۔(۳)

(۳) شرعاً یہ نکاح صحیح ہوجائے گا؛(۴) مگر اس کا خیال رہے کہ ماحول کے اثر سے کہیں اس لڑکی کے عقائد پر خلافِ شرع قادیانی اثر نہ پڑے، اس کا پورا انتظام کرلیا جائے۔(۵) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۱) ☆

---

(۱) "لكن صرح في كتابه المسايرة الاتفاق علىٰ تكفير المخالف فيما كان من أصول الدين وضرورياته". (رد المحتار، باب المرتد، مطلب: لا عبرة بغير الفقهاء يعني المجتهدين: ٢٦٣/٤، سعيد)

(۲) "وارتداد أحدهما: أي الزوجين فسخ. فلا ينقص عدداً، عاجل بلا قضاء". (الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق: ١٩٣/٣، سعيد)

(۳) "والولد يتبع خير الأبوين ديناً". (رد المحتار، مطلب: الولد يتبع خير الأبوين ديناً: ١٩٦/٣، سعيد)

(۴) "وينعقد: أي يحصل و يتحقق النكاح في الوجود بإيجاب وقبول". (مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ٣١٧/١، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۵) "عن أبي قلابة: لاتجالسوا أهل الأهواء ولاتجادلوهم، فإني لاآمن يغمسوا كم في ضلالتهم ويلبسوا عليكم ما كنتم تعرفون، قال أيوب: وكان والله من الفقهاء ذوي الألباب.

وعنه أيضاً: أنه كان يقول: إن أهل الأهواء أهل ضلالة ولا أرى مصيرهم إلا إلى النار، وعن الحسن: لاتجالس صاحب بدعة، فإنه يمرض قلبك". (الاعتصام للشاطبي، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، فصل: الوجه الثالث من النقل، ص: ٦٥، دار المعرفة، بيروت)

☆ قادیانی سے نکاح کالعدم اور حرام ہے اور اولاد صرف والدہ سے ثابت النسب ہوگی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی (لاہوری) سے کیا گیا اور اولاد بھی پیدا ہوئی، پھر پوتے پوتیاں، اب جب کہ وہ غیر مسلم قرار دئے گئے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ملازم حسین راولپنڈی، ۱۷/جولائی ۱۹۷۹ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ نکاح حرام اور کالعدم ہے اور اولاد کا نسب صرف والدہ سے ثابت ہے اور اسی مرزائی سے ثابت نہیں۔

كما في الدر المختار (٥٥٥/٣): وفي مجمع الفتاویٰ نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة لأنه نكاح باطل. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ٦٨٧/٢، قبيل باب الحضانة)

وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۱۴)

قادیانی سے نکاح:

سوال: میری بہن کی شادی ایک قادیانی لڑکے سے ہوگئی ہے، شادی کو بارہ سال ہوگئے، ان سے تین بچے بھی ہیں، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ اور جائز نہ ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ (بشری خاں، قدیم توپ خانہ)

الجواب

قادیانی کافر ہیں، ان کا کافر ہونا شک وشبہ سے بالاتر ہے، تمام امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے، پس کسی مسلمان عورت کا قادیانی مرد سے، یا کسی مسلمان مرد کا قادیانی عورت سے نکاح جائز نہیں، اگر ایجاب وقبول کر بھی لیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ اس لیے آپ کو چاہیے کہ اپنی بہن کو سمجھائیں اور اس قادیانی مرد سے الگ کرلیں۔ ہاں! وہ مرد توبہ کے لیے تیار ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ توبہ کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص کلمۂ شہادت پڑھے اور کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت ختم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا ہے، بشمول مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ جھوٹا ہے۔ اس اعتراف کے بعد ہی سمجھا جائے گا کہ اس نے کفر سے توبہ کی ہے، اگر وہ صرف یہ کہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہوں تو یہ کافی نہیں؛ کیوں کہ یہ حضرات خاتم النبیین کے لفظ کی غلط، نامعقول اور سلف صالحین سے منقول توضیح سے مختلف تشریح کیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ہدایت اور قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۵۳-۳۵۴)

سنی لڑکی کا نکاح قادیانی سے ہوا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کا باپ احمدی ہے اور وہ خود بھی احمدی ہے۔ اس شخص کی شادی ایک اہل سنت والجماعۃ لڑکی سے ہوئی ہے۔ شادی ہونے سے پہلے اس شخص کے احمدی خیالات پوشیدہ تھے۔ شادی ہونے کے بعد اس نے اپنے خیالات ظاہر کیے۔ اس کا باپ اپنی احمدیت نہیں چھوڑتا ہے؛ مگر وہ شخص توبہ کرنے کے لیے تیار ہے اور علمائے دین کے فتوے کو بھی ماننے کے لیے تیار ہے؛ مگر اپنی زبان سے مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا ہے۔ اب اگر وہ اپنا قادیانی عقیدہ چھوڑ کر دائرہ اسلام میں آتا ہے اور اپنی زبان سے مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا، اس کو مسلمان سمجھا جائے، یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ رشتہ داری رکھی جائے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۸۱۴، عبدالظہور خاں (ریاست جنید) ۲۲/ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ)

الجواب

قادیانی کا نکاح اہل سنت والجماعۃ لڑکی سے درست نہیں ہوتا، اگر ایسا نکاح ہوگیا ہے تو وہ ناجائز اور باطل ہے۔ (۱)

(۱) ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، القسم التاسع بالطلقات: ۱/۲۸۲، دارالفكر بيروت)

اب اگر خاوند قادیانی مذہب اور اس کے عقائد سے تائب ہوکر مذہب اہل سنت والجماعۃ اختیار کرلے اور مرزا غلام احمد کو کاذب اور ضال ومضل سمجھنے لگے تو جب بھی از سرنو نکاح کی تجدید کرنی ہوگی، مرزا صاحب کو اپنی زبان سے کافر نہ کہے تو نہ کہے؛ مگر یہ اقرار کرنا لازم ہوگا کہ علماء مرزا صحب کی تکفیر کرتے ہیں وہ حق پر ہیں۔اس کے ساتھ اہل سنت والجماعۃ کے عقائد کو مانے اور ان کے اعمال میں شریک رہے تو دوبارہ نکاح کردیا جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۹۶/۵)

نکاح کے بعد خاوند قادیانی ہوگیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید جب کہ اہل سنت والجماعۃ تھا، اس کا نکاح ایک اہل سنت والجماعۃ عورت سے ہوا تھا۔آج وہ اپنے آپ کو مرزائی کہتا ہے اور مرزائی قادیانی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی سمجھتا ہے، اب اس کا نکاح قائم رہا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۶۰۸، حکیم نبی بخش، ضلع جالندھر، ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۲/ستمبر ۱۹۴۵ء)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

زید کے قادیانی ہوجانے سے اس کا نکاح فسخ ہوگیا؛ کیوں کہ قادیانی ہونے سے وہ مرتد ہوگیا اور ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔عورت بذریعہ کسی مسلمان حاکم کے اس سے علاحدگی اور تفریق کا فیصلہ حاصل کرسکتی ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۱۹۵/۵) ☆

---

(۱) شوہر کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے، قاضی کی ضرورت نہیں، البتہ مواخذہ سے محفوظ رہنے کے لیے حاکم کی اجازت حاصل کرلینا بہتر ہے، جیسا کہ سوال نمبر ۳۳۲ کے جواب میں مذکور ہے:

فی الدر: وارتداد أحدهما أی الزوجین فسخ ... عاجل بلا قضاء.(الدرالمختار) وفی الرد: بلا قضاء أی بلا توقف علیٰ قضاء القاضی.(رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، سعید)

☆ شوہر کے قادیانی ہوجانے سے نکاح کا حکم:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص قادیانی مرزائی فتنہ میں مبتلا ہوگیا، اس کے بھائیوں نے اسے آبائی وراثت سے بے دخل کردیا؛ لیکن زوجہ بدستور حق زوجیت ادا کررہی ہے، اس عورت کا اس کے ساتھ رہنا کیسا ہے؟ عورت اس سے طلاق طلب کرے، یا طلاق پڑ چکی؟

(۲) مذکورہ عورت اگر اس شخص سے جدا نہ ہونا چاہیے تو اس عورت کے مائکہ والوں کو اس کے ساتھ تعلق رکھنا درست ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجوابـــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

شوہر کے قادیانی مرتد ہوتے ہی اس کا نکاح بیوی سے فوراً فسخ ہوچکا ہے؛ اس لیے اس عورت کا قادیانی مرتد کے ساتھ رہنا قطعاً حرام ہے، فوراً اس سے الگ ہونا لازم ہے، ورنہ مسلسل سخت گناہ ہوگا۔(مستفاد: انوار رحمت: ۴۷۴، بحوالہ: الحیلہ الناجزہ: ۱۴۵، جدید) مذکورہ عورت کو ہر ممکن طریقہ پر مرتد شوہر سے جدا کرنے کی ضرورت ہے، اگر وہ الگ نہ ہو تو خاندان والے اس سے مقاطعہ بھی کرسکتے ہیں۔==

غلام احمد قادیانی کو جو پیغمبر مانے، وہ مرتد ہے، اس سے نکاح درست نہیں:

سوال: زوجین میں اس قسم کی گفتگو ہوئی، جس سے مرد پر قادیانی ہونے کا شبہ ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ مرد نے کہا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، یا نہیں؟ عورت نے کہا: نبوت ختم ہو چکی، مرد نے کہا: نہیں، ان کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی بھی پیغمبر ہوا ہے۔

الجواب

الفاظ وکلمات مذکورہ کی وجہ سے معلوم ہوا کہ وہ مرد قادیانی ہے اور قادیانی مرتد کافر ہے، لہٰذا ان میں نکاح قائم نہیں رہا، عورت کو چاہیے کہ اس سے علاحدہ ہو جاوے اور اگر وہ اپنے عقائد باطلہ کفریہ سے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے تو اگر عورت راضی ہو تو از سر نو ان میں نکاح ہونا ضروری ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۵۴-۴۵۵)

سنی لڑکی کا نکاح قادیانی سے درست نہیں اور شوہر اگر بعد نکاح قادیانی ہو گیا تو نکاح باطل ہو گیا:

سوال: زید حنفی نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر سے کیا، اگر عمر بوقت نکاح قادیانی تھا تو نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور اگر بوقت نکاح حنفی تھا، بعد کو قادیانی ہو گیا تو نکاح قائم رہا، یا نہیں؟ اور ہندہ حنفیہ کسی دوسرے حنفی سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

شوہر کے قادیانی ہونے کی صورت میں ہندہ سنیہ حنفیہ کا نکاح اس کے ساتھ صحیح نہیں ہوا، (۲) اور اگر شوہر بعد نکاح کے قادیانی ہو گیا تو نکاح باطل ہو گیا۔

== قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(الهود: ۱۱۳)

عن الحسن قال: إذا ارتد المرتد عن الإسلام انقطع ما بينه وبين امرأته، فقال الثوریؒ: والرجل والمرأة سواء. (المصنف لعبد الرزاق: ۷/۱۶۱، رقم: ۱۲۶۱۷، بيروت)

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما فی الحال. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۴/۲۶۸، رقم: ۶۱۵۰، زكريا)

إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة؛ لأن الردة تنافی النكاح، ويكون ذٰلك فسخا عاجلا. (الموسوعة الفقهية: ۲۲/۱۹۸، بيروت)

وارتداد أحدهما أی الزوجين فسخ، وتحته فی الشامية: فلو ارتد مرارًا وجدد الإسلام فی كل مرة وجدد النكاح على قول أبی حنيفة تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع الشامی، باب نكاح الكافر: ۴/۳۶۶، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۲۴-۳۲۵)

(۱) وحرم نكاح الوثنية بالإجماع ... وفی الفتح: ويدخل فيه عبدة الأوثان وعبدة الشمس ... وكل مذهب يكفر به معتقده. (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۲/۳۹۷، ظفير)

(۲) وإرتداد أحدهما أی الزوجين فسخ فلا ينقص عدوا عاجل بلا قضاء. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۹، ظفير)

لأن إرتداد أحد الزوجين موجب لفسخ النكاح.(۱)

پس اس صورت میں بعد عدت کے ہندہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۵۵)

قادیانی سے جس عورت نے نکاح کی اور وہ بغیر طلاق دوسری شادی کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: مسماۃ ہندہ زید مرزائی کے نکاح میں عرصہ سے ہے؛ مگر ہندہ زید کے گھر سے دوسال سے چلی گئی ہے، اب ایک مسلمان اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا مرزائی سے طلاق لینے کی ضرورت ہے؟

الجواب

مرزائی چوں کہ کافر ہے؛ اس لیے ہندہ کا نکاح اس سے منعقد نہ ہوا تھا، لہٰذا مرزائی کی طلاق کی ضرورت نہیں ہے، ہندہ کو دوسرے مسلمان سے نکاح کرنا درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۷۳)

حنفی لڑکی کا نکاح قادیانی سے جائز نہیں:

سوال: زید ایک سنی المذہب اور حنفی المشرب شخص ہے۔ اس کے ایک دختر نیک اختر ہے، جو نا کتخدا [کنواری] ہے اور باپ ہی کے مذہب پر ہے اور ایک شخص بکر احمدی مذہب کا ہے اور نئے پیدا شدہ فرقہ قادیانی سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی رسول برحق مانتا ہے اور وہی عیسیٰ علیہ السلام تسلیم کرتا ہے، جن کا ذکر احادیث میں ہے کہ قریب قیامت کے آسمان سے نازل ہوں گے؛ مگر قرآن مجید کو منزل من اللہ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول یقین کرتا اور اسلام کے تمام امر و نواہی پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے۔ باقاعدہ طور سے نماز پڑھتا اور اسلام کے دیگر تمام احکام کو بجالاتا ہے۔ اس کا کوئی نیا کلمہ بھی نہیں؛ بلکہ ان کا امام اپنے آپ کو نہایت سچا اور بڑا پکا مسلمان سمجھتا ہے اور لکھتا ہے کہ:

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

ایک دوسری جگہ ان کا امام بڑے زور وشور سے لکھتا ہے کہ:

مومنوں پر کفر کا کرنا گماں ہے، یہ کیا ایمان داروں کا نشاں۔ کیا یہی تعلیم فرقان ہے بھلا۔ کچھ تو آخر چاہیے خوف خدا ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین۔ دل سے ہیں خدام ختم المرسلین۔ شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں۔ خاک راہ احمد مختار ہیں۔ سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے۔ دے چکے دل اب تن خاکی رہا ہے۔ یہی خواہش کہ ہو یہ بھی فدا۔

---

(۱) الحاوی الكبير: ۹/۲۹۸، باب إرتداد أحد الزوجين، انيس

وحرم نكاح الوثنية ... وكل مذهب يكفر معتقده. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳/۲۹۳، ظفير)

(۲) وحرم نكاح الوثنية بالاجماع. (الدر المختار)

ويدخل فيه عبدة الأوثان ... وكل مذهب يكفر به معتقده. (الدر المختار، باب المحرمات: ۲/۳۹۷، ظفير)

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

اس کا ایک لڑکا ہے، جو اپنے باپ کے دین پر ہے اور فرقہ قادیانی سے تعلق رکھتا ہے۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا شرع شریف کے بموجب اور قرآن مجید کے ماتحت ان ہر دو کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ رشتہ مناکحت شریعت محمدی کی رو سے جائز ہوگا، یا نہیں؟ نہایت ادب سے عرض ہے کہ جواب باصواب نہایت جلد مرحمت فرمائیں۔ساتھ ہی گزارش ہے کہ ضرورت صرف اس قدر ہے کہ اس معاملے میں خدا اور رسول کیا فرماتے ہیں؟ کسی کی ذاتی رائے درکار نہیں۔ براہ کرم قرآن وحدیث سے جو کچھ اس معاملے میں حق ہو، خدا کو حاضر وناظر جاں کروہی تحریر فرما کر داخل حسنات ہوں اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک روز ضرور ایسا آنے والا ہے، جس دن سب کو خداوند کریم کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی اور وہ دن بڑا سخت ہوگا اور موت سے خوف کھا کر کہ ایک روز مرنا یقینی ہے، آپ فتویٰ دیں۔حق بات کے کہنے میں کسی کا خوف، یا ڈر، یا مذہبی تعصب آپ کو نہ روکے، ورنہ خوب سمجھئے کہ قیامت میں خداوند کریم کا غصہ سب سے زیادہ انہیں لوگوں پر نازل ہوگا، جو دانستہ حق کو چھپائیں گے۔

الجواب

اللّٰهم ربنا ألهمنا الصدق والسداد وأتباعه وجنبنا الكفر والإلحاد وارزقنا اجتنابه لك الحمد حمداً ترتضيه والصلاة علىٰ نبيك صلاة ترضيه وعلىٰ مقتضى آثاره ومتبعيه أجمعين أمابعده:

مستفتی کی نصیحت کہ حق بات صاف صاف ظاہر کردی جائے۔بسر وچشم مقبول ومنظور ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی باوجود اتباع قرآن وحدیث کے طویل وعریض دعوں کے قرآن وحدیث کے منکر محرف ومبدل ہیں۔انبیاء کی توہین قرآن پاک کی توہین، رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین، علمائے مجتہدین پر سب وشتم ان کے کلام میں اس قدر ہے کہ آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے۔اجماع کے وہ مخالف ہیں اور جو شخص کہ قرآن وحدیث کے احکام منصوصہ صریحہ کا خلاف کرے۔انبیاء علیہم السلام کی توہین کرے۔قرآن پاک کی اہانت کرے۔قرآن مجید کے مضامین متفق علیہا کو بدل دے۔اجماع کا خلاف کرے، وہ یقیناً کافر ہے، اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا کتنا ہی لمبا چوڑا دعویٰ کرے۔

مرزا صاحب خود اپنی تصنیفات میں تمام مسلمانوں کو جو ان کے دعووں کو قبول نہیں مانتے؛ بلکہ منکر، یا مستر دبھی ہیں، کافر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مرزائیوں کے لیے ناجائز وحرام بتاتے ہیں۔(دیکھو حاشیہ تحفہ گولڑویہ)

ان کے جانشین خلیفہ ثانی مرزا محبوب صاحب نے اخبار ''فاروق'' میں جو قادیان سے نکلتا ہے، اپنا مضمون شائع کرایا ہے۔اس میں احمدیوں کو فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے قطعی حرام ہے کہ مرزا صاحب کے منکروں کے جنازے کی نماز پڑھو اور ان کے ساتھ مناکحت یعنی رشتے ناطے کرو۔

پھر تعجب ہے کہ مرزائی کس منہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا کو باوجود اقرار قرآن وحدیث وتوحید ورسالت کے کافر

کیوں کہا جاتا ہے۔ وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ انہوں نے کروڑوں مسلمانوں کو جو توحید ورسالت وضروریات اسلام کے معتقد ومقر ہیں اور ان میں ہزاروں لاکھوں علماء ومشائخ اور صوفیہ ہیں کیسے کافر بنا دیا۔

اس سوال کے جواب کے لیے جو مستفتی نے دریافت کیا ہے مرزا محمود صاحب کا فتویٰ کافی ہے کہ کسی احمدی لڑکے کا غیر احمدی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا، قطعی حرام ہے،(۱) اور مرزائیوں پر اس فتوے کا تسلیم کرنا لازم ہے؛ کیوں کہ مرزا صاحب اپنے تمام منکرین اور متردد ین کو کافر بتا چکے ہیں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۱۹۰)

قادیانی لڑکے کا نکاح حنفی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں:

سوال: زید فرقہ قادیان سے اور بکر حنفی ہے۔ زید کا لڑکا ہے اور بکر کی لڑکی ہے، ان کا نکاح باہم شرعاً جائز اور درست ہے، یا ناجائز ہے؟ اور نکاح کرنے میں کوئی نقصان عائد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

قادیانیوں کو اپنی لڑکی دینا، یا ان کی لڑکی خود کرنا جائز نہیں۔(۲) (کفایت المفتی: ۵/۱۹۰)

مسلمان عورت قادیانی شوہر سے جدا ہونے کے لیے نکاح فسخ کرواسکتی ہے:

سوال: ایک عورت کا عقد ایک شخص کے ساتھ ہوا، جس کو عرصہ نو سال کا ہوا اور چار لڑکیاں بھی ہوئیں۔ اب معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اور لڑکیوں کو قادیان میں دینا چاہتا ہے، عورت علاحدہ ہونا چاہتی ہے؟

الجواب

ہاں اس صورت میں عورت کو حق ہے کہ وہ اپنا نکاح فسخ کرالے؛ کیوں کہ قادیانی فرقہ جمہور علمائے اسلام کے فتوے کے بموجب اسلام سے خارج ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۵/۲۱۱)

مرزائی سے سنیہ کا نکاح درست نہیں ہے:

سوال: کچھ عرصہ ہوا کہ ایک عقد نکاح مابین مرزائی واہل سنت والجماعت کے ہوگیا تھا اور زوجین بوقت نکاح نابالغ تھے اور اب بھی نابالغ ہیں؛ مگر اس وقت لڑکی کے والد سنی نے لڑکے کے والد کو جو سخت بدعقیدہ مرزائی ہے، دیکھ کر

(۱،۲)　لا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمةً وكافرةً أصليةً وكذلك لايجوز نكاح المرتدة مع أحد، كذا في المبسوط. (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السابع،: ۱/۲۸۲، ماجدية)

(۳)　اگر شوہر نکاح سے قبل قادیانی تھا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ كما في البدائع: ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح: ۲/۲۷۱، سعيد)

یہ چاہا کہ یہ نکاح فسخ ہو جائے اور اسی وجہ سے وہ لڑکی کو رخصت نہیں کرتا۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح مذکور منعقد نہیں ہوا، سنی کو چاہیے کہ اپنی دختر کو وہاں رخصت نہ کرے اور اہل سنت و جماعت میں نکاح کر دیوے؛ کیوں کہ اس جماعت مرزائیہ کی تکفیر کا فتویٰ جمہور علماء کا ہے اور مابین کافر و مسلم نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اولاد نابالغ تابع والدین کے ہوتی ہیں۔

ولایصلح أن ینکح مر تداً و مرتدة أحد من الناس. (الدر المختار)(۱)

وفی الشامی: لأنه قبل البلوغ تبع لأبویه. (۲/ ۳۹۴)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۲۵۷)

قادیانی کا نکاح مسلمہ کے ساتھ نہیں:

سوال: حنفی کا نکاح قادیانی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مرزائی قادیانی کے متبعین خواہ قادیانی پارٹی سے متعلق ہوں، یا لاہوری سے جمہور علماء امت اہل ہندوستان وحجاز ومصروشام کے اجماع واتفاق سے خارج از اسلام ہیں، جس کی وجہ مفصل ومدلل حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب، ناظم تبلیغ دارالعلوم دیوبند کے رسالہ اشد العذاب میں مذکور ہے اور فتاویٰ علمائے ہندوستان کے مہری ودستخطی جداگانہ چھپے ہوئے ہیں، اگر ضرورت ہو تو ان دونوں رسالوں کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ فرقہ قادیانی مسلمان نہیں؛ اس لیے کسی مسلمان مرد وعورت کا نکاح ان سے جائز نہیں اور اگر کسی نے پڑھ بھی دیا تو شرعاً معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/ ۴۲۶)

قادیانی کا سنی عورت سے نکاح اور اولاد کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر مرد قادیانی ہے اور عورت قادیانی نہیں ہے تو ان کا نکاح آپس میں درست ہے، یا نہیں؟

(۲) نیز ان سے پیدا شدہ اولاد کیسی ہے؟

(۳) اگر ان سے پیدا شدہ لڑکا یہ کہے کہ میں قادیانی نہیں ہوں؛ لیکن اپنے باپ سے میل جول رکھے اور ان کے قادیانی ہونے کی وجہ سے ان سے قطع تعلق نہ رکھے؛ بلکہ کھانے پینے، رہنے سہنے، کاروبار سب میں شریک رہے تو آیا اس لڑکے کی بات مانی جائے گی، یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب النكاح الكافر: ۲/ ۵٤۵، ظفیر

(۲) ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۲/ ۵٤۲، ظفیر

(۴)　اور اگر اس لڑکے سے کسی سنی لڑکی کی شادی کی جائے تو نکاح درست ہو جائے گا، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد ارشد القاسمی، مدرسہ رحمانیہ مسجد سرائے پختہ فیض آباد، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱)　قادیانی اہل سنت و جماعت کے فتوی کے مطابق اسلام سے خارج ہے؛ اس لیے قادیانی کا نکاح سنی عورت کے ساتھ منعقد نہیں ہوتا ہے؛ لیکن اس سے جو بچہ پیدا ہوا ہے، وہ اگر صحیح العقیدہ ہے، جیسا کہ سوال نامہ سے واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ لڑکا صحیح العقیدہ مسلمان ہے؛ اس لیے اس کا نکاح سنی لڑکی کے ساتھ صحیح ہو جائے گا۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم: ۱۰/ ۳۳۰، جدید ڈابھیل: ۱۱/ ۴۶۰)

(۲)　لڑکا جب یہ کہہ رہا ہے کہ میں قادیانی نہیں ہوں تو اس کی بات معتبر مانی جائے گی، اگر چہ باپ کے ساتھ مذکورہ امور میں شریک کیوں نہ ہو۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم: ۱۰/ ۳۳۰، جدید ڈابھیل: ۱۱/ ۴۶۰)

(۳)　سنی لڑکی کا اس صحیح العقیدہ لڑکے سے نکاح صحیح ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم: ۱۰/ ۳۳۰، جدید ڈابھیل: ۱۱/ ۴۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۷۵۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/ ۱۲/ ۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۵۱، ۲۵۲)

قادیانی سے نکاح کا حکم اور کیا مسلمان ہونے کے لیے سرٹی فکیٹ ضروری ہے:

سوال:　عرض یہ ہے کہ ایک شخص جو قادیانی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، کوئٹہ میں جعل سازی اور خورد برد کے مقدمات میں ملوث تھا، فرار ہو کر کراچی آ گیا اور یہاں جعلی ڈاکٹر بن کر ڈاکٹر کیپٹن ایم اے خالد کے نام سے ملیر سٹی کراچی میں اپنا کلینک چلانے لگا، حالانکہ یہ شخص نہ ڈاکٹر تھا اور نہ کیپٹن؛ بلکہ کوئٹہ میں ایک کلرک کی حیثیت سے کام کرتا تھا، جہاں اس نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے کافی رقم خورد برد کر لی، جس کی وجہ سے اس کے خلاف جعل سازی، دھوکا دہی، فراڈ اور خورد برد کے متعدد مقدمات قائم ہوئے، جن سے فرار ہو کر کراچی آ گیا اور وہاں اشتہاری مجرم قرار دے دیا گیا، اپنی مجرمانہ ضرورت کے تحت اپنا نام اور مذہب تبدیل کرتا رہتا ہے، کچھ عرصہ قبل ہمارے مکان سے متصل میری پھوپھی کے مکان میں ظفر ہسپتال کے نام سے اپنا کلینک چلا رہا تھا، کرایہ وغیرہ کے سلسلے میں جھگڑا شروع ہوا اور بات عدالت تک جا پہنچی، اس نے کرایہ داری کا مقدمہ دائر کر دیا، عدالتی معاملات کو سنبھالنے کے لیے میرے والد صاحب نے اپنی بہن؛ یعنی میری پھوپھی کی مدد کی تو یہ شخص میرے والد کا دشمن بن گیا اور مختلف حیلے بہانے سے دونوں خاندانوں کو تنگ کرتا رہا۔

میرے والد سے بدلہ لینے کی خاطر اس نے روزانہ کالج آتے جاتے میرا پیچھا کرنا شروع کر دیا، کئی بار راستے میں

مل کر مجھے اپنی محبت کا یقین دلاتا رہا، وقتی جذبات میں آ کر میں اس کی باتوں میں آ گئی اور ایک دن اس نے مجھے ایک ہوٹل پر لے جا کر نکاح نامہ کے سادے فارم پر دستخط کروا لیے، ساتھ ہی دو اسٹامپ پیپروں پر بھی دستخط کروا لیے، نکاح نامہ کے فارم اور اسٹامپ پیپروں کی خانہ پری کے بعد میں کی گئی، اس نکاح کا میرے والدین اور کسی دوسرے رشتہ دار کو کوئی علم نہ تھا، نہ ہی ان کی مرضی شامل تھی، نکاح کی اس کارروائی کے وقت کوئی نکاح خواں، یا قاضی موجود نہیں تھا اور نہ ہی کوئی گواہ موجود تھا؛ بلکہ اس وقت ہم دو افراد کے علاوہ کوئی تیسرا شخص بھی موجود نہیں تھا، نہ ہی زبان سے اقرار کیا اور نہ اس نے اپنی زبان سے کچھ الفاظ ادا کئے، بس اس کے کہنے پر میں فارم پر دستخط کر دیئے اور اپنے گھر واپس آ گئی، اس کے بعد کی کاروائی کا مجھے علم نہیں تھا، شادی کے تمام گواہوں کے نام اور مہر کی رقم وغیرہ کا تعین بعد میں اس نے اپنی مرضی سے کیا، یہاں تک کہ دلہن کے گواہوں کے نام کے خانے میں جن افراد کے نام لکھے گئے ہیں، میں ان سے قطعی طور پر ناوقف ہوں، اس کے بعد ان کاغذات کے بل بوتے پر وہ مجھے بلیک میل کرتا رہا، میرے گھر والوں کو مجھے زبردستی لے جانے کی دھمکیاں دیتا رہا اور دو مرتبہ چند افرد کے ہمراہ گھر کے اندر داخل ہو کر زبردستی لے جانے کی کوشش کی، میں اس کے ساتھ جانے پر رضامند نہیں تھی؛ اس لیے عدالت میں خلع کا مقدمہ دائر کر دیا، جو ابھی زیر سماعت ہے۔

یہ شخص قادیانی جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا پورا خاندان کٹر قادیانی ہے، خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے اس نے کسی مولوی سے قادیانی مذہب ترک کرنے اور مسلمان ہونے سرٹی فکیٹ حاصل کر لیا، یہ سرٹی فکیٹ اس نے مجھ سے نکاح کرنے سے صرف بیس دن پہلے حاصل کیا اور مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے، حالاں کہ وہ اس سے پہلے ایک مسلمان لڑکی سے شادی کر چکا ہے اور اس کے چار بچے بھی ہیں، اس کا اصل نام خالد سیف اللہ ولد عطاء الرحمٰن ہے، جب کہ میرے نکاح نامہ میں اس نے اپنا نام منور احمد لکھا ہے اور اپنے والد کا نام محمد عظیم لکھا ہے اور مسلمان ہونے کے سرٹی فکیٹ میں اس نے اپنا نام نور احمد ولد عطاء الرحمٰن ایم اے لکھا ہے۔

میرے خاندان کے دوسرے لوگوں کو بھی تنگ کرنے کے لیے ان پر جھوٹے مقدمات کر دیئے اور خلع کا ایک مقدمہ میرے جعلی دستخط سے میری طرف سے خود ہی عدالت میں دائر کر دیا اور اس کے جواب میں مجھ پر اور میرے گھر والوں پر بے بنیاد جھوٹے الزامات عائد کر دیئے، اپنی کاغذی کارروائی کو مزید مضبوط کرنے کے لیے میرا ایک شناختی کارڈ میرے جعلی دستخط سے بنوا لیا، جس میں میرا نام نفیس فاطمہ زوجہ منور احمد درج کروایا، اس کے علاوہ اپنے ایک دوست مسمیٰ عبدالرشید کے حق میں ایک فرضی اور جھوٹا امانت نامہ مالیتی چالیس ہزار روپے میرے جعلی دستخط سے تیار کر دیا اور یہ تمام جعلی دستاویزات عدالت میں پیش کر دیئے؛ تا کہ کسی بھی طرح میری جان اس جھوٹے دھوکے باز قادیانی سے نہ چھوٹ سکے، کوئٹہ کے ادارہ تحفظ ختم نبوت کی اطلاع کے مطابق یہ شخص وہاں پر بھی ایک لڑکی کو اغوا کر کے اس کا جعلی نکاح نامہ تیار کر چکا ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

(۱)　نکاح کی بیان کردہ صورت حال میں کیا میرا نکاح اس شخص سے ہوگیا؟ جب کہ نکاح نامہ میں اس نے غلط نام اور ولدیت استعمال کیا ہے اور نکاح کی کارروائی تنہائی میں ہم دو افراد کے درمیان انجام پائی۔

(۲)　اور کیا یہ شخص قادیانی سے مسلمان ہوگیا ہے، جب کہ اس نے مسلمان ہونے کا سرٹی فکیٹ میں بھی اپنا غلط نام اور ولدیت استعمال کی ہے اور مسلمان ہونے کا سٹیفکیٹ حاصل کرنے سے پہلے کے تمام کاغذات میں خود کو مسلمان ظاہر کرتا رہا ہے۔ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب

اگر سوال میں ذکر کردہ واقعات درست ہیں تو مسماۃ نفیس فاطمہ کا نکاح مذکورہ شخص خالد سیف اللہ سے نہیں ہوا، نکاح نامہ کے سادہ فارم پر صرف دستخط کردینے سے شرعا نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے لیے کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ضروری ہیں، (۱) اس کے علاوہ اگر مذکورہ شخص اب بھی قادیانی ہے اور مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ جھوٹا ہے تو قادیانی مرد سے کسی مسلمان عورت کا نکاح شرعا ہو ہی نہیں سکتا، (۲) خواہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کیا ہو، لہٰذا اگر سوال میں ذکر کردہ واقعات درست ہیں تو نفیس فاطمہ کو اس کے خلاف خلع کا نہیں؛ بلکہ انخلاء زناشوئی کا مقدمہ کرنا چاہیے۔

(۲)　قادیانی سے مسلمان ہونا، درحقیقت قلبی عقائد کی تبدیلی اور ان کے اعلان پر موقوف ہے، اگر کوئی شخص قادیانی عقائد سے واقعۃً تائب ہوجائے، اور زبان سے اس کا اعلان کردے تو وہ مسلمان ہوسکتا ہے، خواہ اس کے پاس سرٹی فکیٹ نہ ہو اور اگر دل سے تائب نہ ہوا ہو تو محض جھوٹا سرٹی فکیٹ بنوا لینے سے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۴۰۸/۸/۱۵ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۵۹-۲۶۱)

لاعلمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم:

سوال:　ایک مسلمان عورت کا نکاح لاعلمی میں کسی قادیانی سے ہوگیا؛ یعنی نکاح کے وقت مرد نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا؛ لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص قادیانی ہے، اندریں صورت یہ نکاح منعقد ہوا ہے، یا نہیں؟

---

(۱)　وفي الدر المختار، كتاب النكاح (۳/ ۹-۱۲): وينعقد بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا.

وفي الهندية: ۲/ ۳۰۶ (طبع مكتبة شركة علمية) ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين.

(۲)　وفي الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث (طبع ماجدية): ۱/ ۲۸۲: ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي.

وفي البدائع، ج:۲، ص:۳۰۲ (طبع سعيد) ومنها الإسلام في نكاح المسلم والمسلمة۔ نیز دیکھئے: کفایت المفتی، ج:۵، ص:۱۹۱ (جدید ایڈیشن دارالاشاعت)

الجواب

قادیانی چوں کہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں؛ اس لیے جس شخص کا قادیانی ہونا قطعی اور یقینی ہو تو اس کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح شرعا جائز نہیں اور لاعلمی میں کیا ہوا نکاح کالعدم رہے گا۔

کما فی الهندیة: ارتد احد الزوجین عن الإسلام وقعت الفرقة بغیر طلاق فی الحال. (الفتاویٰ الهندیة: ۳۳۹/۱، الباب العاشر فی نكاح الكفار) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۴۳/۴)

مرزائی کا دھوکہ دے کر سنی عورت سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے اپنے کو سنی المذہب ہونے کا یقین دلا کر نکاح کیا، لڑکی اگر چہ نکاح سے مطلقاً متنفر تھی؛ لیکن اس کے والد نے نکاح اس سے کر دیا، تین ماہ خاوند کے گھر رہی، ہم بستری بھی ہوئی، حمل ٹھہر گیا؛ بعدش بعض شرائط نکاح کے پورا نہ کرنے پر و نیز اچھا سلوک نہ کرنے پر لڑکی اپنے والدین کے گھر آئی، وہ شخص کہ جب تک لڑکی اس کے گھر میں تھی، اسے سنیوں کے مترجم قرآن پڑھنے سے منع کرتا تھا، منکوحہ کو بایں وجہ بھی زید سے نفرت ہے اور تھی اور کہتی ہے کہ خنزیر کے یہاں میں جانا چاہتی ہوں، پس اندریں صورت کیا حکم ہے، آیا اس کا نکاح زید سے فسخ ہو گیا، یا شرعا کیا صورت ہے؟ اور نیز زید لاہور میں ہے اور اس کی منکوحہ اور اس کے والد ملتان میں اور وضع حمل ملتان میں ہوا، اس نے اس مدت میں اپنی بیوی کی خیر خبر نہیں لی۔

الجواب

مرزائی خواہ قادیانی ہوں، یا لاہوری جمہور علماء کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔ ہندوستان اور بیرون ہند میں جن علماء حضرات کو ان کے مذہب پر اطلاع ہوئی، سب نے باجماع ان کی تکفیر کی ہے اور مسلمان عورت کا ناح کی کافر سے کی طرح حلال نہیں۔

﴿أن یجعل اللّٰه للكافرین علی المؤمنین سبیلا﴾ (۲)

اس لیے عورت کا نکاح مرزائی سے مطلقا ہی نہیں ہوا، اب دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، قانونی گرفت سے بچنے کے لیے حکام وقت سے اجازت لے لی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۲۶/۲)

دھوکہ دے کر مرزائی لڑکے سے نکاح کرلیا:

سوال: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص جس کی تحریر موجود ہے کہ میں احمدی نہیں ہوں

(۱) وقال الحصكفی: وارتد احدهما أی الزوجین فسخ عاجل. (الدر المختار: ۴۲۵/۲، كتاب النكاح) ومثلهٗ فی الهداية: ۳۴۸/۲، كتاب النكاح)

(۲) النساء: ۱۶۱، انیس

اور نہ میرا بیٹا احمدی ہے، میرے لڑکے کے ساتھ نکاح کردو، جب نکاح ہو چکا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص اوراس کا لڑکا احمدی ہےاور ہماری لڑکی جو اس کے لڑکے کی زوجہ ہے، احمدی بنانا چاہتا ہے؛ اس لیے مناسب ہے کہ آپ اس مسئلہ پر کیا مناسب سمجھتے ہیں کہ آیا وہ نکاح جائز ہے، یا ناجائز؛ کیوں کہ جب نکاح ہوا تھا، اس وقت لڑکی نابالغ تھی اور اس وقت بالغ ہے، لڑکی مذہب بدلنا نہیں چاہتی، یعنی احمدی ہونا نہیں چاہتی۔

الجواب

جمہور علماء جو مرزائی قادیانی کے عقائد پر مطلع ہوئے، سب کے نزدیک وہ کافر مرتد ہے اور اسی طرح وہ لوگ جو باوجود ان عقائد کے معلوم ہونے کے مسلمان سمجھے، خواہ نبی کہے، یا مسیح، یا کچھ بھی نہ کہے، بہر حال کافر و مرتد ہے، اس کی تحقیق کی ضرورت ہو تو مطبوعہ رسالہ فتاوی تکفیر قادیان جس میں سینکڑوں علماء ہندوستان کے دستخط ہیں، منگا کر ملاحظہ فرمائیں اور مرتد کا نکاح کسی طرح صحیح نہیں ہوتا؛ بلکہ اگر بعد نکاح مرتد ہو جائے تو فسخ ہو جاتا ہے۔

قال في الدرالمختار: ويبطل منه إتفاقاً ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح والشهادة، انتهٰى. (شامي من باب المرتد: ٣٢٨/٢)

اس لیے اس لڑکی کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے، اس کے علاوہ صورت مذکورہ میں تو اگر قادیانی کو مرتد کافر بھی نہ مانا جائے، تب بھی لڑکی اور اس کے اولیاء کو فسخ نکاح کا اختیار ہے؛ کیوں کہ خاوند وغیرہ نے بوقت نکاح ان کو دھوکہ دیا ہے۔

قال الشامي: لو تزوجته علىٰ أنه حر أوسني أوقادر على المهر والنفقة فبان بخلافه (إلىٰ قوله) لها الخيار. [ثم قال بعد أسطر] لوزوج بنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مدمن له وقالت بعد ما كبرت لا أرضى بالنكاح إن لم يكن يعرفه الأب بشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل. (شامي، باب الكفاءة: ٣٦٢/٢، مصري)

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض قادیانی کو کافر نہ مانیں، تب بھی صورت مذکورہ میں نکاح صحیح نہیں ہوا، یہ لڑکی دوسری جگہ شرعاً اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ) (امداد المفتین: ۴۲۷/۲) ☆

☆ اپنے کو مسلمان ظاہر کرکے مسلمان لڑکی سے قادیانی کا نکاح کرنا:

سوال: ایک شخص جس کی تحریر موجود ہے کہ میں احمدی نہیں ہوں اور نہ میرا لڑکا احمدی ہے، نکاح میرے لڑکے سے کرو۔ جب نکاح ہو چکا تو معلوم ہوا کہ اب تک احمدی ہے اور لڑکا بھی احمدی ہے اور ہماری لڑکی کو بھی احمدی کرنا چاہتے ہیں۔ آیا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ جب نکاح ہوا، لڑکی نابالغ تھی، اب بالغ ہے۔

الجواب

جمہور علماء جو مرزا قادیانی کے عقائد پر مطلع ہوئے، سب کے نزدیک وہ کافر مرتد ہے اور اسی طرح وہ لوگ جو اس کو باوجود ان عقائد کے معلوم ہونے کے مسلمان سمجھے، خواہ نبی کہے، یا مسیح، یا جو کچھ بھی کہے، بہر حال کافر مرتد ہے، ==

شوہر قادیانی ہوگیا، نکاح کا حکم:

سوال (۱) زید مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہوگیا ہے اور اس کی بی بی اہل سنت کے عقیدے پر قائم ہے اور اس صورت میں نکاح شرعاً قائم رہا، یا نہیں۔

(۲) اور اہل سنت کے عقیدہ والی صبیہ کا نکاح مرزا غلام احمد قادیانی عقیدہ والے کے ساتھ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) اس مرید سے پوچھنا چاہیے کہ وہ مرزا کے تمام اقوال کا معتقد ہے، یا نہیں؟ اگر وہ اقرار کرے کہ وہ تمام اقوال کا معتقد ہے تو یہ شخص مسلمان نہیں رہا اور نکاح اس کا اہل سنت و جماعت بی بی سے باقی نہیں رہا اور اگر وہ کہے کہ میں سب اقوال کا معتقد نہیں ہوں تو اس سے پوچھنا چاہئے کہ کس کس قول کے معتقد نہیں ہوا، اس کی تفصیل کے بعد استفتاء کرنا چاہیے۔

(۲) اگر اس شخص کے اقرار سے اس کا تمام اقوال مرزائیہ کا معتقد ہونا ثابت ہو، تب تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا اور اگر بعض کا معتقد ہو، بعض کا نہ ہو تو اس سے تفصیل پوچھ کر سوال کرنا چاہیے اور بالفرض اگر اس کا مسلم ہونا بھی ثابت ہو جائے تو اس تفصیل سے اور ضال ہونے میں تو شبہ ہی نہیں؛ اس لیے ہر حال میں ولی گنہ گار ہوگا، اگر اس شخص کے ساتھ نکاح کرے گا، لہٰذا اس ولی پر واجب ہے کہ قطعاً انکار کردے (نکاح سے پہلے)۔ فقط

۱۴/صفر ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولی، ص:۹۰) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۲۱۴-۲۱۵)

== اس کی تحقیق کی ضرورت تو مطبوعہ رسالہ "فتاوی تکفیر قادیانی"، جس میں سیکڑوں علماء ہندوستان کے دستخط ہیں، منگا کر ملاحظہ فرمائیے اور مرتد کا نکاح کسی طرح صحیح نہیں ہوتا؛ بلکہ اگر بعد نکاح مرتد ہو جاوے تو فسخ ہو جاتا ہے۔

قال في الدر المختار: ويبطل منه إتفاقاً ما يعتمد الملة وهى خمس النكاح والشهادة. (شامى من باب المرتد: ۳۲۸/۲)

اس لیے اس لڑکی کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے، اس کے علاوہ صورت مذکورہ میں تو اگر قادیانی کو مرتد کافر بھی نہ مانا جائے، تب بھی لڑکی اور اس کے اولیاء کو فسخ نکاح کا اختیار ہے؛ کیوں کہ خاوند وغیرہ نے بوقت نکاح ان کو دھوکہ دیا ہے۔

قال الشامي: لو تزوجته علٰى أنه حر أوسني أوقادر على المهر والنفقة فبان بخلافه (إلٰى قوله) لها الخيار. [ثم قال بعد أسطر] لوزوج بنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مدمن له وقالت بعد ما كبرت لا أرضى بالنكاح إن لم يكن يعرفه الأب بشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل. (شامي، باب الكفاءة: ۳٦۲/۲، مصرى)

عبارت مذکورہ سے یہ معلوم ہوا کہ اگر بالفرض قادیانی کو کافر نہ مانیں، تب بھی صورت مذکورہ میں لڑکی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بذریعہ حاکم مسلم اپنا یہ نکاح فسخ کرالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین:۲/۴۲۵)

مرزائی سے نکاح پڑھانے والے اور اس میں شرکت کرنے والے کا حکم:

سوال: ایک ملانے ایک دختر سنیہ کا نکاح ایک مرزائی عقیدہ سے کر دیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور ملا وحاضرین کا نکاح ٹوٹا، یا نہیں؟ اور اس ملا کی بیعت وامامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

دختر سنیہ کا نکاح مرزائی عقیدے کے شخص سے جائز نہیں ہے۔(۱) پس ملا نے فساد عقیدہ سے مرزائی کے جاننے کے باوجود نکاح پڑھایا تو وہ گنہ گار وفاسق ہے اور اس کی بیعت درست نہیں اور امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے؛ مگر اس کا نکاح باقی ہے اور حاضرین کا نکاح بھی باقی ہے، ان سب کو توبہ کرنا چاہیے اور ظاہر کر دینا چاہیے کہ یہ نکاح جو مرزائی سے ہوا، صحیح نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۵۸)

قادیانی عورت سے نکاح جائز نہیں:

سوال: اہل کتاب عورت سے تو مسلمان مرد نکاح کرسکتا ہے تو کیا ایک قادیانی عورت سے بھی مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

قادیانی چوں کہ باجماع امت مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے؛ اس لیے ان سے کسی قسم کا رشتہ ناطہ کرنا شرعاً جائز نہیں، جس طرح کسی قادیانی سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا، ایسے ہی کوئی مسلمان شخص کسی قادیانی عورت سے نکاح نہیں کرسکتا؛ اس لیے کہ قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں؛ بلکہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

كما قال شيخ الإسلام برهان الدين المرغيناني: أن تصرفات المرتد علىٰ أقسام نافذ بالاتفاق كالاستيلاء والطلاق؛ لأنه لايفتقر إلىٰ حقيقة الملك وتمام الولاية وباطل بالاتفاق كالنكاح والذبيحة؛ لأنه يعتمد الملة. (الهداية: ٢/٦٠٣، باب المرتد)(٢) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۴۲)

مرزائی کی لڑکی سے نکاح اور اس سے تعلقات کا کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے مرزائیوں کے یہاں اپنے لڑکے کی شادی کر لی ہے اور جو شخص مرزائی کی لڑکی کو بیاہ کر لایا ہے، اس سے مسلمانوں کو تعلقات رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ولايصح أن ينكح مرتداً ومرتدة أحدا من الناس مطلق. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب نكاح الكافر: ٢/٥٤٥، ظفير)

(۲) قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاري: والمرتدة لايجوز نكاحها مع أحد وكذلك المرتد لايجوز نكاحه مع أحد. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣/٨، كتاب النكاح)/ ومثلهٗ في الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٣/٣٣٠، باب المرتد

الجواب

اگراس مرزائی لڑکی کا عقیدہ بھی مرزائی ہے تو اس سے مسلمان سنی کا نکاح صحیح نہیں ہوا، اس شخص مسلمان سے کہہ دیا جاوے کہ مرزائی عورت کو علاحدہ کردے، یا اس کو اسلام کی تلقین کر کے اور مسلمان کر کے تجدید نکاح کرے۔ فقط
(قادیانی کے کفر پر علماء امت متفق ہیں۔[ظفیر])(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۵۶)

قادیانی عورت مسلمان ہوکر دوبارہ قادیانی کے حوالے کرنا حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت شادی شدہ جو مرزائی عقیدہ رکھتی تھی، قادیانی شوہر اور اس کے درمیان بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اختلاف پیدا ہوگیا، ذہنی تضاد کے باعث شوہر سے قانونی طور پر علاحدگی اختیار کرلی اور آٹھ ماہ تک ایک سنی العقیدہ شخص کی کفالت میں رہی، اسی دوران میں اس کا شوہر مباشرت کرنے اور نان نفقہ دینے میں ناکام رہا، عورت نے دو مسلمان گواہوں کے روبرو عدالت میں پیش ہوکر مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کردیا اور ایک ممتاز عالم دین کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا، علماء دین نے فتویٰ صادر کیا کہ اگر عدت کے دوران میں شوہر نے بھی اسلام قبول کرلیا تو صحیح، ورنہ بعد از عدت یہ اس کے نکاح سے خارج ہوجائے گی؛ لیکن حکام نے اس فتویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے ملکی عائلی قوانین کے تحت اسے قادیانی کی بیوی قرار دے کر اس کے ساتھ جانے کا حکم دے دیا، کیا شرعاً یہ اس قادیانی کی بیوی ہوسکتی ہے؟ نیز ہم مذکورہ حکام کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کے مستحق ہیں کہ ایک مسلمان عورت کو مرزائی کی زوجیت میں دے کر زناکاری پر مجبور کر کے اسلام کی توہین کی جارہی ہیں؟ بینوا توجروا۔　　(المستفتی: محمد عجائب گوندل تھرپارکر، ۹/۱۰/۱۹۶۹ء)

الجواب

اگراس عورت نے مرزا غلام احمد کی نبوت اور مجددیت دونوں سے انکار کیا ہو اور مرزائیوں کے تمام عقائد سے بیزار ہوئی ہو تو اس عورت کو قادیانی کے حوالہ کرنا حرام ہے،(۱) اور ہمیشہ کے لیے زنا پر مجبور کرنا ہے، جو کہ مسلمان حاکم اور محکوم تمام کے لیے بدنما داغ ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۱۴)

لاعلمی کی وجہ سے قادیانیہ کے ساتھ نکاح کرنے اور کرانے والے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گجرات کا رہائشی ہوں، میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں شہباز یہ نوشہرہ صدر سے اسلامی فقہ کے مطابق نکاح کیا نکاح مولانا۔۔۔ خطیب مسجد درزیان نے پڑھایا، اس دوران میں لڑکی نے خود کو مسلمان حنفی مذہب ظاہر کیا، ساڑھے تین سال جدہ میں میرے پاس آباد رہی، میں نے مسمی

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: وإذا أسلم أحد الزوجين... عرض الاسلام على الآخر فان اسلم فبها والا بان ابى اوسكت فرق بينهما.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲/۴۲۲، باب نكاح الكافر)

مذکورہ کوفریضہ حج کی ادائیگی کا کہا تواس نے نازیباالفاظ استعمال کئے اور کہا کہ میرا حج اکبر دسمبر میں ربوہ میں ہوتا ہے، میں نے اس کواسلام کی دعوت دی؛ لیکن انکار کے بعد میں نے طلاق ثلاثہ دے کر پاکستان رخصت کیا، پوچھنا یہ ہے کہ:

(۱) بوجہ لاعلمی اس نکاح کے دوران میں جماع کا کیا حکم ہے؟ کیا شرعاً کوئی تعزیر ہے؟

(۲) بعد میں سول جج باختیارات فیملی جج گجرات نے نکاح کوغیر شرعی قرار دے، دیا ان کی قادیانیت ثابت ہوگئی؛ تاہم اس نکاح کے کرنے والے مولوی پر کوئی گناہ ہوگا؟ یا گواہان گنہگار رہوں گے؟

(۳) بوقت نکاح حق مہر پانچ ہزار معجّل اور پانچ ہزار مؤجل رکھا تھا، وہ نکاح کے دوسرے دن دے دیا تھا، اب انکاری بھی ہے اور عدالت سے رجوع کیا ہے، اس مہر کا کیا حکم ہے؟

(۴) اپنے سامان کےعلاوہ تقریباً پچیس ہزار کا میرا سامان بھی لے گئی ہے، اس کو واپس کرسکتا ہوں، یا وہ اس کا ہوگا؟

(۵) ربوہ کا عقیدہ اور غلام احمد کو نبی کہنے والے اگر مسلمان کے ساتھ دھوکہ، یا مذہبی توہین کا ارتکاب کریں تو حاکم وقت ان کا محاسبہ کرے گا، یانہیں؟ نیز حکومت نے ان کوغیر مسلم قرار دیئے ہیں؛ مگر یہ لوگ شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور مسلم فیملی لاء ۱۹۶۸ء کی عدالتوں کو دھوکہ دینے کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں، کیا یہ لوگ مسلم فیملی لاء ۱۹۶۹ء کے تحت مسلمان کے خلاف دعویٰ کرنے کے مجاز ہیں، یانہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد اورنگزیب خان لودھی کنجاہ گجرات، ۱۶؍محرم ۱۴۰۳ھ)

الجواب

(۱) قادیانیہ عورت مرتدہ ہے اور مرتدہ سے نکاح ناجائز اور کالعدم ہوتا ہے۔ (شامی، بحر)(۱) اور لاعلمی کی وجہ سے اس خاوند پر کوئی حد، یا تعزیر نہیں ہے، خصوصاً جبکہ شبہ عقد موجود ہے۔ (شامی)(۲)

(۲) چوں کہ ناکح، خطیب (نکاح خوان) اور گواہان نے لاعلمی کی وجہ سے متعلقہ کارروائی کا ارتکاب کیا ہے، لہٰذا ان میں سے کوئی بھی مجرم اور گنہگار نہیں ہوگا، **لحدیث ورد بذلک**. (۳)

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: ويبطل من النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والارث، قال ابن عابدين: النكاح أى ولو لمرتدةمثله. (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۳۳۰/۳، باب المرتد)

قال العلامة ابن نجيم: فلا يتزوج المرتد مسلمة ولا كتابية ولا مرتدة ولا يتزوج المرتدة مسلم ولا كافر ولا مرتد. (البحر الرائق: ۲۰۹/۳، باب نكاح الكافر)

(۲) قال العلامة الحصكفي: ولا حد أيضاً بشبهة العقد أى عقد النكاح، قال ابن عابدين: أى ما وجد فيه العقد صورة لاحقيقة... أولكون اختها مثلا فى نكاحه او هى مجوسية او مرتدة فلا حد عليه وان علم الحرمة. (الدرلمختار مع ردالمحتار: ۱٦۸/۳، مطلب فى بيان شبهة العقد كتاب الحدود)

(۳) عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال إن اللّٰه تجاوز عن أمتى الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه رواه ابن ماجة والبيهقي وفى الجامع رواه ابن ماجة عن أبى ذر والطبراني والحاكم فى مستدركه عن ابن عباس وفى رواية للطبراني عن ثوبان. (مرقاة المفاتيح: ٤٧١/١١ باب ثواب هذه الامة)　==

(۳)　صورت مسئولہ میں شبہ عقد کی وجہ سے حد ساقط ہے اور جماع کی وجہ سے مہر لازم ہے۔ (شامی)(۱)

(۴)　آپ اپنے سامان یا اس کی قیمت لینے کے مجاز ہیں۔

(۵)　مرتد لوگ اس دعویٰ کے مجاز نہ ہوں گے؛ بلکہ فراڈ کرنے وغیرہ جرائم کی سزا ملنے کے مستحق ہیں۔

وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۱۵/۴-۳۱۶)

مرزائیوں کے نکاح میں رجسٹرار کے تعاون کا حکم:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی شخص نے اپنی لڑکی کی مرزائی شخص سے شادی کردی، جس کا عقد نکاح مرزائی نکاح خواں سے کرایا گیا اور نکاح نامہ کی چار فہرستیں ٹائپ کر کے متعلقہ وارڈ نکاح رجسٹرار کو روانہ کیں؛ یعنی دفتر ٹاؤن کمیٹی میں فارم بھیج دیئے، نکاح رجسٹرار نے ان فارموں کو پڑھے بھی نہیں ہیں، اب صرف فارم بوساطت نکاح رجسٹرار ٹاؤن کمیٹی کو روانہ کرنے ہیں، کیا اس روانہ کرنے پر شرعی گرفت ہوگی؟ کیوں کہ یہ تو مالا یطاق ترک موالات کی صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فضل کریم کھوڑہ راولپنڈی)

الجواب ــ

اگرچہ اس میں حرج نہیں ہے؛ لیکن آپ کے لیے ضروری ہے کہ ایسے عمل سے بھی بچنے کی کوئی تدبیر کیا کریں۔(۲)

وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۱۳/۴)

☆ ☆ ☆

==　وفی انجاح الحاجة هامش ابن ماجة: إن الله تعالىٰ رفع عن أمتي، الخ. (ابن ماجة: ٦٥/١)

وقال العلامة ابن عابدين: (رفع عن امتى الخطأ) قال فى الفتح ولم يوجد بهذا اللفظ فى شيىء من كتب الحديث بل الموجود فيها إن الله وضع عن أمتي الخطأ و النسيان وما استكرهوا عليه رواه ابن ماجة وابن حبان والحاكم وقال صحيح علىٰ شرطهما. (ردالمحتار: ٤٥٤/١، مطلب فى الفرق بين السهو والنسيان)

(۱)　قال العلامة الحصكفي: وفى مسئلة النسيان إذا لحكم فى تزوجهما معا البطلان وعدم وجوب المهر الا بالوطء كما فى عامة الكتب، الخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٣١٠/٢، باب المحرمات)

(۲)　قال العلامة عمادا لدين ابن كثير: يامرا لله تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر وترك المنكرات وهو التقوىٰ وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير: ١٠/٢، سوره المائدة: ٢)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، وما لکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئ ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد / مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئ ۱۰۲
(۲۳)	فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا

کتاب	مصنف / مرتب	ناشر
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-٦، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خرد سروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئی نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشر واشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات
(۴۸) فتاویٰ رحمانی	حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ (مرتبہ: مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی، مفتی امارت شرعیہ پٹنہ)	مخطوطہ

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی / جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۹)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۰)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۱)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۲)	روائع البیان فی تفسیر آیات القرآن	محمد علی الصابونی	۱۴۴۲ھ

﴿عقائد (مع شروحات)﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۳)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۴)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۵)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۶)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ

﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۸)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹)	موطأ امام مالک	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۰)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۱)	الزہد والرقائق لابن المبارک	ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۲)	کتاب الاٰثار بروایۃ امام محمد	ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۴)	الجامع لابن وھب	ابو محمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۵)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۲۶)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبد مناف الشافعی القرشی المکی	
(۲۷)	مسند ابو داؤد الطیالسی	ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۸)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۲۹)	مسند الحمیدی	ابو بکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۰)	الصلوٰۃ	ابو نعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۱)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۲)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خوستی	۲۳۵ھ
(۳۳)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راھویہ	۲۳۸ھ
(۳۴)	مسند امام احمد	امام احمد، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۵)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۶)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۳۷)	صحیح البخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۸)	الادب المفرد	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۹)	صحیح مسلم	ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشا فوری	۲۶۱ھ
(۴۰)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۱)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۲)	سنن ابو داؤد رمراسیل ابو داؤد	ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۳)	سنن الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۴۴)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۵)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۶)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴۷)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۸)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۹)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۰)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۱)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۲)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۳)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۴)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۵)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۶)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۵۷)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۸)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۵۹)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۰)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۱)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۲)	مسند السراج رحدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۳)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۴)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۵)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۶)	مکارم الأخلاق رمساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۷)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۸)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۶۹)	صحیح ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۰)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابو القاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۱)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابو القاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۲)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابو القاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۳)	عمل الیوم واللیلة	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبد اللہ	۳۶۴ھ
(۷۴)	سنن الدار قطنی	ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدار قطنی	۳۸۵ھ
(۷۵)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۶)	شرح مذاھب أھل السنة	ابن شاہین، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۷)	الإبانة الکبریٰ	ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطة	۳۸۷ھ
(۷۸)	معالم السنن	ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۷۹)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۰)	الإیمان	ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۱)	شرح أصول اعتقاد أھل السنة والجماعة	ابو القاسم ھبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۲)	حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۳)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۴)	امالی	ابو القاسم عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۵)	مسند الشھاب	ابو عبد اللہ محمد بن سلامة بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۸۶)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۷)	شعب الإیمان	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۸)	معرفة السنن والآثار	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۹)	الدعوات الکبیر	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۹۰)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۱)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبد اللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۲)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابو شجاع، شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۳)	شرح السنة	محی الدین ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۴)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمر قندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۵)	المعجم	ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۹۶)	کنزالعمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاءالدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۹۷)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۹۸)	مشکٰوۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۹۹)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۰)	الجوھرالنقی	علاءالدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۱)	جامع المسانیدوالسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۲)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۳)	البدرالمنیر رمختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۵)	تخریج أحادیث إحیاءعلوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصرعبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السیدمحمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۰۵)	مجمع الزوائدومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۶)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۷)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۸)	المقاصدالحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۰۹)	الجامع الصغیررالفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۰)	تنویرالحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۱)	جمع الفوائدمن جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۲)	آثارالسنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۳)	اعلاءالسنن	مولاناظفراحمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۴)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۵)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۶)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۷)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیر ازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۸)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۱۹)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۰)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۱)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۲)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۳)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۴)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۵)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۶)	شرح سنن أبي داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۷)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۸)	الآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۹)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۰)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۱)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۲)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۳)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۴)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۵)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۶)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۷)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۹)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۰)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۱)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۴۲)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۳)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۴)	التعلیق المجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۵)	حاشیۃ السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۶)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۷)	عون الباری لحل أدلۃ البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۴۸)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۴۹)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۰)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۱)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۲)	المنهل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۳)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۴)	فیض الباری شرح البخاری	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۵)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۵۶)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۷)	التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۵۸)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۵۹)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحیٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۰)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۱)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۲)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۳)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۶۴)	البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح المسلم	محمد بن علی بن آدم بن موسی الإتیوبی الولوی	--

سیرت وشمائل

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۵)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۶۶)	لمواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۷)	سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۶۸)	تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس	حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری	۹۶۶ھ
(۱۶۹)	شرح المواهب اللدنیة	العلامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۷۰)	اصح السیر	مولانا ابوالبرکات عبد الرؤف دانا پوری	--
(۱۷۱)	سیرۃ المصطفی	محمد ادریس کاندھلوی بن حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۲)	الحجة علی اہل المدینة	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۳)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۴)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۵)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۶)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۷)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۷۸)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۷۹)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۰)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۱)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۲)	تحفة الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۳)	خلاصة الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۴)	المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۵)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۶)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۷)	بدایة المبتدی وشرحہ الہدایة	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۸۸)	قنیة المنیة لتتمیم الغنیة	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۹)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۰)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۱)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۹۲)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۳)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۴)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۵)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۶)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۷)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰، ۷۰۱ھ
(۱۹۸)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۹۹)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۰)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۱)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۲)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۳)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۴)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۵)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۶)	السراج الوہاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۷)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۸)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۰۹)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۰)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۱)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۲)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۳)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۱۴)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۵)	درر الحکام شرح غرر الأحکام	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۶)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۱۷)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۱۸)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۹)	الصغیری رالکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۰)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۱)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۲)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۲۳)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۴)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۵)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۶)	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۲۷)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۸)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۹)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۰)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۱)	نور الایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۲)	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۳)	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۴)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۵)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۳۶)	الدر المختار شرح تنویر الأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۳۷)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سیداسعد بن ابوبکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۳۸)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳۹)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۳۱ھ
(۲۴۰)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۳۱ھ
(۲۴۱)	اسعاف المولی القدیر شرح زادالفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۱۲۳ھ کے بعد
(۲۴۲)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناءاللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۳)	ردالمختار حاشیۃ الدرالمختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۴)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۵)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۶)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۷)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۸)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۹)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدرالمختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملھوری رمترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۵۰)	التحریرالمختار حاشیۃ ردالمختار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۱)	جواہر الإخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۵۲)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جاراللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۳)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۴)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۵)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۶)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۶۲)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۴)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادثا لطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۵)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۶)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۷)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۶۸)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۶۹)	بہشتی گوہر؍بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۰)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۲)	ارشاد الساری الی مناسک الملاعلی قاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی	۱۳۶۶ھ
(۲۷۳)	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۷۴)	مجموعہ قوانین اسلامی	آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، نئی دہلی	ادارہ
(۲۷۵)	دینی مسائل اوران کاحل	مولانا مفتی سلمان منصور پوری	مدظلہ

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۷۶)	المدونۃ الکبری	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۷۷)	نھایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ
(۲۷۸)	بحر المذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۷۹)	متن أبی شجاع المسمی الغایۃ والتقریب	احمد بن الحسین بن احمد، أبوشجاع، شھاب الدین أبوالطیب الأصفھانی	۵۹۳ھ
(۲۸۰)	بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد	ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۸۱)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۲)	المجموع شرح المھذب	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۳)	المقنع ؍الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۸۴)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۸۵)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۶)	المبدع شرح المقنع	ابو اسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۲۸۷)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواھب عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ
(۲۸۸)	الشرح الکبیر علی مختصر خلیل	احمد دردیر، احمد بن احمد بن أبی حامد العدوی المالکی الأزہری الخلوتی	۱۲۰۱ھ
(۲۸۹)	حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر	محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی المالکی	۱۲۳۰ھ

فقہ مقارن

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۰)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۱)	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۲۹۲)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۹۳)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

اصول فقہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۴)	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۹۵)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۶)	المقدمات الممہدات	ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۹۷)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۸)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۲۹۹)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۳۰۰)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۱)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۰۲)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۳)	نور الانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۴)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۵)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

تزکیہ واحسان

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۶)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۷)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی	۵۰۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۸)	عوارف المعارف	شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی شافعی علیہ الرحمہ	۶۳۲ھ
(۳۰۹)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۰)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۱)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۲)	الزواجرعن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۳)	تحقیق الحق المبین	حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی	۱۲۷۷ھ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۱۴)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۱۵)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۶)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۷)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۱۸)	الکلیات معجم فی مصطلحات والفروق اللغویۃ	أبوالبقاء الحنفی، أیوب بن موسیٰ الحسینی القریمی الکفوی	۱۰۹۴ھ
(۳۱۹)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التھانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۲۰)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۲۱)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۲۲)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۳۲۳)	فیروزاللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۲۴)	تنبیہ الغافلین	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب الفقیہ الحنفی السمرقندی	۳۷۳ھ
(۳۲۵)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۶)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۲۷)	القول الجازم فی بیان المحارم	حضرت العلامہ مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی	

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۳۱'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی)